المصنفات فی الحدیث

تصنیف:

حضرت مولانا محمد زمان کلاچوی

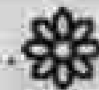
پیش لفظ:

مولانا عبد القیوم حقانی

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ
برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ

''المصنّفات'' بیالیس (۴۲) سال بعد پہلی مرتبہ منظرِ عام پر آنے کی مناسبت سے

پورا ہوا ہے عزمِ سفر مدّتوں کے بعد
جھلکا دُعا میں رنگِ اثر مدّتوں کے بعد
اب جلوہ گاہِ یار ہے آنکھوں کے سامنے
روشن ہوا چراغِ نظر مدّتوں کے بعد
ڈستی رہی ہیں دل کو شبِ غم کی ظلمتیں
آیا نظر جمالِ سحر مدّتوں کے بعد
برہم نظامِ زیست بڑی مدّتوں سے ہے
اے زلفِ یار اب تو بکھر مدّتوں کے بعد
آنکھوں کے جام خشک تھے اب کوئے یار میں
دیکھی بہارِ دیدۂ تر مدّتوں کے بعد
اب کیوں نہ زُلف و رُخ کے فسانے سنائیں ہم
بدلا ہے رنگِ شام و سحر مدّتوں کے بعد





فہرستِ مضامین

''المصنّفات فی الحدیث''

المصنّفات فی الحدیث

تصنیف ! مولانا محمد زمان کلاچوی

***

به اہتمام ونگرانی ! مولانا عبدالقیوم حقانی

القاسم اکیڈمی
خالق آباد برانچ پوسٹ آفس ضلع نوشہرہ صوبہ سرحد

نام	:	المصنّفات فی الحدیث
تصنیف	:	مولانا محمد زمان کلاچوی
ضخامت	:	495 صفحات
پروف ریڈنگ	:	مولانا عبدالقیوم حقانی
کمپوزنگ	:	گل رحمٰن ناظم دفتر
تاریخ اشاعت	:	مارچ ۲۰۰۷ء
تعداد	:	1100
قیمت	:	
ناشر	:	القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ سرحد

====== ملنے کے پتے ======

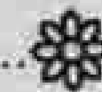
- صدیقی ٹرسٹ صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس 458 گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی 74800
- مولانا سید محمد حقانی مدرس جامعہ ابوھریرہ خالق آباد برانچ پوسٹ آفس نوشہرہ سرحد
- کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
- زمزم پبلشرز نزد مقدس مسجد اردو بازار لاہور
- مولانا خلیل الرحمٰن راشدی، جامعہ ابوھریرہ چنوں موم سیالکوٹ
- مکتبہ سید احمد شہید ۱۰ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
- اس کے علاوہ اکوڑہ خٹک اور پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب موجود ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؕ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى
اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى
اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؕ

"المصنّفات" بیالیس (۴۲) سال بعد پہلی مرتبہ منظرِ عام پر آنے کی مناسبت سے

پورا ہوا ہے عزمِ سفر مدّتوں کے بعد
جھلکا دُعا میں رنگِ اثر مدّتوں کے بعد
اب جلوہ گاہِ یار ہے آنکھوں کے سامنے
روشن ہوا چراغِ نظر مدّتوں کے بعد
ڈستی رہی ہیں دل کو شبِ غم کی ظلمتیں
آیا نظر جمالِ سحر مدّتوں کے بعد
برہم نظامِ زیست بڑی مدّتوں سے ہے
اے زلفِ یار اب تو بکھر مدّتوں کے بعد
آنکھوں کے جام خشک تھے اب کوئے یار میں
دیکھی بہارِ دیدۂ تر مدّتوں کے بعد
اب کیوں نہ زُلف و رُخ کے فسانے سنائیں ہم
بدلا ہے رنگِ شام و سحر مدّتوں کے بعد





فہرستِ مضامین

"المصنّفات فی الحدیث"

عکس تحریر علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ



قد طالعت في مجلة ... مصنفات الحديث
للأستاذ محمد زمان ...
فوجدتها خزينة حافلة و... التهذيب والتنقيح
وفيها أشياء تفتقر الحديث (أو الزيادة) ... أو التقديم والتأخير
مصنفات عشرة قرون ... مصنفات ...
وبالأسف أني لم أتمكن في هذه الفرصة للقيام بإصلاحها ...
الحاجة ... وأرجو أنه إذا حان وقت طبعها ونشرها أقوم
بكل ما يقتضي أمثال هذه المؤلفات من تحسين محياها الجميل والله
سبحانه ولي كل توفيق وإني أقدم للأخ المؤلف الجامع الباذل جهده
صلة نجاحه الامتياز للتخصص في الحديث إذ أستحق له
الدرجة الأولى في النجاح بارك الله له في حياته ووفقه إلى الخير

كتبه محمد يوسف البنوري عفا الله عنه
سنة ۱۳۸۷ھ
۱۳ جمادى الآخرة



پیش لفظ

مولانا عبدالقیوم حقانی

الحمد لحضرة الجلالة والصلوة والسلام علی خاتم الرسالة

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ پانی اس جہاں میں ایسی نعمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زندہ رہنے کے لئے اپنی مخلوقات کو ودیعت کیا ہے۔ اسی سے نباتات، جمادات، حیوانات کے نظام چلتے ہیں' لیکن ایک بے نمازی آدمی بمفہوم حدیث جب مرنے لگتا ہے۔ تو اسے سمندر کا پانی کیوں نہ پلا دیا جائے اس کی پیاس نہیں بجھتی۔ گویا انسان کی عارضی بقا پانی سے ہے۔ دائمی بقا دین سے ہے۔ موسم گرما کی تپتی کڑکتی دھوپ میں چھاؤں میں رکھے ہوئے گھڑے کے پانی سے جب اپنی پیاس لوگ بجھاتے ہیں تو گاؤں کے اصحابِ خدمت یعنی پانی بھر بھر کر تقسیم کرنے والوں کو ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے ہیں۔ شہر کلاچی کے اندر اُن دنوں بورنگ نہیں تھا۔

شہر کی غریب بیوہ عورتیں شہر سے باہر میلوں دور سے پانی بھر بھر کر لاتیں اور تقسیم کرتیں۔ غالباً ہفتہ یا ماہواری تنخواہ پر۔ اور اسی سے ان غرباء کی گذر بسر ہوتی' ان میں امّ استاد محمد زمان بھی تھیں (یعنی مولانا محمد زمان صاحب مدظلہ کی والدہ) اماں جان نے استاد محمد زمان کو نجم المدارس میں داخل کر دیا تھا تا کہ بیٹا بڑا ہو کر عالم بنے اور کلاچی کے لوگوں کی دائمی بقا کا سبب بنے۔ نجم المدارس کا یہی شاگرد پھر نجم المدارس میں استاد بنا اور اب تک استاد حدیث بلکہ اب پورے عالم کے خوش نصیبوں کو

حیاتِ جاوداں کی طرف گامزن کرنے کے سفر پر ہے۔

استاذی واستاذ العلماء شیخ التفسیر حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ

(فاضل دیوبند) ۱۲۸ اکتوبر ۲۰۰۶ء کو سفرِ عمرہ سے واپسی پر پشاور ائیر پورٹ سے جامعہ ابوھریرہ تشریف لائے تو احقر نے استاذ مکرم مولانا محمد زمان صاحب مدظلہ کی ''المصنفات'' کا کمپوز شدہ مسودہ ان کی خدمت میں دعا کے لئے پیش کیا۔ موصوف بہت خوش ہوئے ڈھیروں دعائیں دیں اور ارشاد فرمایا اللہ کو جس سے دین کی خدمت جب لینی ہوتی ہے لے لیتے ہیں۔ دیکھیے آج سے کوئی بیالیس (۴۲) سال قبل کی یہ تحریر بیالیس (۴۲) سال بعد کچھ ترمیم اور اضافہ کے ساتھ اردو قالب میں ڈھل کر منظر عام پر آرہی ہے۔ ارشاد فرمایا۔ کلاچی میں ایک معزز نجم المدارس میں تحصیل علم کے لئے داخل ہوئے تو محمد زمان ایک غریب وفقیر خادم کے طور پر اس معزز کے ساتھ بطور خدمت کے آیا جایا کرتے تھے اور ان کے ساتھ کلاس میں ان کی خدمت کے لئے بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اللہ کریم کا انتخاب دیکھو وہ صاحب تو علم سے محروم رہے اور خادم کو اللہ نے علم کی خدمت واشاعت کو چن لیا وہ فقیر ودرویش خادم آج مدرس معلّم اور محقق مصنف بن کر اور المصنفات کا مؤلف ومرتب بن کر پورے عالم پر آشکارا ہورہا ہے۔

مشہور عالَم چار ہیں۔ عالم ارواح۔ عالمِ شہادت۔ عالمِ برزخ۔ عالمِ آخرت۔ عالَمِ ارواح میں روح بغیر جسد کے ہے۔ عالم شہادت، عالم برزخ، عالم آخرت میں مع الجسد ہے۔ عالم شہادت میں روح اگر اپنے حقیقی اوصاف پر قائم رہ جائے تو عالم برزخ میں جنت کی کھڑکی کھلتی ہے۔ اور عالم آخرت میں خود جنت میں ہوگی۔ اگر اپنے اوصاف پر قائم نہ رہے تو عالمِ برزخ میں دوزخ کی کھڑکی کھلتی ہے اور عالم آخرت میں خود دوزخ میں ہوگی۔

روح کو اپنے اوصاف حقیقی پر قائم رکھنے کے لئے اللہ نے دین دیا ہے۔ روح اگر دین کے اس چشمے سے سیراب ہوتی رہے گی تو اپنے اوصاف پر قائم رہے گی۔ ورنہ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ کا مصداق بن جائے گی۔ دین کے یہ چشمے اوپر سے نازل ہوئے جسے جبریل امین لائے۔ اس کا نام

قرآن ہے اور جو قلبِ محمد پر براہ راست القا کئے گئے اسے حدیثِ رحمۃ اللعالمینؐ کہا گیا۔ یوں سمجھیے قرآن سورج ہے تو حدیث آنکھ ہے۔ یعنی ہر وہ فعل یا قول جو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے یا کہا ہے وہ حدیثِ رسولِ متبوع ہے۔ ورنہ بصورت دیگر حدیث موضوع ہے۔ احادیثِ رسولِ متبوع کا حصول قرآن کے علم کے حصول کی طرح ضروری ہے۔ یعنی قرآن مع الحدیث روح مع الجسد کی طرح لازم وملزوم ہیں۔

بایں وجہ استاذ محمد زمان صاحب نجم المدارس سے دورۂ حدیث کے لئے دار العلوم حقانیہ تشریف لائے۔ دستارِ فضیلت سے بہرہ ور ہو کر ابھی نجم المدارس واپس گئے ہی تھے۔ کہ محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے حدیث میں تخصص (پی۔ ایچ۔ ڈی) کے لئے بنوری ٹاؤن کے جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں بلوالیا (جس کی تفصیل استاذ محمد زمان کی حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب ''فتنہ انکارِ حدیث'' میں آگئی ہے) یہاں آپ محدث العصر حضرت بنوریؒ کے ہاں درجہ تخصص فی الحدیث میں داخل ہوئے اور الحمد للہ دو سال کے بعد ''المصنفات فی الحدیث'' کے موضوع پر یہ عظیم علمی اور تاریخی مقالہ تحریر فرمایا، جس کے متعلق حضرت محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ

''حدیث کی کتابوں کا تفصیلی تعارف تو اپنی جگہ شائقین اتنی ڈھیر ساری حدیث کی کتابوں کے نام بھی پڑھ لیں تو یہ بھی ایک سعادت ہے''

مصنفات فی الحدیث کے موضوع پر یہ عظیم تاریخی وتحقیقی شاہکار ڈیڑھ صد مختلف کتب (عربی فارسی اردو) سے مرتب کیا گیا ہے۔ میری ناقص معلومات کی حد تک ۱۰۰۰ھ تک کی اکثر مصنفات حدیثیہ کا یکجا تذکرہ اس تفصیل وترتیب سے اردو میں اس وقت تک میری نظر سے نہیں گزرا۔

تخصص کے دورانیے کے دوران جو لکھا وہ فتنہ انکار حدیث کے نام سے طبع ہوا، جسے شائع کرنے کی سعادت بھی کاتب الحروف اور القاسم اکیڈمی کے حصے میں آئی۔ دیکھنے کی چیز تو یہ ''المصنفات'' ہے جو آپ کے ہاتھوں گردش کناں ہے۔ یہ کتاب انتہائی جامع ہے اس میں ایک ہزار

سال کے، اکثر علمائے حدیث کی تصنیفات کا تذکرۂ خیر ہے۔

الحمد للہ یہ سعادت میرے استاذ مکرم، محقق دوراں، عالم کبیر، صوفی باعمل، اہل دل وسالارِ دل، سادہ زندگی کے پیکر، علمی زندگی کے خوگر، مدرس دوراں استاذ محمد زمان کے حصے میں آئی تھی۔ میری خوشی دیدنی ہے۔ جو اپنی بیاسی (۸۲) کتب چھاپنے پر اتنی نہیں ہوئی جتنی اس کتاب کو شائع کرنے پر ہوئی ہے۔ اور عجیب ترین بات یہ کہ نجم المدارس کے زمانۂ طالب علمی (چار سال) میں کسی موقع پر استاذِ مکرم میری کسی طالب علمانہ ادا پر اتنے خوش ہوئے تھے کہ اپنے ہاتھوں کا لکھا ہوا ''المصنفات'' کا اصل نسخہ (مسودہ) مجھے بطور انعام عطا فرمایا جو آپ نے اپنی قلم سے لکھا تھا اور بنوری ٹاؤن کے اساتذہ حدیث نے اس کی اصلاح فرمائی تھی۔ یہ ایک تاریخی یادداشت تھی، ایک عظیم تبرک تھا۔ نہ جانے استاذِ مکرم میری کس ادا سے خوش ہوئے کہ مجھے بطور تحفہ وانعام کے یہ عظیم تاریخی تبرک اور اپنی قلم یادداشت عطا فرمائی۔ وہی نسخہ تب سے اب تک میرے پاس محفوظ تھا۔

پھر جامعہ ابوہریرہ کے کتب خانے میں میں نے اپنی تمام ذاتی کتب کی طرح اسے بھی جمع کرادیا اور اب جب حضرت سے "المصنفات" کے اردو ترجمہ کے لئے درخواست کی تو موصوف سے چونکہ اپنے نسخے کا آخری حصہ (دیمک خوردہ ہونے کی وجہ سے) ضائع ہو چکا تھا کام آیا آج سے کوئی تیس سال قبل جو نسخہ مجھے قدرت کے تکوینی ہاتھوں نے دلوایا تھا، غالباً اس میں بھی مجھ جیسے حقیر و نااہل کے ہاتھوں اس کی حفاظت کرانی مقصود تھی۔

احادیثِ سید الاولین والآخرین کے جامع سیدنا ابوہریرہؓ ہیں۔ آپ ۸ ہجری کو ایمان لائے اور حضور ﷺ کے دامن لطف وکرم، جودوسخا کے سائبان تلے جاگزیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے احادیث کے اول وآخر کے ذخیرے سینۂ سیدنا ابوہریرہ میں جمع فرمادیے اور یہ سعادت سیدنا ابوہریرہ کے حصے میں آئی۔ پھر ان کے اور دیگر صحابہ کرامؓ کے جمع کردہ ذخیرے چودہ صدیوں میں جن قدسی صفات محدثین نے جمع فرمائے۔

استاذ محمد زمان نے عالم دنیا کے اخیر اور قیامت کے قریب یا عالم شہادت کے اخیر اور عالم

آخرت کے قریب ان میں سے اکثر قدسی صفات محدثین، مصنفین کو "المصنفات" میں جمع فرمادیا۔ ان کی مساعی کو مبرہن کردیا۔ ان کے حالاتِ زندگی کو معتبر کردیا الحمد للہ اس کتاب کو شائع کرنے کی سعادت بھی جامعہ ابوہریرہ کے حصے میں آئی۔

روح کو اس کے اوصاف پر قائم رکھنے کا یہ عمل جب تک انسان اس عالم شہادت میں ہے جاری رہے گا۔ ہر سو تشکیک کے سائے منڈلا رہے تھے۔ قرآن کی تشریحات (احادیث) کے چشمہ صافی پر واضعین موضوعات کی ذریتِ معنوی کی طرف سے طنز واستہزاء کے پتھر شیشے کے گھروں میں بیٹھ کر پھینکے جارہے تھے۔ چٹائی پر بیٹھنے والے استاد محمد زمان نے ان پتھروں کو اپنا گریباں چاک کرکے اپنے چٹان سینے پر روک کر، ایک طرف ان پتھروں کو ریزہ ریزہ کردیا۔ اور دوسری طرف احادیث کے چشمہ صافی سے روح کو اس کے اوصاف پر قائم رکھنے کا سامان فراہم کردیا۔ تاکہ انسان آخرت کی فوز وفلاح سے ہمکنار ہوسکے۔

مبارک باد کے مستحق ہیں القاسم اکیڈمی کے کارکنان خصوصاً کمپوزر عزیز مکرم مولوی گل رحمن سلمہ المنان، جنہوں نے اپنی شبانہ روز کی کاوشوں سے ''المصنفات'' کے کام کو نہایت ہی سلیقہ، حسن ترتیب، عقلمندی اور سرعت سے پایہ تکمیل تک پہنچنے میں مدد کی۔ اللہ پاک ان کی زندگی میں برکت دے، ''المصنفات'' کی کمپوزنگ کی طرح جامعہ ابوہریرہ کے اکاؤنٹس، نظامت اور میری ذاتی کاموں کی ترتیب وتشکیل میں ان کا بنیادی کردار ہے۔

دلی دعا ہے کہ باری تعالیٰ ان خدمات کے بدلے انہیں اپنی عظمتِ شان ہی کے شایانِ شان اجر عظیم سے نوازے۔

القاسم اکیڈمی اپنی زندگی کے ۹ سال پورے کرچکی ہے۔ اب تک مجھ گناہ گار کی بیاسی (۸۲) کتب کا منظر عام پر آنا اسی کے مرہون منت ہے۔ اس کی مطبوعات حرمین شریفین کی لائبریریوں تک جا پہنچی۔ اپنے ملک کے لوگ تو اس کے نام سے آشنا ہیں۔ پاکستان سے باہر بھی اپنا مقام بنا چکی ہے اس لئے کہ القاسم اکیڈمی خالص علم کی ترویج واشاعت کا دوسرا نام ہے۔ اسی کے زیرِ

اہتمام ماہنامہ القاسم پوری دنیا میں پہنچ رہا ہے۔جس کی خصوصی اشاعتوں نے پوری دنیا میں اکابر کے علمی اور سوانحی خاکوں کو متعارف کرایا ہے۔

القاسم اکیڈمی اپنے فنڈز اپنی مطبوعہ کتب کی سرکولیشن سے بناتی ہے۔اس پر اللہ جل شانہ نے برکت کا ہاتھ رکھا ہوا ہے۔اس کی مطبوعہ کتب کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔اس میں میرے اکابر اساتذہ ومشائخ کی طرح میرے عظیم محسن ومربی استاذ مولانا محمد زمان مدظلہ العالی کی شفقت ہے مہربانی ہے،عنایت ہے اور مخلصانہ دعائیں ہیں۔کہ آنجناب نے ''المصنفات'' جیسی ضخیم کتاب (کہ جو ایک ہزار سال کے محدثین کی زندگیوں کا مستند ذخیرہ ہے) کو طبع کرنے کا شرف القاسم اکیڈمی کو بخشا' اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اس کا احسان ہے کہ اس نے اکیڈمی کو سرخرو کیا یہ اس مالک کا کرم ہے۔

بقول حبیب نقشبندیؔ

دیا ہے جس نے نخل آرزو کو دہر میں پانی
جہاں کی پرورش اس کی ربوبیت میں مضمر ہے

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ.

عبدالقیوم حقانی

سرپرست القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ نوشہرہ سرحد

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ ، 20 اکتوبر 2006ء

تبرک وتأثر

استاذ العلماء شیخ التفسیر حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب دامت برکاتہم

فاضل دیوبند بانی ومہتمم مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی

قابل احترام عزیزم مولانا عبدالقیوم حقانی سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج شریف

عزیز القدر محترم مولوی محمد زمان سلمہ جو اپنے محبوب ادارہ مدرسہ نجم المدارس کلاچی کے تقریباً چہل (۴۰) سالہ علمی اور عملی مخلص رفیق ہیں معلوم ہوا ہے کہ آپ ان کے ایک اہم علمی عربی مقالہ المصنفات فی الحدیث کا اردو ترجمہ جو تقریباً پانچ سو (۵۰۰) صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔القاسم اکیڈمی کی طرف سے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔بہت خوشی ہوئی مبارک صد مبارک ہو۔اللہ تعالیٰ کتب حدیث اور ان کے مصنفین کرام کے مبارک حالات کا بہ فیض عام تعلیم یافتہ دین دوست اردو خوان حضرات تک پہنچانے میں اگر آپ کو توفیق عطا فرماویں تو آپ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا ہزار ہزار شکر کریں۔خداوند کریم مقالہ کے مولف کے ساتھ ساتھ آپ اور ہم سب خدام نجم المدارس کو ان برکات میں شریک فرماویں آمین۔

ولیس علی اللہ بمستنکرٍ   ان یجمع العالم فی واحد

یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ اور کاملہ کے سامنے یہ بات کوئی مشکل نہیں۔کیونکہ

رحمت حق بہا۔نمی جوید   بلکہ رحمت حق بہانہ می خواہد

آپ غالبًا یہ تیسری بار ہے کہ اس ناکارہ سے اس مقالہ کے متعلق اپنی رائے اور کچھ تبصرہ لکھ کر ناظرین کو بہ غور پڑھنے اور اس سے مکمل فائدہ اٹھانے کی ترغیب دینے کا کہہ رہے ہیں۔

(۱) میرے محترم! آپ کو شاید یہ معلوم نہ ہو کہ ضغیم اسلام آبروئے علماء پاکستان حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری قدس سرہ نے ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء میں جب پہلی بار اپنے عظیم الشان مدرسہ ''جامعۃ العلوم الاسلامیہ'' بنوری ٹاؤن کراچی میں درجہ تخصص فی الحدیث کی بنیاد رکھنی چاہی اور پورے پاکستان سے صرف چھ (۶) طلباء کو داخلہ دینے کا پروگرام بنایا۔ تین مغربی پاکستان سے اور تین ہی مشرقی پاکستان سے اور ملک کے سینکڑوں سے زیادہ دورہ حدیث شریف سے فارغ ہونے والے طلباء کرام کے سالانہ امتحان کے پرچے ملاحظہ فرما کر ان چھ کا انتخاب فرمایا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اس وقت تک اس ناکارہ کو حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اور نہ ہی آپ (حضرت بنوریؒ) نے غالبًا اس گمنام کا نام سنا ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ شاید نجم المدارس کا نام سنا ہو کہ اچانک حضرت قدس سرہ کا گرامی نامہ پہنچا آپ نے تحریر فرمایا کہ آپ کے نجم المدارس کے ایک طالب علم مولوی محمد زمان نامی کے کتب حدیث شریف کے پرچے میں نے پڑھے۔ جنہوں نے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں دورہ حدیث شریف پڑھا ہے۔ مغربی پاکستان سے جن تین طلباء کا درجہ تخصص فی الحدیث کے لئے میں نے انتخاب کیا ان میں آپ کے مدرسہ کے اس طالب علم کا نام بھی شامل ہے مجھے خوشی ہوگی اگر آپ اس کو دو سال کے لئے یہاں بھیج دیں۔ ہم عام طلباء مدرسہ کے قیام وطعام کے ساتھ ان کو غالبًا چالیس روپیہ وظیفہ بھی ماہانہ پیش کرتے رہیں گے۔

جس مقالہ کے لکھنے والے کی استعداد حضرت بنوری رحمۃ اللہ جیسے نقاد اور بالغ النظر عالم دین کی نظر میں یہ ہے کہ سینکڑوں فارغ شدہ علماء دین میں اسے تخصص فی الحدیث کے لئے نہ صرف پسند کرتے ہیں بلکہ خود ہی اسے طلب فرماتے ہیں۔

تو اس پر بغیر اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ ؎ تیرے چھانے ہوئے کو کیا چھاننا ہے

(۲) اسی مضمون کا ایک حصہ فتنہ انکار حدیث سے متعلق کسی زائغ کے ایک سوال کا جواب اسی مقالہ کے لئے منتخب کردہ مولوی محمد زمان سلمہ نے لکھا ہے اور جو خود آپ کے حوالہ سے کہ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک اور ماہنامہ الصدیق ملتان میں شائع کردیا گیا ہے۔ ان عادل شاہدان کی شہادت کے بعد مزید شہادت کی کیا ضرورت ہے۔ وہی مقالے ''فتنہ انکار حدیث'' کے عنوان سے اب القاسم اکیڈمی نے علیحدہ کتابی صورت میں شائع کردیئے ہیں۔

(۳) خود حضرت بنوری مرحوم ومغفور نے بینات ہی کے انہیں سالوں کے کسی شمارہ میں کچھ اس قسم کے الفاظ میں تحریر فرمایا تھا کہ

''جب یہ مقالات کسی وقت بھی اشاعت پذیر ہوئے تو علوم دینیہ کے قدر دان علماء کو پتہ چلے گا۔ کہ مدرسہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی نے کس شان سے ان کی تربیت کی ہے۔''

بہر حال ان شواہد کے بعد میرے جیسے طالب علم کا کچھ لکھنا ان حضرات کا منہ چڑانا ہے۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا۔ ٹھیک ہے میں نے اس مقالہ اور اس کے اردو ترجمہ کا پورا مطالعہ نہیں کیا جس کی وجہ اپنی ناکارگی کے ساتھ ساتھ ضعیف العمری، تدریس وافتاء اور اہتمام کے مشاغل بھی ہیں لیکن عنوانات اور بعض بعض مقامات کا سرسری مطالعہ کے ساتھ شواہد بالا کی وجہ سے دلی خواہش ہے کہ خدا کرے جلد از جلد میں اس سے استفادہ کے لئے کوئی فرصت نکال سکوں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف صاحب مقالہ کو اس کے شر (غرور علم) سے محفوظ رکھے آمین۔

ناکارہ عبدالکریم غفرلہ ووالدیہ

۷ ذی قعدہ ۱۴۲۷ھ بمطابق 29.11.2006

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ مہتمم جامعہ الباقیات الصالحات لکی مروت

وسابق ناظم وفاق المدارس العربیہ ملتان پاکستان

نحمده ونصلي على رسوله الكريم امابعد

نبی اکرم ﷺ کا کردار نبوت سے قبل بھی قابل ستائش، قابل رشک اور قابل تقلید تھا۔ اسی بے داغ زندگی کو رب العالمین نے نبوت کی دلیل بنا کر قرآن میں ذکر کیا ہے فرمایا **فقد لبثت فیکم عمراً من قبله أفلا تعقلون (یونس)**

یعنی آج تک تم نے مجھے صادق وامین، شریف وعفیف، اخلاق عالیہ اور عصمت کاملہ کا مرقع سمجھا۔ کیا اب یہ ممکن ہے کہ میں گمراہ اور گمراہ کن ہو جاؤں۔ قرآنی استدلال کو ایک مسلمان کی نظر سے دیکھا جائے۔ تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے بعد کی زندگی ماقبل النبوت سے زیادہ اہم ہونے کے سبب قابل ذکر اور قابل لحاظ ہے اور کوئی بھی عقل کا مالک یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ آپ ؐ کی حیات طیبہ اور قول وفعل کو درخور اعتناء نہ سمجھتے ہوئے اسے مدار شریعت نہ بنایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ باستثنائے ایک بدبخت طائفہ آج تک کسی بھی اسلامی فرقے نے حدیث کی اہمیت سے انکار کیا ہے نہ اس کی حجت پر انگشت برداری کی ہے۔

محدث جلیل، استاذ العلماء حضرت مولانا محمد زمان صاحب زید مجدھم کا تعلق عصر حاضر کے ان جید علماء میں سے ہے۔ جن کا حدیث سے دیرینہ شغف رہا ہے۔ مولانا قاضی عبدالکریم مدظلہم کی مصاحبت نے ان کے علم، تقویٰ اور مجاہدانہ صلاحیتوں کو مزید جلا بخشی ہے۔ اسلامی علوم کی تدریس واشاعت کا مشغلہ اپنائے ہوئے ہیں

زیر نظر کتاب کی تالیف کا سبب بھی منکرین کے خلاف جذبہ جہاد ہی ہے۔ منکرین حدیث کے ملحد طبقہ نے سر اٹھایا۔ تو حضرت علامہ بنوریؒ کی بیدار نظر نے ان کی دجل وتلبیس کو تاڑ کر ان کا پردہ چاک کرنے کے لئے اپنے جامعہ میں جید علماء کو تربیت دینے کا فیصلہ کیا۔ باصلاحیت علماء کا انتخاب کرتے ہوئے ان کی نظر مولانا موصوف پر بھی پڑی۔ اور ان کی خدمات کو مجاہدانہ نہج پر لگانے کی خاطر ان کو تخصص فی علوم الحدیث کے لئے منتخب فرمایا۔ زیر نظر کتاب کا عربی مواد انہی دنوں میں تخصص کے موقعہ پر تیار کیا گیا تھا۔ مؤلف موصوف نے محدثین عظام کی مساعی کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بہت حد تک ان کا حق ادا کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ ایک خاص بات جو اس کتاب کے دیکھنے سے محسوس ہوتی ہے یہ ہے کہ بظاہر احادیث کے حوالے سے صحاح ستہ کی شہرت نے عوام کو ایک غلط تصور دیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ صحاح ستہ کے مولفین کو گویا ”خالقِ حدیث“ سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں ان حضرات کے شیوخ ، اساتذہ کا مقام اور کردار بہت زیادہ اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے فاضل مؤلف نے ان سابقین کا حق ادا کرتے ہوئے کتاب میں ان کا ذکر کیا اس کتاب کا معتدبہ حصہ ان فقہاء محدثین کے کارناموں پر مشتمل ہے جن کو صرف فقہاء کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور علم حدیث کے طالب علم ان کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ کا ذکر تو کرتے ہیں لیکن ان جلیل القدر محدثین کو وہ احادیث سے لاتعلق سمجھ لیتے ہیں۔ کتاب کی جامعیت کو دیکھتے ہوئے بآسانی کہا جا سکتا ہے کہ کتاب بیک وقت طلبہ حدیث، محدثین بلکہ ان تمام حضرات کے لئے ایک خزانہ ثابت ہوگا جن کے خیال میں احادیث کی تھوڑی بہت اہمیت ہے۔ اور جو نقوش محبوب کے ساتھ عشق کو اپنے دل میں جگہ دیکر حبِ نبوی اور حبِ سنت کو سرمایۂ نجات گردانتے ہیں۔ ناسپاسی ہوگی اگر کتاب کی ترتیب وتکمیل میں معاونین کا تذکرہ نہ کریں اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس سلسلہ میں کسی قسم کا بھی تعاون کیا ہے۔ خصوصاً مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب زید مجدھم (مہتمم جامعہ ابوھریرہ خالق آباد نوشہرہ) بہت زیادہ شکریے کے مستحق ہیں۔ جن کی خصوصی توجہ سے کتاب کی طباعت کا سلسلہ جاری ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ادارے اور اس کے تمام متعلقین کو مزید خدمات للّٰہیت اور اپنی درگاہ میں قبولیت سے نوازے آمین۔

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ حَمْدًا کَمَا یَلِیْقُ بِشَانِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ

اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ قرونِ اولیٰ میں دین اور احکام الٰہی کو فخر سمجھا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ اتباع سنت میں سستی آگئی اور پھر شعائرِ دین تک کو چھٹی دی گئی لیکن بایں ہمہ مسلمانوں میں دین کی اہمیت اور احکام کی صداقت اور افادیت غیر مشکوک تھی۔ شومئی قسمت سے آج ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں کہ الحاد وزندقہ کے طوفان نے عوام کے دینی اقدار کو خس وخاشاک کی طرح بہادیا ہے۔ بلکہ اس امت کے بزعم خود دانشور حضرات اپنے مراکزِ علم سے بدظن ہوکر علم کی بھیک کافروں کے ہاں مانگ رہے ہیں۔ اسی وجہ سے مسلمان اپنے دانشکدوں میں خود اپنے دین سے بدظن ہورہے ہیں اور یقین وایمان کی جگہ شکوک وشبہات سیکھ اور سکھا رہے ہیں۔

حتیٰ کہ دینِ حنیف کو بچانا مشکل ہوتا جاتا ہے آج مستشرقین یورپ اوران کے ہمنواؤں نے دین دشمنی کے تحت احکام دین میں غتر بودی کو اپنا فریضہ سمجھ کر اپنے مزعوماتِ باطلہ کو تحقیق (ریسرچ) کے خوبصورت اور جاذب عنوانات سے آراستہ کردیا ہے اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو بہکانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ ادھر یہ سادہ لوح ان مزعومات اور خیالاتِ باطلہ کو اپنے نفسانی خواہشات کے عین مطابق پانے کی وجہ سے انہیں دادِ تحقیق کی دم لگا کر آسمان پر چڑھا دیتے ہیں۔

محترم قارئین! یہ ایک ایسی سازش اور ایسا علمی فتنہ ہے جس کے سبب کبھی تو تاریخ سے بے خبری کا ثبوت دیتے ہوئے احادیث غیر مرتب ہونے کی آڑ میں انکار حدیث کرلیتے ہیں اور کبھی تجدید دین کی خاطر متنبی (جھوٹے نبی) کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کسی ایک کو نبی فرض کرلیتے ہیں تو کبھی زمانہ کے تقاضوں اور ماحول سے متاثر ہوکر احکام دین کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں اور ان کی علل وغایات کے ابدی کہنے میں شرم وحیاء محسوس نہیں کرتے۔ دنیا میں عادت اللہ یہ رہی ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے رشد وہدایت کے لئے ہر زمانہ میں انبیاء کرام بھیجتے رہے۔

اگر ایک نبی کے وصال کے بعد دنیا میں طاغوتی قوتوں کا پیدا کردہ فساد والحاد زور پکڑ لیتا تو اس کو ملیا میٹ کرنے کے لئے پھر اللہ تعالیٰ اپنے ایک ایسے برگزیدہ بندے کا انتخاب فرمادیتے جو اس کام کو پورا کرنے کی کماحقہ صلاحیت سے مزین ہوتا تھا۔ یہی سلسلہ جاری رہا حتی کہ ہمارے آقائے نامدار فخر موجودات سردار دوعالم محمد رسول اللہ ﷺ ایک ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے جب ساری دنیا کفر کی مذموم ومسموم فضا سے لبریز تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی شخصیت کا انتخاب فرمایا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سارے عالم کو اپنے دین سے آپؐ کے ذریعہ تاقیامت روشناس ہونے کا موقعہ دیا اور اطراف واکناف سے لوگ اسلام میں جوق درجوق آنے لگے۔

اور جب آپؐ کے مبعوث ہونے کی غرض بوجہ اتم تکمیل کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے سورہ نصر میں حضور ﷺ کے وصال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے حبیبؐ کو اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف بلایا اور چونکہ ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں آپؐ کے بعد کسی نبی کا آنا تو کیا؟ ماننا بھی کفر ہے۔

اسلئے حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپؐ کے خلفاءؓ نے اس اہم کام کو احسن طریقہ سے سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کے بعد تابعینؒ اور پھر ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے علماء امت اور مجددین پیدا فرمائے جنہوں نے علوم نبوت اور تشریع اسلامی کے پہنچانے میں کسی قسم کا تساہل نہیں کیا اور آج بھی ضرورت اس امر کی ہے کہ علوم اسلامیہ کی حفاظت اور ان کو عوام الناس تک صحیح طریقہ

سے پہنچانے کے لئے ایسے جید اور محقق علماء تیار کیے جائیں جو محرفین اور نام نہاد محققین کی تلبیس کا پردہ چاک کر کے اپنا دینی ملی اور قومی وملکی فریضہ سرانجام دینے میں کسی قسم کی کسر روانہ سمجھیں۔

چنانچہ اس اہم مقصد کو پورا کرنے کے لئے وقت کے مشہور محدث حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے مشہور استاد حدیث اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی کے زیر نگرانی ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء کے اواخر میں تخصص فی علوم الحدیث کے شعبے کی داغ بیل ڈالی جس کی غرض وغایت کی تفصیل ان کے مطبوعہ ''اغراض ومقاصد'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

ایک بڑی اور اہم غرض جس پر انتہائی زور دیا جاتا تھا وہ یہ تھا کہ فضلاء تخصص اپنے دوسالہ کورس میں شب وروز مصروف رہ کر تحریر وتقریر کا ایسا ملکہ پیدا کریں جس سے وہ مستشرقین وقت کے نت نئے فتنوں کی روک تھام میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہ کریں۔

چنانچہ اس مقصد کے لئے استاد تخصص کے زیر نگرانی مختلف موضوعات پر اہم اور پر مغز مقالے لکھے جاتے رہے، جن میں اکثر ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء میں پاک وہند کے مختلف رسائل میں شائع بھی ہوچکے ہیں۔ خود راقم الحروف کے دو مضمون الصدیق ملتان اور الحق اکوڑہ خٹک میں مختلف اقساط میں شائع ہوچکے ہیں بلکہ الصدیق نے تو بعنوان ''ایک بے بنیاد الزام اور اس کا ازالہ'' اس مضمون کو ایک پمفلٹ کی شکل میں علیحدہ بھی شائع کردیا اور اب ان ہر دو مضامین کو القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ نے ''فتنہ انکار حدیث'' کے عنوان سے خوبصورت کتابی شکل میں شائع کردیا۔

نیز ان تحریری مقالات کے علاوہ مجوزہ نصاب کتب کا عمیق مطالعہ کر کے سالانہ تین امتحانوں میں شریک ہونے کے لئے مکمل تیاری کرنا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ درجہ تخصص فی علوم الحدیث کے ان دوسالوں کے امتحانی سوالات بھی ماہنامہ بینات میں بمعہ حاصل کردہ نمبرات شائع ہوتے رہے۔ اسی طرح دوسالہ کورس کے آخری مہینوں میں استاد تخصص نے فضلاء تخصص کو مختلف عنوانات تجویز کر کے اپنی دوسالہ کاوش کے اظہار کے لئے مقالہ لکھنے کی تاکید فرمائی۔

چنانچہ جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء کے بلیک آؤٹ اور ہنگامی حالات کے نازک مراحل کے دوران فضلاء نے اپنے مجوزہ مقالوں کو ترتیب دیکر اوائل رجب المرجب ۱۳۸۵ھ میں استاد تخصص کے حوالہ کردیے۔ احقر نے بھی ''الکتب المدونۃ فی الحدیث وخصائصہا واصنافہا'' کے عنوان سے عربی زبان میں بڑے سائز کے ڈیڑھ سو (۱۵۰) صفحات کا طویل مقالہ پیش کیا جس کے نتیجہ میں بندہ کو درجہ اولیٰ کی سند بھی عطا فرمائی گئی والحمد للہ علی ذلک۔

بلکہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر عرض کردوں کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے جانشین حضرت العلامہ الاستاذ مولانا محمد یوسف البنوریؒ مقالہ کے آخری صفحہ پر بارہ سطروں کی طویل عربی عبارت (افسوس کہ اس کے ابتدائی چند سطور کچھ دیمک خوردہ ہوگئیں) میں مقالہ کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے آخر میں یہ لکھتے ہیں کہ وانی اقلم للاخ المؤلف الجامع الباذل جهده صلة نجاح الامتحان للتخصص في الحديث ان اسجّل له الدرجة الاولىٰ في النجاح بارك الله له في حياته وتوفيقه الى الخير

كتبه محمد يوسف البنوری عفاالله عنه.

۱۳ جمادی الاخری ۱۳۸۷ھ

نوٹ! چونکہ فضلاء تخصص سے یہ تحریری عہد لیا گیا تھا کہ مقالہ جات جامعہ کی ملکیت ہوں گے اور مقالہ نگار بلا اجازت اس کے شائع کرنے کے مجاز نہیں ہوں گے۔ اور ہر مقالہ کی دو کاپیاں دفتر میں داخل کردی گئیں۔ چنانچہ ۱۳۸۷ھ میں ہر ایک فاضل کو ایک کاپی ثبت شدہ تائیدی کلمات کے ساتھ بھیج دی گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب رفیق محترم حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ کا مقالہ جب کتابی شکل میں شائع ہوا۔ تو حضرت الاستاذ مولانا محمد ادریس میرٹھی مدظلہ سے رابطہ ہونے پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اردو خواں طبقہ کے لئے مقالہ کا ترجمہ وتلخیص پیش کردیں تو بہتر ہوگا۔ (کیونکہ اصل مقالہ عربی میں تھا)

نیز برادر محترم عزیز القدر مولانا عبدالقیوم حقانی کی تجویز وتحریک اور والہانہ اصرار ومحبت نے ترجمہ کے لئے باطنی داعیوں کو آمادہ کردیا۔ عزیز القدر مولوی گل رحمٰن ناظم دفتر القاسم اکیڈمی میرے حسب توفیق تھوڑے تھوڑے ترجمہ کو فوراً کمپوزنگ کر کے میرے کھوئے اور سوئے ہوئے جذبات کو

جلابخشی۔

چنانچہ راقم الحروف بھی توکلاعلی اللہ استاد تخصص کی اجازت اور مولانا عبدالقیوم حقانی کے اصرار ومحبت اور مولوی گل رحمٰن کی کمپوزنگ کی صورت میں عملی جدوجہد سے اپنے مقالہ کا ترجمہ وتلخیص پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہاہوں۔

گرقبول افتدزہے عزوشرف

محمد زمان کلاچوی عفی عنہ
استاذ مدرسہ عربیہ نجم المدارس کلاچی

علم اور علماء کی فضیلت

چونکہ راقم الحروف کے مقالے کا تعلق علم حدیث میں مدوّن کتابوں سے ہے جن کی تدوین کا کارنامہ علماء ربانیین نے بڑی قربانیاں دیکر سرانجام دیا تھا اور حق فراموشی ہوگی اگر علماء اور خصوصاً محدثین کرام کی فضیلت کا تذکرہ نہ ہو۔ اسلئے کتاب کی ابتداء علم اور علماء کی فضیلت سے کررہا ہوں۔ چنانچہ علماء کی امتیازی شان کے حق میں قرآن مجید نے غیر مبہم اعلان بڑے دقیق طریقے سے کچھ یوں کیاہے۔ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ. (سورہ زمر آیت ۹)

(ترجمہ : بتایئے! کیاعالم اور جاہل برابر ہوسکتے ہیں (یعنی ہرگزنہیں)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دین کی اہمیت جتلانے کے لئے ایک دوسری جگہ اپنے پیارے حبیب ؐ کو علم دین کی زیادتی کی دعا کا حکم ان الفاظ میں صادر فرمایا کہ

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا. ترجمہ! کہہ دیجیے! اے اللہ میرے علم میں زیادتی عنایت فرما۔

اگرچہ ہر ایمان والا اللہ تعالیٰ کو پیارا، ذی شان اور صاحب رتبہ ہے لیکن پھر بھی ان میں سے اہل علم (علماء) کی شان اور عظمت ورفعت کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (سورہ مجادلہ آیت ۱۱) ترجمہ! اللہ تعالیٰ مومنوں کے مراتب بلند کرتے ہیں خصوصاً اہل علم کے مراتب تو کئی گنا زیادہ بڑھاتے ہیں۔

اور بھی بہت سی آیات قرآنی علم اور علماء کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں اور حدیث شریف کی کتابیں تو علم اور علماء کی فضیلت سے بھری ہوئی ہیں۔ ان میں سے چند احادیث بطور مشت از خمونہ خروار ذکر کی جاتی ہیں۔ ابوداؤد میں حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت ہے کہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ الحديث (ابو داؤد ج ۲ ص ۵۱۵) ترجمہ! زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات سنی پھر اسے یاد کیا تاکہ اس کو دوسرے شخص تک پہنچادے۔ بیہقی اور ابن ماجہ نے بھی معمولی سے تغیرِ الفاظ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

اسی طرح حضور ﷺ نے علماء محدثین ؒ کو اپنا جانشین بتا کر ان کے لئے دعائے رحمت فرمائی جیسے کہ امام طبرانیؒ نے اوسط میں حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِيْ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ خُلَفَاءُ كَ قَالَ الَّذِيْنَ يَرْوُوْنَ اَحَادِيْثِيْ وَيُعَلِّمُوْنَهَا النَّاسَ (مقدمه دارمی)

ترجمہ! حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ میرے جانشینوں پر رحم فرما۔ صحابہؓ نے فرمایا۔ حضورؐ آپ کے خلفاء کون ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ جو میری باتیں (احادیث) نقل کر کے لوگوں کو سکھلاتے ہیں۔

ابوداؤد میں حضرت ابوھریرہؓ کی یہ روایت بھی منقول ہے کہ مَامِنْ رَجُلٍ يَسْلُكُ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا اِلَّا سَهَّلَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ (الحديث) (ابو داؤد ج ۲ ص ۵۱۳، ترمذی ج ۲ ص ۸۹)

ترجمہ! کوئی شخص بھی نہیں جو علم کی تلاش کے لئے کسی ایک راستہ پر چلے مگر اس کے بدلہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں (یعنی کسی ایسے نیک عمل کی توفیق ملے گی جس کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جائے)

اس کے علاوہ ابوداؤد ج ۲ ص ۵۱۳ اور ابن ماجہ ص ۲۰ میں علماء کا مرتبہ اور رفعتِ شان کا ذکر کچھ یوں ہے کہ وَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَاِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْحِيْتَانِ فِيْ جَوْفِ الْمَاءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ (الحديث)

ترجمہ! اور بے شک (اللہ کی پاک مخلوق) فرشتے بھی طالب علم کی خوشی اور رضامندی کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں اور بے شک عالم کے لئے زمین و آسمان کی سب چیزیں اور دریا کی مچھلیاں بھی

استغفار کرتی رہتی ہیں اور بے شک عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح (زیادہ) ہے جیسے چودھویں کے چاند کی فضیلت ستاروں پر اور بے شک علماء انبیاء کے (علم) کے وارث ہیں الخ۔

اسی طرح ابوھریرہؓ کی ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَلْعُوْنٌ مَافِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ (فضائل علم ۴۷)

ترجمہ! بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خبردار بلاشبہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون (لعنت شدہ) ہے مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اس کے مشابہ ہو اور یا پھر عالم یا متعلم ہو (کہ یہ لعنت سے مستثنیٰ ہیں)

اس طرح ابن ماجہ کی ایک روایت میں حضرت عثمانؓ سے منقول ہے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ اَلْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ.

ترجمہ! حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز تین گروہ (جماعتیں) شفاعت کریں گی (۱) انبیاء (۲) علماء (۳) شہداء

اسی طرح امام ترمذیؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن مجھ سے قریب ترین وہی لوگ ہوں گے جو مجھ پر (دنیا میں) کثرت سے درود و سلام پڑھا کرتے تھے۔ ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ محدثین کرامؒ ہی قیامت میں آپؐ کے زیادہ قریب ہوں گے کیونکہ اس امت میں ان محدثینؒ سے کوئی بھی زیادہ آپؐ پر درود و سلام پڑھنے والا نہیں ہے۔

نیز ابن ماجہ ص ۲۰ میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور ﷺ حجرہ مبارک سے نکل کر مسجد تشریف لے گئے اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ مسجد میں دو جماعتیں علیحدہ علیحدہ حلقے بنائے ہوئے بیٹھے ہیں ان میں ایک جماعت تو ذکر و اذکار اور دعاؤں میں مشغول ہے اور دوسری تعلیم و تعلم (سیکھنے سکھانے) میں مصروف تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ دونوں بھلائی اور خیر ہی پر ہیں۔ یہ لوگ تو تلاوت قرآن کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہے ہیں پس اگر چاہے تو ان کو (ان کی

مراد) دیدیں اور اگر چاہے تو ان سے روک لے اور یہ دوسری مجلس والے تو (علم دین) سیکھنے اور سکھانے میں مشغول ہیں پس یہ ان سے افضل ہیں اور بے شک میں تو استاد اور معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر آپؐ ان ہی کے ساتھ بیٹھ گئے۔

(اس سے معلوم ہوا کہ درس وتدریس کا درجہ ذکر واذکار سے افضل ہے) اس باب میں اور بھی بہت سی احادیث نقل کی جاسکتی ہیں لیکن بغرض اختصار ان چند احادیث پر اکتفا کرنا کافی ہے ان سب آیات واحادیث سے علماء امت کا مرتبہ اور شرف وفضیلت واضح طور پر معلوم ہورہی ہے۔ واضح رہیے کہ علماء کے ساتھ بغض ودشمنی اور ان کے درجات ومراتب سے انکار صرف اہلِ بدعت ہی کا شیوہ ہے۔

علامہ ابن قطانؒ فرماتے ہیں کہ لیس فی الدنیا مبتدع الا وهو یبغض اهل الحدیث (مقدمہ مسند دارمی) دنیا میں محدثین کرامؒ کے ساتھ بغض وعناد صرف بدعتی ہی کریں گے۔

یہاں پر اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ بعض لوگ جو اس شک وشبہ میں مبتلا ہیں کہ یہ دنیوی (عصری) تعلیم بھی دینی علوم کی طرح قابل فضیلت ہے اور اس کے پڑھنے اور پڑھانے پر بھی وہی درجات مذکورہ حاصل ہوں گے تو ان کا یہ خیال بالکل غلط اور بے جا ہے اس لئے کہ ابن ماجہ کی ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علم دراصل تین چیزوں کا نام ہے جیسے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ العلم ثلاثة آیة محكمة اوسنة قائمة او فریضة عادلة وماسوی ذلک فهو فضل (ابن ماجة ص ۶)

(اصولِ) علم تین چیزیں ہیں (۱) آیتِ محکمہ (قرآن شریف) (۲) سنت قائمہ (آپؐ کی وہ احادیث جو پورے وثوق سے ثابت ہوں) (۳) فریضہ عادلہ (شرعی احکام) اسکے علاوہ سب زوائد ہیں۔ علامہ قسطلانیؒ نے فهو فضل کے متعلق لکھا ہے کہ

لا مدخل له فی اصل علوم الدین بل ربما یستعاذ منه كقوله علیه السلام اعوذبک من علم لا ینفع (مقدمه دارمی) (زیادتی کے یہ معنی ہیں کہ علوم دینیہ کے اصول میں ان کا کچھ دخل اور تعلق نہیں بلکہ بعض اوقات ان سے پناہ ہی مانگی جاتی ہے جیسے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایسے علم جس میں (دینی نفع) نہ ہو پناہ مانگتا ہوں)

امام شافعیؒ نے بھی درج ذیل اشعار میں اس طرف اشارہ کیا ہے

كُلُّ الْعُلُوْمِ سِوَى الْقُرْآنِ مَشْغَلَةٌ   اِلَّا الْحَدِيْثُ وَاِلَّا الْفِقْهُ فِى الدِّيْنِ

قرآن مجید کے علاوہ سب علوم ایک شغل ہیں مگر حدیث اور فقہ (یعنی دین کی سمجھ)

اَلْعِلْمُ مَا كَانَ فِيْهِ قَالَ حَدَّثَنَا   وَمَاسِوىٰ ذٰلِكَ وَسْوَاسُ الشَّيَاطِيْن

علم تو دراصل وہی ہے جو حدثنا کے طریق سے نقل ہو۔ اس کے علاوہ تو شیاطین ہی کے خیالات اور وساوس ہیں۔

فارسی کے کسی شاعر نے بھی علم دین کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہہ دیا کہ

علم دیں فقہ است وتفسیر وحدیث

(کہ دین کا حقیقی علم تفسیر وحدیث اور فقہ ہے)

اور شیخ سعدیؒ کی یہ نصیحت کہ   علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالتست

(ایسا علم جو کہ حق کا راستہ نہ بتلائے وہ جہالت ہی ہے)

البتہ یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ فنونِ عربیہ جیسے صرف، نحو، ادب، بلاغت وغیرہ کی تعلم بھی فضول وعبث کام ہے۔ جواب ظاہر ہے کہ ہر چیز کے موقوف علیہ کا حکم موقوف ہی کا ہوتا ہے تو جب قرآن وحدیث کا سمجھنا ان ہی علوم (صرف ونحو وغیرہ) پر موقوف ہے تو پھر ان کا پڑھنا پڑھانا بھی ایسا ہی ضروری ہوا جیسے کہ قرآن وحدیث وغیرہ کا پڑھنا ضروری ہے۔ بالفاظِ دیگر علومِ ضروریہ کی دو قسمیں ہوئیں۔ (۱) علوم عالیہ یعنی قرآن وحدیث اور فقہ وغیرہ (۲) علوم آلیہ صرف ونحو، ادب، معانی وغیرہ

باقی رہے فنون دنیوی تو ان کے متعلق مولانا عاشق الٰہیؒ نے فرمایا ہے کہ ان کا حکم یہ ہے کہ کوئی شخص اگر جائز مقصد کے لئے حاصل کرتا ہے تو بعض صورتوں میں مباح اور بعض صورتوں میں مستحب کے درجہ تک ان کی تحصیل کے متعلق فتویٰ دیا جاسکتا ہے اور اگر اسلام کی خدمت کے لئے کسی موقعہ پر ضرورت پڑجائے تو واجب بھی ہوسکتا ہے مگر اسی شرط پر کہ ان علوم کو حاصل کرکے دین سے دور اور اسلامی عقائد واعمال سے کورا نہ ہوجائے۔

علماء حق پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے انگریزی پڑھنے کو حرام اور کفر کا فتویٰ دیا ہے جس کی وجہ سے مسلمان ہندوؤں سے پچاس سال پیچھے رہ گئے اور بام ترقی پر نہ پہنچ سکے۔ ان الزام لگانے

والوں کو خدا کا خوف تو نہیں اور مخلوق میں کوئی ان کی زبان پکڑنے والا نہیں لہذا علماء حق کے ذمہ جو چاہتے ہیں، بہتان لگائے دیتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ ذرا حوالہ تو دیجیے کہ کس عالم نے اور کس زمانہ میں انگریزی کے متعلق کفر یا حرام ہونے کا فتویٰ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء حق نے انگریز بننے اور نصرانیت اختیار کرنے کو منع کیا تھا محض زبان سیکھنے اور علوم جاننے سے کسی نے نہیں روکا۔ علماء حق ہمیشہ یہ کہتے رہے کہ اپنے عقائد واعمال پر مضبوطی سے جمنا پہلا فریضہ ہے دنیاوی ترقی اور مال ودولت بعد کی چیز ہے۔ ہوسکتا ہے کہ سکولوں اور کالجوں کے ملحدانہ ماحول کو دیکھ کر بعض علماء نے مطلق انگریزی پڑھنے ہی سے روکا ہو۔ اصول پیش بندی کے پیش نظر ان حضرات کا فتویٰ صحیح تھا۔ اسلام کے عقائد اور علوم واعمال کی دولت پاس ہوتے ہوئے کوئی انگریزی سیکھے، سائنس وجغرافیہ پڑھے تو اس کو اختیار ہے۔ علماء کرام کی باتوں پر دھیان دیتے تو آج مسلمانوں کی نسلیں الحاد وزندقہ اور فسق وفجور کا شکار نہ ہوتیں۔

یہ منکرین حدیث (جو قرآن وسنت میں رد وبدل کر رہے ہیں) کون ہیں؟ کیا بوریہ نشین علماء کے شاگرد ہیں۔ ہرگز نہیں؟ یہ کالجوں کے ملحدانہ ماحول کی پیداوار ہیں۔ پانچ نمازوں کو گھٹا کر تین نمازوں پر لانے والے، قربانی کو فضول خرچی قرار دینے والے اور روزہ ہمیشہ دسمبر میں ہونے کا فتویٰ دینے والے اور ایک ماہ کے روزوں کو گھٹا کر صرف تین روزے رکھنے کو حکم خداوندی بتلانے والے کون ہیں؟ کیا خدانخواستہ ایسی کفریہ باتیں عربی مدرسوں سے نکلی ہیں یا خانقاہوں سے اٹھی ہیں۔ نہیں جناب یہ فتاویٰ ان مفتیان کرام کے ہیں جو ہوش سنبھالتے ہی اسکولوں کے سپرد کر دیے گئے۔ اور اسلام کے دشمنوں کی پرورش میں رہے اعاذنا اللہ منہم۔

یہ بات سچ ہے کہ مسلمان ترقی کے بجائے بہت زیادہ تنزلی میں چلے گئے لیکن اس کا سبب انگریزی تعلیم سے گریز کرنا نہیں بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ مسلمان صحیح معنی میں مسلمان نہیں رہے، فسق وفجور میں مبتلا ہیں اور غیر قوموں کی ٹیپ ٹاپ کی حرص کرنے لگے اور اس خرابی کا باعث انگریزی نظام تعلیم ہی ہے۔ مسلمانوں کی ترقی خدائے پاک وحدہ لاشریک لہ کی فرمانبرداری اور اس کے رسول

پاک ﷺ کے پیروی میں ہے۔ دین ودنیا کی بلندی کا واحد ذریعہ صحیح مسلمان بن جانا ہے۔ حضرات صحابہؓ کی تاریخ ہمارے لئے عبرت ہے دنیا کے علوم وفنون سے نا آشنا تھے مگر ساری دنیا کو جہاں بانی سکھا گئے اور حقیقی تعلیم وتہذیب اور حقیقی ترقی کا پتہ دے گئے ان کے ایمان واعمال صالحہ کی قوتوں نے قیصر وکسریٰ کی حکومتوں کو پاش پاش کر دیا۔ الحاصل یہ کہ مسلمان رہتے ہوئے دنیاوی علم حاصل کر سکتے ہیں البتہ جسے دین کے اصول وفروع معلوم نہ ہوں اسے عالم کہنا ہی دین کی اہانت اور ذلت ہے۔

علم وعلماء کے فضائل معلوم کرنے کے بعد یہ بات ذہن نشین رہے کہ چونکہ موجودہ زمانہ میں ایسے ملاحدہ اور بے دین لوگوں کی کمی نہیں جنہوں نے احادیث کا انکار صرف اسلئے کیا کہ چونکہ احادیث حضور ﷺ کے زمانہ کے بعد مرتب اور مدون ہوئی ہیں اور ان کو یہ بات کہتے ہوئے کوئی عار محسوس نہیں ہوتی کہ "ہم احادیث پر کیسے اعتبار کریں جبکہ وہ بعد کی پیداوار ہیں" دراصل ان ملحدوں کے عزائم اور ارادے ہی یہی ہیں کہ وہ سرے سے دین پر عمل کرنے کو ناممکن ثابت کر دیں کیونکہ جس دین کی بنا ہی ان احادیث پر ہے جن کو وہ مشکوک کہتے ہیں تو دین کے ان احکام پر کیسے عمل کریں جو ان ہی احادیث سے مستنبط کیے گئے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ حدیث کی تعریف اور اس کی تحقیق کر کے مختصر طور پر تدوین حدیث اور کتابت حدیث کا ذکر کیا جائے تا کہ ملحدین کا یہ خیال غلط ثابت ہو کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں احادیث کی حفاظت اور کتابت ناپید ہے۔

حدیث کی تعریف

پاک وہند کے معروف ومشہور محدث علامہ شبیر احمد عثمانی المتوفی ۱۳۶۹ھ نے اپنی کتاب فتح الملھم کے مقدمہ میں حدیث کی یہ تعریف ذکر کی ہے کہ "حدیث نام ہے حضور ﷺ کے اقوال اور افعال کا البتہ حضور ﷺ کے افعال میں آپ ؐ کی تقریرات بھی داخل ہیں۔

اور تقریر کے یہ معنی ہیں کہ حضور ﷺ نے کسی مومن پابند شریعت شخص کو ایک کام کرتے دیکھا یا آپ ؐ تک اس کے کرنے کی خبر پہنچی اور آپ ؐ نے اس پر سکوت فرما کر انکار نہیں کیا۔

حدیث کی مذکورہ بالا تعریف علماء اصولیین کے نزدیک مشہور اور یہی ان کے فن کے موافق ہے

البتہ محدثین کرامؒ کے نزدیک حدیث کی تعریف مشہور یہ ہے ”کہ حدیث ہر اس چیز کا نام ہے جس کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہو۔ اور یہی ان کے فن کے مطابق ہے اسلئے انہوں نے حدیث کی عام تعریف ان الفاظ سے بیان کردی۔

علم الحدیث اقوال النبی ﷺ وافعاله واحواله (مقدمه فتح الملهم) علم حدیث حضور ﷺ کے اقوال افعال اور حالات مبارکہ کا نام ہے۔

محدث شہیرؒ نے ہر دو تعریفیں بیان کر کے فرمایا کہ ”ان کا یہ اختلاف حقیقی نہیں بلکہ لفظی اور (اعتباری) ہے“ یعنی دونوں میں صرف تعبیر کا فرق ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ المتوفی ۹۱۱ھ اپنی مشہور کتاب تدریب الراوی ص ۶ میں حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

وَاَمَّا الْحَدِیْثُ فَاَصْلُهٗ ضِدُّ الْقَدِیْمِ وَقَدْ اُسْتُعْمِلَ فِیْ قَلِیْلِ الْخَبَرِ وَکَثِیْرِهٖ لِاَنَّهٗ یَحْدُثُ شَیْئًا فَشَیْئًا (تھوڑی تھوڑی) (اور حدیث کا لغوی اور اصلی معنیٰ تو قدیم کا ضد اور مقابل ہونا ہے اور چونکہ خبر شیئاً فشیئاً پیش ہوتی رہتی ہیں اس لئے حدیث خبرِ قلیل وکثیر (دونوں) میں مستعمل ہوا کرتی ہے۔

اور علامہ ابن حجرؒ نے شرح بخاری میں یہ تحقیق فرمائی ہے۔ جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ ”اصطلاح شریعت میں حدیث ہر اس چیز کا نام ہے جس کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہو، گویا حدیث مدار شریعت میں سے ہر وہ چیز ہے جو قرآن مجید کے مقابل یعنی قرآن کی طرح قدیم نہ ہو۔

علامہ عثمانیؒ کی نادر تحقیق

حضرت علامہ عثمانیؒ نے فتح الملهم کے شروع میں ایک تحقیقی نکتہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

اِنَّ اِطْلَاقَ الْحَدِیْثِ عَلٰی مَا یُضَافُ اِلَیْهِ ﷺ مُقْتَبَسٌ مِنْ قَوْلِهٖ تعالیٰ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ۔

حدیث کا یہ معنیٰ کرنا کہ ”ہر وہ چیز جس کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہو“ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کے اس قول سے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ سے لیا گیا ہے یعنی اے نبی اپنے رب کی نعمتوں کو (اللہ کے بندوں کے سامنے) بیان کرتے رہو۔

تو اللہ تعالیٰ کے قول فحدث جو کہ صیغہ امر ہے کے یہ معنیٰ ہوئے کہ آپؐ حدیث بیان کرتے رہو تو گویا کہ حضور ﷺ کا ہر بیان حدیث ہی ٹھہرا تو حدیث کا معنیٰ مایضاف الیه ﷺ بیان کرنے میں یہی امر ملحوظ رکھا گیا۔ پھر علامہ عثمانیؒ نے وہ سب نعمتیں جن کا ذکر سورہ ضحیٰ میں ہے ذکر کر کے فرمایا کہ

وحاصل المعنیٰ انک کنت یتیما ضالاً وعائلاً فاٰواک وهداک واغناک فمهما یکن من شئی فلاتنس نعمة الله علیک فی هذه الثلاث واقتد بالله تعالیٰ فعطف علی الیتیم وترحم علی السائل فقد ذُقت الیتم والفقر واَمّا بنعمة ربک فحدث هو فی مقابلة قوله تعالیٰ ووجدک ضالاً فهدیٰ ای حق هذه النعمة الجسیمة التی هی الهدایة بعد الضلال لیس الا ان تحدث بها عبادالله تعالیٰ ویتبیّن لهم ما نزل الیهم وظاهر انّ اقواله وافعاله ﷺ التی سمینا ها احادیث انما جُلّها شرح وتبیین لما هداه الله تعالیٰ بها وتحدیث لما انعم الله علیه من صنوف الهدایة (فتح الملهم)

اور حاصل معنیٰ یہ ہے کہ آپؐ یتیم ناواقف اور محتاج تھے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو جگہ اور ہدایت دی اور غنی کیا تو جو کچھ بھی ہو تو ذات خداوندی کی اقتداء اور پیروی کرتے ہوئے آپؐ ان تین نعمتوں کو مت بھولئے اسلئے آپؐ چاہئیے کہ آپؐ رحم کریں یتیم اور سائل پر کیونکہ آپؐ ان دونوں حالتوں سے گزرے ہیں اور وہ جو اَمّا بنعمة ربک فحدث کا قول ہے تو وہ بمقابلہ ووجدک ضالاً فهدیٰ کے ہے یعنی ضلالت کے بعد ہدایت جیسی نعمت کے ملنے کا حق یہ ہے کہ آپ اللہ کے بندوں کو وہ چیز جو آپ کی طرف نازل ہوئی واضح طور پر بیان کردیں۔ اور یہ تو ظاہر بات ہے کہ حضور ﷺ کے اقوال وافعال جسے ہم احادیث کہتے ہیں یہ سب ہر اُس چیز کی شرح اور بیان ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ہدایت کی ہے اور آپؐ پر کی ہوئی انعامات واحسانات کا بیان۔

حدیث خبر اور اثر کا فرق

جاننا چاہئیے کہ خبر، حدیث اور اثر کے درمیان نسبت اور فرق بیان کرنے سے ان کی تعریفیں خود بخود معلوم ہو جائیں گی اس لئے انہیں علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ تدریب الراوی ص ۶ میں امام طیبیؒ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

الحدیث اعم من ان یکون قول النبی ﷺ والصحابی والتابعی وفعلهم وتقریرهم (حدیث عام ہے چاہے حضور ﷺ کا قول یا صحابہؓ اور تابعین کا قول ہو یا پھر ان کا فعل اور تقریر ہو)

علامہ ابن حجرؒ نے شرح نخبۃ الفکر میں یہ فرمایا کہ خبر بھی اصولیین کے نزدیک حدیث کے ہم معنیٰ (مرادف) ہے یعنی خبر کا اطلاق بھی مرفوع موقوف اور مقطوع پر ہوتا ہے البتہ بعض لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ حدیث تو وہی ہوگی جو حضور ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہوگی جو آپؐ کے علاوہ (صحابہؓ تابعینؒ) سے منقول ہو۔ ہاں علامہ عثمانیؒ نے مقدمہ فتح الملہم میں یہ فرمایا ہے۔ کہ حدیث جب مطلق ذکر ہو جائے تو اس سے مراد صرف حدیث مرفوع ہی ہوتی ہے البتہ کسی قرینہ کے وقت حدیث سے مراد حدیث موقوف بھی لی جاسکتی ہے۔ اور خبر تو علی الاطلاق مرفوع اور موقوف کو شامل ہے اور اس تفصیل بیان کرنے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ

یسمیٰ کل حدیث خبراً ولا یسمیٰ کل خبر حدیثا (کہ ہر حدیث کو خبر تو کہیں گے لیکن ہر خبر کو حدیث نہیں کہا جاسکتا)

احقر الانام کہتا ہے کہ اسی فرق کی طرف علامہ سیوطیؒ نے مندرجہ ذیل قول میں اشارہ کردیا کہ وقیل بینهما عموم وخصوص مطلق فکل حدیث خبر ولا عکس وقیل لا یطلق الحدیث علی غیر المرفوع الا بشرط التقیید (تدریب الراوی) (اور بعض لوگوں نے کہا کہ خبر اور حدیث کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر حدیث خبر ہے اور ہر خبر حدیث نہیں ہوتی بعض نے کہا کہ تقیید کے بغیر حدیث کا اطلاق مرفوع کے علاوہ کسی دوسری (موقوف مقطوع وغیرہ) پر نہیں کیا جاسکتا)

اسی طرح علامہ محی الدین نووی متوفی ۶۷۶ھ نے اپنی کتاب ''تقریب'' میں خبر اور اثر کا فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وعند فقهاء خراسان تسمیة الموقوف بالاثر والمرفوع بالخبر وعند المحدثین کل هذا یسمیٰ اثراً (تدریب الراوی ص ۱۰۹) (فقہاء خراسان کے نزدیک حدیث موقوف کو اثر اور مرفوع کو خبر کہتے ہیں (البتہ) محدثین کے نزدیک ہر ایک کو (چاہے حدیث موقوف ہو یا مرفوع) اثر کہتے ہیں۔

احقر الانام کے نزدیک فقہاء خراسان کے مذہب کے بیان کا مبدء وماخذ مقدمہ ابن صلاحؒ

ہی ہے اور ہوسکتا ہے کہ علامہ نوویؒ نے تقریب میں یہ قول وہاں سے نقل کیا ہو کیونکہ مقدمہ ابن صلاح ص ۱۸ میں یہ ذکر ہے۔ کہ موقوف کی تعریف اثر کے نام سے فقہاء خراسان کی اصطلاح میں کثرت سے موجود ہے اور علامہ ابن صلاحؒ نے بطور استشہاد ابو القاسم الفورانی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے یقولون الخبر مایروی عن النبی ﷺ والاثر مایروی عن الصحابة کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ خبر تو وہ ہے جو حضورﷺ سے روایت کی جائے اور اثر وہ ہے جو صحابہ کرامؓ سے منقول ہو۔

(یعنی حدیث موقوف ہو) اور چونکہ یہ اصطلاح کثرت سے موجود اور مستعمل ہے اسلئے علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب ''علوم الحدیث'' میں یہ ذکر کیا کہ

ومن هذا یسمّی کثیر من العلماء الکتاب الجامع لهذا (بالسنن والآثار) ککتابیٔ (السنن والآثار) للطحاوی والبیهقی وغیرهما (الباعث الحثیث ص ۴۶)

(اور اسلئے تو بہت سے علماء وہ کتاب جو احادیث موقوفہ کی جامع ہو اس کا نام کتاب السنن والآثار رکھتے ہیں جیسے کہ امام طحاویؒ اور امام بیہقیؒ کی کتابیں السنن والآثار (کے نام سے مشہور ہیں)

راقم الحروف کے خیال میں اثر کی اصطلاح حدیث موقوف سے بھی عام مستعمل ہوئی ہے جیسے کہ علامہ سید قاسم اندجانی نے ''مصباح'' میں محدثین اور فقہاء خراسان کی رائے نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ذهب بعضهم الی ان الاثر ما یروی عن الصحابة والتابعین ومن بعدهم (مصباح ص ۱۴) (بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بے شک اثر وہ ہوتا ہے جو صحابہؓ تابعینؒ یا ان کے بعد کے لوگوں سے منقول ہو)

البتہ اس قول کے نقل کرنے کے بعد متصل ہی یہ فرمایا کہ میرے نزدیک قول احسن یہی ہے کہ حدیث کا اطلاق حدیث مرفوع پر اور خبر کا مرفوع اور موقوف دونوں پر اور اثر کا اطلاق حدیث موقوف اور مقطوع پر آتا ہے۔ امید قوی ہے کہ مذکورہ بالا تفصیل سے حدیث، خبر اور اثر کی تعریف اور فرق بخوبی معلوم ہوا ہوگا اب ایک اہم فائدہ کتاب تنقیح الانظار سے نقل کیا جاتا ہے۔

فائدہ جلیلہ

علامہ محمد ابراهیم الیمانی المتوفیؒ ۸۴۰ھ جو ابن الوزیر سے مشہور ہیں اپنی کتاب تنقیح الانظار

(جو کہ توضیح الافکار کا متن ہے) میں یہ نقل کرتے ہیں کہ آثار کی دو قسمیں ہیں (۱) جس میں رائے کا احتمال نہ ہو تو اس کے متعلق امام ابو طالب اور منصور باللہ نے فرمایا کہ اگر ایسے آثار میں اجتہاد کی کوئی وجہ صحیح یا فاسد ہو تو پھر موقوف ہے ورنہ مرفوع ہے اور یہی قول شیخ ابو الحسین بصری اور شیخ حسن رصاص کا بھی ہے، البتہ علماء کی ایک جماعت جن میں علامہ ابن عبد البرؒ بھی ہیں ایسے اثر کو بحکم مرفوع ہونے کے قائل ہیں اور انہوں نے اپنے قول کی تائید کے لئے ابن مسعودؓ کے اس اثر من اتی ساحراً او عرافا فقد كفر بما انزل على محمد سے استدلال کیا ہے بلکہ مذکورہ اثر پر امام حاکمؒ نے اپنی کتاب "علوم الحدیث" میں یہ ترجمۃ الباب بھی قائم کیا کہ "باب معرفة الاسانيد التي لا يذكر سندها" لیکن مصنف تنقیح الانظار نے پہلے مذہب کی تائید کرتے ہوئے اس سے یہ جواب دیا کہ مذکورہ مثال کے متعلق یقینی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ ان آثار میں سے ہو جن میں رائے کا دخل نہیں ہے بلکہ اس بات کا صرف گمان ہی کیا جاسکتا ہے پھر آپ نے اپنے جواب کی تائید وتقویت میں حضرت علیؓ کے اس اثر "ان الحيض ينقطع عن الحبلىٰ لانه جعل رزقاً للجنين" کو ذکر کیا اور کہا کہ اس کو مرفوع اسلئے ٹھہرایا گیا کہ ظن اس کے مرفوع ہونے کو راجح سمجھتا ہے۔ نیز یہ بھی کہ صحابہؓ کے اقوال کو خفاء سے محفوظ اور سلامتی پر محمول کیا جائے۔

(۲) جس میں احتمال رائے اور اجتہاد کا ہو۔ تو امام شافعیؒ نے ایسے اثر کے متعلق دو قول کہے ہیں۔ قول جدید یہی ہے جسے آپ نے کتاب الارشاد میں ذکر کیا ہے کہ ایسا اثر دلیل نہیں ہوسکتا ہے۔ ابن الوزیرؒ فرماتے ہیں کہ دلائل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اس قسم کا اثر حجت نہ ہو اور اس قسم میں کوئی سنت صحیحہ ثابت نہیں ہے۔ (توضیح الافکار ج۱ ص ۲۶۲، ۲۶۳)

سنت اور حدیث

سید قاسم اندجانی نے "المصباح" ص ۱۴، ۱۵ میں سنت اور حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے یہ ذکر کیا ہے کہ سنت کی جمع سنن ہے اور لغت میں سنت بمعنی طریقہ اور راستہ کے مستعمل ہے البتہ علماء اصول حدیث کے نزدیک سنت کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جس پر حدیث کا اطلاق ہو یعنی سنت کے معنیٰ

بھی یہ ہوں گے کہ ہر وہ چیز جس کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہو چاہے وہ قول یا فعل ہو اور چاہے از قبیل تقریر کے ہو۔

البتہ بعض علماء نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ حدیث تو قول نبیؐ اور سنت فعل نبیؐ سے خاص ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے فرمایا کہ علماء اصول حدیث نے سنت کی تین قسمیں بیان کی ہیں (۱) صحیح (۲) حسن (۳) ضعیف اور وجہ حصر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سنت یا مقبول ہوگی یا مردود بصورت اول یا وہ قبول کے اعلیٰ درجات پر مشتمل ہوگی یا ان کے بعض درجات پر شق اول یہی سنت صحیحہ ہے اور شق ثانی حسن ہے اور مردود ہی حدیث ضعیف ہے۔

روایت حدیث اور درایت کا فرق

سنت کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ اور سنت اور حدیث کا فرق معلوم ہونے کے بعد آپ کے سامنے روایت حدیث اور درایت حدیث کا فرق بیان کیا جاتا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تدریب الراوی میں یہ نقل کیا ہے کہ علامہ ابن الاکفانی نے اپنی کتاب "ارشاد القاصد" (جس میں مختلف علوم کی اقسام ذکر ہیں) میں فرمایا کہ

علم الحديث الخاص بالرواية علم يشتمل على اقوال النبي ﷺ وافعاله وروايتها وضبطها وتحرير الفاظها وعلم الحديث الخاص بالدراية علم يعرف به حقيقة الرواية وشروطها وانواعها واحكامها وحال الرواة وشروطهم واصناف الروايات وما يتعلق بها (تدريب الراوي ص ۴)

روایت الحدیث کا یہ معنیٰ کہ یہ ایک ایسا علم ہے جس میں حضور ﷺ کے اقوال وافعال اور ان کی روایت وضبط اور ان کے تحریر الفاظ کا ذکر ہو اور درایت الحدیث کا یہ معنیٰ کہ جس میں روایت کی حقیقت اور اس کے شروط واقسام اور احکام بیان ہوں اور اس طرح راویوں کے حالات اور ان کے شروط اور روایات کے اقسام اور ان کے دیگر متعلقات کا تذکرہ ہو)

مختلف ائمہ کرام سے علم حدیث کی تعریف

شیخ عزالدین بن جماعۃؒ نے علم حدیث کی یہ تعریف کی ہے کہ علم الحديث علم بقوانين يعرف بها

احوال السند والمتن وموضوعه السند والمتن وغايته معرفة الصحيح من غيره (علم حدیث چند ایسے قوانین کا نام ہے جن کے ذریعہ سند اور متن حدیث کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں اور موضوع علم حدیث سند اور متن ہے اور اس کی غرض و غایت صحیح کو غیر صحیح سے ممتاز کر دینا ہے)

اور شیخ الاسلام علامہ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ سب تعریفوں میں بہتر تعریف یہ ہے کہ "ایسے قواعد جان لینا جن کے ذریعہ راوی اور مروی عنہ کے حالات بخوبی معلوم ہو جائیں۔ علامہ کرمانیؒ نے شرح بخاری میں علم حدیث کی تعریف مندرجہ ذیل عبارت میں بیان فرمائی ہے۔

الحديث علم يعرف به اقوال الرسول ﷺ وافعاله واحواله وموضوعه ذات الرسول ﷺ من حيث انه رسول الله وحده وغايته الفوز بسعادة الدارين (تدريب الراوى ص ۴)

(علم حدیث ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعہ سے حضور ﷺ کے اقوال افعال اور حالات معلوم ہو جائیں اور اس کا موضوع حضور کی ذات اقدس اس حیثیت سے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور غرض و غایت دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرنا ہی ہے)

کتابت و تدوین حدیث

گذشتہ مباحث میں ضمنی طور پر حدیث اور خبر کا فرق اسی طرح روایت حدیث اور درایت حدیث کا بیان کرنے کے بعد اپنے حقیقی اور اصلی مدعی کی طرف رجوع کرتا ہوں یعنی یہ کہ ملاحدہ اور زنادقہ دین کے مٹانے کے لئے مختلف قسم کے حربے اور ہتھیار استعمال کرتے ہیں ان میں سے بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم احادیث کو اسلئے بھی قابل اعتماد نہیں سمجھتے کہ وہ حضور ﷺ کے بہت بعد لوگوں نے اپنے ذہنی اور فکری تقاضوں کے مطابق چند باتیں گھڑ کر ان کو آپ کی طرف منسوب کر کے ان پر احادیث کا نام رکھ دیا معاذ اللہ۔

اسلئے ضروری ہے کہ چند ایسے اقتباسات مختصر طور پر پیش کر دیے جائیں جن سے ان نام نہاد محققین بلکہ صحیح معنوں میں ملحدین کی تلبیس کا پردہ چاک کر کے صحیح صورت حال سے آگاہ کیا جائے تو در اصل حقیقت یہی ہے کہ نبوت اور بعثت کے ابتدائی دور میں قرآن و حدیث (کیونکہ قرآن مجید تھوڑا

تھوڑا نازل ہوا کرتا) کے اختلاط کے پیش نظر اور بعض دوسرے وجوہات کی بنا پر حضور ﷺ نے قرآن مجید کے علاوہ ہر ایک چیز کے لکھنے سے منع فرمادیا تھا جیسے کہ صحیح مسلم میں ابوسعید خدریؓ سے یہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

لا تكتبوا عنى شيئاً الا القرآن ومن كتب عنى غير القرآن فليمحه (مجھ سے قرآن مجید کے علاوہ کچھ بھی نہ لکھا کرو اگر کسی نے قرآن شریف کے علاوہ (حدیث وغیرہ) لکھی ہو تو اس کو مٹادے (ختم کردے)

اگرچہ اس حدیث کے مرفوع ہونے میں شک ہے اور بعض نے اسے معلول کہہ کر ابوسعید خدریؓ کا قول بتلایا ہے جیسے کہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی تدریب الراوی میں ان لوگوں کا یہ قول نقل کیا ہے لیکن اس کے باوجود بھی اس حدیث کی وجہ سے بعض صحابہؓ نے حدیث لکھنے کو اچھا اور بہتر نہ سمجھا جیسے کہ علامہ ابن صلاحؒ نے مقدمہ ابن صلاح ص ۱۷ میں حضرت عمرؓ، ابن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، ابوسعید خدریؓ اور بعض دوسرے صحابہؓ اور تابعینؒ وغیرہ سے کتابت حدیث کی کراہت کا قول نقل کیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تدریب الراوی ص ۲۸۵ اور سید قاسم اندجانیؒ نے المصباح ص ۱۶۴ میں ان حضرات کے علاوہ حضرت ابوھریرہؓ اور ابن عباسؓ کا بھی اضافہ فرمایا ہے۔

لیکن جب کچھ وقت گزرنے کے بعد حضور اقدس ﷺ کو قرآن و حدیث کے اختلاط کا خطرہ نہ رہا تو حضور ﷺ نے احادیث کے لکھنے اور لکھوانے کے لئے واشگاف الفاظ میں اجازت دینے کا حکم صادر فرمایا۔ حدیث کی مشہور کتاب بخاری ج ۱ ص ۲۲ میں ابوھریرہؓ کی روایت سے ایک لمبی حدیث کا ذکر ہے جس کے آخر میں یہ درج ہے کہ فجاء رجل من اهل اليمن فقال اكتب لى يا رسول الله فقال اكتبوا لابى فلان (لابى شاه) الحديث (بخارى ج ۱ ص ۲۲) (حضور ﷺ کی خدمت میں ایک یمنی شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میرے لئے کچھ (احادیث) لکھ دیجیے آپ نے (صحابہؓ) سے فرمایا کہ ابوفلاں (یعنی ابوشاہ) کے لئے کچھ لکھ دو)

اور مقدمہ ابن صلاح میں مذکورہ حدیث کے متعلق یہ بھی ذکر ہے کہ ومن صحيح حديث رسول الله ﷺ الدال على جواز ذلك حديث ابى شاه اليمنى التماسه من رسول الله ﷺ ان يكتب له

شيئا من خطبته عام فتح مكة (مقدمه ابن صلاح ص ۷۱)

(اور جواز کتابت احادیث پر سب سے صحیح حدیث ابوشاہ یمنی والی یہ حدیث ہے کہ جس میں اس نے حضور ﷺ سے فتح مکہ کے وقت پڑھے گئے خطبہ میں سے کچھ لکھنے کی درخواست کی (اور حضورؐ نے اسے قبول فرماتے ہوئے لکھنے کا حکم دیدیا تھا) اسی طرح بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت بھی موجود ہے کہ

قال لما اشتد المرض بالنبی ﷺ قال ائتونی بكتاب اكتب لكم لا تضلوا بعده (بخاری ج ۱ ص ۲۲) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کو سخت بخار ہوا تو آپ نے (وصیت کے طور پر فرمایا) کہ کوئی کاغذ لاؤ جس میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھدوں کہ اس کے بعد تم نہ بھٹک جاؤ)

اور بخاری شریف میں ہی ابوھریرہؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ لیس احد" من اصحاب النبی ﷺ اكثر حديثا عنه الا ما كان من عبدالله بن عمرو فانه كان يكتب ولا اكتب (حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ کوئی بھی حضور ﷺ سے احادیث نقل کرنے والا نہیں ہاں البتہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے پاس مجھ سے زیادہ حدیثیں تھیں اسلئے کہ وہ احادیث لکھا کرتا اور میں نہیں لکھتا تھا)

بخاری شریف کے علاوہ صحاح ستہ میں ترمذی ج ۲ ص ۹۱ میں حضرت ابوھریرہؓ کی یہ روایت بھی منقول ہے کہ قال كان رجل من الانصار يجلس الى رسول الله ﷺ فيسمع من النبی ﷺ الحديث فيعجبه ولا يحفظه فشكا ذلك الىٰ رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله انی لا سمع منک الحديث فيعجبنی ولا احفظه فقال رسول الله ﷺ استعن بيمينک واومأ بيده الخط (ترمذی ج ۲ ص ۹۱)

(ابوھریرہؓ فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص حضور ﷺ کے پاس بیٹھا کرتے اور آپ کی باتیں سن کر متعجب ہو جاتے لیکن ان کو یاد نہ رہتیں۔ حضور ﷺ سے اپنے حافظہ کی کمزوری کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اے حضور آپؐ سے باتیں سن کر انتہائی اچھی اور بھلی لگتی ہیں لیکن انہیں یاد نہیں رکھ سکتا تو آپؐ نے استعن بیمینک (کہ دائیں ہاتھ سے امداد لو) کا ارشاد فرما کر اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرماتے ہوئے خط لکھنے کا کہا)

مذکورہ دلائل کے علاوہ حضور ﷺ کے زمانہ میں حدیث کے لکھنے پر بہت سے دوسرے دلائل بھی دیئے جاسکتے ہیں لیکن "عاقل را اشارتے کافی است" (کہ عقلمند کو تو صرف اشارہ کافی ہے) کے تحت انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے

علامہ ابن صلاحؒ نے اپنے مقدمہ ص ۷۱ میں مجوزینِ کتابت میں سے حضرت علیؓ اور ان کے بیٹے حضرت حسنؓ اور حضرت انسؓ وعبداللہ بن عمرو بن العاص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ صحابہؓ کا یہ اختلاف بالکل ختم ہو گیا تھا اور سب مسلمانوں کا حدیث کے لکھنے پر اجماع ہے بلکہ اگر یہ حدیثیں نہ لکھی گئی ہوتیں تو آخری زمانہ میں علم حدیث بالکل ہی ختم ہو جاتا۔

اسی طرح علامہ حافظ زین الدین عراقیؒ نے شرح الفیہ ج ۲ ص ۱۱۶ میں ابن صلاحؒ کے ذکر کردہ ناموں کے علاوہ صحابہؓ میں سے حضرت عمرؓ، جابرؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ کا اور تابعینؒ میں سے عطاءؒ، سعید بن جبیرؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کا ذکر کیا ہے۔ البتہ امام سیوطیؒ نے تدریب الراوی ص ۲۸۵ اور سید قاسم اندجانی نے المصباح ص ۱۶۴ میں ابوقلابہ اور ابوالملیحؒ کا بھی ذکر کیا ہے اسی طرح انہوں نے اضافہ کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ

قال البلقينی وفی المسالة مذهب ثالث حكاه الرامهرمزی وهو الكتابة والمحو بعد الحفظ (علامہ بلقینیؒ فرماتے ہیں کہ کتابت حدیث کے مسئلہ میں ایک تیسرا مذہب جس کو رامھرمزی نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے لکھ لینا اور پھر یاد کر لینے کے بعد مٹا دینا)

تنبیہ

راقم الحروف کے ذہن میں گذشتہ مباحث سے ایک لفظی اشکال آرہا ہے ابھی تک تو کوئی یقینی حل ذہن میں نہیں شاید کہ اللہ تعالیٰ کوئی صورت نکال دے اور وہ اشکال تین قسم سے ہو سکتا ہے۔

(۱) علامہ ابن صلاحؒ نے اپنے مقدمہ میں عبارت اس طرح ذکر کی ہے کہ "وممن روينا عنه كراهة ذلك عمرو بن مسعود" تو اس عبارت کا ظاہر تو اسلئے صحیح معلوم نہیں ہوتا ہے کہ حضرت عمرو مسعود کے بیٹے صحابی نہیں البتہ ہو سکتا ہے کہ اس عبارت کو کاتب کی غلطی پر حمل کر دیا جائے تو پھر صحیح

صورتیں دو ہو سکتی ہیں (۱) اصل عبارت اس طرح ہو کہ "عمرو ابن مسعود"

(۲) اور یا پھر عبارت یہ ہو کہ "ابن عمر و ابن مسعود"

(۲) علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب علوم الحدیث میں ابن صلاح سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ" وممن روينا عنه كراهة ذلك عمر و ابن مسعود وزيد بن ثابت الخ تو معلوم ہوا کہ یہ کاتبین کی غلطی نہیں ہے اور ابن صلاح کی عبارت کو تصحیح اول پر حمل کیا جا سکتا ہے لیکن حافظ زین الدین عراقی نے شرح الفیہ ج۲ ص ۱۱۶ اور جلال الدین سیوطیؒ نے تدریب الراوی ص ۲۸۵ میں یہ ذکر کیا ہے کہ اختلف الصحابة والتابعون فی كتابة الحديث فكرهه " ابن عمرو ابن مسعود"
توان کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن صلاحؒ کی عبارت کو تصحیح ثانی پر حمل کیا جا سکتا ہے۔

(۳) تیسرا اشکال یہ ہے کہ آپ نے ابن کثیرؒ کی ایک سابقہ عبارت سے یہ معلوم کیا ہوگا کہ ان کے نزدیک حضرت عمران لوگوں میں سے ہیں جن کے نزدیک کتابت حدیث پسندیدہ نہیں تھی حالانکہ زین الدین عراقی اور جلال الدین سیوطیؒ نے ان کو مجوزین کتابتِ حدیث میں شمار کیا ہے واللہ اعلم۔

حدیث کے پہلے مدوّن کون ہیں؟

مذکورہ بالا دلائل سے اگر چہ یہ بالکل واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں احادیث کے لکھنے اور لکھوانے کا اہتمام تھا لیکن اس کے باوجود بھی اکثر صحابہ کرامؓ کا اعتماد حفظ اور ضبط احادیث ہی پر تھا اور وہ احادیث کی حفاظت بھی اپنے قلوب میں قرآن مجید ہی کی طرح کرتے رہے بلکہ بعض صحابہؓ نے تو حفظ میں کمی واقع ہونے کے خطرہ سے اپنے مکتوبہ مسودات کو بھی جلا دیا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا اور بہت سے ممالک فتح ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں ہوئے۔ صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کے ارشاد مبارک ليبلغ الشاهد منكم الغائب او كما قال عليه السلام (کہ تم میں سے حاضرین غائبین تک اسلام اور اسلامی احکامات پہنچا دیں) پر عمل پیرا ہو کر اطراف عالم میں دین اور اسلام کو پہنچانے میں ہمہ تن مصروف رہے تا آنکہ اکابر صحابہؓ اس دارِ فانی سے دارِ جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے اور مسلمانوں میں احادیث کے ضبط و حفظ

کا حسب سابق اہتمام باقی نہ رہا۔ اسلئے اس وقت کے علما اور حفاظِ حدیث کو احادیث کی حفاظت اور اہتمام کرنے کا خیال ہوا اس سلسلہ میں سب سے پہلے احادیث کی تدوین و تالیف پر خصوصی توجہ کا خیال خلیفہ عادل امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز اموی قرشی کو آیا کہ چونکہ علماء میں حفظ و ضبطِ احادیث کا وہ شوق اور ولولہ اب رو بہ زوال ہو رہا ہے اسلئے ہو سکتا ہے کہ یہ مبارک علم کہیں ضائع نہ ہو جائے جیسے کہ صحیح بخاری میں تعلیقاً یہ ذکر ہے کہ

وكتب عمر بن عبدالعزيز الى ابى بكر بن حزم انظر ما كان من حديث رسول الله ﷺ فاكتبه فانى خفت دروس العلم وذهاب العلماء (بخاری ج ۱ ص ۲۰)

(حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ آپ پورے اہتمام سے حضور ﷺ کی احادیث لکھتے رہو کیونکہ مجھے علم اور علماء کے ختم ہونے کا اندیشہ اور فکر ہے)

علامہ ابن حجرؒ المتوفی ۸۵۲ھ اپنی مایہء ناز کتاب فتح الباری میں گذشتہ قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ يستفاد منه ابتداء تدوين الحديث النبوى وكانوا قبل ذلك يعتمدون على الحفظ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۷۴) (حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے مذکورہ قول سے حدیث نبویؐ کی تدوین کا ابتدائی دور معلوم ہو رہا ہے اور اس سے پہلے وہ حفظِ احادیث پر اعتماد اور بھروسہ کرتے رہے)

ابو نعیم اصفہانیؒ نے تو مذکورہ بالا واقعہ کو اپنے ان الفاظ میں ذکر کر دیا کہ كتب عمر بن عبدالعزيز الى الآفاق انظروا [illegible] حديث رسول الله ﷺ فاجمعوا (حوالہ مذکورہ) (عمر بن عبدالعزیزؒ نے [illegible] تمام اطراف کے حکام کو یہ لکھا کہ حضور ﷺ کی احادیث میں خوب نظر و امعان [illegible] کر کے جمع کرتے رہو)

[illegible] محمد بن حسن الشیبانیؒ المتوفی ۱۸۹ھ نے مذکورہ تعلیق اپنی کتاب مؤطا میں اس طرح [illegible] عمر بن عبدالعزيز كتب الى ابى بكر بن حزم ان انظر ما كان من حديث رسول الله او [illegible] فاكتبه لى فانى خشيت دروس العلم وذهاب العلماء (مؤطا امام [illegible])

[illegible] کہ آپ حضور کی حدیث (یعنی قول) اور سنت (یعنی

فعل) اور حضرت عمرؓ وغیرہ کے اقوال آپ کو اگر ملیں تو ان کو میرے لئے لکھ دیں اس لئے کہ مجھے علم اور علماء کے ختم ہونے کی فکر دامن گیر ہے)

مذکورہ سب اقوال سے یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ عمر بن عبد العزیزؒ نے حدیث کی تدوین کا حکم اپنے حکام کو لکھ بھیجا تھا۔ اب چند دیگر اقوال کا ذکر کرنا مناسب ہے جن میں ابن شہاب زھریؒ کے مدونِ اول ہونے کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ حافظ ابو عمر یوسف بن عبد البر المتوفی ۴۶۳ھ اپنی کتاب جامع بیان العلم میں سند متصل سے یہ بیان کرتے ہیں کہ

عن مالک بن انس قال اول من دون العلم ابن شهاب (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۷۳) (مالک بن انسؒ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے علم (حدیث) کے مدون ابن شہاب زھریؒ ہیں) ایک دوسری جگہ یہ لکھتے ہیں کہ

عن عبد العزيز بن محمد الدراوردي قال اول من دون العلم و كتبه ابن شهاب (حوالہ مذکورہ) (عبد العزیز بن محمد دراوردیؒ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے علم حدیث لکھا اور اسے مدون کیا ہے وہ ابن شہاب زھری ہیں)

اسی طرح علامہ کتانیؒ رسالہ مستطرفہ ص ۵ میں صاحب حلیہ سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ ابن شہاب زھری فرماتے ہیں کہ لم يدون هذا العلم قبل تدويني (کہ یہ علم حدیث میرے مدون کرنے سے پہلے مدون نہیں کیا گیا)

علامہ شیخ محمد یوسف بنوریؒ مقدمہ فیض الباری ج ۱ ص ۱۴ میں لکھتے ہیں کہ تصنیف و تالیف کے طرز پر علم حدیث کی تدوین کی ابتدا قرنِ ثانی کے شروع میں واقع ہوئی اور اس میں سب سے پہلا یہ اعزاز ابن شہاب زھریؒ کا ہے اور آپ کے بعد ربیع بن صبیحؒ اور سعید بن ابی عروبہؒ ہیں پھر ان کے بعد مدینہ میں امام مالکؒ، مکہ میں ابن جریجؒ، شام میں امام اوزاعیؒ اور کوفہ میں سفیان ثوریؒ اور بصرہ میں حماد بن سلمہ، واسط میں ہیثم بن بشیرؒ، یمن میں معمر بن راشدؒ، خراسان میں ابن مبارکؒ اور رَی میں جریر بن عبد اللہ جیسے حضرات نے تدوین کا سلسلہ جاری کیا انتھی۔

علامہ خولیؒ نے بھی مفتاح السنۃ میں یہی نقل کیا ہے کہ و كتب عمر بن عبد العزيز الى عماله في

امهات المدن الاسلامية بجمع الحديث وممن كتب اليه محمد بن مسلم بن عبيد الله بن شهاب الزهري المدني عالم الحجاز والشام (مفتاح السنة ص ۲۱)

(حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنی مملکت کے اہم شہروں کے حکام کو حدیث کے جمع کرنے کا حکم لکھا ان میں سے شام و حجاز کے بڑے علامہ محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زھریؒ بھی ہیں جنہیں تدوین احادیث کا اہم کام سپرد کیا گیا)

ان دلائل سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ علم حدیث کے پہلے جامع اور مدوّن علامہ ابن شہاب زھریؒ ہیں اور ان کا مدوّن اول ہونا سب علماء کے درمیان معتبر اور مشہور ہے۔ البتہ ابن حجرؒ نے مقدمہ فتح الباری ص ۴،۵ میں یہ لکھا ہے کہ علماء کرام بہت سے شہروں، ملکوں اور علاقوں میں منتشر ہو گئے اور جب خوارج، روافض، منکرین تقدیر کی طرف سے بدعت، الحاد و زندقہ کا زور شور ہوا، تو سب سے پہلے اس علم کے جمع کرنے والے ربیع بن صبیح اور سعید بن ابی عروبہ وغیرہ ہیں اور ان کی تالیف کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ ہر باب کو مستقل تصنیف کی شکل میں علیحدہ بیان کیا کرتے تھے اور ان کا یہ مذکورہ طریق جاری وساری تھا کہ طبقہ ثالثہ کے علماء نے احکام وغیرہ کو مدون کرنا شروع کیا تو امام مالکؒ نے مدینہ منورہ میں احادیث مرفوعہ، اقوال صحابہؓ اور تابعین وغیرہ کے اقوال کو جمع کر کے مؤطا نامی شاندار کتاب کی تصنیف کی اور اسی طرح ابن جریجؒ نے مکہ شریف، امام اوزاعیؒ نے شام اور سفیان ثوریؒ نے کوفہ میں احکام وغیرہ کی احادیث کو جمع کر کے مدون کیا۔ اسی طرز و طور پر مختلف اطراف میں تصانیف کا سلسلہ جاری رہا تا آنکہ دوسری صدی کے اواخر میں بعض علماء کو یہ خیال ہوا کہ صرف احادیث نبویہ کو اقوالِ صحابہؓ وغیرہ سے علیحدہ کر کے مسانید مرتب کیے جائیں۔

چنانچہ اس اہم کام کو پورا کرنے کے لئے عبید اللہ بن موسیٰ العبسی کوفیؒ اور نعیم بن حماد خزاعیؒ نے اپنے مسانید لکھے پھر ان کی اتباع کرتے ہوئے ہر عالم و حافظِ حدیث نے مسانید کے طریقہ پر احادیث کو جمع و مدون کیا۔ جیسے امام احمد بن حنبلؒ، اسحٰق بن راھویہؒ، عثمان بن ابی شیبہ بلکہ ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے تو ابواب اور مسانید دونوں طریقوں پر احادیث کی تدوین کرنے کا فریضہ سر انجام دیا۔

علامہ ابن حجرؒ کے مذکورہ قول سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ علماء کے اطراف میں پھیل جانے کے بعد ابواب

کے طریقہ پر سب سے پہلے مدون ربیع بن صبیح ہیں لیکن ابن حجرؒ کا یہ قول مذکور بعض دوسرے علماء کے خلاف ہے کیوں کہ وہ فرماتے ہیں۔

واما جمع الاحادیث الی مثله فی باب واحد فقد سبق الیه الشعبی فانه روی عنه قال هذا باب من الطلاق جسیم وساق فیه احادیث(تدریب الراوی ص ۴۰)

(اور ایک ہی قسم کی احادیث کو ایک باب میں جمع کرنا تو اس اعزاز میں امام شعبیؒ نے سبقت کی ہے کیونکہ اس نے باب الطلاق کا باب رکھ کر اس میں کئی احادیث کو جمع کردیا)

اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تدریب الراوی ص ۴۰ میں یہ ذکر کیا ہے کہ جب علماء مختلف شہروں میں پھیل گئے اور خارجیوں، رافضیوں کی طرف سے بدعت کا زور شور ہوگیا تو اقوال صحابہؓ اور تابعین وغیرہ کے فتاویٰ کو اکٹھے طور پر جمع کیا گیا، تو ان میں سب سے پہلے اس قسم کا مجموعہ ابن جریجؒ نے مکہ میں اور ابن اسحٰق و مالکؒ نے مدینہ میں اور ربیع بن صبیحؒ، سعید بن عروبہ اور حماد بن سلمہ نے بصرہ میں تالیف فرمایا۔

تو علامہ سیوطیؒ کی مذکورہ عبارت سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ ربیع بن صبیح اور ابن جریج ایک ہی زمانہ کے لوگ ہیں اور اپنے شہروں میں ہی تصنیف وتالیف کرنے والے ہیں اور یہ بظاہر مشکل ہے کہ یہ تعین کرلیا جائے کہ اس علم کے پہلے مدون ومصنف کون ہیں، اور اسی لئے تو امام عراقیؒ اور ابن حجرؒ نے بہت سے علماء کا اس سلسلہ میں ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ وکان هولاء فی عصرٍ واحد فلاندری ایهم اسبق (کہ یہ سب لوگ ایک ہی زمانہ میں تھے ہم نہیں جانتے کہ ان میں سب سے پہلا مدون کون ہے)

آپ حضرات نے تدوینِ حدیث کے بحث کی تفصیل اور اختلاف کو بخوبی معلوم کرلیا کہ بعض اقوال سے تو پہلے مدون ابن شہاب زہریؒ اور بعض دوسروں سے ربیع بن صبیح اور ابن جریج وغیرہ معلوم ہوتے ہیں تو اس لئے بظاہر قول فیصل وہی معلوم ہوتا ہے جس کو علامہ بنوریؒ نے ذکر کیا ہے کہ ان السابقیة فی هذا الباب حاصلة لابن شهاب ثم بعده لربیع بن صبیح وسعید بن ابی عروبه(مقدمه فیض الباری) (تدوین حدیث میں سبقت تو ابن شہاب زہری ہی کو ہے اور آپ کے بعد پھر تدوین

حدیث ربیع بن صبیح اور سعید بن ابی عروبہ نے کی ہے) اور ان حضرات کے بعد گویا دوسرے مؤلفین کے متعلق امام عراقیؒ اور ابن حجرؒ کا وہی قول درست معلوم ہوتا ہے کہ "یہ سب حضرات مؤلفین ایک ہی عصر وزمانہ میں تھے پس یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ ان میں سے پھر کس نے پہلے یہ تدوین تالیف کی ہے"

تو سارے بحث کا حاصل یہ ہوا کہ قرن اول میں صحابہؓ اور تابعینؒ کے پاس اپنی مرویات کے حفظ وضبط کے طور پر اپنے یادداشتی مسودات کے علاوہ کوئی مستقل تصنیف افادہ واستفادہ کے لئے موجود نہ تھی بلکہ یہ سلسلہ قرنِ ثانی کے بالکل شروع میں عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے نیک دل شخصیت اور خلیفہ کے حکم سے ہوا اور آپ ہی کے زمانہ اور اس کے بعد تو یہ سلسلہ اتنا شائع ہوا کہ ہر امام نے اپنی پسند کے مطابق احادیث کے جمع وتالیف کا فریضہ سرانجام دیا۔ جس کی مکمل تفصیل آئندہ بحث "انواع المصنفات" میں ذکر ہورہی ہے۔

انواع المصنفات

علامہ محقق زمانہ مولانا شبیر احمد عثمانی نور الله مرقده نے مقدمہ فتح الملہم ج ا ص ۱۰۵ میں محدث دہلویؒ کی "عجالہ نافعہ" سے مؤلفات حدیث کی مذکورہ ذیل اقسام نقل فرمائی ہیں۔

(۱) **جامع** اور وہ یہ ہے کہ جس میں یہ آٹھ چیزیں یعنی (۱) سیر (۲) آداب (۳) تفسیر (۴) عقائد (۵) فتن (۶) احکام (۷) اشراط (۸) مناقب کا ذکر ہو۔

باقی صحاح ستہ میں جوامع صرف بخاری، ترمذی ہیں۔ کیونکہ قلتِ تفسیر کی وجہ سے علماء نے صحیح مسلم پر جامع کا اطلاق نہیں کیا اور امام مسلمؒ چونکہ تکرار اور ایسے آثار واقوال جن کی سند حضور ﷺ تک مرفوع نہ ہو، سے متجانب اور محتاط ہیں اسلئے آپ نے صحیح مسلم میں تفسیر کا بہت تھوڑا سا حصہ ذکر کیا ہے اور امام بخاریؒ وغیرہ نے کتاب التفسیر میں اکثر حصہ احادیث مکررہ اور آثار موقوفہ کا ذکر کیا ہے۔ البتہ محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ شیخ مجد الدین شیرازی صاحب قاموس نے صحیح مسلم پر جامع کا اطلاق "خَتَمْتُ بِحَمْدِاللہ جامع مسلم" کے الفاظ سے کیا ہے۔

(۲) سنن اور وہ یہ ہیں جن میں ابواب فقہیہ کے طریقہ پر احادیث احکام کا ذکر ہو۔صحاح ستہ میں سے ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ سنن کے ساتھ مشہور ہیں۔اور ترمذی پر تغلیباً سنن کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ ان چھ کتب کو صحاح ستہ بھی تغلیباً کہتے ہیں حالانکہ صحیح تو صرف بخاری اور مسلم ہی ہیں باقی سنن ہیں۔

(۳) مسند وہ ہے جس میں احادیث ترتیب فقہی پر نہ ہوں بلکہ اس میں صحابہؓ کے مراتب کی ترتیب سے ان کی مرویات کا ذکر ہو۔مثلاً پہلے مرویاتِ حضرت ابوبکر صدیقؓ ذکر کیے جائیں پھر حضرت عمرؓ کے مرویات اور پھر حضرت عثمانؓ اور انہی مراتب ہی کے اعتبار اور سلسلہ سے احادیث ذکر ہوں۔

(۴) معجم وہ ہے کہ جس میں اپنے شیوخ ہی کے احادیث ان کے مراتب کی حیثیت سے ذکر کیے جائیں۔

(۵) جزء وہ یہ ہے جس میں ایک مسئلہ کے احادیث ہی جمع کیے جائیں جیسے امام بخاریؒ کا جزء رفع یدین اور جزء قرأۃ۔

(۶) مفرد وہ ہے جس میں ایک ہی شخص کی مرویات کا تذکرہ کیا جائے جیسے ابوھریرہؓ یا حضرت حذیفہؓ کے احادیث کا۔

(۷) غریبہ وہ ہے جس میں ایک شاگرد کا اپنے شیوخ سے تفردات کا تذکرہ ہو۔
مذکورہ بالا سات اقسام تو علامہ عثمانیؒ نے نقل فرمائی ہیں۔البتہ مقدمہ ابوداؤد میں ان کے علاوہ مندرجہ ذیل آٹھ قسموں کا ذکر ہے۔

(۸/۱) مستدرک وہ ہے جس میں ایسی احادیث کا تذکرہ ہو جو اس سے پہلی کتاب میں

سے رہ گئی ہوں حالانکہ وہ اس کتاب کے ساتھ لائق اور مناسب تھیں جیسے مستدرک حاکم وغیرہ

(۹/۲) صحیح وہ ہے جس میں احادیث صحیحہ کے ذکر کا التزام کیا گیا ہو جیسے صحیح بخاری مسلم، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، المنتقی وغیرھا۔

(۱۰/۳) مستخرج وہ ہے کہ کسی کتاب کی احادیث کے اثبات کے لئے ایسے اسانید کا استخراج کیا جائے جس میں کتاب کی ترتیب متن اور اسناد کے طرق کا لحاظ کرتے ہوئے اسی مصنف کے شیخ (استاذ) یا شیخ الشیخ تک سند کا سلسلہ ذکر کیا جائے جیسے بخاری پر مستخرج ابی نعیم

(۱۱/۴) الرسالۃ وہ مؤلف ہے جس میں جامع کی آٹھ چیزوں میں سے ایک چیز کی احادیث کا تذکرہ کیا گیا ہو۔

(۱۲/۵) اربعین وہ مجموعہ احادیث ہے جس میں ایک باب یا مختلف ابواب کی چالیس احادیث کو ایک سند یا مختلف سندوں سے جمع کیا گیا ہو۔اور اربعین احادیث کے بہت مجموعے موجود ہیں

(۱۳/۶) مراسیل وہ ہے جس میں احادیث مرسلہ کا ذکر کیا گیا ہو جیسے مراسیل ابی داؤد وغیرہ

(۱۴/۷) امالی وہ مجموعہ ہے جس میں تلامذہ، کاغذ وقلم لے کر شیخ کے ملفوظات اور تقاریر کو قلمبند کرلیا کرتے تھے جیسے امالی امام محمدؒ اور امالی حافظ ابن حجرؒ وغیرہ۔

(۱۵/۸) اطراف وہ مؤلف ہے جس میں احادیث تخریج شدہ کے اطراف کو بمعہ ذکر اس مخرج کے مروی عنہ کا جیسے الاطراف للمزی وابن عساکر۔

اختلاف عبارات

واضح ہے کہ مصنفات کی مذکورہ اقسام کی تعریفیں تو فتح الملہم اور مقدمہ ابوداؤد سے نقل کی گئی ہیں۔لیکن

بعض دوسری کتب میں ان کی تعریفات میں معمولی سا فرق ہے۔ معلومات میں اضافہ کی غرض سے اس کا تذکرہ مفید ہوگا۔ چنانچہ علامہ کتانیؒ نے رسالہ مستطرفہ ص ۵۲ میں مسند کی تعریف یہ کی ہے کہ مسند یا تو وہ کتب ہیں جن میں حروف ہجاء کی حیثیت سے ہر صحابی کی مرویات کو جدا ذکر کیا جائے۔ چاہے وہ احادیث صحیح یا حسن اور چاہے وہ مرتبہ کے لحاظ سے ضعیف بھی ہوں اور یہی طریقہ اکثر مصنفینؒ نے اختیار کیا ہے اور یا پھر قبائل اور اولیت فی الاسلام کی حیثیت سے ان کی مرویات جمع کی گئی ہوتی ہیں۔ جیسے مسند ابی بکر اور کبھی ایک جماعت کے مرویات کو جمع کر کے اس پر مسند کا اطلاق کیا جاتا ہے جیسے کہ خلفاء اربعہ کی احادیث کے مجموعہ کو مسند اربعہ اور عشرہ مبشرہ کے احادیث کے مجموعہ کو مسند عشرہ کہا جاتا ہے اور کبھی مسند ایک ایسی جماعت اور گروہ کا ہوتا ہے جن میں ایک صفت مشترک ہوتی ہے جیسے مسند المقلین (قلیل روایت کرنے والوں کا مسند) یا مسند الصحابة الذين نزلوا مصر (یعنی ان صحابہؓ کا مسند جو مصر آئے تھے)

پھر علامہ مذکور اسی کتاب کے ص ۶۳ میں لکھتے ہیں کہ

کبھی مسند کا اطلاق اصولیین کے نزدیک ایسی کتاب پر بھی ہوتا ہے جو ابواب حروف اور کلمات کی حیثیت سے مرتب کی گئی ہوں اگرچہ ان میں صحابہؓ کے مراتب وغیرہ کی حیثیت کو ملحوظ نہ رکھا گیا ہو اور اسے پھر مسند اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس میں مذکورہ احادیث مسندہ مرفوعہ ہیں جیسے صحیح بخاری اور سنن دارمی کہ ان ہر دو بلکہ صحیح مسلم پر بھی مسند کا اطلاق کیا گیا ہے۔

اسی طرح تعلیقات تدریب الراوی ص ۱۵۳ میں یہ منقول ہے کہ

والمراد بالجوامع الكتب التي جمعت فيها الاحاديث على ترتيب ابواب الفقه كالامهات الست اوعلى ترتيب حروف الهجائيه كمافى جامع ابن الاثير وبالاجزاء مادوّن فيها احاديث شخص واحد اومادة واحدة من احاديث جماعة (تدريب الراوي ص ۱۵۳)

(جوامع سے مراد یا تو وہ کتب ہیں جس میں فقہی ترتیب کو مد نظر رکھتے ہوئے احادیث جمع کیے گئے ہوں جیسے صحاح ستہ اور یا پھر ان کی ترتیب حروف ہجائیہ پر ہو جیسے جامع ابن اثیر وغیرہ اور اجزاء سے مراد وہ کتب حدیثیہ ہیں کہ یا تو اس میں ایک ہی شخص کے احادیث جمع شدہ اور مدوّن ہیں اور یا مرویات تو

متعدد اشخاص کے ہوں لیکن ان کا تعلق ایک ہی مسئلہ اور مادہ سے ہو)

اس کے علاوہ کشف الظنون ج ۱ ص ۵۳۷ میں رسالہ کی تعریف ان الفاظ سے مذکور ہے۔ کہ رسالہ ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں ایک ہی قسم کے قلیل (تھوڑے) مسائل درج کیے گئے ہوں اور دراصل رسالہ تو اس صحیفہ کو کہتے ہیں کہ سید (سردار یا شیخ) کی طرف سے بھیجا گیا ہو۔

علامہ سیوطیؒ تدریب الراوی میں آسان الفاظ میں مستخرج کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وموضوع المستخرج كما قال العراقى ان يأتى المصنف الى الكتاب فيخرج احاديثه باسانيد لنفسه من غير طريق صاحب الكتاب فيجتمع معه فى شيخه او من فوقه (تدريب الراوى ص ۵۶)

(مستخرج کا موضوع امام عراقیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ ایک شخص کسی کتاب میں جمع شدہ احادیث کو صاحب کتاب (مصنف) کی سند کے علاوہ اپنی سند سے ذکر کرے اور پھر اسی مصنفِ کتاب کے ساتھ اس کے شیخ یا اس سے اوپر کے شیوخ (راویوں) میں اس کے ساتھ شریک اور مل جائے)

البتہ علامہ کتانیؒ نے رسالہ مستطرفہ ص ۲۸ میں مستخرج کے متعلق یہ بھی نقل کیا ہے کہ مستخرج کا اطلاق ہر اس کتاب پر کیا جاتا ہے۔ جس کو اس کے مؤلف نے چند مخصوص کتب سے احادیث نقل کر کے جمع کیا ہو جیسے مستخرج حافظ ابو القاسم عبد الرحمٰن بن مندہ الاصفہانی المتوفی ۴۷۰ھ کا

مستخرجات کے فوائد

مستخرج کی تعریف آپ حضرات نے مختلف طریقوں اور مختلف اعتبارات سے معلوم کر لی ہوگی۔ اب مستخرج کے فوائد ذکر کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ علامہ نوویؒ نے شرح مسلم شریف میں ابن صلاحؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

ويستفاد من مخرجاتهم ثلاث فوائد علوّ الاسناد وزيادة قوة الحديث بكثرة طرقه وزيادة الفاظ صحيحة مفيدة (مقدمه شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶)

(کہ ان لوگوں کے مستخرجات سے تین فائدے حاصل ہوتے ہیں (۱) سند کا عالی ہونا (۲) بہت سے مختلف طرق سے حدیث کے نقل کرنے میں حدیث کی قوت میں اضافہ ہونا (۳) اور کچھ ایسے الفاظ کی

زیادتی جو صحیح اور مفید ہوتے ہیں)

اور یہ بھی شیخ ابوعمروؒ سے نقل کردیا۔ کہ کتب متخرجہ صحیح مسلم کے ساتھ اگر سب خصوصیات میں ملحق نہ بھی ہوجائیں تو کم ازکم ان کی صحت میں صحیح مسلم کے ساتھ ملحق ہوجائیں گی۔

علامہ ابن صلاح اس سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

ثم ان التخاريج المذكورة على الكتابين يستفاد منها فائدتان احديهما علوا الاسناد والثانية الزيادة في قدر الصحيح لمايقع فيها من الفاظ زائدة وتتمات في بعض يثبت صحتها بهذه التخاريج الخ (مقدمه ابن صلاح ص ١٠)

(پھر ان دو کتابوں پر تخاریج مذکورہ سے دو فائدے مستفاد ہوتے ہیں (١) سند کا عالی ہونا (٢) صحیح کی قدر و قیمت میں اضافہ آجانا کیونکہ ان میں ایسے الفاظ زائدہ اور تتمے موجود ہوں گے جن کی صحت ان تخاریج کے ذریعہ معلوم ہوجائے گی)

ان کے علاوہ بھی متخرجات کے بہت سے فوائد ہیں جنہیں مختلف کتب میں ذکر کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ متخرج کا ایک فائدہ یہ ہے کہ مصنفِ صحیح نے اگر ایک ایسے شخص سے روایت کی جو مختلط ہو چکا ہو اور اس نے یہ واضح نہیں کیا کہ یہ روایت اس نے اختلاط سے پہلے سنی ہے یا اس کے بعد تو متخرج کے مصنف اسی بات کو یا تو صریحی طور پر بیان کردیں گے یا پھر اس روایت کو ایسے طریقہ پر نقل کریں گے جس سے اس کا قبل الاختلاط سننا خود بخود معلوم ہوجائے گا۔ اس کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ اصل مصنف صحیح نے اگر اپنی کتاب میں مدلّس سے بطور عنعنہ نقل کیا ہو تو متخرِج اس کی سماع کی تصریح کرے گا۔ یا مثلاً اصل کتاب والے تو حدثنا عن فلانٍ اور رجلٍ کے الفاظ سے اس کو ذکر کرے اور پھر متخرِج اس فلان اور رجل کو متعین کردے اور یا وہ ایک مبہم نام کا تذکرہ کردے جیسے محمد اور پھر متخرِج اس کو دوسرے اس نام کے شرکاء (دوسرے محمدوں) سے ممتاز اور جدا کردے۔

علامہ الامیر الصنعانی المتوفی ١١٨٢ھ نے اپنی کتاب توضیح الافکار میں ان فوائد کے علاوہ کچھ دیگر فوائد ذکر کیے ہیں فرماتے ہیں۔

ومنها ما يقع فيها من الفصل للكلام المدرج في الحديث مماليس من الحديث ويكون في

الصحيح غير مفصل ومنها ما يقع فيها من الاحاديث المصرح برفعها وتكون في اصل الصحيح موقوفة او كصورة الموقوفة (توضيح الافكار ج ١ ص ٧٣)

(متخرج کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ اصل حدیث میں جو کلام مدرج (یعنی جو حدیث میں سے نہ تھا) اس کی تفصیل کردیتے ہیں اور پہلے خود صحیح میں غیر مفصل تھا۔ اسی طرح جو احادیث اصل صحیح میں احادیث موقوفہ یا بصورت موقوفہ ہوتے ہیں ان کی متخرج میں مرفوع ہونے کی تصریح کردیتے ہیں)

متخرَج کا حکم

معلوم ہونا چاہیئے کہ چونکہ احادیث کی تخریج کرنے والوں نے اس بات کا التزام نہیں کیا ہے کہ وہ بعینہ ان الفاظ سے احادیث کی تخریج کریں گے جو الفاظ خود اصل میں ہیں اس لئے متخرج اور مختصر کا حکم اور فرق معلوم کرنا ضروری ہے۔ علامہ ابن صلاحؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ

الكتب المخرجة على كتاب البخاري او كتاب مسلم لم يلتزم مصنفوها فيها موافقتهما في الفاظ الحديث بعينه من غير زيادة ونقصان لكونهم رووا تلك الاحاديث من غير جهة البخاري ومسلم طلباً لعلوا الاسناد فحصل فيها بعض التفاوت في الالفاظ وهكذا ما اخرجه المؤلفون في تصانيفهم المستقلة كالسنن الكبير للبيهقي وشرح السنة لابي محمد البغوي الخ (مقدمه ابن صلاح ص ٩)

(بخاری اور مسلم کے متخرجین نے ان دونوں کتابوں کے ساتھ الفاظِ حدیث میں بعینہ موافقت بغیر کسی زیادتی یا نقصان کے اپنے اوپر التزام نہیں کیا کیونکہ متخرجین نے ان احادیث کو بخاری اور مسلم کے علاوہ دوسرے طرق سے علو اسناد کی غرض سے روایت کیا تو اسلئے اصل اور متخرج میں فرق ضرور ہوگا۔ اور یہی صورت دوسرے مؤلفین کی اپنی مستقل تصانیف میں بھی ہے جیسے کہ سنن کبیر امام بیہقی اور شرح السنۃ ابو محمد بغویؒ وغیرہما کی) تو اسلئے متخرَج کا حکم یہ ہے کہ جتنے تک آپ ہر دو کتب (اصل اور متخرج) کے الفاظ کا تقابل نہ کرلیں تو اس وقت تک آپ اس حدیث کے متعلق جو کہ متخرج میں ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اصل کتاب میں بھی اسی طریقہ سے ذکر ہے۔ ہاں اس وقت کہ آپ ہر دو کتابوں کا تقابل الفاظ میں کرلیں یا متخرج نے یہ ذکر کردیا ہو کہ اصل میں ان ہی الفاظ سے منقول ہے تو پھر آپ

کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ ایک حدیث نقل کرکے اصل کا حوالہ دیدیں البتہ وہ کتابیں جو کہ صحیحین سے مختصر کی گئی ہیں چونکہ ان کے مصنفین نے بعینہ ان ہی الفاظ کے ساتھ نقل کرنے کا اہتمام اور التزام کیا ہے جو کہ اصل میں ہیں اسلئے ایک حدیث اگر مختصرات سے نقل کی جائے اور حوالہ اصل کا دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔صرف مختصر "جمع بین الصحیحین" للحمیدی کے متعلق یہ مذکور ہے کہ اس نے بعض احادیث کے ساتھ بطور تتمہ کے کچھ اضافہ کیا ہے (مقدمہ ابن صلاح ص ۹)

صحیحین پر تخریج شدہ کتب

علامہ سیوطیؒ نے تدریب الراوی ص ۵۵ میں بخاری اور مسلم پر تخریج کرنے والوں کے مندرجہ ذیل نام ذکر کیے ہیں۔ (۱) مستخرج اسمٰعیلی (۲) مستخرج برقانی (۳) مستخرج ابو احمد الغطریفی (۴) مستخرج عبداللہ بن ابی ذھل (۵) مستخرج ابوبکر بن مردویۃ

ان حضرات نے تو صرف بخاری پر استخراج کیا ہے اور جنہوں نے صرف صحیح مسلم پر استخراج کیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔(۱) مستخرج ابوعوانۃ الاسفرائینی (۲) مستخرج ابوجعفر بن حمدان (۳) مستخرج ابوبکر محمد بن رجاء نیساپوری (۴) مستخرج ابوبکر الجوزقی (۵) مستخرج ابی حامد الشارکی (۶) مستخرج ابوالولید حسان بن محمد القرشی (۷) مستخرج ابوعمران موسی بن عباس جوینی (۸) مستخرج ابونصر طوسی (۹) مستخرج ابوسعید بن ابی عثمان الحیری

البتہ مندرجہ ذیل اشخاص نے دونوں (بخاری ومسلم) پر استخراج کیا ہے۔

(۱) مستخرج ابونعیم اصبھانی (۲) مستخرج ابوعبداللہ بن الاخرم (۳) مستخرج ابوذر الھروی (۴) مستخرج ابومحمد الخلال (۵) مستخرج ابوعلی الماسرجینی (۶) مستخرج ابومسعود سلیمان بن ابراھیم الاصبحانی (۷) مستخرج ابوبکر البزدوی

صحیحین کے علاوہ مستخرجات

علامہ سیوطی تدریب الراوی ص ۶۰ میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ استخراج صرف صحیحین کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ان کے علاوہ دوسری کتب پر بھی استخراج کیا گیا ہے جیسے کہ محمد بن عبدالملک بن ایمن نے سنن

ابی داؤد اور ابوعلی طوسی نے ترمذی اور ابونعیم نے کتاب التوحید لابن خزیمہ پر استخراج کیا ہے اور ابوالفضل عراقی نے مستدرک حاکم پر مستخرج لکھنا شروع کیا لیکن اس کو کامل نہ کر سکے۔

کتب احادیث کے طبقات

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ "فتح الملھم" کے مقدمہ ج ۱ ص ۱۰۴ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؒ نے فرمایا کہ چونکہ کتب حدیث کے طبقات و درجات مختلف ہیں اس لئے ضروری ہے کہ کتب احادیث کے درجات کا اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کتب حدیث بلحاظ صحت وشہرت کے چار طبقات پر مشتمل ہیں اس لئے کہ یہ تو پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ حدیث کے اقسام میں سے (۱) اعلیٰ قسم وہ ہے جس کا ثبوت متواتر طریقہ پر ہوا ہو اور امت نے اس کے قبول اور عمل کرنے پر اجماع کیا ہو۔ (۲) اس کے بعد وہ احادیث جو مختلف طرق سے ایسے درجہ شہرت اور استفاضہ کو پہنچے ہوں کہ جس کے ساتھ کسی دوسرے قوی شبہ کا امکان نہ ہو اور مختلف ممالک کے جمہور علماء اور فقہاء نے ان پر عمل کرنے پر اتفاق کرلیا ہو اور اگر جمہور فقہاء کا اتفاق نہ بھی ہو تو کم از کم علماء حرمین شریفین کا اس میں کوئی اختلاف نہ ہو اس لئے کہ اسلام کے ابتدائی ادوار میں حرمین شریفین حضرات خلفاء راشدین کی جائے قیام رہی ہے بلکہ ہر زمانہ میں علماء وفقہاء کی جماعتوں کے طبقات کا یکے بعد دیگرے مسکن رہے ہیں۔

اور ان حضرات سے بالکل واضح طور کی غلطی کو تسلیم کرلینا بعید معلوم ہوتا ہے اور حدیث مشہور یہ بھی ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ، تابعین کی ایک بڑی جماعت سے منقول بھی ہو اور مملکتِ اسلامیہ کے ایک عظیم تر حصہ میں معمول بہ بھی ہو۔ (۳) اور اس کے بعد درجہ حدیث میں وہ احادیث ہیں جن کی سند صحیح اور درجہ حسن کو پہنچی ہو اور علماء کے ایک طبقہ نے اس کی صحت کی شہادت بھی دی ہو۔ (۴) نیز وہ کوئی ایسا متروک قول بھی نہ ہو کہ امت میں سے کسی نے بھی نہ اس کا قول کیا ہو اور نہ اس پر عمل کیا ہو ہاں البتہ وہ روایات قابل اعتماد نہیں کہ وہ یا تو موضوع اور ضعیف ہوں یا از قبیل منقطع کے ہوں اور یا پھر سند اور متن کے لحاظ سے مقلوب ہوں اسی طرح ان روایات کا بھی اعتبار نہیں جو کہ مجہول قسم کے راویوں سے منقول

ہوں یا پھر جمہور اسلاف کے اجماع کے خلاف ہوں۔

پس درجہ صحت ان کی اصطلاح میں یہی ہے کہ کسی کتاب کے مصنف اپنے اوپر یہ التزام کرلیں کہ میری کتاب کی مرویات ایسی صحیح یا حسن درجہ کی ہوں گی جو نہ تو مقلوب اور نہ شاذ اور نہ ہی ضعیف ہوں گی۔ الّا یہ کہ ان کے شاذ وضعیف ہونے کی وضاحت کردی جائے کیونکہ بصورت وضاحت بیانِ حال کے وہ پھر قابل اعتراض نہیں رہ جاتی۔

اور کتب حدیث میں درجہ شہرت یہ ہے کہ ان میں ایسی احادیث مذکور ہوں جن کا تذکرہ محدثین کرام کی زبانوں پر (ان کی تدوین سے قبل بھی اور بعد میں بھی) بار بار ہوتا رہا ہو اور انہوں نے تالیف کرنے سے پہلے بھی ان کو مختلف طرق سے روایت کیا ہو۔ اور اپنی جوامع اور مسانید وغیرہ میں نقل کیا ہو۔ اور یہ بھی کہ تالیف کر لینے کے بعد اس کی روایت کرنے اسے یاد کرنے اور ان کے مشکلات کو حل کرنے اور ان میں سے غریب احادیث کی شرح اور ان کا بیان اعراب اور ان کے طرق احادیث کا استخراج اور استنباط اور ان کے راویوں کے حالات کی تتبع وتلاش میں آج تک ایسے مصروف رہے ہوں کہ متعلقہ مباحث میں سے کسی ضروری چیز کو چھوڑا نہ ہو بلکہ ناقدین حدیث نے بھی ان کی موافقت کی ہو اور ان کے درج شدہ احادیث کو پسند بھی کیا ہو اور اس کی پوری طرح مدح وثنا بھی کردی ہو۔ بلکہ فقہاء کرام بھی ان پر پورا اعتماد کرتے ہوئے بڑے اہتمام کے ساتھ ان سے مسائل کا استنباط کرتے رہے ہوں اور عام لوگ بھی اس کی عظمت اور رفع شان کے معتقد ہوں۔

الحاصل یہ کہ جب گذشتہ دونوں چیزیں (صحت اور شہرت) کامل طور پر کسی کتاب میں پائی جائیں تو وہ کتب احادیث کے تمام طبقات میں اعلیٰ اور اول درجے کی شمار ہوں گی پھر ایسے ہی مراتب کے فرق سے درجہ بدرجہ ترتیب ہوگی۔ ہاں اگر یہ دونوں شرطیں بالکلیہ موجود نہ ہوں تو پھر وہ کوئی خاص قابل اعتبار نہیں۔

کتب احادیث کا پہلا طبقہ

گذشتہ وضاحت کے پیش نظر استقرائی طور پر یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ طبقہ اولیٰ تین کتابوں

یعنی (۱) مؤطا (۲) صحیح بخاری (۳) صحیح مسلم میں منحصر ہے کیونکہ مؤطا کے متعلق تو امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قرآن مجید کے بعد کتب حدیث میں زیادہ صحیح کتاب مؤطا امام مالک ہے اور محدثین کرامؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ اور ان کے متبعین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر وہ چیز جو مؤطا میں ہے۔ وہ صحیح ہی ہے البتہ دوسرے لوگوں نے ان کے اس قول کی یہ تاویل کی ہے کہ جو مؤطا میں مراسیل یا حدیث منقطع وغیرہ ہیں تو چونکہ وہ کسی دوسرے طریقہ میں سند متصل کے ساتھ ذکر ہیں اس لئے اس کو صحیح بایں معنیٰ کہا گیا ہے۔ اور خود امام مالکؒ کے زمانہ ہی میں مؤطا کی احادیث کی تخریج اور اس میں احادیث منقطعہ کے متصل کرنے کے لئے بہت سے مؤطا اور کتابیں تصنیف ہوئیں جیسے کتاب ابن ابی ذئب، ابن عیینہ، سفیان ثوری، معمر بن راشد قابل ذکر ہیں اور یہ حضرات ان اکابرین میں سے ہیں جو خود امام مالکؒ کے ساتھ آپ کے شیوخ (اساتذہ) میں شریک ہیں خود امام مالکؒ کی یہ شان وعظمت کہ آپ سے بلاواسطہ ایک ہزار سے زائد اشخاص نے روایت کی اور (حضور ﷺ کی پیشن گوئی کے مطابق) بہت دور دور سے قافلوں کی شکل میں لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے حتیٰ کہ فقہاء میں سے امام شافعیؒ، محمد بن الحسن، ابن وھب، ابن القاسم اور اعلیٰ درجہ کے محدثین میں سے یحیٰی بن سعید القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی، عبدالرزاق وغیرہ اور بادشاہوں میں سے ہارون الرشید اور ان کے ہر دونوں فرزندان بھی آپ کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے مؤطا امام مالک کو وہ شان وعظمت بخشی جس کی وجہ سے وہ دنیائے اسلام میں مشہور اور شائع ہوئی اور علماء نے اس کی عظمت ومنزلت کے پیش نظر اہتمام سے اس کی احادیث کی تخریج کر کے ان کے شواہد وغیرہ کو ذکر کیا اور اس میں جو مشکل یا امر غریب ہوتا تو اس کی شرح اور وضاحت کردیتے اسی طرح اس میں ذکر شدہ اسماء رجال کی بھی انتہائی اور مکمل تحقیق کیا کرتے تھے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ''اگر آپ کو حق صریح تلاش کرنا ہے تو پھر مؤطا امام مالک اور امام محمدؒ کی کتاب الآثار اور امام ابو یوسف کی امالی کا تقابل کرلیں تو آپ کو مؤطا اور ان دونوں کے درمیان (بعد المشرقین) بہت بڑا فرق معلوم ہوجائے گا۔ کیا کسی سے آپ نے سنا کہ محدثین یا فقہاء میں سے

کسی نے ان دو کتابوں میں سے کسی کا اہتمام کرتے ہوئے کوئی شرح یا تعلیق وغیرہ لکھی ہو۔ انتھی

ایک وضاحت

شاہ صاحب کے مذکورہ قول کہ "تجد بینہ وبینھما بعد المشرقین فھل سمعت احداً من المحدثین والفقھاء تعرض لھما واعتنی بھما" پر بعض حضرات نے لکھا ہے کہ شاید کہ شاہ صاحبؒ کو ان دو کتابوں (امام محمد کی کتاب الآثار اور امام ابو یوسفؒ کی امالی) پر فقہاء اور محدثین کے اہتمام کرنے کی خبر نہ پہنچی ہو۔ کیونکہ یہ دونوں کتابیں فقہ اور روایت کے لحاظ سے بہترین کتب میں سے ہیں۔ ابن ماجہ وعلم الحدیث ص ۱۶۲ میں ہے۔

بان احادیث کتاب الآثار ورواتہ مساویا لاحادیث المؤطا ورواتہ بحسب الصحۃ والقوۃ بل نسبۃ المؤطا الیہ کنسبۃ صحیح المسلم الی صحیح البخاری (ابن ماجۃ اور علم الحدیث للنعمانی ص ۱۶۲) (یعنی کتاب الآثار کے احادیث اور راوی حضرات صحت اور قوت کے لحاظ سے مؤطا کی احادیث اور راویوں کے ساتھ برابر ہیں بلکہ مؤطا کی نسبت کتاب الآثار سے اس طرح کی ہے جیسے کہ نسبت صحیح مسلم کی صحیح بخاری کے ساتھ ہے۔

اور بعض حضرات نے تو امالی ابو یوسفؒ کے متعلق لکھ دیا کہ خود وہ حضرات بھی جو امام ابو یوسف سے بلا واسطہ روایت کرنے والے تھے وہ بے شمار تھے اور وہ تین سو جلدوں میں تھی۔ علامہ ابن حجرؒ جیسے محقق نے کتاب الآثار کے روات پر مستقل کتاب لکھی جس کا نام "الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار" ہے۔ الحاصل یہ کہ جیسے امام مالکؒ کے احادیث وروات کا اہتمام ہوا ہے۔ اسی طرح احنافؒ کی کتب میں کتاب الآثار اور امالی ابو یوسفؒ پر بھی محدثین اور فقہاء نے شروح اور تعلیقات وغیرہ کی صورت میں اہتمام اور اعتناء کو ملحوظ رکھا ہے۔

باقی رہا مسئلہ صحیحین (بخاری ومسلم) کا تو ان کے متعلق سب محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر وہ احادیث جو متصل مرفوع کے طریقہ پر ان میں منقول ہیں وہ سب کی سب صحیح اور ان کے مصنفین تک سلسلہ متواترہ سے ثابت ہیں بلکہ اس حد تک کہا گیا کہ جو شخص ان کی صحت میں شک وشبہ کرے اور ان

سے بے اعتنائی برتے اور ان پر اعتراض کرنا آسان اور ہلکا سمجھے تو وہ بدعتی ہے اور وہ مسلمانوں کے علاوہ کسی دوسرے راستہ پر چلنے والا ہے۔ نیز آپؒ فرماتے ہیں کہ اگر آپ اس سلسلہ میں حق صریح معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ان دونوں (صحیحین) کا تقابل کتاب ابن ابی شیبہ کتاب امام طحاویؒ اور مسند خوارزمی وغیرھا سے کرلیں تو ان کتب اور صحیحین کے درمیان بعد المشرقین یعنی بہت بڑا فرق محسوس ہوجائے گا اور امام حاکمؒ نے ہر دونوں (صحیحین) پر استدراک کرتے ہوئے ایسی احادیث کا تذکرہ کیا جو صحیحین کے شرائط پر پورے اترتی تھیں لیکن امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے صحیحین میں ان کو ذکر نہیں کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں مستدرک حاکم کا مکمل مطالعہ اور تتبع تلاش کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ امام حاکمؒ نے ایک جہت سے تو ٹھیک کیا اور وہ یہ کہ چونکہ اس نے ایسی احادیث تلاش کرلیں جو کہ رجال صحیحین سے منقول اور ان کی شرط (صحت اور اتصال) پر پوری اترتی تھیں لیکن دوسری حیثیت سے اس نے اس لئے اچھا اور ٹھیک نہیں کیا کہ شیخینؒ (امام بخاری ومسلمؒ) کا تو یہ طریقہ اور وطیرہ رہا کہ وہ اپنی صحیح میں ہر اس حدیث کو درج کرتے تھے جن پر ان کے مشائخ نے بڑی بحث وتمحیص کے بعد اس کی صحت پر اجماع کرلیا ہو (نہ کہ ہر حدیث جو صرف ان کی شرائط پر پوری اترتی ہو) جیسے کہ امام مسلمؒ خود فرماتے ہیں۔ لم اذکر ھھنا الا ما اجمعوا علیہ (مقدمہ فتح الملھم) (میں نے صحیح مسلم میں مشائخ کی متفق علیہ روایت کے علاوہ کوئی روایت ذکر نہیں کی ہے)

تفردات امام حاکمؒ

امام حاکمؒ مستدرک میں جن احادیث کے ساتھ متفرد ہیں۔ وہ یا تو وہی احادیث ہیں کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے مشائخ کے زمانہ میں وہ نہ تو مشہور تھیں اور نہ ان کے مأخذ وموارد واضح طور پر معلوم تھے بلکہ بعد میں وہ مشہور ہوگئیں اور یا پھر وہ احادیث تھیں جن کے روات اور رجال میں محدثین کا اختلاف تھا۔ اور چونکہ شیخین (بخاری ومسلم) اپنے مشائخ کی طرح احادیث میں خصوصی طور پر وصل اور انقطاع وغیرہ میں خوب بحث کیا کرتے۔

تا آنکہ حقیقت حال واضح ہوجاتی اور امام حاکمؒ اکثر ان قواعد پر اعتماد کرلیا کرتے جو ان کے

طور طرز سے لئے گئے ہوتے۔ جیسے کہ ان کا یہ قول کہ ثقہ راویوں کی زیادتی مقبول ہوگی اور یہ بھی کہ جب لوگ حدیث کے وصل، ارسال موقوف اور مرفوع ہونے میں اختلاف کریں تو ان میں سے جو راوی روایت میں زیادتی کا حافظ ہوگا میرے نزدیک اس کا قول بمقابلہ اس راوی کے جو زیادتی نہیں ذکر کرتا حجت اور دلیل ہوگا۔

شیخ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اس باب میں حق بات یہی ہے کہ حفاظ کی احادیث میں اکثر خلل ان وجوہ سے ہوجاتا ہے کہ موقوف روایت کو مرفوع اور منقطع کو موصول ظاہر کردیا جاتا ہے خصوصاً اس وقت جب مرفوع متصل کے اہتمام کرنے میں رغبت بھی رکھتے ہوں۔ حاصل یہ ہوا کہ امام بخاری و مسلمؒ بہت سی ایسی احادیث کے قائل نہیں ہیں جن کا امام حاکمؒ قول کرلیتے ہیں۔ آخر میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ان تین کتب (مؤطا، بخاری، مسلم) کی مشکل احادیث کے ضبط اور ان میں تصحیف شدہ روایات کے ردّ کا قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب مشارق میں پورا اہتمام کیا ہے۔ واللہ اعلم

طبقہ ثانیہ

اس طبقہ میں ان کتب کا شمار ہوتا ہے جو مذکورہ بالا تین کتابوں کے درجہ تک تو نہ پہنچی ہوں لیکن ان تین کے بعد ان ہی کا درجہ ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ ان کے مصنفین حضرات عدالت وثوق (ثقہ ہونے) اور حفظ کے لحاظ سے مشہور اور فن حدیث میں ان کا تبحر نمایاں ہو نیز انہوں نے قواعد کی رو سے جن شرائط کا التزام کیا ہو۔ اپنی مصنفہ کتب میں ان میں تساہل کرنے پر راضی نہ ہوں اور فقہاء محدثین کے گروہ نے بھی یکے بعد دیگرے ان کے کتب کی تلقی بالقبول کرتے ہوئے پورے اہتمام کے ساتھ ان کے رجال کی تحقیق اور غرائب کی تشریح اور مسائل فقہیہ کا استنباط کیا ہو اور اکثر علوم کا تعلق ان ہی احادیث سے متعلق ہے جیسے سنن ابی داؤد، جامع ترمذی اور سنن نسائی وغیرہ۔

علامہ رزینؒ نے تجرید الصحاح اور علامہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں طبقہ اولیٰ اور ثانیہ کی کتب کا اعتبار کرتے ہوئے ان کی احادیث کا اپنی کتابوں میں ذکر کرنے کا پورا پورا اہتمام کیا ہے اور مسند احمد کا شمار بھی اس دوسرے طبقہ میں ہوسکتا ہے اس لئے کہ امام احمدؒ نے اسی کو ایسا اصل اور بنیاد قرار

دیا ہے کہ اس کے ذریعہ صحیح اور سقیم (ضعیف) معلوم کیے جاسکتے ہیں اور آپؒ نے فرمایا کہ جو اس میں نہ ہو تو پھر اس کو تم قبول بھی نہ کرو۔

طبقہ ثالثہ

اس طبقہ میں وہ مسانید، جوامع اور کتابیں مندرج ہیں جو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے زمانہ سے پہلے یا ان ہی کے زمانہ میں یا اس کے بعد مرتب کی گئی ہیں لیکن ان میں بغیر کسی امتیاز کے صحیح، حسن، ضعیف، معروف، غریب، شاذ، منکر، ثابت، مقلوب وغیرہ احادیث جمع کی گئی ہوں اور وہ علماء میں بہت مشہور بھی نہ ہوئی ہوں اگر چہ مطلق منکر کی حدود سے بھی باہر ہوں اور محدثین وفقہاء نے ان کی صحت وسقم کے متعلق پورا تفحص اور تلاش نہ کی ہو بلکہ ان میں بعض کی نہ تو کسی لغوی نے غریب کی شرح اور نہ کسی فقیہ نے تطبیق مذاہب اور نہ کسی محدث نے بیان مشکل اور نہ اس کے متعلق کسی مؤرخ نے اسماء رجال کے بیان کرنے کی کوئی خدمت سرانجام دی ہو۔

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میرا اس سے ارادہ وہ متاخرین حضرات نہیں جو بڑے تعمق اور گہری نظر سے تحقیق وتدقیق کے مراحل سے گزرتے ہیں بلکہ میری بات ان متقدمین اہل حدیث کے متعلق ہے جن کی کتابیں اب بھی پردہ استتار اور خمول میں مخفی اور پوشیدہ ہیں جیسے کہ مسند ابی علی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید طیالسی اور امام بیہقی اور طحاوی وطبرانی رحمہم اللہ تعالیٰ کی کتابیں ہیں۔ انتھی

محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا کتب کے مصنفین کی غرض صرف احادیث کا جمع کرنا تھا ان کی تلخیص، تہذیب اور ترتیب کی طرف ان کا بالکل دھیان نہیں تھا۔

ایک وضاحت

استاذ محترم حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی استاذ حدیث وتخصص جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی نے بندہ کے مقالہ کے اس مذکورہ مقام کو ملاحظہ فرماتے ہوئے اس پر حاشیہ لکھنے کی تاکید

فرمائی اور فرمایا کہ شاہ صاحب کا قول مذکور کہ "بان قصدھم جمع ماوجدوہ لاتلخیصہ وتھذیبہ الخ" (کہ ان مصنفین کی غرض صرف حدیث کا جمع کرنا تھا ان کی تلخیص تھذیب اور ترتیب وغیرہ مقصود نہ تھی) تو سب مصنفین کے متعلق صحیح نہیں ہے کیونکہ بہت سے علماء اور ائمہ نے فرمایا ہے کہ امام طحاویؒ اور امام بیہقیؒ نے تو اپنی کتابوں کو اچھی ترتیب کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ چنانچہ حسب ہدایت مندرجہ ذیل عبارات تلاش کر کے مقالہ مذکورہ میں لکھدی گئیں اور اب پیش خدمت ہیں۔

چنانچہ شرح معانی الآثار (طحاوی) کے متعلق منقول ہے کہ

ان المنصف اذا تأمله یجده راجحاً علی کثیر من کتب الحدیث المشهورة المقبولة ویظهر بالتامل فی کلامه وترتیبه ولایشک فی هذا الاجاهل اومعاند متعصب (بے شک منصف مزاج شخص جس وقت معانی الآثار (طحاوی) کو سوچ سمجھ کر دیکھ لے تو پھر اس کو حدیث کی بہت سی مشہور کتب سے درجہ میں راجح قرار دے گا اور خود بھی یہ بات کتاب کی ترتیب وغیرہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوسکتی ہے اور اس میں شک کرنے والا یا ناواقف اور یا پھر متعصب اور ضدی شخص ہوگا)

اور بعض ائمہ کرام تو یہ قول بھی کر چکے ہیں کہ ان المعانی الآثار مرتب علی الکتب والابواب وبین ناسخها من منسوخها ومقیدها من مطلقها الخ (کہ بے شک (امام طحاوی کی کتاب) معانی الآثار کی ترتیب تو کتابوں اور بابوں کے طریقہ وطرز پر ہے اور اس کے ناسخ کو منسوخ اور مقید کو مطلق سے واضح طور پر بیان کیا گیا ہے)

بلکہ خود امام طحاویؒ نے معانی الآثار کے مقدمہ میں فرمایا کہ میں نے پورے غور وفکر سے سائلین کی غرض کے موافق اس میں باب اور کتب کے عنوان قائم کر کے ان کے مطابق ان میں احادیث جمع کر دی ہیں جیسے کہ معانی الآثار کے ہر دیکھنے اور پڑھنے والے پر یہ واضح ہوجاتا ہے کہ مصنفؒ نے ایک باب میں مفصل طور اس کی احادیث جمع کی ہوتی ہیں اور پھر آخر میں خود اپنی نظر کا ذکر فرمادیتے ہیں۔

اسی طرح امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب کو ابواب پر تقسیم کر کے اس میں بہت سے مختلف سندوں کے ساتھ صحیح احادیث کا ذکر کیا ہے اور احادیث مذکورہ سے مسائل فقہیہ کا استنباط کرتے ہوئے اقوال ضعیفہ پر مکمل بحث کرتے ہیں تا آنکہ بعض حضرات نے اس کی مدح وتعریف میں یہ بھی کہہ دیا کہ "لم یبوّب

احد" مثله" کہ آپ جیسے تو کسی نے بھی ابواب کتاب کو مرتب نہیں کیا بلکہ علامہ امام ابن سبکیؒ نے تو اس حد تک فرمایا کہ ماصنف فی علم الحدیث مثله تهذیباً وترتیباً وجودة (علم حدیث میں بیہقی جیسے کوئی کتاب ترتیب اور صحت کے لحاظ سے تصنیف نہیں ہوئی ہے)

طبقہ رابعہ

اس طبقہ میں ایسی کتابیں ہیں جن کے مصنفین نے ایک طویل زمانہ کے بعد ایسی احادیث کے جمع کرنے کا ارادہ کیا جو کہ پہلے دو طبقوں کی کتب میں نہیں ملتی تھیں بلکہ وہ احادیث یا تو کسی ایسے مسانید اور جوامع میں تھیں جو بالکل مبہم اور غیر معروف تھے یا پھر وہ ایسے لوگوں کے زبانی تھیں جو ضعیف اور احل ہوئی قسم کے منہ پھٹ واعظین جن کی احادیث کو محدثین نہیں لکھا کرتے اور یا پھر وہ احادیث از قبیلہ آثار تابعین وصحابہؓ کے تھے اور یا وہ درحقیقت تو بنی اسرائیل اور حکماء اور واعظین کی خبریں تھیں لیکن راویوں نے انہیں قصداً یا سہواً حدیث نبی کریم ﷺ کے ساتھ ملایا اور یا مختلف حدیثوں کے مختلف جملوں سے ایک حدیث ایک ہی طریقہ کی بنائی گئی اور یا قرآن وحدیث کے صحیح محتملات کی روایت بالمعنی ایسے نیک لوگوں نے کی جو روایت کے غوامض اور رموز سے ناواقف تھے تو ان معانی کو احادیث مرفوعہ ظاہر کر دیا اور یا پھر ایسے معانی جو قرآن وحدیث کے اشارات سے معلوم ہوتے تھے لیکن انہوں نے ان کو قصداً مستند احادیث گردانا اور ایسی کتب میں سے ابن حبان کی کتاب الضعفاء اور ابن عدی کی "الکامل" اور مثلاً خطیب بغدادی، ابونعیم، جوزقانی، ابن عساکر، ابن نجار دیلمی وغیرہ کی کتابیں ہیں۔

اس طبقہ کی کتابوں میں زیادہ اچھی کتب وہ ہیں جو ایسی احادیث پر مشتمل ہوں جو ضعیف تو ہوں لیکن ان میں صحت کا احتمال بھی ہو اور سب سے زیادہ بری کتابیں وہ ہیں جن میں یا تو موضوع احادیث یا پھر احادیث مقلوبہ کا ذکر ہو۔ اور امام جوزیؒ کے "کتاب الموضوعات" کا مادہ وماخذ اسی طبقہ کی احادیث ہی ہیں۔

ہاں یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ یہاں ایک طبقہ خامسہ بھی ہے اور وہ ایسے احادیث کا مجموعہ

ہے جو فقہاء، مورخین اور صوفیاء کرام کی وردِ زبان ہیں اور ان کا ان چار طبقات میں کوئی اصل اور مادہ نہیں پایا جاتا ہے۔

خلاصہ مبحث

الحاصل یہ کہ ان چار طبقوں میں طبقہ اولی اور ثانیہ پر تو محدثین کا اعتماد ہے اور ان دو طبقوں ہی کے احادیث ان کی روحانی، فکری چراگاہ اور سیر کرنے کے مواضع ہیں۔ رہا تیسرا طبقہ تو ان کی احادیث پر عمل اور قول کے لئے صرف تجربہ کار علماء اور اسماء رجال کے ماہرین (جنہیں علل حدیث کا بخوبی علم ہو) کا قول معتبر ہے۔ البتہ اس طبقہ کی احادیث کو متابعت اور شواہد کے طریقہ پر ذکر کیا جا سکتا ہے۔ البتہ چوتھے طبقہ سے چونکہ مبتدعین یعنی روافض اور معتزلہ جیسے فرقے اپنے مذاہب کی تائید میں مدد لیتے ہیں اسلئے علماء کو اس سے استفادہ کرنا اور ان کو اپنے مقاصد کے لئے نقل کرنا صحیح نہیں بلکہ صرف مبتدعین کے مذاہب کی تردید کے لئے ان احادیث کے مکمل حقائق کو واشگاف کر کے نقل کرنے کی گنجائش ہے۔

اصل موضوع

ابھی تک جن مباحث کو ذکر کیا گیا وہ مقالہ کے موضوع کے لئے بطور تمہید اور مقدمہ کے تھے۔ یعنی گذشتہ صفحات میں آپ نے علم، علماء کی فضیلت کا تذکرہ اور یہ کہ علم سے مراد وہی علم جو انبیاء کرام کی وراثت ہے۔ نیز علماء کی تحقیق کے مطابق علم روایت حدیث اور علم درایت حدیث کا فرق بھی واضح طور پر معلوم کر لیا ہے اور مقدمہ کے آخر میں کتب حدیث کی اقسام اور ان کے طبقات بھی واضح کر دیے گئے تو اب مقالہ کے اصل موضوع کی طرف رجوع کرتا ہوں یعنی یہ کہ مختلف ادوار اور ازمنہ میں کونسی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں اور مختصر طور پر ان کی خصوصیات اور مصنفین کے حالات کا تذکرہ کیا جائے گا لیکن اتنی بات ضرور ذہن نشین رہے کہ اس مبارک علم میں بہت سے علماء کرام اور مصنفین نے چھوٹے اور بڑے حجم کی بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں اس لئے ان کا مکمل اور پوری طرح احصاء اور شمار میں لانا تو انسانی

طاقت سے باہر ہی ہے اس لئے راقم الحروف، ایسی چند کتابوں کا ذکر اس مقالہ میں کرے گا جو طبقہ علماء میں مشہور اور ان کا تذکرہ بہت سی کتب میں آ چکا ہو۔

مقالہ کی ترتیب کا طریق کار

نیز مقالہ کی ترتیب کا طریق کار یہ ہوگا کہ چونکہ ائمہ مذاہب اربعہ کے لئے اوّلیت اور اولویّت کا شرف واعزاز حاصل ہے اس لئے، پہلے ان کتابوں کا تذکرہ ہوگا جو ان حضرات کی تصنیف یا مرتب شدہ ہوں ان کے بعد چونکہ صحاح ستہ کو عوام وخواص ہر دو طبقہ میں مقبولیت، شہرت اور تعلیم وتعلم میں متداول ہیں اسلئے دوسرے درجہ میں ان کا ذکر ہوگا اس کے بعد باقی کتب حدیث کا ذکر ان کے مصنفین کے سنہ وفات وغیرہ کی ترتیب سے ہوگا۔ چنانچہ سب سے پہلے جس اہم کتاب سے اس مقالہ کی ابتداء کر رہا ہوں وہ ہمارے مذہب کے مقتدا شمس الائمہ امام اعظم ابوحنیفہؒ (نعمان بن ثابت) کی کتاب الآثار ہی ہے۔

(۱) کتاب الآثار للامام ابی حنیفۃ النعمان المتوفی ۱۵۰ھ

کتاب الآثار کے ذکر کرنے سے پہلے اس کے مصنفؒ کا نسب نامہ اور مختصر حالات ذکر کیے جاتے ہیں چنانچہ امام اعظم کا نسب درج ذیل ہے۔

نسب نامہ

کنیت ابوحنیفہ لقب امام اعظم نام نعمان بن ثابت بن زوطی آپؒ کوفہ کے مفتی اور بڑے عالم تھے۔ علامہ ذھبیؒ سند متصل کے ساتھ مسعر بن کدام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں اور ابوحنیفہؒ نے اکٹھا علم حدیث پڑھنا شروع کیا تو علم حدیث میں آپؒ غالب ہی رہے پھر ہم نے زہد اختیار کرنا شروع کیا تو آپؒ اس میں بھی سبقت لے گئے اور جب آپ کے ساتھ علم فقہ پڑھنا شروع کیا تو آپؒ

ہم سے اتنے بڑے فقیہ ہوئے جیسے کہ آپ حضرات اس کی شان وشوکت فقہ میں دیکھ رہے ہیں۔
اسی طرح علامہ ذہبیؒ نے یزید بن ھارون سے نقل کیا ہے آپ فرماتے تھے کہ میں نے ابوحنیفہؒ سے زیادہ عاقل، فاضل اور بہت زیادہ پرہیزگار کسی کو نہیں دیکھا (مناقب ابی حنیفہ للذہبی ص ۲۷)
علامہ خطیب بغدادیؒ نے اپنی تاریخ بغداد میں امام اعظم کی محدثانہ شان کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے کہ
قال یحییٰ بن معین کان ابو حنیفة ثقة لایحدث الا ما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ (تاریخ بغداد ج۱۳ ص ۴۱۹)
(یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث میں ثقہ تھے۔ آپؒ وہی احادیث بیان فرماتے جو آپ کو پوری طرح یاد ہوتی تھیں اور جو آپ کو یاد نہ ہوتیں وہ بالکل بیان بھی نہ کرتے)
اسی طرح تاریخ بغداد کے صفحہ مذکورہ میں یہ بھی ذکر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق یحییٰ بن معینؒ سے جب پوچھا گیا کہ کیا آپؒ حدیث میں ثقہ تھے تو آپؒ نے تاکیداً کہتے ہوئے فرمایا کہ
نعم ثقة ثقة واللہ اورع من ان یکذب وھو اجل قدراً من ذلک (امام ابوحنیفہؒ بڑے ثقہ بڑے ثقہ تھے اس پر کسی قسم کی جھوٹ کی تہمت نہیں ہے وہ اس (ثقہ ہونے) سے بھی بڑی قدر وشان والے ہیں)
علامہ ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی المتوفی ۶۶۵ھ نے سند متصل سے یہ ذکر کیا ہے کہ
قال علی بن الجعد ابو حنیفة اذا جاء بالحدیث جاء به مثل الدر (جامع المسانید ج۲ ص ۳۰۸)
علی بن جعدؒ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ حدیث کو صاف موتی کی طرح بیان کرتے تھے (یعنی ایسی حدیث بیان فرماتے کہ جس میں کسی قسم کا ضعف نہیں ہوتا تھا)
صدر الائمہ نے امام اعظم کے مناقب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ
وعن وکیع یقول لقد وجد الورع عن ابی حنیفة فی الحدیث مالم یوجد عن غیرہ (مناقب صدر الائمة ج۱ ص ۱۹۷)
(امام وکیعؒ فرماتے ہیں کہ علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کا ورع اور احتیاط اتنا زیادہ تھا کہ کسی دوسرے میں اتنا احتیاط نہیں پایا جاتا تھا)
فقیہ ابوبکر محمد بن احمد سرخسیؒ المتوفی ۴۹۰ھ نے اپنی مایہ ناز کتاب میں امام اعظم کے متعلق یہ فرمایا کہ کان

ابو حنیفة اعلم اهل عصره بالحدیث (اصول سرخسی ج۱ ص ۳۵۰)
(امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اپنے زمانہ کے بڑے محدث تھے)
مناقب امام ذہبی میں علامہ ذہبیؒ نے آپؒ کی علمی شان کا ذکر مختلف طرق سے نقل کرنے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ وعن علی بن عاصم قال لو وزن علم ابی حنیفة بعلم اهل زمانه لرجح (مناقب ابی حنیفه للذهبی ص ۱۹، ۲۰)
(علی بن عاصمؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہؒ کے علم کو اس کے زمانہ کے لوگوں کے علم کے ساتھ وزن کیا جائے تو امام ابوحنیفہؒ کا علم ان سب سے بڑھ جائے گا) باقی امام اعظم ابوحنیفہؒ تو نقلِ احادیث میں اتنے محتاط اور سخت ترین شروط لگایا کرتے کہ علامہ حافظ عبدالقادر قرشی المتوفی ۷۷۵ھ نے اپنی کتاب جواہر مضیہ میں یہ نقل فرمایا کہ
قال ابو یوسف قال ابو حنیفة لا ینبغی للرجل ان یحدث من الحدیث الا بما حفظه من یوم سمعه الی [illegible] ث به (جواهر مضية ج۱ ص ۳۱)
(ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ کسی شخص کو یہ مناسب نہیں کہ وہ حدیث بیان کرے مگر ایسے احادیث جس کو وہ سننے کے دن سے لے کر بیان کرنے کے دن تک اچھی طرح یاد رکھے ہوئے ہو)
اور علامہ شعرانیؒ نے میزان الکبریٰ میں یہ نقل کیا ہے کہ
قد کان الامام ابو حنیفة یشترط فی الحدیث المنقول عن رسول اللہ ﷺ قبل العمل به ان یرویه عن ذلک الصحابی جمع اتقیاء عن مثلهم وهکذا (میزان الکبریٰ ص ۶۲ بحواله ابن ماجة وعلم الحدیث)
(امام ابوحنیفہؒ حضور ﷺ کی حدیث پر عمل کرنے سے پہلے یہ شرط لگاتے تھے کہ اس صحابی سے متقین لوگوں کی ایک جماعت نے روایت کی ہو اور پھر ان سے بھی ایسے ہی لوگوں نے (تا آخر اسناد)
اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کے عام دستور، عادت، معمول اور اصول کو علامہ ذہبیؒ نے سند متصل سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

قال الثوری سمعته یقول آخذ بکتاب الله فمالم اجد فبسنة رسول الله ﷺ والآثار الصحاح التی فشت فی ایدی الثقات عن الثقات فان لم اجد فبقول اصحابه آخذ بقول من شئت واما اذا انتهی الامر الی ابراهیم والشعبی والحسن وعطاء اجتهد کما اجتهدوا (مناقب ذهبی ص ۲۰، الانتقاء ص ۱۴۲)

(امام ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر قرآن مجید میں مجھے مسئلہ ملے گا تو میں پہلے اس پر عمل کروں گا اور اگر اس میں نہ ہوگا تو پھر نبی علیہ السلام کی سنت پر یا پھر ایسے صحیح آثار جو سنداً ثقات (ثقہ لوگوں سے) مروی اور مشہور ہوں پر میرا عمل ہوگا اور اگر وہ بھی نہ ہوں تو پھر حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے کسی کے قول پر (میں چاہوں گا) عمل کروں گا اور جس وقت کہ یہ سلسلہ ائمہ کرام سے ابراہیم، شعبی، حسن، عطاء تک پہنچ جائے تو پھر میں بھی ویسا اجتہاد کروں گا جیسے کہ وہ کرتے ہیں)

علامہ ابن عبد البرؒ الانتقاء میں لکھتے ہیں کہ

عن ابی حمزة السکری یقول سمعت اباحنیفة یقول اذا جاء الحدیث الصحیح الاسناد من رسول الله ﷺ اخذنا به ولم نعده واذا جاء عن الصحابة تخیرنا وان جاء من التابعین زاحمناهم ولم نخرج عن اقوالهم (الانتقاء ص ۱۴۴)

(ابوحمزہ السکریؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہؒ سے سنا ہے کہ جب اسناد صحیح کے ساتھ حضور ﷺ سے کوئی حدیث ہم تک پہنچتی ہے تو ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور اس سے (کسی غیر کو) تجاوز نہیں کرتے اور جب صحابہؓ سے کوئی حدیث پہنچتی ہے اسے بھی ہم پسند کر لیتے ہیں اور اگر تابعین سے منقول ہو تو ہم بھی ان کے مقابلہ میں قول کرتے ہیں اور ان کے اقوال سے خروج نہیں کرتے)

مذکورہ بالا اقوال سے امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ شان کا ظہور روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے بلکہ یہ بھی کہ آپؒ ایک ایک روایت کے لئے کتنی احتیاط، اتقان اور تثبت کو شرط قرار دیتے تھے تو اس کے باوجود بعض ائمہ کا یہ کہہ دینا کہ امام اعظمؒ تو محدث ہی نہ تھے۔ سراسر ناانصافی اور ایک واضح حقیقت کو چھپانے کے مترادف ہے جیسے کہ علامہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب میں یہ بھی نقل کر دیا کہ

قال علی بن المدینی قیل لیحیی بن سعید القطان کیف کان حدیث ابی حنیفة قال لم یکن بصاحب حدیث (مناقب ذهبی ص ۲۷)

(علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید سے کسی نے امام اعظمؒ کے احادیث (مرویہ) کے متعلق پوچھا تو آپ نے کہا کہ وہ تو کوئی محدث نہیں تھے)

راقم الحروف کہتا ہے کہ یحییٰ بن سعید کا یہ قول غالباً اس وقت پر محمول ہوگا جبکہ آپ کے سامنے امام اعظمؒ کا علو شان ورتبہ کا ظہور نہیں ہوا تھا کیونکہ خود یحییٰ القطان امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دینے کو زیادہ راجح سمجھتے تھے جیسے کہ صاحب البدایہ والنہایہ نے یہ نقل فرمایا کہ

کان یحیی بن سعید یختار قوله فی الفتوی (البدایه ج ۷ ص ۱۵۷ بحواله امام اعظم وعلم الحدیث، تذکرة الحفاظ ج ۱ ص ۲۸۲)

(یحییٰ بن سعید تو امام اعظمؒ کے قول پر فتویٰ دینے کو پسند فرماتے تھے)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی شان کا تو کیا کہنا بلکہ یحییٰ بن سعید القطان تو آپؒ کے تلامذہ کے رہینِ منت ہیں جیسے کہ مؤلف امام اعظم وعلم الحدیث نے یہ نقل فرمایا کہ

"حافظ ابن عبد البر اور حافظ ابن کثیر نے تصریح کی ہے کہ امام یحییٰ القطان نے جامع صغیر باقاعدہ قاضی ابو یوسفؒ سے سبقاً پڑھی ہے) (امام اعظم وعلم الحدیث ص ۹۲)

اور آپؒ کی یہ عظمتِ شان کیوں نہ ہو جبکہ دربار نبویؐ سے بہت عرصہ پہلے آپ اور آپ جیسے دوسرے بزرگوں کے متعلق بشارت صادقہ ہو چکی تھی جیسے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نے خصائل نبویؐ میں یہ نقل فرما دیا ہے کہ

جب قرآن شریف کی آیت "وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم" (سورہ محمدؐ) اگر تم (ایمان لانے سے) روگردانی کرو گے تو اللہ جل شانہ تمہاری جگہ ایک دوسری قوم کو لے آئے گا جو تم جیسی نہ ہوگی) صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے جو ہماری جگہ آئیں گے حضور اقدس ﷺ نے حضرت سلمانؓ کے کندھے پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا کہ یہ اور اس کی قوم ۔۔۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں

میری جان ہے اگر ایمان ثریا پر معلق ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ اس کو وہاں سے بھی لے لیتے۔علماء نے لکھا ہے کہ یہ حضرت امام اعظم کی شان میں بشارت ہے۔ (خصائل نبوی ص ۲۸) امام اعظم ابوحنیفہؒ چونکہ فارسی النسل امام تھے اسلئے اکثر شارحین حدیث نے آپؒ کو مذکورہ حدیث کا مصداق ٹھہرایا ہے جیسے کہ علامہ سیوطیؒ نے فرمایا کہ

فھذا اصل صحیح یعتمد علیه فی البشارة (تبییض الصحیفة ص ۱) (امام اعظم کو اس حدیث کا مصداق ٹھرانے میں) یہ ایک ایسا اصل صحیح ہے کہ بشارت کے سلسلہ میں اس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ

ایک روز اس حدیث پر ہم نے گفتگو کی میں نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ اس حکم میں داخل ہیں کیونکہ اللہ جل سبحانہ نے علم فقہ کی اشاعت ان کے ہاتھوں سے کرائی، اور اہل اسلام کی اس کے ذریعہ ہی اصلاح فرمائی بالخصوص اس آخری دور میں کہ سارے شہروں میں بادشاہ حنفی ہیں قاضی حنفی ہیں اور مدرسین حنفی ہیں (مکتوبات ص ۱۶۸، منقول از امام اعظم وعلم الحدیث ص ۸۸)

اس کے علاوہ امام اعظم کو اپنے ہمعصروں میں یہ شرافت بھی حاصل ہے کہ آپ نے مختلف صحابہؓ کی زیارت سے مشرف ہو کر تابعیت کا شرف حاصل کیا جیسے کہ علامہ ابن عبدالبرؒ نے اپنی کتاب میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ **ان اباحنیفة رأی انس بن مالک وعبدالله بن الحارث (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۴۷)** (بے شک امام ابوحنیفہؒ حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہ بن حارثؓ کی زیارت اور ملاقات سے مشرف ہوئے ہیں)

علامہ ابن کثیرؒ نے امام اعظم کی شان کو نمایاں کرنے کے لئے فرمایا کہ **لانه ادرک عصر الصحابة ورأی انس بن مالک (امام اعظم وعلم الحدیث بحواله البدایه ج ۱۰ ص ۱۰۷)** (امام اعظمؒ نے صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے اور آپؒ نے حضرت انس بن مالکؓ صحابی کی زیارت فرمائی ہے)

امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت سے کون انکار کرسکتا ہے جبکہ بڑے بڑے محدثین کرامؒ نے بھی آپؒ کی تابعیت کو تسلیم کیا ہے بلکہ واضح طور پر اس کی تصریح کردی ہے جیسے کہ علامہ قسطلانی شارح بخاری ارشاد

الساری میں رقمطراز ہیں کہ

هذا مذهب الجمهور من الصحابة کابن عباس وعلی ومعاویة وانس بن مالک وخالد وابی هریرة وعائشة وام هانی ومن التابعین الحسن البصری وابن سیرین والشعبی وابن المسیب وعطاء وابو حنیفة ومن الفقهاء ابو یوسف ومحمد والشافعی ومالک واحمد (امام اعظم وعلم الحدیث ص ۱۰۵ بحواله ارشاد الساری ج ۱ ص ۲۸۲)

(یہ جمہور صحابہ تابعین اور فقہاء کا مذہب ہے صحابہ جیسے ابن عباس، علی، معاویہ، انس بن مالک، خالد ابوہریرہ، عائشہ، ام ھانی اور تابعین میں سے حسن بصری، ابن سیرین، شعبی، ابن المسیب، عطاء اور ابوحنیفہ اور فقہاء میں جیسے ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمهم الله تعالیٰ)

اس کے علاوہ دوسرے محدثین مثلا امام ذہبی، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، حافظ دارقطنی، ابن الجوزی، خطیب بغدادی، ابن سعید، قاضی ابن خلکان، امام یافعی، شیخ ابن حجر مکی، شیخ جزری اور حافظ تورپشتی رحمهم اللہ کی شہادتوں سے ثابت ہے کہ امام اعظم نے حضور ﷺ کے صحابی حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔ بلکہ امام ابوالبرکات عبداللہ نسفی، حافظ بدرالدین عینی، حافظ ابن الھمام، حافظ ولی الدین العراقی، حافظ زین الدین العراقی ابومعشر عبدالکریم شافعی، حافظ جلال الدین سیوطی، شیخ عبدالحق دہلوی، حافظ عبدالقادر قرشی وغیرہ نے تو آپؒ کے تابعی ہونے کا اقرار واشگاف الفاظ میں کیا ہے جیسے کہ مؤلف ''امام اعظم وعلم الحدیث'' نے یہ تفصیلا بیان کیا ہے۔

راقم الحروف نے تو کتاب الآثار کی مناسبت سے اس کے مصنف اور ہمارے مقتدا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مختصر حالات درج کردیئے، اگر کسی کو آپؒ کے مفصل حالات دیکھنے اور معلوم کرنے کی خواہش ہو تو پھر ''امام اعظم اور علم الحدیث'' کا مطالعہ ضرور کرلے کہ اس میں متقدمین کی کتب کا مغز اور نچوڑ بلکہ امام صاحبؒ کے حالات پر ہر پہلو سے بہترین تبصرہ پیش کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف کو جزائے خیر عنایت فرماویں۔

جس طرح برادر مکرم مولانا عبدالقیوم حقانی کی شہرہ عالم کتاب دفاع امام ابوحنیفہ اور امام اعظم کے حیرت انگیز واقعات بھی اپنے موضوع پر لاجواب تصنیفات ہیں۔ قارئین ان کے مطالعہ سے علوم

ومعارف کا بحرِ عظیم پائیں گے)

مذکورہ بالا تفصیل سے آپ حضرات کو امام ابوحنیفہؒ کی شان اور محدثانہ وفقیہانہ زندگی کی حالت کا بخوبی علم ہو گیا ہوگا اور جب مصنفؒ کتاب کی علوشان کا یہ حال ہو تو پھر اس کی کتاب کی شان وعظمت کا خود اندازہ لگائیں۔ خصوصاً جب کہ کتاب کی ترتیب کے لئے سابقہ کڑی شروط کو ملحوظ رکھا گیا ہو اسلئے تو علماء نے احادیث کے باب میں ''کتاب الآثار'' کو بہترین کتاب قرار دیا اور کسی سے بھی یہ منقول نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں میں کوئی حدیث ضعیف پائی جاتی ہے جیسے کہ دوسرے ائمہ کی کتب کے متعلق اعتراضات ہوئے ہیں مثلاً مسند احمد کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس میں احادیث ضعیفہ بلکہ موضوعہ تک جمع کیے گئے ہیں۔ اور بعض ائمہ نے انہیں مستقل طور پر جمع بھی کر دیا ہے۔

احادیث کو فقہی ابواب پر مرتب کرنے کا اولین اعزاز

کتاب الآثار کی ایک خاصیت یہ بھی ہے اگر چہ اس سے پہلے مختلف صحیفے مثلاً صحیفہ حضرت جابرؓ اور صحیفہ ہمام بن منبہؒ وغیرہ مرتب کیے گئے لیکن اس فقہی ترتیب پر اس سے پہلے کوئی کتاب بھی مرتب نہیں کی گئی تو گویا اس فضیلت اور اعزاز میں امام ابوحنیفہؒ سب ائمہ کرام سے سبقت لے گئے بلکہ امام مالکؒ نے تو مؤطا کی ترتیب میں خود امام ابوحنیفہؒ کی پیروی اور متابعت کی ہے جیسے کہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تبییض الصحیفہ میں یہ لکھا ہے کہ قال بعض من جمع مسند ابی حنیفة من مناقب ابی حنیفة التی انفرد بها انه اوّل من دوّن علم الشریعة ورتبه ابوابا ثم تابعه مالک بن انس فی ترتیب المؤطا ولم یسبق اباحنیفة احد" (تبییض الصحیفة ص ۳۶)

(امام ابوحنیفہؒ کے مسند کو جمع کرنے والوں میں بعض ائمہ نے امام ابوحنیفہ کے مناقب میں یہ کہا کہ امام صاحب کی ایک ایسی خصوصیت جس کے ساتھ آپ منفرد و یکتا ہیں وہ یہ کہ آپ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے علم الشریعۃ کو (فقہی) ابواب پر مرتب کیا ہے اور امام مالک نے مؤطا کی ترتیب میں امام ابوحنیفہ کی متابعت وپیروی کی ہے اور اس (فقہی) ترتیب پر (احادیث کو مرتب کرنے میں) ابوحنیفہؒ سے کسی نے بھی سبقت نہیں کی)

علامہ ابوزہرہ مصری نے امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں جو کتاب لکھی ہے اس کے ص ۱۸۹ میں مناقب مکی کے حوالہ سے یہ درج ہے کہ ''ابوحنیفہ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو اس ترتیب پر مدون کیا ہے اور آپؒ سے اس اہم کام میں کسی نے بھی پہل اور سبقت نہیں کی کیونکہ صحابہؓ کرام نے تو علم شریعت کو ابواب اور کتب کے عنوان سے مرتب نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو اپنے فہم اور تفقہ اور سمجھ پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے قلوب اور دلوں کو علم شریعت کے لئے صندوق بنایا۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ نے چونکہ علم کو اپنے زمانہ میں منتشر پایا اور اس کے ضائع ہو جانے کو محسوس فرمایا تو آپؒ نے حدیث نبوی ان الله لا یقبض العلم انتزاعاً الحدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے علم شریعت کی تدوین وترتیب کا سلسلہ ابواب اور کتب کے عنوانات کے طریقہ پر شروع کر دیا مثلاً کتاب الطھارۃ سے ابتدا کر دی وغیر ذلک (مناقب للمکی ج ۲ ص ۱۳۱)

علامہ عبدالرشید نعمانی نے اپنی کتاب ''ابن ماجہ وعلم الحدیث'' کے ص ۱۶۲ میں کتاب الآثار پر اپنے تأثرات کا تذکرہ اسی طرح کرتے ہیں کہ

میں نے کتاب الآثار کی احادیث اور روات کی پوری تحقیق کے ساتھ جانچ پڑتال کی تو میں نے صحت اور قوت کے لحاظ سے کتاب الآثار کے احادیث اور رواۃ کو مؤطا کے احادیث اور رواۃ سے بالکل مساوی پایا اور جیسا کہ مؤطا کے مراسیل کے مؤیدات ہیں اسی طرح کتاب الآثار کے مراسیل کے بھی دوسرے مؤیدات ہیں اور جیسے کہ حافظ مغلطائی اور جلال الدین سیوطیؒ کے نزدیک مؤطا کی صحت کا درجہ ہے بعینہ اسی درجہ میں ان کے نزدیک کتاب الآثار کی صحت کا درجہ ہے بلکہ مؤطا کی نسبت کتاب الآثار سے اس طرح کی ہے جیسے کہ صحیح مسلم کی نسبت صحیح بخاری سے علامہ موصوف نے مناقب مکی کے حوالہ سے اپنی کتاب ''ماتمس الیہ الحاجۃ ص ۱۰ میں یہ نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) احادیث سے کیا ہے۔

کتاب الآثار کے مختلف نسخے

چونکہ کتاب الآثار کی روایت امام ابوحنیفہؒ سے مختلف اشخاص نے کی تھی اور وہ بطریقہ املاء کے تھی تو اسی

لئے ہر امام نے اپنی روایات سے ہی کتاب الآثار مرتب کی ہے جیسے کہ مؤطا کے مختلف نسخے مرتب ہوئے اسی طرح کتاب الآثار کے بھی مندرجہ ذیل نسخے مشہور ہوئے۔

(۱) کتاب الآثار لزفر بن هذیل (۲) کتاب الآثار للقاضی ابویوسفؒ

(۳) کتاب الآثار لمحمد بن الحسن الشیبانی (۴) کتاب الآثار لحسن بن زیاد اللؤلوی

پہلا نسخہ زفر بن ہذیل کا

اس نسخے کا ذکر شیخ حافظ عبدالقادر بن الوفاء قرشی حنفی متوفی ۷۷۵ھ نے اپنی کتاب جواہر المضیۃ میں احمد بن بکر کے ترجمے اور حالات میں اس طرح کیا ہے کہ

قال السمعانی ثقة یروی عن ابن وهب عن زفر بن الهذیل عن ابی حنیفة رضی الله عنه کتاب الآثار وروی عن غیره فاکثر (الجواهر المضیئة ج ۱ ص ۶۲)

(علامہ سمعانی فرماتے ہیں کہ احمد بن بکر معتمد ثقہ شخص ہیں اور آپ نے کتاب الآثار کی روایت اپنے استاد ابن وھب سے اور اس نے زفر بن ھذیل کے واسطہ سے امام ابوحنیفہ سے کتاب الآثار کی روایت کی ہے)

اور اسی طرح علامہ امیر بن ماکولاؒ المتوفی ۴۷۵ھ اپنی کتاب "الاکمال" کے باب الجھینی والجھینی میں احمد بن بکر بن سیف کے ترجمہ میں بھی اسی نسخہ (زفر بن ھذیل) کا ذکر مذکورہ طریقہ پر کیا ہے اور پھر امام زفر بن ھذیل سے اس نسخہ کی روایت آپ کے تین تلامذہ (۱) محمد بن مزاحم المروزی (۲) شداد بن حکیم البلخی اور (۳) الحکم بن ایوب نے کی ہے۔ پہلے دو شاگردوں کی روایت سے اس نسخہ کا ذکر حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسا پوریؒ نے اپنی کتاب "معرفۃ علوم الحدیث" میں اس طرح کیا ہے کہ

نسخة لزفر بن الهذیل تفرد بها عنه شداد بن حکیم البلخی ونسخة ایضا لزفر بن الهذیل الجعفی تفرد بها ابو وهب محمد بن مزاحم المروزی عنه (معرفة علوم الحدیث ص ۱۶۴) (ان میں ایک نسخہ زفر بن ھذیل کا ہے جس کے ساتھ شداد بن حکیم بلخی روایت کرنے میں متفرد ہیں اور اسی طرح زفر کے نسخہ سے ابووھب محمد بن مزاحم بھی روایت کرنے میں متفرد ہیں اور تیسرے نسخے کا ذکر ابوالشیخ بن

حیان نے اپنی کتاب "طبقات المحدثین باصبهان والواردین علیها" میں احمد بن رستہ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ احمد بن رسته بن محمد بن المغیرة کان عنده السنن عن محمد عن الحکم بن ایوب عن زفر عن ابی حنیفة (ابن ماجه وعلم الحدیث ص ۱۷۳) (احمد بن رستہ بن محمد بن مغیرہ کے پاس (ایک) سنن بروایت محمد از حکم بن ایوب از زفر از ابوحنیفہؒ موجود تھا)

بلکہ حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانیؒ نے اپنی کتاب معجم الصغیر میں اسی نسخہ سے مندرجہ ذیل حدیث بھی نقل فرمائی ہے۔

حدثنا احمد بن رسته ابن عمر الاصبهانی ثنا المغیرة ثنا الحکم بن ایوب عن زفر بن الهذیل عن ابی حنیفة عن الهیثم بن حبیب الصیر فی عن عامر الشعبی عن مسروق عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله ﷺ کان یصیب من وجهها وهو صائم ترید القُبلةلم یروه عن الهیثم الا ابو حنیفة (معجم الصغیر ص ۳۳) (احمد بن رستہ سند متصل کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ روزہ کی حالت میں بھی اس کے چہرے کو پہنچتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کی مراد اس سے حضور ﷺ کا قُبلہ (چومنا) تھا۔ اس روایت کو ھیثم سے امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ کسی نے بھی روایت نہیں کیا ہے)

دوسرا نسخہ قاضی ابویوسفؒ کا

قاضی ابویوسفؒ سے اس نسخہ کی روایت کرنے والے خود ان کے فرزند یوسف ہی ہیں جیسے کہ حافظ عبدالقادر قرشی نے جواہر المضیہ میں یہ تصریح کی ہے کہ

روی کتاب الآثار عن ابیه عن ابی حنیفة وهو فی مجلد ضخم (الجواهر المضیئة ج ۲ ص ۲۳۵) (روایت کی ہے یوسف بن یعقوب نے اپنے باپ یعقوب (ابویوسف) سے اور اس نے امام ابوحنیفہؒ سے کتاب الآثار کو اور یہ ایک بڑی ضخیم جلد میں ہے)

خود ابویوسفؒ اتنی بڑی شان کے محدث ہیں کہ جب امام احمد بن حنبلؒ نے علم حدیث شروع کرنے کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے آپؒ ہی سے احادیث لکھنا شروع کیں۔ چنانچہ علامہ ابن جوزیؒ نے یہ ذکر

فرمایا ہے کہ

قال احمد بن حنبل اول من کتبت عنه الحديث ابو يوسف (مناقب ابن جوزی ص ۲۲) (امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ پہلے وہ شخص جس سے میں نے احادیث لکھی ہیں وہ امام ابو یوسف ہیں) اسی طرح شیخ ابوزھرہ مصری نے اپنی "ابوحنیفہ" نامی کتاب میں کتاب الآثار کی روایت یوسف بن یعقوب عن ابی حنیفہ کے ذکر کرنے کے بعد یہ نقل فرمایا کہ

والكتاب موضوع بعناوين فقهية مرتبة ولهذا الكتاب قيمة علمية من ثلاث نواح (مناقب ابو حنيفة ص ۲۰۰) (کتاب الآثار دراصل فقہی عنوانات پر مرتب کی گئی اور اسی لئے تو اس کی علمی قدر و قیمت تین وجوہ سے ہوئی)

پھر ان تین طرق کو مفصل طور پر اپنی کتاب میں بیان کیا جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے

(۱) یہ کہ وہ دراصل مسند امام ابوحنیفہ ہی ہے اور اسی سے ہمیں آپؒ کی مرویات کا علم ہو جاتا ہے نیز اسی کے ساتھ ان احادیث کا علم ہو جاتا ہے جن پر امام اعظمؒ نے مکمل اعتماد کر کے مسائل اور فتاویٰ کا استخراج واستنباط کیا ہے۔

(۲) یہ بھی اس کتاب سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ امام صاحبؒ صحابہؓ کے فتاوی پر کیسے عمل پیرا ہونے کی سعی فرماتے ہیں اور احادیث مرسلہ کو کس وقت قابل عمل گردانتے ہیں اور یہ کہ ان کے مرفوع ہونے کو شرط نہیں قرار دیتے تھے۔

(۳) یہ کہ اس کتاب میں ایسے فتاویٰ جن کو تابعین فقہاء کرام سے خصوصاً اور فقہاء عراق سے عمومی طور پر لے کر جمع کیا گیا ہے۔

اسی طرح یہ بھی واضح ہوا کہ قاضی ابو یوسفؒ سے اس نسخہ کے نقل کرنے والے دو شخص ہی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ابوالوفاء افغانی نے مقدمہ کتاب الآثار میں یہ نقل فرمایا ہے کہ

فالخوارزمی کما تری یسمیه مسند اویرویه عن عمرو بن ابی عمرو والشیخ عبدالقادر یسمیه کتاب الآثار ویقول رواه یوسف ابنه ویحتمل والله اعلم ان یکون کتابا واحداً روی عنه عمرو ویوسف کلاهما ویسمیٰ باسمین کروایات المؤطا (مقدمه کتاب الآثار)

(مرویات ابوحنیفہؒ) کو علامہ خوارزمی نے تو مسند کے نام سے مسمیٰ کرتے ہوئے عمرو بن ابی عمرو سے اس کی روایت کرتے ہیں اور شیخ عبدالقادر اسی کو کتاب الآثار سے تعبیر کرتے ہوئے یوسف ابن ابی یوسف کی طرف روایت منسوب کرتے ہیں لیکن میرے نزدیک تو یہ امکان بھی ہو سکتا ہے کہ درحقیقت یہ ایک ہی کتاب ہو اور اسے عمرو اور یوسف دونوں نے ابو یوسفؒ سے نقل کر کے ہر ایک نے اس کا جدا جدا نام رکھا ہو جیسے کہ روایات مؤطا میں بھی یہی طریقہ ہوا۔ (واللہ اعلم) آپ نے کتاب الآثار کی علمی حیثیت کا اندازہ مختلف علماء کرام کے اقوال سے واضح طور پر معلوم کر لیا ہے۔ قاضی ابو یوسفؒ کی روایت سے جو کتاب الآثار حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی ہے اس کو احقر نے خود مطالعہ کیا ہے۔ اس میں کل احادیث اور آثار کی تعداد ایک ہزار سرسٹھ (۱۰۶۷) ہے اور مجموعی ابواب اس میں انتالیس (۳۹) ہیں۔ جس کے شروع میں باب الوضوء ہے اور اس میں امام ابوحنیفہؒ سے سند متصل کے ساتھ یہ روایت درج ہے کہ عن ابی حنيفة عن ابی سفیان عن ابی نضرة عن ابی سعيد الخدریؓ عن النبی ﷺ انه قال الوضوء مفتاح الصلوة والتكبير تحريمها والتسليم تحليلها وفی كل ركعتين فسلّم (يعنی تشهد) ولا تجزی صلوة الا بفاتحة الكتاب ومعها شئی ° (ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وضو تو نماز کی کنجی ہے اور نماز کا تحریمہ (ابتداء) تکبیر اور اس کی تحلیل (کھولنا) سلام کرنا ہے اور ہر دو رکعت پر سلام (تشہد) کر اور کوئی نماز بغیر سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ (قرآن) ملائے بغیر نہیں ہوتی)

اور اسی کتاب کا آخری باب ذبائح کے متعلق ہے اس میں سند متصل کے ساتھ حماد بن ابراھیم سے یہ منقول ہے کہ آپؒ نے فرمایا کہ

کل طعام المجوس کُلُّه ما خلا الذبائح (مجوسیوں کے ذبیحوں کے علاوہ ان کے دوسرے ماکولات کھاؤ (یعنی دوسرے اشیاء کھالینا جائز ہے)

تیسرا نسخہ امام محمد بن حسن شیبانیؒ کا

کتاب الآثار کے اس نسخہ کا ذکر علامہ حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب "تعجیل المنفعة بزوائد رجال

الاربعة" میں اس طرح فرمایا ہے کہ والموجود من حديث ابی حنيفة مفرداً انما هو كتاب الآثار التی رواها محمد بن الحسن عنه(تعجيل المنفعة ص ۵) (امام ابوحنیفہؒ کے مرویات میں سے جو مفرد اور علیحدہ طور پر موجود ہیں (ان میں سے) امام محمد بن الحسن کی روایت سے کتاب الآثار بھی ہے)

اور اسی لئے تو یہ نسخہ کتاب الآثار کے باقی نسخوں سے زیادہ مشہور اور شائع ہے اور اسی نسخہ کے رجال پر علامہ ابن حجرؒ نے مستقل تصنیف فرمائی ہے جس کا نام "الايثار بمعرفة رواة الآثار" رکھا ہے جیسے کہ اس کا ذکر خود علامہ ابن حجرؒ نے تعجیل المنفعۃ کے ص ۹ میں کیا ہے اور آپ کے علاوہ ابو الوفاء افغانی نے بھی امام ابو یوسف کی روایت سے جو نسخہ کتاب الآثار کا ہے اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں وصنف الامام محمد بن الحسن الشيباني الكوفي مسندين(۱)مسند في الآثار المرفوعة(۲) كتاب الآثار في المرفوعة والموقوفة وهو من احسن الكتب فقها ورواية وترتيباً وشرح كتاب الآثار بعض فضلاء الهند في مجلدين كبيرين شرحا حسنا جليلاً لم ير مثله ولم يطبع بعد وترجم رجاله الحافظ العسقلاني في مجلد سماه الايثار بمعرفة رواة الآثار ا ه (اور امام محمد بن الحسن شیبانی کوفی نے دو مسندات تصنیف فرمائے (۱) مسند آثار مرفوعہ (۲) کتاب الآثار جس میں احادیث مرفوعہ اور موقوفہ دونوں ہیں اور یہ کتاب روایت، ترتیب اور فقہ کی رو سے بہترین کتاب ہے اور اسی کتاب کی شرح ہندوستان کے بعض علماء نے بہترین طرز پر دو جلدوں میں لکھی ہے اور میری نظر میں اب تک ایسی شرح نہیں ہے لیکن یہ ابھی تک چھپی نہیں ہے اور اسی کتاب کے رجال اور راویوں پر امام حافظ ابن حجرؒ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "الايثار بمعرفة رواة الآثار" ہے)

مشہور محقق ابوزہرہ مصریؒ نے اپنی کتاب "مناقب ابی حنیفہ" میں امام محمدؒ کی روایت سے کتاب الآثار کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ امام محمدؒ نے اسی نسخہ میں ایسے احادیث اور آثار جمع کئے ہیں جن کو امام ابوحنیفہؒ نے اہل عراق سے نقل کیا ہے اور وہ امام یوسفؒ کی روایت سے ذکر کردہ کتاب الآثار کی مرویات سے ملتا جلتا ہے اور یہ دونوں نسخے (امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کے) مسند ابی حنیفہ کہلاتے ہیں۔

چنانچہ ان ہر دو نسخوں پر نظر کرنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا علم احادیث اور آثار

صحابہ وتابعین کے متعلق کتنا وسیع، گہرا اور ان سے استدلال کرنے کا طریقہ اور شروط کتنے سخت اور کس حد تک معتمد تھے۔ اسی طرح ان دو کی قدر وقیمت اس لحاظ سے بھی ہے کہ ہر دونوں نسخے حنفی مذہب کے لئے ستون وبنیادی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ ان میں ایسے قضایا (فیصلے) اور فتاوی جمع کردیے گئے جنہیں نصوص سے اخذ کیا گیا ہے پھر ان میں سے علل مستنبط کر کے ایسے قواعد واصول وضع کیے گئے جن سے فرعیات بآسانی معلوم ہوسکتے ہیں (مناقب ابی حنیفہ ص ۲۳)

حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی "ابن ماجۃ وعلم الحدیث" میں اسی نسخہ کے متعلق یہ رقمطراز ہیں کہ اس نسخہ کی روایت امام محمد سے اس کے بہت سے شاگردوں نے کی ہے اور مطبوعہ (چھاپ شدہ) نسخہ کی روایت امام ابو حفص کبیر اور امام ابو سلیمان جوز جانیؒ نے کی ہے۔

اسی طرح آپ کے شاگرد عمرو بن حفص نے بھی اسی نسخہ کی روایت کی ہے اور علامہ خوارزمی نے جامع مسانید میں اس کو مسند ابی حنیفہ سے تعبیر کیا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہی بیان ہوسکتی ہے کہ اس میں عمرو بن ابی عمرو نے صرف احادیث ذکر کیے ہوں اور فتاوی تابعین وغیرہ کو ذکر نہ کیا ہو (ابن ماجہ وعلم الحدیث ص ۱۷۴)

راقم الحروف نے اسی نسخہ کے متعدد مقامات کا مطالعہ کیا ہے۔ اس میں کل احادیث وآثار کی تعداد نو سو (۹۰۰) ہے اور اس کے شروع میں باب الوضوء کا عنوان ہے اس میں یہ روایت مذکور ہے کہ قال محمد بن الحسن اخبرنا ابو حنيفة عن حماد بن ابراهيم عن الاسود بن يزيد عن عمر بن الخطاب انه توضأ فغسل يديه مثنىٰ وغسل ذراعيه مثنىٰ مقبلاً ومدبرا ومسح راسه مثنىٰ وغسل رجليه مثنىٰ وقال حماد الواحدة تجزي اذا اسبغت قال محمد وهذا قول ابی حنيفة وبه ناخذ (امام محمدؒ نے سند متصل (مذکور) کے ساتھ عمر بن الخطابؓ سے یہ نقل فرمایا ہے کہ آپؓ نے وضو فرمایا اور سب اعضاء وضو کو دو دو دفعہ دھویا اور سر کا مسح بھی دو دفعہ کیا (اس پر سوال وجواب شروح حدیث میں موجود ہے) حمادؒ فرماتے ہیں کہ جب ایک دفعہ بھی مکمل طور پر ہر عضو کو دھویا جائے تو بھی جائز ہے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے اور اسی پر ہم عمل کرتے ہیں)

اور اسی نسخہ کے آخر میں یہ اثر منقول ہے کہ قال اخبرنا ابو حنيفة رحمة الله عليه عن حماد بن ابراهيم

قال البلاء موکّل بالکلِم (امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ حماد بن ابراہیم سے یہ نقل کرتے تھے کہ آپؒ نے فرمایا کہ تمام مصیبتیں تو تکلم (زبان کی بات چیت) سے موکل (متعلق) رہتی ہیں)

کتاب الآثار کے رجال پر علامہ حافظ ابن حجرؒ کے علاوہ زین الدین قاسم بن قطلو بغانے بھی ایک تصنیف کی ہے جیسے کہ علامہ حافظ سخاویؒ نے اپنی کتاب الاعلام التوبیخ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔فرماتے ہیں ولزین القاسم الحنفی رجال کل من الطحاوی والمؤطا لمحمد بن الحسن والآثار ومسند ابی حنیفة لابن المقری (بحوالہ امام اعظم اور علم الحدیث ص ۳۳۳)

(طحاوی اور امام محمدؒ کی روایت سے مؤطا اور کتاب الآثار اسی طرح مسند ابی حنیفہ لابن المقری کے رجال (رواۃ) پر زین الدین قاسمؒ نے ایک اہم کتاب لکھی ہے)

چوتھا نسخہ امام حسن بن زیاد لؤلؤی کا

کتاب الآثار کے سب نسخوں میں یہ نسخہ زیادہ بڑا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے مؤلف حسن بن زیادؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے مرویات کی شمار چار ہزار (۴۰۰۰) بتائی ہے۔ جیسے کہ حافظ ابویحیٰ زکریا بن یحیٰ نیشاپوری سند متصل کے ساتھ حسن بن زیاد لؤلؤی سے نقل فرماتے ہیں کہ

کان ابوحنیفة یروی اربعة آلاف حدیث الفین لحمّاد والفین لسائر المشیخة (ابن ماجه وعلم الحدیث ۱۷۵ بحوالہ مناقب موفق ج ۱ ص ۹۶)

امام ابوحنیفہؒ چار ہزار (۴۰۰۰) احادیث روایت کرتے تھے دو ہزار تو صرف اپنے شیخ حماد بن ابراہیم سے اور باقی دو ہزار دوسرے مشائخ سے روایت کرتے تھے۔

اور اسی نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی کتاب لسان المیزان میں محمد ابن ابراہیم بغویؒ کے ترجمہ میں اس طرح کیا ہے کہ محمد بن ابراهیم بن حسن البغوی روی عن محمد بن نجیح البلخی عن الحسن بن زیاد عن محمد بن الحسن عن ابی حنیفة کتاب الآثار (لسان المیزان ج۵ ص ۳۱)

محمد بن ابراہیم بغوی نے محمد بن نجیح البلخی سے اس نے حسن بن زیاد سے اور اس نے محمد بن الحسن کے

واسطہ سے امام ابوحنیفہؒ سے کتاب الآثار کی روایت کی ہے۔

لیکن بظاہر صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ لسان المیزان میں ان ناموں میں کچھ تصحیف ہوگئی ہے کیونکہ اکثر مقامات میں امام حسن بن زیاد کے اس نسخہ کا ذکر اس طرح کیا جاتا ہے۔

چنانچہ محقق علامہ عبدالرشید نعمانی اپنی کتاب ابن ماجہ وعلم الحدیث ص ۱۷۴ میں لکھتے ہیں کہ

وفی النسخة المطبوعة وقع تصحیف من الناسخین لان العبارة الصحیحة هکذا محمد بن ابراهیم بن حبیش البغوی روی عن محمد بن شجاع الثلجی عن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفة اه

بلکہ علامہ خوارزمی نے جامع المسانید ج ۱ ص ۱۵۱ و ج ۲ ص ۲۷۷ میں مذکورہ بالا سند کی تصریح کردی ہے تو معلوم ہوا کہ لسان المیزان ج ۵ ص ۳۱ میں ایک تو ابراہیم کو ابن حسن لکھا گیا حالانکہ بہ تحقیق علامہ نعمانی صحیح ابن حبیش ہے۔ نیز لسان المیزان میں "روی عن محمد بن نجیح البلخی" مذکور ہے۔اور "ابن ماجہ وعلم الحدیث" کی عبارت "روی عن محمد بن شجاع الثلجی" ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ اور حسن بن زیاد کے درمیان محمد بن الحسن کا جو واسطہ مذکور ہے وہ صحیح نہیں بلکہ یہ ناسخین کی تصحیف ہے جیسے علامہ نعمانی نے یہی لکھ دیا ہے۔

بلکہ علامہ نعمانی مزید کہتے ہیں ولعلّ وجهه بان الحافظ کان قبیح الخط وقلدرائیت کتابه "اتحاف المهرة" بخطه وقرأة کتابه لیس بسهل لکل واحد (اور شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ حافظ ابن حجرؒ کی لکھائی اچھی نہ تھی۔ میں نے اس کی کتاب اتحاف المهرة کو اس کے خط (لکھائی) سے دیکھا ہے اور اس کے خط کا پڑھنا (نیز اس سے لکھنا) ہر ایک کے لئے آسان نہیں۔

مذکورہ بالا چار نسخے جن کا ذکر مختصر طور پر ہو چکا ہے یہ تو امام اعظمؒ کی مرویات کا ایک مشہور ذخیرہ ہے جیسے کہ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں یہ لکھا ہے کہ تفقه به زفر بن الهذیل والقاضی ابویوسف ومحمد بن الحسن والحسن بن زیاد (تذکرة الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۹) امام زفر بن ہذیل، قاضی ابویوسف، محمد بن الحسن اور حسن بن زیاد لؤلؤی نے امام ابوحنیفہ سے تفقہ حاصل کیا۔

ویسے تو امام صاحب کی مرویات کو بہت سے مشہور اکابر علماء نے نقل اور جمع کیا ہے جیسے کہ علامہ خوارزمی نے جامع المسانید کے مقدمہ میں ان لوگوں کا تذکرہ تفصیلاً کیا ہے اور ابوالوفاء افغانی" کتاب الآثار کے مقدمہ میں ان کا ذکر مختصر طور پر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مذکورہ چار مسانید کے علاوہ بہت سے مسانید کو مختلف حضرات نے ترتیب دیگر تصنیفات اور تالیفات کی شکل میں مرتب فرمایا مثلاً حماد بن نعمان، احمد بن محمد بن خالد وہبی نے مسندات کی تصنیف کی پھر ان کے بعد ابو محمد عبداللہ بن محمد البخاری الحارثی المتوفی (۳۴۰ھ) نے مسند کبیر کو بڑی محنت سے بہت اچھے انداز میں مرتب کیا اسی مسند کبیر کو علامہ قاضی صدرالدین موسیٰ بن زکریا الحصفکی متوفی ۶۵۰ھ نے مختصر کر کے جدید طریقہ پر مرتب کیا۔ شیخ محمد عابد سندھی مدنی نے اس کو ابواب فقہیہ پر ترتیب دیدی اور وہی اس زمانہ میں "مسند ابی حنیفہ" کے نام سے معروف ومشہور ہے۔ علامہ الاستاذ محمد حسن اسرائیلی السنبلی متوفی ۱۳۰۵ھ نے اس کی انتہائی مفید اور مبسوط شرح بھی کی ہے۔

نیز قاضی عمر بن الحسن الاشنانی متوفی ۳۳۷ھ، حافظ ابواحمد عبداللہ بن عدی المتوفی ۳۶۵ھ حافظ ابوالحسین محمد بن المظفر ۳۷۹ھ، حافظ طلحہ بن محمد بن جعفر المتوفی ۳۸۰ھ، حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی المتوفی ۴۳۰ھ، قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاری المتوفی ۵۵۵ھ اور حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن [illegible] بن ابی العوام السعدی جیسے مشاہیر امت نے مختلف چھوٹے بڑے مسانید مرتب فرمائے۔ ان حضرات کے بعد ابوعبداللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی المتوفی ۵۷۶ھ نے ایک ضخیم مسند تالیف فرمائی جس میں حسن بن زیاد لؤلؤی کے مسند کی مرویات کو بڑے جامع انداز میں جمع فرمادیا تا آنکہ یہ کہا جاتا ہے کہ جامعیت کے لحاظ سے یہ سب مسندات سے جامع ترین مسند ہے۔ حافظ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے [illegible] جلدیں اس پر بطور املاء کے لکھی ہیں۔ پھر ان سب مسانید کو ایک جامع شکل میں قاضی القضاۃ ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی نے مرتب کر کے اس کا نام "جامع المسانید" رکھا لیکن ابوالوفاء افغانی" فرماتے ہیں

ولکن کتابہ ھذا لم یستوعب جمیع المسانید بل لم یستوعب جمیع آثار المسانید التی [illegible] جمعھا کما تتبعتہ وقابلتہ علی کتاب الآثار للامام محمد ومسند الحارثی وعلیہ اعتمادی فی النقل من ھذہ المسانید فی التعلیق (مقدمۃ کتاب الآثار)

اس کی اس کتاب (جامع المسانید) نے کل مسانید کا استیعاب نہیں کیا بلکہ آپ" نے ان مسانید کی جمیع آثار مرویہ کا استیعاب بھی نہیں کیا جن کے متعلق یہ کہہ چکے ہیں کہ ان سب کو اس کتاب میں جمع کیا ہے جیسے کہ میں نے جامع المسانید کا تقابل امام محمد" کی کتاب الآثار اور مسند حارثی سے پورے تتبع کے ساتھ کیا ہے اور اپنی تعلیقات میں بھی میرا اعتماد صرف انہی مسانید (کتاب الآثار، مسند حارثی) وغیرہ سے نقل کرنے پر ہے انتہی۔ پھر سید مرتضیٰ زبیدی نے ان مسانید سے انتخاب کر کے ان احادیث کی تخریج کتب صحاح سے بیان کی ہے اور ان احادیث کے رجال (راویوں) پر بھی کلام کیا ہے۔ اور ان منتخب احادیث کا مجموعہ آپ" نے "عقود جواھر المنیفۃ فی ادلۃ مذھب ابی حنیفۃ" کے نام سے تصنیف کر کے شائع کیا ہے۔

الحاصل یہ کہ مذکورہ تفصیل سے امام ابوحنیفہ" کے مرویات کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب اس کے مرویات کے اتنے بڑے ضخیم مجلدات میں مسانید مرتب شدہ ہیں اور پھر ان کی تلخیص وتشریح کا بھی بہت سے ائمہ کرام نے پورا پورا اہتمام کیا ہے باوجودیکہ آپ" سے یہ منقول ہے کہ آپ" نے فرمایا کہ [illegible] من الاحادیث ما اخرجت منھا الا الیسیر الذی ینتفع بہ (مناقب موفق ج ۱ ص ۹۵) میرے پاس تو احادیث کے ذخیرہ کی کئی صندوقیں ہیں۔ میں نے تو ان سے صرف نفع کی غرض سے [illegible] نکالے ہیں۔

[illegible] آپ حضرات انصاف فرمادیں کہ ایسے اقوال کے ہوتے ہوئے ابن خلدون کا یہ قول کہ امام ابوحنیفہ کے [illegible] ہونے کی وجہ سے آپ" سے صرف سترہ احادیث منقول ہیں۔ بالکل غلط [illegible] لئے تو مصر کے مشہور محدث اور عالم دین علامہ زاھد الکوثری نے تعلیق [illegible] ابن خلدون کا یہ قول نقل کر کے تعلیقاً لکھا ہے۔

[illegible] لا یجوز لاحد ان یغتر بھا لان روایاتہ علی تشددہ فی الصحۃ لم تکن [illegible] فی سبعۃ عشر سفراً یسمیٰ کل منھا بمسند ابی حنیفۃ [illegible] (شروط الائمۃ الخمسۃ ص ۴۹)

[illegible] دھوکہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ امام ابوحنیفہ" کے

مرویات باوجود تشدد کے بھی صرف سترہ (۱۷) نہیں تھیں بلکہ وہ سترہ مجلدات (کتابیں) تھیں اوران میں ہرایک مسند ابی حنیفہ کے نام سے مسمّٰی کیا گیا ہے۔ حفاظ حدیث اور اہل علم کی بڑی جماعتوں نے اپنی سندات متصلہ کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ سے ان کی روایت اور تخریج کی ہے بلکہ علامہ موصوف نے تو اس حد تک کہہ دیا کہ مسانید ابی حنیفہؒ میں سے اگر کسی چھوٹے مسند کا تقابل بھی آپ سنن الشافعیؒ بروایت امام طحاویؒ یا مسند الشافعی بروایت ابوالعباس الاصم سے کرلیں تو مسند ابی حنیفہ کو اس سے ہرگز کم اور چھوٹا نہیں پائیں گے۔ حالانکہ امام صاحب سے بہت سے مسانید مختلف ائمہ کرام سے منقول ہیں جیسے کہ مختصراً پہلے معلوم ہوچکے ہیں اور یہ کہ پھر ان مسانید کی بہت سے ائمہ کرام نے تلخیص، تعلیق اور تشریح کی خدمت بھی سرانجام دی ہے تو گویا امام اعظمؒ کے متعلق ایسی بے سروپا قسم کی باتیں بنانا یا تو انتہا درجے کے گمراہ اور یا پھر محض جھگڑالو شخص کا کام ہے اعاذنا اللہ منہ۔

آخر میں کتاب الآثار اور اس کے مصنفؒ کی مدح وتعریف کا اختتام حضرت عبداللہ بن مبارک کے درج ذیل قول پر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

روی آثارہ فاجاب فیھا　　کطیران الصقور من المنیفۃ
ولم یک بالعراق لہ نظیر　　ولا بالمشرقین ولا بکوفۃ

ترجمہ! آپؒ نے آثار کو روایت کیا تو اتنی تیزی اور قوت سے چلے جیسے بلندی سے شکرے (شکاری پرندے) اڑتے ہوں۔ نہ تو عراق میں ان کی نظیر (مثل) تھی اور نہ مشرق ومغرب میں)

(۲) مؤطا امام مالکؒ

مؤطا کے مصنف ایک جلیل القدر صاحب مذہب امام ہیں جن کا نسب نامہ اس طرح ہے مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر الاصبحی آپؒ امام دار الھجرۃ (مدینہ طیبہ) کے ساتھ مشہور ہیں آپؒ اخلاق حمیدہ کا مرقع تھے اور نبی علیہ السلام کی محبت میں درجہ فنا کو پہنچے ہوئے تھے آپ اتنے متواضع تھے

کہ مدینہ طیبہ میں اس لئے سواری پر سوار نہ ہوتے تھے کہ حضور ﷺ کا جسد اطہر بھی اسی سرزمین کے ایک حصہ میں آرام فرما ہیں بلکہ آپؒ مدینہ شریف میں پیادہ برہنہ پاؤں اسلئے چلتے تھے کہ انہی گلی کوچوں میں ذات اقدس کے قدم مبارک پڑے ہیں قوت حافظہ کا یہ حال تھا کہ جتنی احادیث مبارکہ آپ کے سامنے بیان کی جاتی تھیں تو آپ اسی وقت بلاتکلف سنادیا کرتے تھے۔ علامہ حافظ ابن عبدالبرؒ اپنی کتاب ''الانتقاء'' ص ۱۸ میں سند متصل کے ساتھ عتیق بن یعقوب سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے یہ سنا ہے کہ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ابن شہاب زہریؒ نے چالیس سے زائد احادیث ہمارے سامنے بیان کرکے بطور امتحان سوال کیا کہ تم میں سے کون مجھے یہ سنادے گا تو میں نے زوائد کو چھوڑ کر پورے چالیس احادیث کو فوراً سنادیا۔

بلکہ آپؒ کا تو یہ معمول تھا کہ آپ ایسے ثقہ راویوں سے احادیث نقل کرتے تھے جو بالکل صحیح اور دوسرے ثقات رواۃ کے واسطہ سے پہنچی ہوں۔ چنانچہ علامہ ابن حجرؒ نے تھذیب التھذیب میں یہ نقل کیا ہے کہ قال ابن حبان فی الثقات کان مالک اوّل من انتقی الرجال من الفقھاء بالمدینۃ واعرض عمن لیس بثقۃ فی الحدیث ولم یکن یروی الا ما صح ولایحدث الا عن ثقۃ مع الفقہ والدین والفضل (تھذیب ج ۱۰ ص ۹)

ابن حبانؒ نے اپنی کتاب ''الثقات'' میں یہ کہا ہے کہ امام مالکؒ پہلے وہ شخص ہیں جس نے فقہاء مدینہ میں یہ کارنامہ سرانجام دیا کہ رجال حدیث کا تنقیہ اور تزکیہ کرکے اس شخص سے روایت کرنا چھوڑ دیا جو حدیث میں ثقہ اور معتمد نہ تھے بلکہ آپؒ تو بغیر صحیح حدیث کے کچھ بھی روایت نہ کرتے تھے۔ اسی طرح آپ اس شخص سے روایت کرتے جو ثقہ فی الحدیث کے ساتھ ساتھ تفقہ، دیانت اور فضیلت علمی جیسی صفات سے بھی موصوف ہو۔

چونکہ آپ احادیث نبویؐ کے سلسلہ میں پورے حزم واحتیاط کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کی تعلیم وتعلم کا مکمل اہتمام کیا کرتے تھے اسلئے دنیا کے گوشہ گوشہ سے بڑے بڑے محدثین آکر آپ کی خدمت میں زانوہائے تلمذ اختیار کرکے فیضیاب ہوا کرتے تھے بلکہ آپ کی علمی شان کا یہ حال تھا کہ بہت سے جلیل القدر محدثین نے آپؒ کو اس پیشنگوئی کا مصداق ٹھہرایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''لوگوں پر

ایک وقت ایسا بھی آئے گا جس میں یہ دور دراز علاقوں سے اونٹوں پر سوار ہو کر قافلوں کی شکل میں علم کی تلاش میں پھرتے رہیں گے اور اس وقت کوئی بڑا عالم اہل مدینہ کے سوا ان کو نہیں ملے گا (او کما قال علیہ السلام) تو اکثر محدثین کرامؒ نے اس حدیث نبوی کا مصداق امام مالکؒ کو بتایا ہے کیونکہ مدینہ شریف میں اس وقت آپ سے کوئی بھی بڑا عالم نہیں تھا اور بہت دور دراز سے لوگ احادیث سیکھنے کے لئے آپ کے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۹۴ میں مشہور محدث عبدالرزاق کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس حدیث کا مصداق؛ امام مالکؒ کو ہی سمجھا کرتے تھے آپؒ کی وفات ۱۷۹ھ کو مدینہ شریف میں ہوئی اور بقیع میں دفن کیے گئے۔

مؤطا امام مالک کی فضیلت

مختصر طور پر امام مالکؒ کا تذکرہ اسلئے کر دیا تا کہ آپؒ کی مرتب کردہ تالیف ''مؤطا'' کی عظمت وعلو شان کا اندازہ ہو سکے۔ علامہ سیوطیؒ نے ''مؤطا امام مالک'' کے بارے میں امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "ما علی ظهر الارض كتاب بعد كتاب الله اصح من كتاب مالك (تزیین الممالک ص ۴۳)

روئے زمین پر قرآن شریف کے بعد مؤطا امام مالک سے کوئی زیادہ صحیح کتاب موجود نہیں ہے) اگرچہ اس قول کی محدثینؒ یہ توجیہ وتطبیق کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا یہ کہنا اس وقت تھا جب کہ صحیح بخاری ومسلم کا وجود منظر عام پر نہیں آیا تھا۔ کیونکہ اب تو قرآن مجید کے بعد صحیح بخاری کے درجہ اور مرتبہ ہونے پر سب علماء کرام کا اتفاق واجماع ہوا ہے۔

علامہ حافظ ابن حجرؒ نے تعجیل المنفعۃ ص ۴ میں یہ بھی نقل کر دیا کہ ''مؤطا'' تو امام مالکؒ کے مذہب کا ترجمان ہے اور اس کی روایات مالکیہؒ کے نزدیک مفتیٰ بہ ہیں۔ کیونکہ اس میں وہی روایات نقل کی گئی ہیں جو امام مالکؒ کے نزدیک صحیح تھیں۔

مؤطا امام مالک کی تحسین بہت سے ائمہ کرام نے مختلف الفاظ میں بیان کی ہے۔ علامہ ابن فرحون مالکیؒ متوفی ۷۹۹ھ نے اپنی کتاب ''دیباج المذھب'' میں مندرجہ ذیل تحسینی کلمات نقل کیے ہیں۔

قال عبدالرحمن بن زيد بن اسلم وضع مالك المؤطا وجعل احاديث زيد في آخر الابواب فقلت له في ذلك فقال انها كالشرح لما قبلها وقال ابوزرعة لو حلف رجل بالطلاق على احاديث مالك في المؤطا انها صحاح كلها لم يحنث ولو حلف على حديث غيره كان حانثاً (دیباج المذھب ص ۲۶)

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ نے جب مؤطا کی تالیف کی اور حضرت زیدؓ کی احادیث کو مؤطا کے آخری ابواب میں رکھا تو میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ حضرت زیدؓ کی حدیثیں گویا اس سے پہلے مذکورہ حدیثوں کے لئے بمنزلہ شرح کے ہیں اور علامہ ابوزرعہؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص یہ حلف اور قسم اٹھائے کہ اگر مؤطا کی سب احادیث صحیح نہ ہوں تو میری بیوی طلاق ہو تو یہ اپنی قسم میں حانث نہیں ہوگا اور اگر کسی دوسری کتاب کے متعلق یہ الفاظ کہدے تو پھر حانث ہو جائیگا اسی طرح علامہ ابن کثیرؒ اپنی مقبول ترین تصنیف علوم الحدیث میں لکھتے ہیں کہ كتاب مالك وهو المؤطا اجلّها واعظمها نفعاً وان كان بعضها اكبر حجما واكثر احاديث (الباعث الحثيث ص ۳۰) امام مالکؒ کی مؤطا نفع اور قدر وقیمت میں باقی کتب حدیث سے عظیم الشان ہے اگرچہ دوسرے کتب کثیر الاحادیث ہونے اور ضخامت میں اس سے بڑی ہیں۔ نیز وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے امام مالکؒ سے کہا کہ اپنی کتاب ''مؤطا'' کی روایات پر لوگوں کو جمع کر کے اس کی صحت پر ان کو متفق کر لیں۔ آپؒ نے کمال علم وانصاف کے تقاضے کو مدنظر رکھ کر ان کی درخواست کو قبول نہ کرتے ہوئے فرمایا ''ان الناس قد جمعوا واطلعوا على اشياء لم نطلع عليه (کہ میں ان کو مؤطا پر کیسے جمع کروں) حالانکہ انہوں نے بہت سی احادیث جمع کی ہوئی ہیں اور وہ ایسے اہم امور معلوم کر چکے ہیں کہ ہمیں معلوم نہ ہو سکے (حوالہ سابقہ)

اسی طرح مقدمہ فتح الباری ص ۴ میں ہے۔ صنف الامام مالك المؤطا وتوخى فيه القوى من حديث اهل الحجاز ومزجه باقوال الصحابة والتابعين۔ کہ امام مالکؒ نے مؤطا کی تصنیف میں اہل حجاز کے قوی روایات کو تلاش کر کے درج کیا ہے اور اس میں اقوال صحابہؓ اور تابعین کے فتاویٰ بھی شامل کیے ہیں۔

نیز علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ قال القاضی ابوبکر بن العربی فی شرح الترمذی الموطا هو الاصل الاول وکتاب البخاری هو الاصل الثانی فی هذا الباب وعلیهما بنی الجمیع کمسلم والترمذی (تنویر الحوالک ص ۵)

قاضی ابوبکر بن العربیؒ نے شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ (احادیث کے باب میں) بنیاد اور اصلِ اول مؤطا ہی ہے اور اس باب میں بخاری اصل ثانی ہے اور ان دونوں (مؤطا و بخاری) پر دوسری کتب جیسے مسلم، ترمذی وغیرہ کی بنا کی گئی ہے۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی امام ذہبیؒ کی ''سیر النبلاء'' سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان للموطا لوقعاً فی النفوس ومهابة فی القلوب لایوازیها شئی (تعلیق الممجد ص ۱۶)

بے شک امام مالک کی مؤطا کی لوگوں کے دلوں میں اتنی وقعت، بڑائی اور قدر و قیمت ہے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز بھی مساوی نہیں ہو سکتی۔

علامہ خولیؒ کی مفتاح السنۃ میں ہے قال الحافظ ابن حجر کتاب مالک صحیح عنده وعند من یقلده علی ما اقتضاه نظره من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع وغیرها .قال المحدث الدهلوی اما علی رأی غیره فلیس فیه مرسل ولا منقطع الا وقد اتصل السند به من طرق اخری فلاجرم کانت صحیحة من هذا الوجه وقد صنف ابن عبدالبر کتابا وصل ما فی المؤطا من المرسل والمنقطع والمعضل قال وجمیع ما فیه من قوله بلغنی ومن قوله عن الثقة عنده لما لم یسنده واحد وستون حدیثا کلها مسندة من غیر طریق مالک الا اربعة لا تعرف (مفتاح السنة ص ۲۳)

ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام مالک کی کتاب (مؤطا) خود اس کے اور ان کے مقلدین کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ ان کی رائے اور نظر میں حدیث مرسل اور منقطع وغیرہ بھی قابل حجت و استدلال ہیں۔ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ان کے علاوہ کی رائے میں مؤطا میں کوئی بھی ایسی روایت مرسل اور منقطع نہیں مگر وہ کسی دوسرے طریق سے مسند ہی ہوتی ہے تو گویا اس وجہ سے وہ صحیح ہوئی۔

علامہ ابن عبدالبرؒ نے اس سلسلہ میں ایک ایسی تصنیف کی ہے جس میں مؤطا کی مرسل، منقطع اور معضل روایات تک کو متصل سند سے بیان کیا ہے اور کہا کہ وہ سب روایات جن کو مسند کے طریق پر بیان نہیں

کیا اور ان میں لفظ بلغنی کا یا ''عن الثقة عنده'' کا ہے وہ سب صرف اکسٹھ (۶۱) روایات ہیں جو امام مالک کے طریق کے علاوہ دوسرے طرق سے صرف چار کے سوا باقی سب مسند ہیں۔

علامہ کتانی ''الرسالۃ المستطرفۃ'' میں لکھتے ہیں کہ وهی فی الرتبة بعد مسلم علی ما هو الاصح ویذکر ان جمیع مسائلها ثلاثة الاف مسألة (۳۰۰۰) واحادیثها سبع مائة حدیث (۷۰۰) وعن مؤلفها فیها روایات کثیرة اشهرها واحسنها روایة یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر اللیثی الاندلسی واذا اطلق فی هذه الاعصار مؤطا مالک فانما ینصرف لها واکبرها روایة عبدالله بن مسلمة القعنبی ومن اکبرها واکثرها زیادات روایة ابی مصعب احمد بن ابی بکر القرشی الزهری المدنی ومن جملتها روایة محمد بن الحسن الشیبانی صاحب ابی حنیفة وفی مؤطنه احادیث یسیرة یرویها عن غیر مالک واخری زائدة علی الروایات المشهورة وهی ایضا خالیة عن عدة احادیث ثابتة فی سائر الروایات اه (الرسالة المستطرفة ص ۱۳)

مؤطا امام مالکؒ کا درجہ صحیح روایات کی بنا پر صحیح مسلم کے بعد ہی ہے اور یہ بات بھی نقل کی جاتی ہے کہ مؤطا میں کل مسائل تو تین ہزار (۳۰۰۰) اور اس کی احادیث سات سو (۷۰۰) ہیں اور مؤطا کے جامعین اس کو مختلف روایات سے اس کے مؤلف سے نقل کرتے ہیں جن میں زیادہ تر مشہور روایت یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر لیثی اندلسی کی ہے یہی وجہ ہے کہ جب بھی مؤطا امام مالک کا تذکرہ مطلقاً ہوتا ہے تو پھر اس سے یہی نسخہ مراد لیا جاتا ہے۔ البتہ مرویات میں ضخیم نسخہ عبداللہ بن مسلمۃ القعنبی کا ہے بلکہ اگر زائد روایات کی کثرت کو مدنظر رکھا جائے تو پھر ابو مصعب احمد بن ابی بکر القرشی الزہری کا نسخہ اس سے بھی بڑا ضخیم ہے۔ نیز امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد محمد بن الحسن الشیبانی بھی امام مالک سے مؤطا کی روایت کرتے ہیں البتہ مؤطا امام محمد میں کچھ ایسی روایات بھی ہیں جو وہ امام مالکؒ کے علاوہ کسی دوسرے مشائخ سے نقل کرتے ہیں نیز اس میں کچھ روایات مشہورہ سے زائد بھی ہیں لیکن یہ نسخہ بھی دوسرے مؤلفات کی طرح بہت سے ایسی احادیث سے خالی ہے جو دوسری روایات میں امام مالکؒ سے ثابت شدہ ہیں (واللہ اعلم)

علامہ سیوطیؒ نے تنویر الحوالک ص ۵ میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام مالکؒ نے ایک لاکھ احادیث روایت

القاسم اکیڈمی

کی تھیں ان میں سے دس ہزار کو مؤطا میں (ابتداً) جمع کیا پھر ان کا تقابل جانچ پڑتال اور تحقیق قرآن وسنت سے نیز دوسرے اخبار اور آثار صحابہؓ سے بار بار کرتے رہے تا آنکہ صرف پانچ سو (۵۰۰) رہ گئیں۔ علامہ ابن عبدالبرؒ نے امام اوزاعیؒ کے تلمیذ عمر بن عبدالواحد سے نقل کیا ہے کہ **عرضنا علی مالک المؤطا فی اربعین یوما فقال کتاب الفته فی اربعین سنة اخذ تموه فی اربعین یوماً ما اقل ما تفقهون فیه (تنویر الحوالک ص ۵)**

ہم نے مؤطا کو امام مالکؒ سے (بطریقہ قرأت علی الشیخ) چالیس دن میں پڑھا آپؒ نے (تعجباً) فرمایا کہ ایک ایسی کتاب جسے میں نے چالیس سال میں تالیف کیا تم نے چالیس دنوں میں مجھ سے حاصل کر لی بہت تھوڑا تم نے اس کو سمجھا ہوگا۔

علامہ ابن فرحون مالکیؒ نے دیباج المذھب ص ۲۶ پر بعض ان اشعار کا تذکرہ کیا ہے جنہیں بڑے ائمہ کرامؒ نے مؤطا کی تحسین وتعریف میں پیش کیا ان میں سے صرف چند اشعار علامہ سعدون الوارجینی کے نقل کرتا ہوں۔

اقول لمن یروی الحدیث ویکتب — ویسلک سبیل الفقه ویطلب

میں اس شخص سے کہتا ہوں جو حدیث کو نقل کر کے لکھتا ہے اور اس میں تفقہ کا طریقہ اختیار کر کے طلب کرتا ہے۔

اذا احببت ان تدعی لدی الناس عالماً — فلا تعد ما تحوی من العلم یثرب

اگر تو لوگوں میں اچھا ماہر عالم بننا چاہتا ہے۔ تو جو اہل مدینہ (امام مالکؒ وغیرہ) نے علم سمیٹا ہے اس سے تجاوز نہ کر۔

اتترک دارا کان بین بیوتها — یروح ویغدو جبرئیل المقرب

کیا تو ایسے مبارک گھر کو چھوڑتا ہے جن میں صبح وشام مقرب فرشتے جبرئیل امین آیا جایا کرتے تھے۔

مؤطا کے احادیث کی تعداد

علامہ خولیؒ مفتاح السنۃ ص ۲۴ میں ذکر کرتے ہیں کہ **قال الابهری ابوبکر جملة مافی المؤطا من الآثار**

المصنفات في الحديث

عن النبی ﷺ وعن الصحابة والتابعین (۱۷۲۰) حدیث المسند منها (۶۰۰) والمرسل (۲۲۸) والموقوف (۶۱۳) ومن قول التابعین (۲۸۵)

امام ابہریؒ فرماتے ہیں کہ مؤطا امام مالک میں مجموعہ آثار (۱۷۲۰) ذکر ہیں جو نبی کریم ﷺ صحابہؓ اور تابعین سے منقول ہیں ان میں سے احادیث مندہ (۶۰۰) مرسل (۲۲۸) موقوف (۶۱۳) اور تابعینؒ کے اقوال (۲۸۵) ہیں۔ اسی طرح علامہ سیوطیؒ نے ''تقریب'' اور علامہ شیخ محمد یوسف بنوریؒ نے مقدمہ فیض الباری میں ابن حزمؒ سے نقل کیا ہے کہ

لقد احصیت ما فی المؤطا فوجدت فیه خمس مائة ونیفا مسندا وثلاث مائة ونیفا مرسلا وفیه نیف وسبعون حدیثا قد ترک مالک نفسه العمل بها وفیها احادیث ضعیفة اوهاها جمهور العلماء (مقدمه فیض الباری ص ۵۸)

ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مؤطا میں ذکر کردہ روایات وآثار کو شمار کیا تو پانچ سو (۵۰۰) سے کچھ زائد روایات مندہ ہیں اور تین سو (۳۰۰) سے کچھ زائد احادیث مرسلہ اور اس میں ستر (۷۰) سے کچھ زائد احادیث ایسی ہیں کہ خود امام مالکؒ نے بھی ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا اور اس میں کچھ ایسی احادیث بھی ہیں کہ جمہور علماء نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام خولیؒ لکھتے ہیں کہ **ولامنافاة بین ما نقله السیوطی وما قاله الابهری لان روایات (نسخ) المؤطا کثیرة تختلف زیادة ونقصاً (مفتاح السنة ص ۲۴)** (اور امام سیوطیؒ اور علامہ ابہریؒ کے اقوال میں کوئی تعارض اور منافات اسلئے نہیں ہے کہ مؤطا کے مختلف نسخے ہیں جن میں احادیث وآثار کی زیادتی اور کمی کا تذکرہ موجود ہے)

مؤطا کے مختلف مجموعے (نسخ)

امام مالکؒ سے بواسطہ تلامذہ مؤطا کے مختلف نسخوں کا تذکرہ کتب میں موجود ہے چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے مقدمہ تنویر الحوالک اور صاحب کشف الظنون نے اپنی کتاب میں چودہ نسخوں کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح علامہ عبدالحی لکھنوی تعلیق الممجد ص ۱۸۔۱۹۔۲۰ میں شیخ محدث دہلویؒ کی بستان المحدثین سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

ان نسخ المؤطا التی توجد فی دیار العرب فی هذه الایام متعددة الخ (بے شک ان دنوں عربی ممالک میں مؤطا کے مختلف نسخے اور مجموعے پائے جاتے ہیں) اس کے بعد پھر مؤطا کے سولہ نسخوں کی تفصیل بمعہ متفردات تین صفحات میں ذکر کی ہے یہاں ان کا تذکرہ مختصر طور پر کیا جارہا ہے۔

(۱) پہلا نسخہ یحیٰی بن یحیٰی المصمودی المتوفی ۲۰۴ھ کا ہے جو ہمارے شہروں (متحدہ ہندوستان) میں زیادہ تر مروّج ہے بلکہ جب کبھی مؤطا کا ذکر مطلقاً ہو تو پھر یہی مراد ہوتا ہے۔ آپؒ نے اس کی سماع امام مالکؒ سے ان کے وفات ہی کے سال کی ہے بلکہ آپؒ شیخ کی تجہیز و تکفین میں بھی شریک رہے اور اس نسخے کے شروع میں بسم اللہ کے بعد وقوت الصلوۃ (اوقات نماز) کا ذکر ہے۔

(۲) دوسرا نسخہ ابن وھبؒ یعنی ابو محمد عبداللہ بن سلمہ الفہری المتوفی ۱۹۷ھ کا ہے۔ آپؒ اپنے زمانہ میں کثیر الروایت تھے آپؒ نے اجتہاد اور تفقہ کے طریقے امام مالکؒ اور لیث بن سعدؒ سے سیکھے تھے۔ مجتہد بھی تھے کسی کی تقلید نہیں کیا کرتے۔ امام ذہبیؒ وغیرہ ذکر کرتے ہیں کہ

انه وجد فی تصانیفه مائة الف حدیث وعشرون الفا من روایاته ومع هذه لایوجد فی احادیثه منکر فضلاً عن ساقط وموضوع (آپؒ کی تصانیف میں آپؒ سے ایک لاکھ بیس ہزار روایات موجود ہونے کے باوجود اس میں کوئی منکر روایت نہیں چہ جائیکہ موضوع اور ساقط روایت ہو)

اور اسی نسخہ کے شروع میں یہ حدیث مذکور ہے کہ اخبرنا مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة عن رسول الله ﷺ قال امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لااله الا الله (الحدیث)

ابن وھبؒ اپنے شیخ امام مالکؒ سے بسند متصل حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا مجھے حکم کیا گیا ہے کہ لوگوں (کفار) کے ساتھ قتال کروں تا آنکہ کلمہ توحید (لاالہ الا اللہ) پڑھ کر ایمان لائیں۔ اور یہ حدیث ابن وھب کے متفردات سے ہے مؤطا ابن القاسم کے علاوہ دوسرے مؤطات میں یہ نہیں پائی جاتی۔

(۳) تیسرا نسخہ ابن القاسم یعنی ابوعبداللہ عبدالرحمٰن بن قاسم بن خالد مصری المتوفی ۱۹۱ھ کا ہے آپؒ (مؤلف) وہ پہلے شخص ہیں جس نے "المدونۃ" میں امام مالکؒ کے مذہب کو مدون و مرتب کیا ہے اور اسی مدونہ پر امام مالک کے مذہب کے فقہاء کرام کا اعتماد ہے۔

آپ بڑے فقیہ، زاہد اور متقی شخص تھے آپؒ کا معمول ہر دن میں دو قرآن مجید ختم کرنے کا تھا۔

(۴) چوتھا نسخہ معن بن عیسیٰ المتوفی ۱۹۸ھ کا ہے یہ امام مالکؒ کے بڑے اہم اور محقق تلامذہ میں سے تھے ہر وقت اپنے شیخ امام مالکؒ کے ساتھ رہا کرتے تھے بلکہ آپؒ کو امام مالکؒ کی عصا (لاٹھی) کہا جاتا تھا کیونکہ شیخ امام مالکؒ کبر سنی (بڑھاپے) میں مسجد کو جانے کے وقت آپؒ پر ہی تکیہ لگائے نکل کر جاتے تھے۔

(۵) پانچواں نسخہ امام قعنبیؒ یعنی ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب الحارثی المتوفی ۲۲۱ھ کا ہے۔ اسماء الرجال کے ماہر ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام قعنبیؒ اور وکیعؒ کے علاوہ محدثین میں سے کسی کو احادیث بیان کرنے میں زیادہ مخلص نہیں دیکھا آپؒ مستجاب الدعوات تھے اور بہت فضائل کے مالک اور ابدال میں سے شمار کیے جاتے تھے۔

(۶) چھٹا نسخہ عبداللہ بن یوسف دمشقی التنیسی المتوفی ۲۱۸ھ کا ہے۔ امام بخاریؒ، امام حاتمؒ نے آپ کی توثیق کی ہے اور امام بخاریؒ نے اپنی کتب میں آپؒ سے بہت روایتیں نقل بھی کی ہیں اور آپ کو شامی محدثین میں زیادہ اثبت فرمایا کرتے تھے۔

(۷) ساتواں نسخہ یحیٰی بن یحیٰی بن بکیر مصری المتوفی ۲۲۶ھ کا ہے آپؒ نے امام مالک اور لیثؒ سے اخذ احادیث کی ہے اور امام بخاریؒ و مسلمؒ نے اپنی صحیحین میں بواسطہ آپؒ سے روایتیں کی ہیں۔ بہت سے محدثینؒ نے آپؒ کی توثیق کی ہے۔ البتہ جو آپ کے مناقب سے واقف نہ تھے ان سے توثیق منقول نہیں۔ امام اسحٰق بن راھویہؒ آپؒ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ما رأیت مثله ولا رأی مثل نفسه وهو اثبت من عبدالرحمن بن مهدی (میں نے اس جیسے کسی (محدث) کو نہیں دیکھا اور نہ اس نے اپنے مثل کسی کو دیکھا اور وہ عبدالرحمٰن بن مہدی سے (احادیث میں) زیادہ اثبت ہیں)

(۸) آٹھواں نسخہ سعید بن عفیر بن مسلم الانصاری المتوفی ۲۲۶ھ کا ہے۔ آپؒ بھی امام مالک اور امام لیثؒ وغیرہ کے تلامذہ میں سے تھے اور انہی سے اخذ علوم کرتے رہے۔ امام بخاریؒ وغیرہ نے آپؒ سے روایت کی ہے۔

(۹) نواں نسخہ ابومصعب احمد بن ابی بکر القاسم بن الحارث بن زرارہ بن مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف الزہری التوفی ۲۴۲ھ کا ہے۔ آپؒ مدینہ شریف کے مشائخ اہل علم اور وہاں کے قاضیوں میں سے تھے۔ علماء کرام کہتے ہیں کہ امام مالکؒ کے سامنے پیش شدہ مؤطات میں آپ کا جمع شدہ مؤطا آخری ہی تھا۔ اور آپؒ اور ابوحذافہ السہمی کے جمع شدہ مؤطات میں ایک سو کے لگ بھگ احادیث دوسرے مؤطات سے زائد ہیں۔

(۱۰) دسواں نسخہ مصعب بن عبداللہ الزبیری التوفی ۲۳۶ کا ہے۔ اس کی توثیق ابن معینؒ، ابوزرعہؒ، دار قطنیؒ، اور ابن حبانؒ وغیرھم نے کی ہے۔

(۱۱) گیارھواں نسخہ محمد بن المبارک الصوری القرشی ابوعبداللہ القلانسی التوفی ۲۱۵ھ کا ہے۔ آپؒ کی توثیق امام عجلیؒ، ابوحاتمؒ، ابن حبانؒ نے کی ہے۔ امام ذہلیؒ فرماتے ہیں کہ محدثین شام میں میرے دیکھے ہوئے (واقفین) علماء میں سے آپؒ سب سے افضل تھے۔

(۱۲) بارھواں نسخہ ابوحذافہ احمد بن اسمٰعیل السہمی التوفی ۲۵۹ھ کا ہے۔ امام دارقطنیؒ نے آپ کی تضعیف کی ہے اسی طرح آپ روایات کے نقل کرنے میں بھی زیادہ معتبر شمار نہیں ہوتے اور امام مالکؒ کے تلامذہ میں سے فوت ہونے والوں میں آخری ہیں۔

(۱۳) تیرھواں نسخہ سلیمان بن برد کا ہے۔

(۱۴) چودھواں نسخہ ابومحمد سوید بن سعید الھروی التوفی ۲۴۰ھ کا ہے۔ یہ حفاظ اور معتبر محدثین میں سے تھے۔ امام مسلم وابن ماجہ وغیرھما نے بھی اس سے روایت کی ہے۔

(۱۵) امام ابوحنیفہؒ کے مشہور تلمیذ محمد بن الحسن الشیبانی التوفی ۱۸۹ھ کا ہے۔ آپؒ کے مناقب وفضائل کا تذکرہ آئندہ آرہا ہے۔

(۱۶) سولھواں نسخہ یحیٰی بن یحیٰی التمیمی ۲۲۲ھ کا ہے۔

مؤطا کے شروح ومختصرات

علامہ محمد عبدالعزیز خولیؒ نے اپنی کتاب مفتاح السنۃ ص ۲۷ میں اس بحث وتفصیلاً ذکر کیا ہے۔ یہاں

اس کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ "جن لوگوں نے مؤطا کی شرح کی ہے ان میں سے ابومروان عبدالملک بن حبیب المالکی ۲۳۹ھ ہیں نیز حافظ ابوعمر یوسف بن عبدالبر التوفی ۴۶۳ھ نے بھی ایک کتاب تو "التقصی لحديث الموطا" تصنیف کی اور اس کی ایک دوسری کتاب "التمهيد لما في الموطا من الاسانيد" بھی مشہور ہے۔ علامہ ابن حزم اس کے متعلق کہتے ہیں۔

هو كتاب في الفقه والحديث ولا اعلم نظيره۔ (کہ یہ کتاب حدیث وفقہ (کے مسائل واحکام) کے متعلق ایک ایسی کتاب ہے کہ مجھے اس کی مثل اور نظیر معلوم نہیں ہے)۔

اسی طرح مؤطا کی شرح حافظ ابوبکر محمد بن العربی التوفی ۵۴۶ھ نے "القبس" کے نام سے کی ہے۔ اور مؤطا کی شروح میں جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطیؒ التوفی ۹۱۱ھ کی شرح "كشف الغطاء في شرح الموطا" ہے جس کو بعد میں مختصر کر کے "تنویر الحوالک" کے نام سے علیحدہ شرح مسمیٰ کر دی۔ مؤطا کی ایک مبسوط شرح محمد بن عبدالباقی الزرقانی المصری المالکی التوفی ۱۰۱۴ھ نے تین جلدوں میں کی۔ اسی طرح شیخ علی القاری الھروی الحنفی ثم المالکی التوفی ۱۱۲۲ھ نے مؤطا کی شرح دو جلدوں میں کی ہے۔ علامہ خولیؒ لکھتے ہیں کہ وشرحه في مجلدين وهو مشتمل على نفائس لطيفة وغرائب شريفة ولكن لا يخلو اكلامه في نقد الرجال من مسامحات كثيرة (مفتاح السنة ص ۲۷، التعليق الممجد ص ۲۶) (شیخ ملا علی قاریؒ نے اس کی شرح دو جلدوں میں کی ہے جو بڑے گہرے، عمدہ اور قیمتی عجیب معلومات پر مشتمل ہیں لیکن اس کے رجال کو پرکھنے اور تنقید کرنے میں اس کا کلام مسامحات کثیرہ سے خالی نہیں ہے)

ہندوستان کے مشہور محدث شیخ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم دھلوی التوفی ۱۱۷۶ھ نے بھی مؤطا کی دو عمدہ شرحیں لکھی ہے۔ ایک فارسی زبان میں جو "المصفیٰ" کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں امام مالکؒ کے اقوال وبلاغات کو محذوف کر کے صرف احادیث وآثار کا تذکرہ کیا ہے اور اس میں مجتہدین کے طرز پر کلام کیا ہے۔ اور دوسری شرح عربی میں ہے اور وہ "المسوّیٰ" کے نام سے مسمیٰ ہے۔ اس میں احادیث غریبہ کی ضروری تشریح اور اختلاف مذاہب کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔

علامہ خولیؒ نے مؤطا کے مختصرات میں سے امام خطابی، احمد بن محمد البستیؒ التوفی ۲۸۸ھ، ابوالولید

سلیمان بن خلف الباجی المتوفی ۴۷۴ھ کی مختصرات کا ذکر خاص طور پر کیا ہے۔

ہاں اس سلسلہ میں علامہ عبدالحئیؒ لکھنوی نے التعلیق الممجد ص ۲۰ میں ''الفائدة التاسعة'' کے عنوان کے تحت مؤطا کے شروح، تعلیقات اور مختصرات اور ان کے مصنفین کے حالات کو تفصیلاً بیان کیا ہے ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ

وقد ذكر السيوطي في تنوير الحوالك نقلاً عن القاضي عياض جمعاً كثيراً ممن اعتنى بالمؤطا شرحا اوتلخيصا او غير ذلك ممن ذكرناه ومن لم نذكره حيث قال قال القاضي عياض في المدارك" لم يعتن بكتاب من كتب الحديث والعلم اعتناء بالمؤطا الخ.

یعنی امام سیوطیؒ نے تنویر الحوالک میں قاضی عیاضؒ سے نقل کرتے ہوئے ایک ایسی محدثین وفقہاء کی جماعت کثیرہ کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے مؤطا کی شرح، تلخیص، اختصار اور تعلیقات پر پورے اہتمام کے ساتھ اہم کام کیا ہے جن میں سے بعض کو ہم نے ذکر کیا اور بعض کا تذکرہ نہیں کیا پھر امام سیوطیؒ نے فرمایا کہ قاضی عیاضؒ نے مدارک میں یہ بھی کہا کہ حدیث اور دیگر علوم کی کتب میں سے کسی کتاب کا اتنا اہتمام (شروحات، تعلیقات، مختصرات وغیرہ میں) نہیں ہوا جتنا کہ مؤطا کا ہوا ہے۔

(۳) مسند امام شافعیؒ المتوفی ۲۰۴ھ

یہ مسند مذاہب اربعہ میں سے مشہور امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعیؒ کا ہے۔ شذرات الذہب ج ۲ ص ۹ میں ہے کہ امام شافعیؒ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں حافظ قرآن ہوئے اور دس سال کی عمر میں مؤطا بھی یاد کرلیا۔ آپؒ جب ۱۹۵ھ میں بغداد تشریف لائے تو بہت سے جید علماء کرامؒ استفادہ کے لئے حاضر خدمت ہوئے آپؒ وہاں دو سال تک رہے اور تعلیم وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رہا پھر آپؒ واپس مکہ مکرمہ تشریف لے گئے پھر ۱۹۸ھ میں بغداد تشریف لائے ایک ماہ تک وہاں قیام رہا اور پھر مصر چلے گئے وہاں بھی تصنیفات جدیدہ کا سلسلہ جاری ہوا

اور مصر کے قیام کے دوران کتاب "الام" امالی الکبری، املاء الصغیر، مختصر البویطی، مختصر المزنی، مختصر الربیع، الرسالة اور سنن جیسی کتابیں لکھی۔ ابن زولاقؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے دوسو کے قریب (اجزاء) لکھے۔ بلکہ امام اسنویؒ تو فرماتے ہیں کہ اول من صنف فی اصول الفقه بالاجماع واول من قررنا سخ الحدیث من منسوخه واول من صنف فی ابواب کثیرة (شذرات الذهب ج ۲ ص ۹)

(امام شافعیؒ کو اصول فقہ، ناسخ ومنسوخ اور ابواب کے طرز پر تصنیف وتالیف کرنے میں بہ اجماع اولیت حاصل ہے انتہی۔ (امام اسنویؒ کے اس قول کے متعلق ائمہ کرام کے اقوال سے کچھ وضاحت بعد میں پیش کی جائے گی)۔

اسحٰق بن راہویہؒ کہتے ہیں کہ میری جب امام احمد بن حنبلؒ سے مکہ شریف میں ملاقات ہوئی تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ آیئے میں تجھے ایسا شخص دکھاؤں کہ پہلے کبھی اس جیسا شخص آپ نے نہ دیکھا ہوگا پھر مجھے امام شافعیؒ کے پاس لے گئے۔ فقیہ ابوثورؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ جیسا شخص نہیں دیکھا اور نہ خود اس نے اپنے جیسے کوئی دیکھا ہوگا۔ بلکہ امام ابوداؤدؒ تو فرماتے ہیں" ما اعلم للشافعی حدیثا خطأ فیه (کہ امام شافعیؒ کے مرویات میں مجھے کوئی ایسی حدیث جس میں اس نے خطا کی ہو معلوم نہیں ہے)

یہ چند اقوال تو امام شافعیؒ کی قدر ومنزلت کے اظہار کے لئے ذکر کردیئے گئے۔

مسند شافعی کے متعلق آراء

اس کے "مسند" کے متعلق علامہ ابن حجرؒ تعجیل المنفعة میں لکھتے ہیں۔ ما نسبه لمسند الشافعی لیس الامر فیه کذلک بل الاحادیث المذکورة فیه منها ما یستدل به لمذهبه ومنها ما یورده مستدلا لغیره ویوهیه ثم ان الشافعی لم یعمل هذا المسند وانما التقطه بعض النیسابوریین من الام وغیرها من مسموعات ابی العباس الاصم التی کان انفرد بروایتها عن الربیع وبقی من حدیث الشافعی شیئ کثیر لم یقع فی هذ المسند (تعجیل المنفعة ص ۴) وہ جو امام شافعیؒ کی طرف مسند منسوب کی جاتی ہے وہ درحقیقت ایسا نہیں بلکہ اس میں مذکورہ احادیث میں سے بعض تو اس کے مذہب کے لئے

مستدل ہیں اور بعض دوسرے احادیث کو دوسرے حضرات کے استدلال کے لئے ذکر کر کے انکا مخ
بیان کیا جاتا ہے پھر (یہ بھی معلوم ہونا چاہئے) کہ امام شافعیؒ نے یہ مسند خود تالیف نہیں فرمایا بلکہ بع
نیشاپوری حضرات نے ابوالعباس اصم کی وہ مسموعہ روایات جن میں وہ امام ربیعؒ سے منفرد تھے کتا
الام وغیرہ سے منتخب کر کے جمع کی گئی اور امام شافعیؒ کی بہت سی مرویات اس مسند میں نہیں ہیں۔

اس کے بعد (سابقہ دعویٰ کے ثبوت کے لئے) ابن حجرؒ یہ بھی لکھتے ہیں کہ امام ابوبکر بن خزیمہؒ کا یہ قول
بطور دلیل کافی ہے کہ انه لا يعرف عن النبي ﷺ سنة لم يودعها الشافعي كتابه وكم من س
وردت عنه ﷺ لا توجد في هذا المسند۔

(مسند امام شافعیؒ کے متعلق یہ مذکور ہے) کہ نبی علیہ السلام سے کوئی ایسی سنت مشہورہ نہیں ہے کہ ام
شافعیؒ نے اپنی کتاب (مسند) میں اس کو ذکر نہ کیا ہو۔ حالانکہ بہت سی ایسی سنتیں جو نبی کریم ﷺ
سے وارد اور ثابت ہیں لیکن وہ اس مسند میں موجود نہیں ہیں اھ۔

علامہ ابن حجرؒ اس سلسلہ میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ "مسند شافعی" کے مرتب اور جامع نے نہ تو احادی
مذکورہ کو مسانید کے طریقہ پر ذکر کیا اور نہ ہی ابواب کے طرز پر بلکہ کتاب الامّ وغیرہ سے کیف ما اتف
روایات لے کر جمع کر دی ہیں حالانکہ اس سے یہ ایک بڑی کمی واقع ہوئی ہے اور اسی وجہ سے اس ک
بہت سے مقامات میں تکرار بھی واقع ہو گیا ہے۔

اس پر علامہ موصوف مزید لکھتے ہیں کہ "ومن اراد الوقوف على حديث الشافعي مستوعباً فعلي
بكتاب "معرفة السنن والآثار" للبيهقي فانه تتبع ذلك اتم تتبع فلم يترك له في تصانيفه القديم
والجديدة حديثا الا ذكره واورده مرتبا على ابواب الاحكام فلو كان الحسيني اعتبر مافيه لكا
اولىٰ (تعجيل المنفعة ص ٥)

یعنی اگر کوئی شخص امام شافعیؒ کے مرویات پر مکمل عبور اور احاطہ حاصل کرنا چاہے تو وہ امام بیہقیؒ کی کتاب
"معرفة السنن والآثار" کا مطالعہ فرمائے کیونکہ اس نے اس سلسلہ میں پوری تتبع وتلاش کر کے اما
شافعیؒ کی تصانیف قدیمہ اور جدیدہ میں جہاں کہیں اس کو کوئی حدیث ملی ہے تو اس نے اس کا ذکر اس
میں کر دیا ہے اور یہ کہ اس کو احکام کے ابواب کے طرز وطور پر مرتب فرمایا ہے ۔ اگر مسند شافعی کے

(جامع) الحسینیؒ ان ہی احادیث جو کہ "السنن والآثار" میں موجود ہیں کا بھی اعتبار کر لیتا تو بہت اچھا
ہوتا اسی طرح ملا کاتب چلپی المتوفی ۱۰۲۷ھ کشف الظنون ج ۲ ص ۴۳۳ میں اس کے متعلق لکھتے
ہیں کہ رتبه الامير سنجر بن عبدالله علم الدين الجاولي وشرحه جماعة منهم ابو السعادات
المبارك بن محمد المعروف بابن الاثير الجزري المتوفى ٦٠٦ھ وسماه كتاب الشافعي العيني
في شرح مسند الشافعي وهو في خمس مجلدات۔

مسند امام شافعیؒ کو امیر سنجر بن عبداللہ نے مرتب کیا اور پھر ایک بڑی جماعت نے اس کی شرح کی ہے
جن میں سے ابوالسعادات ابن الاثیر الجزریؒ المتوفی ۶۰۶ھ بھی ہیں جنہوں نے اپنی شرح کا نام
"الشافي العيني في شرح مسند الشافعي" رکھا اور وہ پانچ جلدوں میں ہے۔

اسی طرح شیخ زین الدین عمر بن احمد الحلبی نے مسند شافعیؒ سے انتخاب کر کے ایک کتاب تالیف کی جس
کا نام "المنتخب المرضي من مسند الشافعي" رکھا۔ اسی طرح مسند شافعیؒ کے جامع ومؤلف مشہور
امام ابوعبداللہ بن يعقوب بن يوسف الاصم الشافعي المتوفى ۲۴۶ھ بھی ہیں اور پھر اس کی شرح امام
ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد القزوینی نے دو جلدوں میں کی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی ایک
کتاب مسند امام شافعیؒ کے متعلق لکھی ہے اور اس کا نام بھی "الشافي العيني على مسند الشافعي" رکھا
۔ نیز امام شافعیؒ کی ایک کتاب السنن بروایت احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاویؒ الحنفی ایک چھوٹی جلد میں
بھی ہے۔ جس کے صفحات (۱۲۰) ہیں اور یہ ایک خطبہ اور چالیس ابواب پر مشتمل ہے اس کا شروع
"باب ماجاء في الصلوة في السفر" اور اس کا آخری باب "باب الجهاد" ہے۔ کتاب کے آخر میں
یہ درج ہے کہ كتاب السنن في علم الحديث الشريف فاق سواه في حسن الترصيف وتصنيف کہ
حدیث شریف میں کتاب السنن دوسری کتب پر ترتیب وتصنیف کی تقویت، حسن، خوبصورتی میں بلند
ترین کتاب ہے۔

اصول فقہ کے اول مدوّن کون تھے

راقم الحروف کے نزدیک امام شافعیؒ کے متعلق امام اسنویؒ کا سابقہ یہ قول کہ "ان کو اصول فقہ کی ترتیب

وتصنیف میں بہ اجماع اولیت حاصل ہے" کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ ائمہ کرام وفقہاء عظام کے اقوال کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کا یہ کہنا علی الاطلاق صحیح معلوم نہیں ہو رہا ہے کیونکہ اخبار کثیرہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ فقہ اور اصول فقہ کی ترتیب وتبویب اور تدوین شرائع واحکام میں اولیت وسابقیت امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے مخصوص تلامذہ حضرات ہی کو حاصل ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ومن مناقب ابی حنیفة مما انفرد بها انه اول من دوّن الشريعة ورتبه ابواباً (تبييض الصحيفة ص ۳۲) (امام ابوحنیفہؒ کے مناقب واوصاف منفردہ میں سے یہ بھی ہے کہ آپؒ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے شریعت کی ترتیب وتدوین اور تبویب کا کارنامہ سرانجام دیا)

نیز آپؒ کے تلامذہ کرام نے صحابہؓ اور تابعینؒ حضرات کے فتاوی کی تدوین وتالیف کو ابواب وغیرہ کے عنوانات پر مرتب فرمایا ہے بلکہ اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ خود ان کے مرتب کردہ فتاوی وغیرہ کی وقتاً فوقتاً مراجعت کرکے ان کی تثبیت وتغییر بھی فرمالیا کرتے تھے۔ چنانچہ مشہور مصری عالم ابوزہرہؒ کی کتاب "مناقب ابی حنیفہ ص ۱۸۹ میں بحوالہ مناقب ابن البزازیؒ منقول ہے کہ

عن ابی عبدالله (ای محمد بن الحسن الشيبانی كنت اقرأ عليه اقاويله وكان ابويوسف ادخل فيها ايضا اقاويله وكنت اجهد الا اذكر قول ابی يوسف بجنبه فزلّ لسانی يوماً وقلت بعد ذكر قوله وفيها قول آخر فقال ومن هذا الذی يقول هذا القول فكنت اعلم بعده علی قول ابی يوسف فلا اذكر عنده (مناقب لابن البزازی ج۲ ص ۱۰۹)

(امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد) محمد بن الحسن شیبانیؒ سے منقول ہے کہ میں جب امام ابوحنیفہؒ کے اقوال مرتب کردہ (جن کے ساتھ امام ابویوسفؒ نے بھی اپنے اقوال شامل کئے ہوتے) امام صاحب کے سامنے جب بطور قرأت بیان کرتا تو کوشش اور خیال یہی ہوتا کہ ان کے ساتھ امام ابویوسف کا قول کہیں ذکر نہ ہوجائے لیکن اتفاقاً ایک روز اسی قرأت کے دوران زبانی لغزش کرتے ہوئے میں نے امام صاحب کے قول کے ذکر کرنے کے بعد کہا کہ "وفيها قول آخر" (کہ اس میں ایک اور قول بھی ہے) تو امام صاحب نے فوراً کہا کہ وہ کون ہے جو یہ قول کرتا ہے (امام محمدؒ فرماتے ہیں) کہ اس کے بعد تو میں پورے تیقظ اور بیدار مغزی سے (امام ابویوسف کے اقوال کو معلوم کرکے) محتاط طریقہ سے

امام صاحب کے سامنے اقوال کی قرأت کرتا تاکہ امام ابویوسفؒ کے اقوال کا تذکرہ اس دوران آپ کے سامنے نہ ہوجائے اسی طرح "المناقب للمکی" ج۲ ص ۱۳۳ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تدوین وتالیف شورائی (دستوری کمیٹی) کے طرز وطریقہ پر تھی نہ کہ وہ صرف اپنی اجتہادی رائے پر اپنے اصحاب شوریٰ سے مشورہ کئے بغیر اصرار فرمایا کرتے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں آپؒ ایک ایک مسئلہ کو مختلف انداز اور پیرایوں سے اصحاب الرای (اہل شوریٰ) کے سامنے بحث کے لئے پیش فرماکر اس پر اپنی رائے کا اظہار فرمادیتے پھر جو دلائل دوسرے مخاطبین اہل شوریٰ اس مسئلہ پر بیان فرماتے تو ان کو بھی پوری توجہ سے سنا کرتے اور اس پر بحث وتمحیص کے بعد جس قول پر اتفاق ہوجاتا اسے امام ابویوسفؒ "الاصول" میں محفوظ کرلیتے تاآنکہ سب اصول وقواعد کو آپؒ (امام ابویوسفؒ) نے اس طریقہ پر جمع فرمالیا۔

علامہ ابوزہرہؒ اس سلسلہ میں مزید لکھتے ہیں کہ وكذا كان لابی حنيفة تلاميذ كثيرون منهم من كان يرحل اليه ويستمع امداً ثم يعود الی بلده بعد ان يأخذ طريقه ومنهاجه ومنهم من لازمه وقد قال فی اصحابه الذين لازموه" هو لاء ستة وثلاثون رجلاً منهم ثمانية وعشرون يصلحون للقضاء وستة يصلحون للفتوى واثنان ابويوسف وزفر يصلحان لتاديب القضاة وارباب الفتوى (مناقب ابی حنيفة لابی زهرة ص ۱۹۵)

(امام ابوحنیفہؒ کے بہت سے شاگرد تھے بعض تو وقتی طور پر آکر آپؒ کے طور وطریقہ کی تعلیم حاصل کرکے اپنے اپنے علاقوں کو چلے جاتے لیکن بعض حضرات ہمہ وقت آپؒ کے ساتھ اسی سابقہ غرض کو حاصل کرنے کے لئے مستقل قیام پذیر ہوا کرتے چنانچہ ان ہی حضرات کے متعلق امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ یہ چھتیس حضرات ایسے علوم وکمالات سے موصوف ہیں کہ ان میں سے اٹھائیس تو قضاء (فیصلوں) کی اہلیت رکھتے ہیں اور چھ فتوی دینے کی صلاحیت سے موصوف ہیں ہاں دو یعنی ابویوسفؒ اور امام زفر تو ان مذکورہ بالا چھتیس حضرات کی تہذیب وتربیت یعنی معلم واستاذ ہونے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں)

علامہ ابوزہرہؒ فرماتے ہیں کہ امام ابویوسف کے ذریعہ فقہ حنفی کو بہت بڑی تقویت حاصل ہوئی اور آپؒ ان فقہائے کرام میں سے ہیں جنہوں نے احادیث سے اپنے آراء کو مدلل اور تقویت دی ہے بلکہ آپؒ تو

محدثین اور اہل الرأی کے طور طریقہ کے جامع ہیں آپؒ نے محدثین اور فقہاء سے اس حد تک استفادہ فرمایا ہے کہ آپ امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب (تلامذہ و مستفیدین) میں سے "احفظ للحدیث" (احادیث کے زیادہ حافظ) شمار کئے جاتے ہیں۔

امام ابو یوسفؒ نے اس سلسلہ میں اپنی اور اپنے مشائخ اساتذہ کے آراء کو جمع کر کے بہت سی اہم کتب کی تدوین و تالیف کی ہے۔ چنانچہ ابن ندیمؒ نے الفہرس ص ۲۸۶ میں ان کا ذکر تفصیلاً کیا ہے۔ ان کا خلاصہ یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

یعنی یہ کہ "اصول اور امالی میں سے امام ابو یوسفؒ کی کتاب الصلوة، کتاب الزکوة، کتاب الصیام، کتاب الفرائض، کتاب البیوع، کتاب الحدود، کتاب الوکالة، کتاب الوصایا، کتاب الصید والذبائح، کتاب الغصب والاستبراء، کتاب اختلاف الامصار، رسالة فی الخراج الی الرشید وغیرھا" بلکہ امالی ابو یوسف میں سے بشر بن ولید قاضی کی روایت سے تو ایک ایسی املاء بھی ہے جو کہ امام ابو یوسف کی تفریعاتِ مسائل کی چھتیس کتابوں پر مشتمل ہے۔

نیز امام ابو یوسفؒ کبھی ان مسائلؒ خلافیہ کا تذکرہ بھی کرتے ہیں جن میں اپنے شیخ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ اختلاف کیا ہوتا ہے مثلاً ان میں سے اس ایک مسئلہ کا تذکرہ مناسب ہے کہ ارض موات کے احیاء (آباد کرنے اور پھر آباد کرنے والے کے ثبوت ملکیت) کے لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک امام اور حاکم وقت کا اذن اور اجازت ضروری ہے اور امام ابو یوسفؒ حاکمِ وقت کی اجازت کو شرط نہیں قرار دیتے بلکہ فرماتے ہیں کہ بغیر اجازت کے بھی ارض موات کے آباد کرنے والے کے لئے زمین کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے۔

اسی طرح تلامذہ ابوحنیفہؒ میں سے امام محمد بن الحسن شیبانیؒ بھی ایک عرصہ طویل تک اپنے شیخ امام ابوحنیفہؒ کی مصاحبت میں رہ کر آپؒ سے علم فقہ وغیرہ کی تحصیل کرتے رہے اور آپؒ کے بعد امام ابو یوسفؒ سے اخذ و استفادہ میں کوشاں رہے اور پھر اپنے شیوخ کے علوم کی نشر و اشاعت اور تصنیف کتب میں بے حد مصروف رہے۔

الجواہر المضیئہ میں ہے۔ قال ابراهیم بن الخریمی (قیل) لاحمد بن حنبل من این لک

هذه المسائل الدقيقة قال من كتب محمد بن الحسن وذكر في كتاب التعليم ان من جملة الكتب التي طلبها الشافعي السير الكبير لمحمد بن الحسن (الجواهر المضنية ج ۲ ص ۴۲)

(ابراہیم ابن الخریمیؒ کہتے ہیں کہ احمد بن حنبلؒ کو کہا گیا کہ اس قدر زیادہ اور اتنے دقیق مسائل آپ کو کہاں سے حاصل ہوئے تو آپؒ نے فرمایا کہ محمد بن الحسن کی کتابوں سے نیز کتاب التعلیم میں ہے کہ امام شافعیؒ کی مطلوبہ اور پسندیدہ کتب میں سے امام محمد بن الحسن کی کتاب سیر کبیر بھی ہے)

مشہور محقق ابوزہرہؒ کی مناقب ص ۲۰۸ میں ہے کہ امام محمدؒ کی مرتب اور تالیف کردہ کتب توثیق و تقویت اور معتمد ہونے کے لحاظ میں یکساں اور ایک درجہ میں نہیں ہیں بلکہ علماء محققین نے ان کی مذکورہ حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں دو طرح پر تقسیم کیا ہے۔

(۱) ایسی کتابیں جو ظاہر الروایۃ اور اصول کہلاتی ہیں کیونکہ وہ امام محمدؒ سے بواسطہ ثقہ راویوں کے منقول ہیں تو گویا وہ امام محمدؒ سے بطریقہ تواتر یا بدرجہ شہرت ثابت شدہ ہیں اور یہی کتب فقہ حنفی کی بنیاد اور اصول ہیں اور وہ مبسوط، زیادات، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔

(۲) دوسری ایسی کتابیں جو توثیق و اعتماد میں قسم اول کے درجہ کی نہیں ہیں اور انہیں نوادر اور غیر ظاہر الروایۃ کہا جاتا ہے۔

خلاصہ بحث

الحاصل یہ کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی کتب مختلفہ کی نشاندہی کرنے سے اصل مقصد بھی یہی ہے کہ امام اسنویؒ کا قول مذکور "کہ امام شافعیؒ اصول فقہ کے پہلے مدوّن ہیں واقعاتی اور تجزیاتی طور پر صحیح معلوم نہیں ہوتا بلکہ فقہ اور اس کے اصول کو مستقل عنوانات، ابواب میں مرتب اور مدون کرنے میں اولیت، سبقت اور تقدم کا شرف امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے ممتاز تلامذہ امام ابو یوسفؒ و دیگر ائمہ احنافؒ ہی کو حاصل ہے اگر چہ ان سے پہلے ابراہیم النخعیؒ، اور امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شیخ امام حمادؒ اور اس جیسے دوسرے اکابرین کے مجموعے موجود تھے لیکن وہ صرف حفظ اور یادداشت کی غرض سے غیر مربوط

اور غیر مرتب لکھے گئے تھے اور انہیں ایک فن کی حیثیت سے مدوّن نہیں کیا گیا تھا۔ اسی لئے تو مناقب موفق، مناقب کردری وغیرہ میں امام ابو یوسفؒ کے تذکرہ میں بھی مذکور ہے کہ وھو اول من وضع الکتاب فی اصول الفقه علی مذھب ابی حنیفة (امام ابو یوسفؒ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے مطابق اصول فقہ مدون کیے ہیں)

(۴) مسند امام احمد بن حنبلؒ

یہ مسند مذاہب اربعہ کے مشہور امام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی المتوفی ۲۴۱ھ کی تصنیف ہے آپؒ کے مناقب کے متعلق تفصیل تو شذرات الذهب ج۲ ص ۹۷، ۹۸ میں ہے ابراهیم الحربیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے تین اشخاص کی طرح (علم وعمل میں) کسی کو نہیں دیکھا پھر ان میں سے دو کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو تو ایسا پایا کہ گویا اللہ تعالیٰ نے متقدمین علماء کے علوم کو اس میں جمع فرمادیا ہے اور ان میں ہر علم کے بیان کرنے کی استعداد رکھی گئی ہے۔

ابن الاهدلؒ نے فرمایا کہ امام احمد بن حنبلؒ تو امام شافعیؒ کے مخصوص ترین اصحاب اور تلامذہ میں سے تھے۔ امام شافعیؒ بعض اوقات ان کی ملاقات کے لئے ان کے گھر بھی تشریف لے جایا کرتے جس پر جب انہیں ملامت کیا گیا تو امام شافعیؒ نے فرمایا

قالوا یزورک احمد وتزوره — قلت الفضائل لاتفارق منزله

ان زارنی فبفضله اوزرته — فلفضله فالفضل فی الحالین له

یہ لوگ (بطور ملامت) کہتے ہیں کہ امام احمدؒ تیری ملاقات کو آتے ہیں اور آپ بھی ان کی ملاقات کو چلے جاتے ہیں میں نے (جوابا) کہا کہ فضائل ومناقب تو دائمی طور پر اس کے گھر ہی میں ہیں (کیونکہ) اگر وہ میری زیارت وملاقات کو تشریف لاتے ہیں تو اپنی شرافت وعظمت کے سبب اور اگر میں اس کی ملاقات کو جاتا ہوں تو یہ بھی ان کی فضیلت وکرم کی وجہ سے ہے تو دونوں صورتوں میں

فضیلت وشرافت کے مالک وہی ہیں۔ امام ربیعؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے مصر سے ایک خط آپؒ کو لکھا جب آپ نے وہ پڑھا تو رو پڑے میں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمانے لگے کہ

انه یذکر انه رأی النبی ﷺ وقال اکتب الی ابی عبدالله احمد بن حنبل واقرأ منّی السلام وقل له انک ستمتحن علی القول بخلق القرآن فلا تجبهم نرفع لک علما الی یوم القیامة (شذرات الذهب ج۲ ص۹۷)

امام شافعیؒ لکھتے ہیں کہ اس نے حضور ﷺ کی خواب میں زیارت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ امام احمدؒ کو یہ لکھ دے کہ حضور ﷺ سلام کہہ رہے ہیں اور آپؐ فرماتے ہیں کہ عنقریب مسئلہ خلق قرآن پر آپؒ بڑی کڑی آزمائش وامتحان میں مبتلا کئے جاؤ گے۔ تو خبردار ان لوگوں کی (جو قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل ہیں) ہرگز بات نہ مانیں ہم تیرے علم کو قیامت تک رفعت، علو شان سے موصوف کرتے رہیں گے)

امام ربیعؒ فرماتے ہیں میں نے یہ سن کر آپؒ کو اس پر مبارکباد دی تو آپ نے اس کی خوشی میں مجھے اپنا کرتہ اتار کر عنایت فرمایا اور خط کا جواب بھی لکھ کر دے دیا۔ جب میں امام شافعیؒ کی خدمت میں پہنچا اور سارا ماجرا سنایا اور بشارت میں اپنی قمیص دینے کا تذکرہ بھی کیا تو امام شافعیؒ نے فرمایا کہ لا نفجعک به ولکن بلّه وادفع الیّ ماءه حتی اکون شریکا لک

ہم اور زیادہ تکلیف (یعنی قمیص مجھے عنایت کرنے کی) تو نہیں دیتے لیکن ایسا کرو کہ اس قمیص کو پانی میں بھگو کر اس کا نچوڑا ہوا پانی مجھے بھی دیدو تاکہ میں بھی اس (نعمت عظمیٰ) میں آپ کا شریک ہو جاؤں۔ آپؒ کی وفات پر جنازہ میں شریک لوگوں کا اندازہ آٹھ لاکھ مردوں اور ساٹھ ہزار عورتوں سے لگایا گیا اور آپؒ کے وفات کے دن بیس ہزار یہودی، عیسائی اور مجوسی مشرف بہ اسلام ہوئے (فرحمه الله رحمة وسعة)

مسند احمد کی جمع تدوین وترتیب کا مرحلہ

علامہ ابو زہرہ مصری نے اپنی کتاب "مناقب احمد بن حنبل" ص ۱۵۹ تا ۱۶۲ میں اس سلسلہ میں تفصیلی

کلام کیا ہے جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ

امام احمدؒ نے اپنے اس مسند کے احادیث کے جمع کرنے کے لئے مختلف مما لک کے تکلیف دہ اور دشوار اسفار کیے ہیں اور اس سلسلہ میں ترتیب وتبویب سے قطع نظر کر کے صرف اس کی جمع وتدوین اور اس کو متفرق اوراق میں ایک مسودہ کی شکل میں جمع کرتے رہے تا آنکہ جب آپؒ کو اجل موت کے قریب ہونے کا احساس ہوا تو اپنے بیٹوں اور مخصوص لوگوں کو جمع کر کے اپنا لکھا ہوا غیر مرتب مجموعہ ان کو املاء کر کے سنا دیا۔

آپؒ کے فرزند حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے والد صاحب کو کہا کہ اب آپؒ کو کتب کی تصنیف وتالیف سے ناپسندیدگی کیوں ہے حالانکہ آپ نے مسند کو تو جمع اور مرتب کیا ہے آپ نے فرمایا عملت هذا الكتاب اماما اذا اختلف الناس فی سنة رسول الله ﷺ رجعوا اليه (کہ میں نے اس کتاب کو امام (ایک رہنما کتاب) کی حیثیت سے بنایا ہے جب کبھی لوگ حضور ﷺ کی سنت میں کوئی اختلاف کریں گے تو پھر (اپنے اختلافات کو حل کرنے کے لئے) اس کی طرف رجوع کریں گے)

علامہ ابوزھرہ مزید لکھتے ہیں کہ آج جو مسند احمد علماء اور طلباء میں پڑھا اور پڑھایا جا رہا ہے اس کے راوی امام احمدؒ کے بیٹے حضرت عبداللہ ہیں۔

اور اس میں بہت سا علمی، دینی، مذہبی ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے جس کی علماء نے تلقی بالقبول کر کے اس کی حفاظت کی ذمہ داری تعلیم وتعلم کی صورت میں سنبھالے ہوئے ہیں۔

احقر الانام عرض کرتا ہے کہ ''مسند امام احمد بن حنبلؒ'' کو ابواب اور کتب کے عنوانات قائم کر کے اکیس جلدوں میں احمد عبدالرحمٰن البنا (جو الساعتی سے مشہور ہیں) نے مرتب کیا ہے۔ اور اس کا نام فتح الربانی فی ترتیب مسند الشیبانی رکھا اور پھر اس پر ایک تعلیق بھی ''بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی'' کے نام سے لکھی ہے۔ اس کا ابتدائی باب ''باب وجوب معرفة الله تعالىٰ وتوحيده والاعتراف بوجوده) انتهى۔

فتح الربانی ج ۱ ص ۱۰ میں ہے۔ وقد سلك الامام رحمه الله فی كتابه مسلكا يتفق مع اهل عصره فرتبه على مسانيد الصحابة فهو يذكر الصحابی ثم يورد كل مارواه عن الرسول ﷺ من الاحاديث بدون نظر الى ترتيبها اوموضوعاتها ثم يقفی بصحابی آخر وهكذا فترى الحديث من احكام العبادات يلی اخاه فی الجنايات ويجاورهما حديث فی الترغيب والترهيب الى غير ذلك من اغراض السنة فلست تستطيع ان تهتدی الى حديث بعينه ولست تقدر ان تجمع بين شتات الاحاديث التی وردت فيه عن موضوع واحد . انتهى

(امام احمدؒ نے اپنے مسند کی ترتیب میں وہی طریقہ اختیار کیا جو اس وقت کے مؤلفین اختیار کئے ہوئے تھے یعنی انکی ترتیب مسانید صحابہؓ کے طرز پر تھی کہ ایک صحابی کا ذکر کر کے اس کی تمام احادیث مرویہ کا تذکرہ بغیر کسی ترتیب یا موضوع کے کیا جاتا تھا پھر اس کے بعد دوسرے صحابی کے مرویات کو بغیر کسی خاص ترتیب اور موضوع کے بیان کر دیتے (وهكذا) تو اسی وجہ سے مختلف موضوعات کی احادیث کا آپس میں اختلاط ہو جاتا تھا مثلاً عبادات کے متعلق احادیث کا خلط ملط ان احادیث کے ساتھ ہو جاتا جو جنایات کے متعلق ہوا کرتی تھیں اور پھر ان دونوں نوع کے ساتھ ترغیب وترھیب کی احادیث مخلوط کر دی جاتیں۔ چنانچہ نہ تو اس میں کسی شخص کو ایک ہی نوع کی احادیث متفرقہ یکجا ملنا آسان ہوتا تھا اور نہ ہی کسی مخصوص حدیث کے معلوم کرنے کے لئے کوئی اصول اور رہنمائی موجود ہوتی۔

بلکہ اس سلسلہ میں علامہ طاہر بن صالح الجزائری اپنی کتاب ''توجيه النظر الى اصول الاثر'' ص ۱۵۴ میں لکھتے ہیں کہ علامہ عبدالرحمٰن (جو کہ ابن ابی شامہ کے ساتھ مشہور ہیں) اپنی کتاب ''الباعث على انكار البدع والحوادث'' میں کہتے ہیں کہ ابوالخطابؒ نے کہا کہ امام احمدؒ کے رفقاء وتلامیذ ان احادیث سے حجت اور استدلال کیا کرتے۔ جنہیں امام احمدؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہوتا حالانکہ ان میں اکثر قابل حجت نہیں ہیں اور امام احمدؒ نے ان کو اپنی مسند میں صرف اسلئے ذکر کیا تا کہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ کونسی حدیث سے (اس کے مذہب کے لئے) استدلال کیا جا سکتا ہے اور یہ کہ اس روایت میں متفرد راوی عادل یا مجروح ہے اور اس وقت تو کسی مسلمان عالم دین کے لئے یہ جائز نہیں کہ بغیر کسی صحیح ثابت شدہ روایات کے دوسرے (مجہول قسم کی) روایات کو نقل کرے ورنہ وہ دونوں جہاں میں شقی

اور بدبخت ہوجائے گا کیونکہ حدیث صحیح میں سرور دو عالم ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ ''جس نے میری طرف ایسی بات منسوب کی کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو پھر یہ جھوٹوں میں ایک جھوٹا اور کذاب شخص ہے۔ اس کے بعد علامہ جزائریؒ لکھتے ہیں کہ ایک محدث کے لئے وہ اوصاف ضروری ہیں جن کا تذکرہ ہم نے شروع کتاب میں کردیا ہے یعنی حفظ، اتقان اور ایسے دوسرے امور جو محدث کی شان کے لائق ہوں۔ انتہی

مسند احمد کے متعلق مختلف آراء

امام سیوطیؒ تدریب الراوی ص ۱۰۱ میں لکھتے ہیں کہ امام ہیثمیؒ نے ''زوائد المسند'' میں لکھا ہے کہ مسند احمدؒ دوسری کتب سے زیادہ صحیح ہے اور ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ مسند احمدؒ کے ساتھ کثرت روایات اور حسن سیاق میں کوئی دیگر مسندات میں سے مساوی نہیں ہوسکتی۔ حالانکہ آپؒ سے بہت اہم احادیث ذکر کرنے سے رہ گئی ہیں بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسے دوسو صحابہؓ کی احادیث جن کا تذکرہ بخاری و مسلم میں آیا ہے وہ بھی یہاں مذکور نہیں ہیں۔ امام الحسینی نے اپنی کتاب ''التذکرۃ فی رجال العشرۃ'' میں فرمایا کہ مکرر احادیث کے ساتھ مسند احمد کی روایات چالیس ہزار ہیں۔

نیز علامہ ابن حجرؒ ''تعجیل المنفعة بزوائد رجال الاربعة'' ص ۶ میں لکھتے ہیں کہ مسند امام احمدؒ اور اس کے شیوخ کے متعلق بعض لوگ صحت کا دعویٰ کرتے ہیں بلکہ حافظ ابوموسیٰ المدینی نے اس سلسلہ میں ایک تصنیف بھی کی ہے۔ لیکن حق اور صحیح بات یہ ہے کہ اس کی اکثر احادیث جید کے درجہ میں ہیں اور احادیث ضعیفہ صرف بطور متابعت کے لائے گئے ہیں۔ البتہ کچھ تھوڑا سا حصہ اس میں احادیث غریبہ مفردہ کا ہے جن کی تخریج تو کی گئی لیکن رفتہ رفتہ بعد میں ان کو ساقط اور ختم کردیا گیا اور اس کے متعلق یہ بھی دعویٰ ہے کہ اس میں کچھ موضوع احادیث بھی ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ امام حافظ ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی کا مسند امام احمدؒ کے متعلق یہ کہنا کہ انه صحیح (کہ یہ صحیح ہے) یہ قول ضعیف ہے کیونکہ بہت سے حفاظ حدیث نے مسند احمد کے متعلق فرمایا ہے کہ اس میں بہت سی احادیث ضعیفہ بلکہ موضوعہ بھی ہیں جیسے کہ احادیث فضائل ''مرو'' و عسقلان وغیرہ

(الباعث الحثیث ص ۳۱)

علامہ احمد محمد شاکر علوم الحدیث کی شرح الباعث الحثیث ص ۳۱ میں فرماتے ہیں کہ قال العراقی ... واما وجود الضعیف فیه یعنی مسند احمد فهو محقق بل فیه احادیث موضوعة وقد جمعتها فی جزء وقد ضعف الامام احمد نفسه احادیث فیه الخ۔

(امام عراقیؒ کہتے ہیں کہ مسند احمد میں احادیث ضعیفہ کا موجود ہونا تو محقق ہے بلکہ اسمیں تو احادیث موضوعہ بھی ہیں جن کو میں نے ایک جزء (مختصر رسالہ) میں جمع بھی کیا ہے بلکہ مسند احمد کے بعض احادیث کو خود امام احمدؒ نے بھی ضعیف قرار دیا ہے)

علامہ ابن تیمیہؒ ''منهاج السنة'' میں لکھتے ہیں۔

لیس کل مارواه احمد فی المسند وغیره یکون حجة عنده بل یروی مارواه اهل العلم وشرطه فی المسند ان لا یروی عن المعروف بالکذب عنده وان کان ذلک ماهو ضعیف وشرطه فی المسند مثل شرط ابی داؤد فی سننه (توجیه النظر ص ۱۵۴)

یہ ضروری نہیں کہ جو حدیث مسند احمد وغیرہ میں امام احمدؒ روایت کردیں وہ اس کے نزدیک حجت اور دلیل بھی ہو بلکہ جس کی روایت اہل علم سے ثابت ہو وہ اس کی روایت کر لیتے ہیں اور مسند احمد میں اس کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسے شخص سے روایت نہیں کرتے جو جھوٹ کے ساتھ مشہور ہو اگرچہ وہ ضعیف ہو اور اس مسند میں اس کی شرائط وہی ہیں جو ابوداؤد نے اپنے سنن کے لئے شرط قرار دی ہیں

نیز علامہ سیوطیؒ نے تدریب الراوی میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ

قال الشیخ فی کتابه تعجیل المنفعة لیس فی المسند حدیث لااصل له الا ثلاثة احادیث او اربعة منها حدیث عبد الرحمن انه یدخل الجنة زحفا. قال والاعتذار عنه انه مما امر احمد بالضرب علیه فترک سهوا او ضرب وکتب من تحت الضرب (تدریب الراوی ص ۱۰۱)

(شیخ الاسلام (ابن حجرؒ) نے تعجیل المنفعة میں کہا کہ مسند احمد میں تین یا چار احادیث کے علاوہ کوئی بے اصل (سند) حدیث نہیں ہے۔ ان چار میں سے عبدالرحمٰن بن عوف کے متعلق یہ حدیث کہ وہ جنت میں گھٹنوں کے بل داخل ہوں گے۔ (شیخ الاسلام ابن حجرؒ بطور اعتذار لکھتے ہیں) کہ یہ بھی ان احادیث

میں سے ہے جن کے متعلق امام احمدؒ نے ختم کرنے اور کاٹ (مٹا) دینے کا حکم کیا تھا لیکن سہواضرب (کاٹ دینے) سے رہ گئے یا پھر ختم بھی کر دیئے گئے تھے لیکن کٹنگ کے نیچے سے ہی لکھے گئے۔ واللہ اعلم

احقر الانام عرض گزار ہے کہ اس سلسلہ میں علامہ سیوطیؒ نے تدریب الراوی ص ۱۰۰ میں لکھا ہے کہ وقد الف شیخ الاسلام کتابا فی رد ذلک سماہ "القول المسدد فی الذبّ عن المسند" قال فی خطبته فقد ذکرت فی هذه الاوراق ما حضرنی من الکلام علی الاحادیث التی زعم بعض اهل الحدیث انها موضوعة وهی فی مسند احمد ذبّاً عن هذا التصنیف العظیم الذی تلقته الامة بالقبول والتکریم وجعله امامهم حجة یرجع الیه ویعول عند الاختلاف علیه (علامہ ابن حجرؒ نے مسند احمد پر اعتراضات وارده کی تردید کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام اس نے ''المسدد فی الذبّ عن المسند'' رکھا ہے۔ اور اس کے خطبہ میں علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ان چند اوراق اور صفحات میں میں نے ان احادیث پر (جنہیں بعض محدثین موضوع کہتے ہیں اور وہ مسند احمد میں ہیں) کچھ فوری طور پر ذہن میں آمدہ کلام کا ذکر کیا ہے تا کہ اس بڑی عظیم الشان تصنیف شدہ کتاب (جسے امت (بڑی جماعت) عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے) سے مدافعت ہو جائے اور اس کے مصنف امام احمدؒ نے بھی اس کو ایک ایسی حجت قرار دیا ہے تا کہ اختلاف کے وقت اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ علامہ خولیؒ فرماتے ہیں کہ

مسند احمد کتاب جلیل من جملة اصول السنة یشتمل علی اربعین الف حدیث تکرر منها عشرة آلاف حدیث ومن احادیثه ما ینیف علی ثلاث مائة حدیث ثلاثية الاسناد (مفتاح السنة ص ۳۶)

مسند احمد سنت کے اصول وقواعد میں ایک عظیم الشان کتاب ہے جو کہ چالیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے اور اس میں دس ہزار مکرر احادیث ہیں نیز اس میں تین سو سے کچھ زائد ایسی احادیث بھی ہیں جو ثلاثیات ہیں (یعنی راوی اور حضور ﷺ کے درمیان تین واسطے ہیں)

صاحب کشف الظنون نے بھی غالباً مکرر احادیث کے علاوہ یہ قول فرمایا ہے۔ کہ مسند احمد چوبیس

جلدوں میں تیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے جس میں تین سو سے کچھ زائد احادیث ثلاثی اسناد والے ہیں (کشف الظنون ج ۲ ص ۴۳۱)

مسند احمد کے شروحات، تعلیقات اور مختصرات

مسند امام احمدؒ کی تشریح تعلیق اور اختصار وتلخیص بہت سے ائمہ کرام اور اکابرین ملت نے کی ہے یہاں اختصار کے پیش نظر چند اہم کا تذکرہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے چنانچہ کشف الظنون ج ۲ ص ۴۳۱ میں ہے۔ وجمع غریبه ابو عمرو محمد بن عبد الواحد المعروف بغلاب ثعلب المتوفی ۳۴۵ھ فی کتاب. واختصره الشیخ الامام سراج الدین عمر بن علی المعروف بابن الملقن الشافعی المتوفی ص ۸۰۵ھ وعلیه تعلیقة للسیوطی فی اعرابه سماه عقود الزبرجد وقد شرح المسند ابو الحسن بن عبد الهادی السندی المتوفی ۱۱۳۹ھ شرحاً کبیرا من خمسین کراسة کبار واختصره زین الدین عمر بن احمد الشجاع الحلبی وسماه د ر المنتقلمن مسند احمد۔

یعنی مسند احمد کی احادیث غریبہ کو ابو عمرو محمد بن عبد الواحد المعروف بغلاب ثعلب المتوفی ۳۴۵ھ نے ایک کتابی شکل میں جمع کیا ہے اور اس کا اختصار شیخ امام سراج الدین عمر بن علی المعروف بابن الملقن الشافعی المتوفی ۸۰۵ھ نے کیا ہے اور اس مسند احمد پر امام سیوطیؒ کی ایک تعلیق ''عقود الزبرجد'' کے نام سے مشہور ہے نیز ابو الحسن بن عبد الہادی سندھی المتوفی ۱۱۳۹ھ نے اس کی ایک بڑی اور تفصیلی شرح پچاس کراسات (صحیفوں) میں کی ہے۔

اسی طرح زین الدین عمر بن احمد الشجاع الحلبی نے بھی اس کا اختصار کر کے ایک مجموعہ (د ر المنقذمن مسند احمد'' کے نام سے موسوم کیا ہے)

اسی طرح مسند احمد کے ثلاثیات کی تخریج امام محب الدین المقدسی اور ضیاء الدین المقدسی نے لی ہے

پھر ان ثلاثیات کی شرح شیخ محمد السفارینی الحنبلی نے دو جلدوں میں کی ہے جو ۱۳۸۰ھ میں دمشق سے چھپ چکی ہے۔

علامہ شاہ عبد العزیزؒ محدث دہلوی بستان المحدثین ص ۵۲ میں مسند احمدؒ کے متعلق لکھتے ہیں

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ کتاب اٹھارہ مسندات پر مشتمل ہے(۱) مسند العشرة المبشرة (۲) مسند اھل بیت کرام (۳)مسند ابن مسعودؓ (۴) مسند عبداللہ بن عمرؓ (۵)مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص وابی رمثة(۶)مسند عباسؓ (۷)مسند عبداللہ بن عباسؓ (۸)مسند ابی ھریرةؓ (۹) حضور ﷺ کے خادم خاص حضرت انسؓ کا مسند (۱۰)مسند ابی سعید الخدریؓ (۱۱)مسند جابر بن عبداللہ انصاریؓ (۱۲)مسند المکیین (۱۳)مسند المدنیین (۱۴)مسند الکوفیین (۱۵)مسند البصریین (۱۶)مسند الشامیین (۱۷)مسند الانصار(۱۸)مسند عائشةؓ اوراس کے ساتھ مسند النساء بھی ہے۔علامہ حسن بن علی بن المذھب نے مسند احمد کوایک سو بہتر (۱۷۲) اجزاء میں تقسیم کیا ہے۔

واضح ہو کہ اب تک ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) کے مصنفات کا مختصر تذکرہ مختلف کتب سے انتخاب کرکے آپ حضرات کے سامنے پیش کر دیا گیا اور اب صحاح ستہ کے مصنفینؒ کے مختصر حالات اور پھر صحاح ستہ کے خصائص کا مختصر تذکرہ ہوگا وھو ولی التوفیق وبیدہ ازمة التحقیق۔

(۵) صحیح البخاری

بخاری شریف کی خصوصیات لکھنے سے پہلے خود اس کے مصنف امام بخاریؒ کے حالات کا تذکرہ کرنا مناسب ہے۔ چنانچہ آپؒ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ابوعبداللہ محمد بن اسمعیل بن ابراھیم بن مغیرہ بن بردزبہ بخاری جعفی آپ تیرہ شوال ۱۹۴ھ بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے۔آپؒ کے والد اسمعیل رواتِ حدیث اور ثقات میں سے ہیں۔ چونکہ مغیرہ آپؒ کے جد امجد یمان جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے اسلئے امام بخاریؒ جعفی کے ساتھ مشہور ہوئے۔آپؒ کی بصارت بچپن میں ہی جاتی رہی۔ چنانچہ ان کی والدہؒ نے بارہا بڑے الحاح وزاری سے دعائیں کیں۔خواب میں سیدنا ابراھیم علی نبینا وعلیہ السلام کی زیارت ہوئی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے پیارے بیٹے کی آنکھیں

درست کردیں صبح کو جب امام بخاریؒ بیدار ہوئے تو آنکھیں بالکل درست تھیں۔آپؒ بچپن سے ہی بڑے ذکی اور ذہین تھے۔امام فربریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن ابی حاتم وراقؒ سے سنا وہ کہا کرتے کہ میں نے امام بخاریؒ سے سنا وہ کہتے تھے مجھے حدیث کا حافظہ اس وقت دیا گیا جب کہ میں ابھی کتب میں تھا۔میں نے پوچھا اس وقت تمہاری عمر کیا تھی انہوں نے کہا دس برس ہوگی یا کچھ کم۔اور آپؒ کو چونکہ احادیث کے یاد کرنے کا بڑا شوق اور ولولہ تھا اسلئے علماء بخارا کے حلقہ تدریس میں آنے جانے لگے۔مشہور محدث امام داخلیؒ جن کی مجلس تحدیث میں بڑے اکابرین علماء کرام تشریف لے جایا کرتے آپؒ بھی وہاں باقاعدگی سے شرکت کرنے لگے اور چونکہ کم عمر تھے اسلئے ایک طرف کونے میں بیٹھ جایا کرتے۔چنانچہ حضرت استاذ امام داخلیؒ نے کسی روز ایک حدیث کی سند یوں پڑھی۔ حدثنا سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم الخ امام بخاریؒ نے دور سے ہی کہا کہ عن ابی الزبیر صحیح نہیں بلکہ صحیح یوں ہے کہ عن سفیان عن الزبیر عن ابراھیم اور یہ زبیر بن عدی ہیں جو ابراھیم سے روایت کرتے ہیں۔چنانچہ امام داخلیؒ اپنے مکان کے اندر تشریف لے گئے اور اصل کتاب میں سند ملاحظہ فرمائی تو واقعۃً عن ابی الزبیر کے بجائے عن الزبیر تھا۔امام داخلیؒ نے واپس آکر مجمع ہی میں اعلان کردیا کہ واقعی لڑکا صحیح کہتا ہے۔چنانچہ سب لوگوں کو آپؒ کی ذہانت اور قوت حافظہ پر تعجب اور حیرانگی ہوئی اور اسی دن سے امام داخلیؒ کی نظر میں مقبول ہوئے۔امام داخلیؒ نے اسی وقت قلم اٹھا کر اپنی کتاب کی تصحیح کردی۔امام بخاریؒ سے جب پوچھا گیا کہ اس وقت تمہاری عمر کتنی تھی تو فرمایا کہ گیارہ برس کی تھی اور آپؒ کے حافظہ کا یہ حال کیوں نہ ہوتا جبکہ آپؒ کے والد ماجد اسمعیلؒ کا جب انتقال ہونے لگا (اور آپ چھوٹے ہی تھے) تو اس نے فرمایا کہ میرے مال میں ایک پائی بھی مشتبہ نہیں ہے اور اسی مال سے امام بخاریؒ کی پرورش اور تربیت ہوئی ہے۔امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ سولہ سال کی عمر میں مجھے عبداللہ بن مبارکؒ اور امام وکیعؒ کی کتابیں حفظ تھیں اور آپؒ نے اسی عمر میں والدہ اور اپنے بھائی احمدؒ کے ساتھ پہلا حج بھی کیا۔اور پھر حصول علم کی غرض سے وہیں کچھ عرصہ تک رہ گئے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں جب اٹھارہ سال کا ہوا تو میں نے "قضایائے صحابہ وتابعین" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ پھر مدینہ

شریف کے قیام کے دوران تاریخ کبیر چاند کی روشنی میں لکھا کرتا تھا اور میری ''تاریخ'' میں کم
ایسا نام ہوگا جس کا قصہ مجھ کو یاد نہ ہو مگر میں نے کتاب کے طویل ہو جانے کو اچھا نہ سمجھا۔

امام بخاریؒ کی قوت حافظہ اس زمانہ میں ضرب المثل تھی متعدد مواقع میں آپؒ کی یاد
اور قوت حافظہ کا امتحان لیا گیا۔ چنانچہ ابن عدیؒ نے کہا ہے کہ میں نے مشائخ بغداد سے سنا ہے
کرتے کہ جب محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ بغداد آئے تو متعدد اصحاب حدیث آپ کا امتحان اور قوت
معلوم کرنے کے لئے جمع ہوئے اور آپس میں یہ طے کیا کہ سو(۱۰۰) احادیث کے متون اور اسانید
ردوبدل کر کے دس آدمی دس دس احادیث کو امام بخاریؒ کی مجلس میں حاضر ہو کر آپؒ کو سنائیں۔ چنا
جب امام بخاریؒ ایک بڑے مجمع میں تشریف لائے تو ہر ایک محدث نے بڑی عقیدت اور اح
اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم لوگ آپؒ کی خدمت میں کچھ احادیث سنانا چاہتے ہیں۔
امام بخاریؒ نے ان کو سنانے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ ہر ایک نے طے شدہ دس دس احادیث آپ
دیں اور آپؒ نے ہر ایک کے جواب میں فرمایا کہ ''لا ادری'' کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہے۔ علماء اور محد
تو سمجھ گئے کہ وہ واقعی بڑے ذہین اور سمجھدار ہیں البتہ عوام اور ناواقف حضرات امام بخاریؒ کو کم علم
جب سب حضرات وہ احادیث مقلوبہ (جن کی اسناد الٹ کر دی گئیں) سنا کر فارغ ہوئے تو امام بخ
نے اول شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم نے جس طرح احادیث میرے سامنے پڑھی ہیں یہ غلط
اور صحیح اس طرح ہیں پھر ہر ایک کو نمبروار بیان کر دیا یعنی پہلے محدث کی پڑھی ہوئی غلط حدیث کو بی
کر دیتے اور پھر فرماتے کہ صحیح یوں ہے۔ اسی طرح پوری کی پوری سو (۱۰۰) احادیث کو صحیح اسناد
متون کے ساتھ بیان کر دیا۔

ابوالازھرؒ نے کہا کہ سمرقند میں چار سو محدث تھے اور سب جمع ہو کر متفق ہوئے کہ اسناد مختلف
خلط ملط کر کے آپؒ کو مغالطہ دینے کی سعی کریں۔ چنانچہ محدثین شام کی اسناد کو محدثین عراق کی اس
میں شریک کر دیا اور عراق کی اسناد کو حرمین کے اسناد اور حرمین کی اسناد کو یمن والے محدثین کی اسناد
شامل کر کے سوال کرتے رہے لیکن پھر بھی امام بخاریؒ کو وہ مغالطہ نہ دے سکے یہ حافظہ اور ذہانت

ادا تھی جو آپ کو بچپن ہی سے عنایت فرمادی گئی تھی۔ قتیبہ بن سعیدؒ نے کہا کہ میں بہت سے فقہاء
زہاد اور عبادت گزار لوگوں کے پاس بیٹھا لیکن آج تک میں نے کسی کو محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ کے مثل
نہیں پایا وہ اپنے زمانہ میں ایسے ہیں جیسے صحابہؓ کے زمانہ میں حضرت عمرؓ تھے۔ امام محمد بن اسحٰق ابن
خزیمہؒ نے کہا کہ میں نے علل اور اسانید کے جاننے میں محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ سے زیادہ عالم نہیں دیکھا
خطیب نے بسند متصل عبدالواحد بن آدم سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو
خواب میں دیکھا کہ آپؐ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ کسی مقام پر کھڑے ہوئے تھے میں نے
آپ کو سلام کیا آپؐ نے جواب دیا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپؐ یہاں کیوں کھڑے ہیں
آپؐ نے فرمایا کہ محمد بن اسمٰعیل کا انتظار کر رہا ہوں۔ چند روز بعد امام بخاریؒ کی وفات کا علم ہوا تو وہ
وہی وقت تھا جبکہ میں حضور ﷺ کی خواب میں زیارت سے مشرف ہوا تھا۔ (شذرات الذھب
ج۲ ص ۱۳۵)

اسی طرح فقیہ عبدالحیٔ بن العماد حنبلی المتوفی ۱۰۸۹ نے اپنی کتاب ''شذرات الذھب فی اخبار من
ذھب'' ج۲ص۱۳۴ میں لکھتے ہیں۔ قال ابو حامد احمد بن حمدون الاعمشی سمعت مسلم بن
الحجاج یقول لمحمد بن اسماعیل البخاری لایعیبک الا حاسد واشھد ان لیس فی الدنیا مثلک
ابو حامد اعمشیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلم بن الحجاجؒ سے سنا ہے کہ وہ محمد بن اسمٰعیل بخاری سے فرمایا
کرتے کہ آپؒ میں عیب جوئی صرف حاسد ہی کرے گا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ
جیسا (محدث اور عالم) کوئی نہیں۔ نیز یہ بھی مشہور ہے کہ امام مسلمؒ امام بخاری کی خدمت میں بکثرت
حاضر ہوا کرتے ایک دفعہ ان کے تبحر علمی اور زہد و تقویٰ سے متاثر ہو کر بے ساختہ ان کی پیشانی کا بوسہ
بھی لیا اور بے اختیار کہا کہ ''دعنی اقبل رجلیک یاسید المحدثین وطبیب الحدیث فی علله'' (ذرا
اجازت دیجئے کہ میں آپ (امام بخاری) کے قدم چوم لوں۔ اے محدثین کے سردار اور احادیث کے
علل کے معالج اور طبیب اھ)

اور علامہ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ قال الحاکم سمعت ابا الطیب یقول سمعت ابن خزیمة یقول
ما رأیت تحت ادیم السماء اعلم بحدیث رسول الله ﷺ ولا احفظ له من البخاری (تهذیب

التہذیب ج۹ ص ۵۲)

امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوطیبؒ سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے ابن
سے سنا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دنیا میں امام بخاریؒ سے احادیث کا زیادہ عالم اور حافظ
دیکھا ہے۔ نیز علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص۱۲۳ میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن حمیرویہ کہتے ہیں
میں نے امام بخاریؒ سے سنا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ غیر صحیحہ
ہیں اور امام بخاریؒ یہ بھی فرماتے کہ میں نے یہ احادیث ہزار اشخاص (مشائخ) سے بھی زیادہ سے
ہیں۔ یہ چند اقوال مختلف کتب سے مختصر طور پر امام بخاریؒ کے مناقب میں نقل کر دیے ہیں اگر تفصیل
مطلوب ہو تو تھذیب جلد۹ تذکرۃ الحفاظ ج۲ اور شذرات الذہب جلد۲ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس زمانہ کے امیر اور بادشاہ بعض وجوہ کی بنا پر آپؒ سے نا
ہوئے اور امام بخاریؒ کو بخارا سے نکل جانے کا حکم دیا۔ تو امام بخاریؒ نے وہاں سے سمرقند جا
قصد فرمایا راستہ میں ''خرتنگ'' مقام پر کچھ رشتہ دار تھے۔ رمضان شریف کی آمد کی وجہ سے وہاں
فرمالیا اسی دوران آپؒ کو سمرقند سے اطلاع ہوئی کہ یہاں کی فضا اور حالات تمہارے موافق نہیں
آپؒ اس خبر سے بہت رنجیدہ ہوئے آپؒ نے اسی ماہ کے عشرہ اخیرہ میں یہ دعا فرمائی کہ ''اللھم ضا
علیّ الارض بما رحبت فاقبضنی الیک '' (اے اللہ یہ زمین اپنی وسعت اور فراخی کے با
میرے اوپر تنگ ہوگئی اسلئے مجھے (میری روح کو) قبض کر دیجئے) دعا قبول ہوئی اور عید کی رات
وفات پائی اور عید الفطر یوم شنبہ ۲۵۶ھ بعد از نماز ظہر اس شیخ مجسمہ نور کو بمقام خرتنگ دفن کر دیا گیا
فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

صحیح بخاری کی وجہ تالیف

علامہ حافظ ابن حجرؒ مقدمہ فتح الباری میں بسند متصل ابراہیم ابن معقل نسفیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ قا
ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری کنّا عند اسحق بن راھویہ فقال لو جمعتم کتابا مختص
لصحیح سنۃ رسول اللہ ﷺ قال فوقع ذلک فی قلبی فاخذت فی جمع الجامع الصحیح

(مقدمہ فتح الباری ص ۵، تدریب الراوی ص ۳۹)

(امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے شیخ اسحٰق بن راھویہ کی مجلس میں تھے آپ نے فرمایا کیا ہی
اچھا ہوتا کہ اگر آپ لوگ کوئی احادیث صحیحہ کا مختصر مجموعہ لکھ لیتے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ شیخؒ کی یہ
بات میرے دل میں گھر کر گئی تو میں احادیث صحیحہ کے جمع کرنے میں شروع ہوا) اسی طرح محمد بن
سلیمان بن فارسؒ سے منقول ہے کہ

سمعت البخاری یقول رأیت النبی ﷺ وکانّہ واقف بین یدیہ وبیدی مروحۃ اذبّ بھا عنہ
فسألت بعض المعبرین فقال لی انت تذبّ عنہ الکذب فھو الذی حملنی علی اخراج الجامع
الصحیح (مقدمہ فتح الباری ص ۵، تدریب الراوی ص ۴۰)

(میں نے امام بخاریؒ سے سنا ہے وہ فرماتے کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں اپنے سامنے موجود
پایا اور میرے ہاتھ میں پنکھا تھا جس سے آپؐ کے بدن سے (مکھیاں وغیرہ) کو دور کر رہا ہوں میں نے
اس خواب کی تعبیر جب پوچھی تو مجھے کہا گیا کہ تم کسی وقت آپؐ سے جھوٹ (یعنی احادیث موضوعہ
ضعیفہ) کو دور فرمادیں گے تو اسی بات نے مجھے '' الجامع الصحیح '' کے مجموعہ لکھنے پر آمادہ کیا۔

صحیح بخاری کا اصلی نام

امام بخاریؒ نے اپنے اس احادیث صحیحہ کے مجموعے کا نام ''الجامع المسند الصحیح المختصر من
امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ'' رکھا ہے۔ بعض علماء کرام اس کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ جامع تو اسلئے
کہ اس میں احادیث کے آٹھوں ابواب (عقائد، احکام، تفسیر، تاریخ، رقاق، آداب، مناقب، فتن)
مذکور ہیں اور مسند اسلئے کہ جتنی روایات ہیں وہ آپؐ سے مرفوع طریقہ پر منقول ہیں (اور آثار وغیرہ
بالتبع آگئے) اور صحیح اس وجہ سے فرمایا کہ اس کے اندر احادیث صحیحہ کا ذخیرہ مذکور ہے اور ''سننہ'' اسلئے
زائد کیا تا کہ نبی کریم ﷺ کے تقریرات بھی اس میں داخل ہو جائیں۔ اور ''ایامہ'' سے وہ وقائع اور
حالات مراد ہیں جو حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں پیش آئے ہیں بہر حال اس طویل نام کے رکھنے میں
بخاری شریف پر ضمنی اعتراضات کا دفعیہ مقصود تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شرائط صحیح بخاری

امام حافظ محمد بن طاہر المقدسی متوفی ۵۰۷ھ نے اپنی کتاب ''شروط الائمۃ الستۃ'' ص ۱۰ میں لکھا ہے اعلم ان البخاری ومسلماً ومن ذکرنا بعدهم لم ینقل عن واحد منهم انه قال شرطت ان اخرج فی کتابی ما یکون علی شرط الفلانی وانما یعرف ذلک من سبر کتبهم فیعلم بذلک شرط کل رجل منهم (معلوم ہونا چاہیئے کہ امام بخاریؒ اور مسلمؒ اور وہ (مصنفینؒ) جو ہم نے ان کے بعد ذکر کئے ہیں کسی ایک سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ اس نے کہا ہو کہ میں اپنی کتاب میں فلاں شرط کے مطابق روایات کی تخریج کروں گا بلکہ یہ تو ان کی مصنفہ کتب کے طور طرز اور تتبع کے بعد معلوم کیا جا سکتا ہے کہ (اس کی شرط کیا ہے)

چنانچہ محمد بن طاہر المقدسیؒ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

فاعلم ان شرط البخاری ومسلم ان یخرجا الحدیث المتفق علی ثقة نقلته الی الصحابی المشهور من غیر اختلاف بین الثقات الاثبات ویکون اسناده متصلاغیر مقطوع فان کان للصحابی راویان فصاعدا فحسن وان لم یکن له الا راوٍ واحد اذا صح الطریق الی ذلک الراوی اخرجاه الا ان مسلما اخرج احادیث اقوام ترک البخاری حدیثهم لشبهة وقعت فی نفسه (شروط الائمة الستة ص ۱۰) (جاننا چاہئے کہ بخاری ومسلم کی شرط یہ ہے کہ وہ اپنی کتاب میں ایسی احادیث نقل کریں گے جن پر سب ثقہ لوگوں کا اتفاق ہو اور صحابی مشہور تک اس کی سند بالکل بغیر کسی اختلاف کے متصل ہو (یعنی درمیان میں کوئی راوی ساقط نہ ہوا ہو) پھر اگر صحابی سے دو شخص یا اس سے زیادہ راوی ہوں تو بہتر ورنہ ایک راوی معتبر تک بھی اگر سلسلہ سند صحیح ہو تو پھر یہ دونوں (بخاری ومسلم) اس حدیث کی تخریج کر لیتے ہیں۔ اس کے باوجود امام مسلمؒ ایسے اشخاص سے بھی روایت کرتے ہیں جن کی احادیث کو امام بخاریؒ نے کسی شبہ کی وجہ سے چھوڑ دیا ہوتا ہے۔

اسی طرح علامہ ابن کثیرؒ متوفی ۷۷۴ھ اپنی کتاب اختصار علوم الحدیث میں فرماتے ہیں کہ فهما اصح کتب الحدیث والبخاری أرجح لانه اشترط فی اخراجه الحدیث فی کتابه هذا ان یکون الراوی

قد عاصر شیخه وثبت عنده سماعه منه (اختصار علوم الحدیث ص ۲۵) (صحیح بخاری اور مسلم کتب حدیث میں اصح ہیں البتہ بخاری شریف کا درجہ زیادہ راجح ہے اسلئے کہ آپؒ نے اپنی کتاب (بخاری شریف) میں حدیث ذکر کرنے کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ اس راوی کی معاصرت اپنے شیخ سے ثابت ہو اور اس سے سماع بھی کیا ہو۔

چنانچہ علماء کرامؒ نے اس کی مزید وضاحت ان الفاظ سے فرمائی ہے کہ امام بخاریؒ نے جن شرائط کا اعتبار کیا ہے وہ مسلمؒ کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں۔ کیونکہ ہر روایت میں دو چیزیں ہوا کرتی ہیں ایک راوی کی ذاتی حیثیت یعنی اس کا عادل اور ثقہ ہونا اور دوسری چیز یہ کہ اس کا تعلق اپنے استاذ اور شیخ سے ثابت ہو۔

چنانچہ امام بخاریؒ نے ان دونوں شرطوں کا اعتبار کیا ہے کہ راوی عادل اور ثقہ ہو اور اپنے استاذ سے اس کی ملاقات اور سماع ثابت ہو۔ امام مسلمؒ پہلی شرط میں تو امام بخاریؒ کے ساتھ ہیں کہ راوی عادل اور ثقہ ہو۔ البتہ دوسری شرط یعنی لقاء ان کے ہاں ضروری نہیں ہے بلکہ صرف امکان لقاء کافی ہے اور یہی جمہور محدثین کا مسلک ہے۔

فلاں حدیث علی شرط البخاری کی وضاحت

تشریحات بخاری ص ۱۹ میں ہے۔ یہ جو محدثینؒ فرماتے ہیں کہ فلاں حدیث بخاری کی شرط کے مطابق ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس حدیث کے رواۃ بخاری کے رواۃ ہیں بلکہ اس حدیث کا علی شرط البخاری ہونا (دراصل) اس وقت ہوگا جبکہ بخاری میں بھی کوئی روایت اسی سند کے ساتھ مذکور ہو۔ کیونکہ دونوں کے یکجا ہونے سے یہ معلوم ہو گیا کہ دونوں راوی ثقہ ہیں اور لقاء بھی ایک دوسرے سے ثابت ہے لیکن اگر دونوں رواۃ بخاری میں ہوں لیکن ایک کسی ایک سند حدیث میں اور دوسرا کسی اور حدیث کی سند میں ہو تو یہ (علی شرط البخاری کے لئے) کافی نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں دونوں کا لقاء ثابت نہ ہوگا۔ ہاں البتہ دونوں کا ثقہ ہونا (بوجہ رواۃ بخاری ہونے کے) ثابت ہو جائے گا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ صحاح ستہ کے شروط

علامہ قاسمیؒ تشریحات بخاری میں لکھتے ہیں اب رہے امام ابوداؤد اور نسائی (تو یہ) دونوں امام بخاری کی صرف شرط ثانی میں شریک ہیں اور شرط اول یعنی عادل ہونا ان دونوں کے ہاں معتبر نہیں حالانکہ اصلی شرط یہی ہے اسی لئے یہ دونوں مسلم شریف سے نیچے (درجہ میں) ہیں اور ترمذی شریف میں دونوں شرطیں مفقود ہیں اسلئے وہ ان دونوں سے بھی نیچے ہے اور ابن ماجہ میں چونکہ خود احادیث گڈمڈ (ملی جلی) ہیں اسلئے وہ بے چاری سب سے آخری درجہ کی ہے اور ان کے درمیان یہ فرق درجات رواۃ کے واقع ہوا۔ چنانچہ رواۃ پانچ قسم پر ہیں (۱) كثير الضبط والاتقان وكثير الملازمة بشيوخهم (۲) كثير الضبط وقليل الملازمة (۳) قليل الضبط وكثير الملازمة (۴) قليل الضبط وقليل الملازمة (۵) قليل الضبط وقليل الملازمة مع خوائل الجرح سوى ذلك۔

تو امام بخاریؒ اول درجہ کے رواۃ کی احادیث کو بالاستیعاب لیتے ہیں اور دوسرے درجہ سے انتخاب کرتے ہیں۔ امام مسلمؒ اول اور ثانی درجہ کی احادیث بالاستیعاب لیتے ہیں اور تیسرے درجہ سے انتخاب کرتے ہیں باقی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ چوتھے درجہ سے امام ابوداؤد اور نسائی اخذ کرتے ہیں اور پانچویں سے امام ترمذی تخریج کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام بخاریؒ دوسرے درجہ کے رواۃ سے نیچے نہیں اترتے امام مسلمؒ تیسرے درجہ سے نیچے نہیں اترتے اور امام ابوداؤد ونسائی چوتھے درجہ سے نیچے تک امام ترمذیؒ پانچویں درجہ کے رواۃ تک اتر آتے ہیں۔ انتہی

صحیح بخاری کے فضائل

علامہ حافظ عراقیؒ شرح الفیہ ج۱ ص۴۳ اور علامہ حافظ ابن حجرؒ مقدمہ فتح الباری ص ۵ میں لکھتے ہیں کہ وقال ابواحمد بن عدى سمعت الحسن بن البزاز يقول سمعت ابراهيم بن معقل سمعت البخاری يقول ما ادخلت فی كتاب الجامع الا ما صح وتركت من الصحاح حتى لا يطول (ابواحمد بن عدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن البزاز سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن معقل سے سنا آپ نے فرمایا کہ میں نے امام بخاریؒ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنی کتاب (صحیح بخاری)

میں صرف صحیح احادیث نقل کئے اور بہت سے صحیح احادیث کتاب کے طویل ہونے کے خطرے سے چھوڑ دیے۔ اسی طرح امام بخاریؒ سے منقول ہے آپؒ فرمایا کرتے کہ صنفت الجامع من ستمائة الف حديث فی ست عشرة سنة وجعلته حجة بينی وبين الله ۔ میں نے جامع (صحیح بخاری) کو چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے سولہ سال میں تصنیف کی اور اس کو اپنے اور خدا تعالیٰ کے درمیان حجت بنایا۔ اسی طرح ص ۴۸۸ میں ہے وراقہ فرماتے ہیں میں نے محمد بن اسمعیل بخاریؒ سے پوچھا جتنی حدیثیں تمہاری کتابوں میں ہیں وہ سب تم کو یاد ہیں انہوں نے کہا کہ بے شک ان میں سے کوئی بھی مجھ پر چھپی ہوئی نہیں ہے اور میں نے اپنی تمام کتابوں کو تین بار تصنیف کیا ہے (یعنی تین بار صاف کیا ہے) علامہ ابن حجرؒ مقدمہ فتح الباری ص ۴۹۰ پر ایک لمبی سند نقل کر کے لکھتے ہیں کہ سمعت ابازید المروزی يقول كنت نائما بين الركن والمقام فرأيت النبی ﷺ فی المنام فقال لی یا ابازید متی تدرس كتاب الشافعی ولا تدرس كتابی فقلت يا رسول لله وما كتابك قال جامع محمد بن اسمعيل (کہ میں نے ابوزید مروزی سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو آپ فرما رہے تھے کہ اے ابوزید آپ کب تک امام شافعیؒ کی کتاب پڑھاتے رہیں گے اور میری کتاب نہیں پڑھاتے میں نے عرض کیا حضورؐ آپ کی کتاب کونسی ہے جواباً فرمایا کہ میری کتاب امام بخاریؒ کی جامع (یعنی صحیح البخاری ہے)

اسی طرح عمر بن محمد البجیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنی جامع کی تصنیف مسجد حرام میں کی ہے اور میں نے اس میں کوئی حدیث درج نہیں کی مگر لکھنے سے پہلے میں نے استخارہ کیا اور دو رکعت نفل پڑھے اور مجھے اس کی صحت کا یقین ہو گیا اسی طرح ابن عدیؒ نے ایک جماعت مشائخ سے روایت کی کہ امام بخاریؒ نے تراجم ابواب کو قبر شریف اور منبر نبویؐ کے درمیان مرتب کیا اور ہر ایک ترجمہ کے لئے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

اشکال اور اس کا جواب

بظاہر یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ امام بجیریؒ کی روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاری کی تدوین

وتالیف مسجد حرام (مکہ مکرمہ) میں ہوئی۔ حالانکہ دوسری روایات میں یہ مذکور ہے کہ آپؒ نے اس کی تالیف وتصنیف مختلف بلاد (شہروں) میں کی ہے۔

علامہ ابن حجرؒ مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۹ میں یہ فرماتے ہیں کہ قلت الجمع بین ھذا وبین ما تقدم انه كان يصنفه في البلاد. انه ابتدأ تصنيفه وترتيبه وابوابه في المسجد الحرام ثم كان يخرج الاحاديث بعد ذلك في بلده وغيرها . ويدل عليه قوله انه اقام فيه ست عشرة سنة فانه لم يجاور بمكة هذه المدة كلها (ابن حجرؒ ان کی تطبیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں) کہ امام بخاریؒ نے اس کی ترتیب وتصنیف کی ابتداء تو مسجد حرام میں کی پھر اپنے شہر اور دوسرے شہروں میں (اپنی شرائط کے مطابق) احادیث کی تخریج کرتے رہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپؒ اس کی ترتیب وتالیف میں سولہ سال تک لگے رہے۔ حالانکہ بظاہر وہ اتنی طویل مدت مکہ شریف میں نہیں رہے۔

اور یہی جواب تراجم ابواب کے سوال مقدر کا بھی ہے کہ پہلے تو ان تراجم کو مسودہ میں لکھتے رہے ہوں گے اور پھر قبر شریف اور منبر نبویؐ کے درمیان نوافل پڑھ کر اس کو مرتب اور صاف کرتے رہے اور ایک مبیضہ تیار ہوا۔ واللہ اعلم

علامہ کوثریؒ نے بھی شروط الائمہ کے مقدمہ ص ۵ پر یہی لکھا ہے کہ ولد ببخاری سنة اربع وتسعين ومائة وارتحل لطلب الحديث وتنقل في البلاد وابتدأ تراجم ابواب الجامع الصحيح بالحرم الشريف ولبث في تصنيفه ست عشرة سنة بالبصرة وغيرها حتى اتمه ببخارىٰ ومات بخرتنك قريب سمرقند سنة ست وخمسين ومائتين (امام بخاری ۱۹۴ھ میں بخاریٰ شہر میں پیدا ہوئے اور آپؒ نے حدیث کی طلب کرنے میں بہت سے شہروں کے سفر کیئے اور آپ نے اپنی کتاب کے تراجم کی ابتداء حرم شریف میں کی اور صحیح بخاری کی تصنیف کے دوران سولہ سال تک آپؒ مختلف شہروں یعنی بصرہ وغیرہ میں رہے یہاں تک کہ اس کو شہر بخاریٰ میں ختم کردیا اور آپ کی وفات ۲۵۶ھ میں ''خرتنگ'' میں ہوئی جو سمرقند کے قریب ہے۔

علامہ حافظ ابن حجرؒ نے مقدمہ فتح الباری ص ۵ اور ص ۴۹۱ میں نقل کیا ہے کہ وقال ابو جعفر محمود بن عمرو العقيلي لما صنف البخاري كتاب الصحيح عرضه على احمد بن حنبل ويحيىٰ بن معين

وعلي بن المديني وغيرهم فاستحسنوه وشهدوا له بالصحة الا في اربعة احاديث قال العقيلي والقول فيها قول البخاري وهي صحيحة

ابوجعفر محمود بن عمرو العقیلیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام بخاریؒ نے صحیح بخاری تصنیف کی تو آپؒ نے (اس مرتب شدہ مسودہ) کو احمد بن حنبلؒ، یحیٰ بن معین اور علی بن المدینی پر پیش کیا تو انہوں نے اس کی بہت تعریف کی اور چار احادیث کے علاوہ اس کی صحت کی شہادت بھی دے دی۔ امام عقیلی فرماتے ہیں کہ ان چار احادیث میں بھی امام بخاریؒ ہی کا قول معتبر ہے یعنی وہ صحیح تھے۔

اس سلسلہ میں علامہ ابن حجرؒ محمد بن ابی حاتم وراقؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر ان لوگوں پر یہ حقیقت کھل جائے کہ میں نے جامع بخاری کس طرح تالیف کی تو یہ متحیر ہوکر رہ جائیں پھر فرمایا کہ میں نے صحیح بخاری کو تین مرتبہ تصنیف وتالیف کی شکل دی (مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۸)

بلکہ سلیم بن مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خود محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ نے فرمایا کہ میں صحابہؓ اور تابعینؒ سے اس وقت تک کوئی حدیث نقل نہیں کرتا مگر ان میں سے اکثر کے مولد مسکن اور وفات کا مجھے خوب علم ہوتا ہے۔ بلکہ ان سے کوئی موقوف روایت اگر میں نقل کرتا ہوں تو قرآن وسنت سے اس کا ماخذ اصل اور بنیاد مجھے یاد ہوتی ہے۔

نیز احمد بن مصطفیٰ متوفی ۹۶۲ھ جو کہ طاش الکبریٰ سے معروف ومشہور ہیں اپنی کتاب ''مفتاح السعادة'' میں لکھتے ہیں۔

واما مناقبه فهو اصح الكتب بعد كتاب الله وهذه منقبة عظيمة لهذا الكتاب وان من ختمه على اىّ نية كانت حصل ما نواه على احسن وجه وانه اذا قرئ في بيت في ايام الطاعون حفظ الله تعالىٰ اهاليها عن الطاعون وايضا سمعت من مشائخ الحديث ان الدعاء يستجاب عند ذكر اسامي اصحاب بدر رضي الله عنهم (کہ صحیح بخاری کے مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کے بعد یہ (دنیا کی) اصح ترین کتاب ہے اور یہی اس کتاب کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز ومنقبت ہے اور جو کوئی بھی اس کا ختم مبارک جس مقصد کے حصول کے لئے بھی کرے گا تو اس کا مقصد بہترین انداز میں پورا

ہوگا اور طاعون کی وبا کے دوران جس گھر اور علاقہ میں اس کی تلاوت اور ختم کیے جاویں۔ اللہ تعالیٰ اس علاقہ کے باشندوں کو اس مہلک بیماری سے محفوظ و مامون رکھیں گے اور میں نے اپنے مشائخ اور بزرگوں سے تواتر کے ساتھ سنا ہے کہ اس میں ذکر شدہ اسماء بدریین کی تلاوت کرنے کے وقت دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ واللہ اعلم

علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات ج۱ ص۱۱ میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بہت سے مشائخ بزرگوں اور ثقہ علماء کرام نے صحیح بخاری کے ختم مبارک کو اپنی ضروریات کی تکمیل اور مصائب وبلیّات کے دفع کرنے اور بیماروں کی شفایابی اور دوسرے شدائد اور مشکلات وپریشانیوں کے حل کے لئے تریاق اعظم اور مجرب پایا ہے۔

صحیح بخاری کی ترتیب وتالیف میں مصنفؒ کا طرز وطریق

علامہ کوثریؒ نے مقدمہ فہارس البخاری (جو کہ رضوان محمد رضوان کی تالیف ہے) کے شروع میں لکھا ہے کہ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری کی جامع صحیح بخاری امت مسلمہ کے لئے ایک قابل افتخار دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ بڑے بڑے ثقہ متدین علماء کرام وفقہاء عظام کے نزدیک احکام شرعیہ کے ثبوت کے لئے جامع صحیح بخاری اصح ترین احادیث پر مشتمل ایک مجموعہ ہے اسلئے تو معتمد ترین علماء ومحدثین نے صحاح ستہ میں اس کو درجہ اول ہی پر رکھا ہے بلکہ وہ تو امام بخاریؒ کا احادیث مرویہ میں سے صحاح کے انتخاب اور پھر ان سے دقیق معانی ومطالب کے استنباط میں ایک عجیب انداز اور جدید طریقہ کے معترف ہیں۔

آپؒ اس سلسلہ میں صحیح بخاری کے ابواب میں احادیث کو مکرر طور پر بھی اسلئے لاتے ہیں تاکہ ان مقاصد اور مطالب ومعانی پر دلالت کریں جن کے لئے کتاب کو مرتب کیا گیا ہے۔

علامہ کوثریؒ لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ محض کسی روایت کے نقل کرنے پر اکتفا نہیں کیا کرتے بلکہ وہ باوجود تأخر زمانی کے اجتہاد کے میدان میں مشہور فقہاء امت سے دلائل کی روشنی میں مزاحمت بھی کیا کرتے اور اپنی خداداد ذہانت سے ایسی آراء فقہیہ کا انتخاب کر لیتے جو کبھی تو متقدمین فقہاء کی

آراء سے موافق ہوتی تھیں اور کبھی مخالف بھی۔ اور اکثر ان مسائل جن میں ائمہ اربعہ سے آپ کی رائے مختلف اور منفرد ہوا کرتی تو اس میں آپؒ کی رائے امام محمد بن الحسن الشیبانی کے مشہور شاگرد امام مجتہد ابوعبید قاسم بن سلام کی رائے کے موافق ہوا کرتی تھی۔ اسی طرح استنباط احکام کے باب میں بھی صرف احادیث مسندہ مرفوعہ پر اقتصار نہ فرمایا کرتے بلکہ اس سلسلہ میں بعض احادیث مرسلہ اور معلقہ جن کی اسناد مکمل نہیں ہوا کرتی بلکہ وہ آثار جو صحابہؓ اور تابعین سے مروی ہوتیں ان کا ذکر بھی کیا کرتے اور اس سلسلہ میں بعض آیات قرآنی جو کہ مناسب مقام ہوتی تھیں ان کا بھی تذکرہ کرلیا کرتے ہیں۔ حاصل یہ کہ جامع صحیح بخاری کا مرتبہ جتنا بھی بلند ترین ہوجائے پھر بھی اس میں مخفی رموز اور احکام کے خزانوں کو ظاہر نہیں کیا جاسکتا ہے (واللہ اعلم)

اسی طرح علامہ حسین بن المبارک الزبیدی "کتاب التجرید لاحادیث الجامع الصحیح" میں لکھتے ہیں۔ فاعلم ان کتاب الجامع الصحیح من اعظم الکتب المصنفة فی الاسلام واکثرها فوائد الا ان الاحادیث المتکررة فیه متفرقة فی الابواب واذا اراد الانسان ان ینظر الحدیث فی ای باب لا یکاد یهتدی الیه الا بعد جهد وطول فتش (کتاب التجرید ص ۲)

جاننا چاہیئے کہ اسلامی دور کی تصنیف شدہ کتابوں میں جامع صحیح بخاری احکام اور دوسرے فوائد کے لحاظ سے بلند ترین کتاب ہے ہاں اس میں احادیث مکررہ متفرق ابواب میں پھیلے ہوئے ہیں اور جب کوئی شخص کسی حدیث کو کسی باب میں تلاش کرنا چاہے تو سخت مشقت اٹھائے اور تفتیش کیے بغیر اس کا معلوم کرنا بڑا مشکل ہوجاتا ہے۔

کشف الظنون ج۱ ص۳۶۳ میں مقدمہ فتح الباری سے بطور تلخیص یہ نقل ہے کہ امام بخاریؒ نے جامع صحیح میں احادیث صحیحہ کے ذکر کرنے کے ساتھ فوائد فقہیہ اور علمی نکات کے استنباط کرنے کا بھی التزام کیا ہے اس لئے تو اپنی خداداد ذہانت وصلاحیت کے پیش نظر متون سے بہت سے معانی کا استنباط کرکے متفرق ابواب اور تراجم میں حسب مناسبت ان کا تذکرہ کیا ہے اور اس میں خصوصاً آیات احکام کا اہتمام کرتے ہوئے ان کی تفسیر میں اشارات کا ایک وسیع طور وطرز اختیار کیا ہے اسی لئے تو بہت سے ابواب اسناد حدیث کے ذکر سے خالی رکھے ہیں اور صرف فلان عن النبی ﷺ پر اکتفا کیا

ہے۔ نیز کبھی متون کو بغیر اَسناد کے ذکر کرتے ہیں تو کبھی تعلیقاً اس کا تذکرہ کر لیتے ہیں اور آپ کی اس سے غرض ترجمۃ الباب کے وضع کرنے کے لئے احتجاج واستدلال کرنا مقصود ہوتا ہے اور حدیث صرف اشارۃً اس لئے ذکر کرتے ہیں کہ یا تو وہ معلوم ہوتی ہے یا پھر قریب میں اس کا تذکرہ پہلے ہو ہوتا ہے۔ نیز جامع صحیح کے اکثر ابواب میں تو احادیث کثیرہ کا تذکرہ ہوتا ہے اور بعض میں صرف ایک حدیث اور بعض میں صرف قرآنی آیات کا ذکر ہوتا ہے اور بعض ابواب میں ان میں سے کسی کا ذکر بھی نہیں ہوتا

اس کے بعد پھر لکھتے ہیں وبالجملۃفتراجمہ حیرت الافکار وادھشت العقول والابصار وانما بلغت هذه المرتبة لماروی انہ بیّضھابین قبر النبی ﷺ ومنبرہ وانہ کان یصلی لکل ترجمۃ رکعتین

خلاصہ بحث یہ ہوا کہ بخاری شریف کے تراجم وابواب نے اہل بصیرت کے افکار، عقول اور افہام کو حیرت زدہ ومدہوش کردیا ہے اور بے شک جامع صحیح بخاری اس بلند ترین مرتبہ کو اسلئے پہنچی ہے کہ امام بخاریؒ سے یہ منقول ہے کہ تراجم وابواب کو آپؒ نے حضور ﷺ کی قبر اور منبر شریف کے درمیان ایک حالت میں لکھا ہے کہ ہر ترجمۃ الباب کے لئے دو رکعت نفل نماز پڑھا کرتے تھے۔

نیز آپؒ کا احادیث کو بعض اوقات مختصر کردینے اور کئی ابواب میں ان کا اعادہ کر لینے کی غرض بھی ایسے معانی اور مطالب کا استخراج کرنا مقصود ہوتا ہے جس کا وہ باب مقتضی ہوا کرتا تھا البتہ ہر باب میں استدلال کا طریقہ کسی دوسری سند سے ہی ہوتا ہے اور بہت کم ایک حدیث کو ایک سند اور ایک ہی الفاظ کے ساتھ دو مواضع میں ذکر کیا ہے بلکہ مختلف معانی کے حصول کے لئے اس کو کئی طرق سے کئی مواضع اور مقامات میں ذکر کر لیتے ہیں۔ البتہ ایسی احادیث جن کا تذکرہ دو مواضع میں ایک سند اور ایک ہی متن کے ساتھ ہوا ہے وہ صرف تیئس احادیث ہی ہیں۔ ہاں امام بخاریؒ کا کبھی کسی بعض متن حدیث پر کسی موضع میں ایسے طریقہ پر اقتصار کر لینا کہ پھر اس کے بقیہ حصہ کا تذکرہ کسی دوسرے موضع میں بھی نہ ہو تو ایسا غالباً ان مواضع میں واقع ہوا ہے کہ جہاں محذوف شدہ حصہ متن صرف صحابی پر موقوف ہو اور اس میں ایسا حصہ اور جزء بھی ہو جس پر مرفوع ہونے کا حکم بھی ہے تو اسلئے مرفوع حصہ پر اقتصار کر کے بقیہ متن کو حذف کر دیتے ہیں کہ اس کا تعلق اور ربط ومناسبت کتاب کے ساتھ نہیں ہوا کرتا۔

اسی طرح امام بخاریؒ احادیث معلقہ مرفوعہ اور موقوفہ کو کبھی تو جزمی اور یقینی طور پر لفظ قالَ اور فَعل کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں تو اس وقت ان کا حکم بھی احادیث صحیحہ کا ہے اور کبھی غیر جزمی طور پر ذکر کر لیا کرتے ہیں جیسے کہ لفظ یُرْوی یا پھر یُذْکَرُ کے ساتھ اور کبھی دوسرے مواضع میں وہ بطریقہ موصول پائی جاتی ہے اور کبھی معلق اور یہ صورت یا تو اختصار کے لئے ہوتی ہے اور یا پھر آپؒ کے نزدیک اس کی سماع بطور اتصال ثابت نہیں ہوتی یا اس کی سماع میں شک ہے یا پھر اس کو بطور مذاکرہ کے سنا تھا اور اس کو دوسری جگہ ذکر نہیں کرتے ہاں ان میں سے بعض تو صحیح ہوتے ہیں لیکن امام بخاریؒ کی شرط پر نہیں ہوتے اور بعض اس میں درجہ حسن میں اور بعض ضعیف بھی ہوتے ہیں۔

باقی رہا مسئلہ احادیث موقوفہ کا تو جو اس کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں اور آپؒ کی شرط پر نہیں ہوتی ہیں تو اس میں تو حکم جزمی کرتے ہیں لیکن جس کی سند میں ضعف یا انقطاع ہوتا ہے تو اس پر جزم اور یقین تو نہیں کرتے بلکہ جن مسائل میں ائمہ کرام میں اختلاف ہوتا ہے تو ان میں سے اپنے پسندیدہ مذہب اور مسئلہ کی تقویت کے لئے ایسے احادیث کا تذکرہ کر دیتے ہیں۔

تو دراصل امام بخاریؒ کا مقصود صحیح بخاری میں احادیث صحیحہ کا ذکر کرنا ہی ہے اور ان ہی کے لئے تراجم الابواب قائم کئے ہیں البتہ تبعاً وبالعرض آثار موقوفہ اور معلقہ نیز آیات کریمہ کا تذکرہ بھی بعض مواضع میں کیا ہے۔

تو اس پوری تفصیل اور وضاحت سے معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کا اصل موضوع احادیث مسندہ ہی ہیں اور معلق احادیث تو مسندات نہیں ہیں (انتھی)

محدث کبیر صاحب فضیلت علامہ محمد ادریس کاندھلوی اپنی کتاب ''مقدمہ بخاری'' ص ۱۱ میں حضرت شاہ ولی اللہ الدہلوی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

اول من صنّف اهل الحديث فی علم الحديث جعلوه مدوّنا فی اربعة فنون فنّ السنة الخ کہ محدثین کرام نے شروع میں علم حدیث کو چار فنون میں مختلف انداز میں مدون کیا۔

(۱) فن سنت جسے فقہ کہا جاتا ہے مثل مؤطا امام مالک اور جامع سفیان وغیرھا

(۲) فن تفسیر میں جیسے ابن جریج کی کتاب (۳) فن سیر میں جیسے محمد بن اسحٰق کی کتاب (۴) فن زہد ورقاق میں جیسے ابن مبارکؒ کی کتاب

تو امام بخاریؒ نے یہ ارادہ کیا کہ ان چاروں فنون کو اپنی کتاب "جامع صحیح" میں یکجا جمع کرلیں نیز ان کی احادیث صحیحہ بھی جن پر علماء امت نے امام بخاریؒ سے پہلے اور اس کے زمانہ میں صحت کا حکم کیا ہے اور اس کو خالص احادیث صحیحہ مرفوعہ مسندہ کا جامع قرار دیدے (باقی اس میں آثار وغیرہ کا ذکر صرف تبعاً ہے) اس لئے تو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کا نام "الجامع الصحیح المسند" رکھا۔

نیز امام بخاریؒ نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ احادیث مبارکہ سے مستنبط مسائل میں اپنی قوت اور ذہانت کو عمل میں لائیں اسی لئے تو آپؒ نے احادیث سے اتنی کثیر تعداد میں مسائل نکالے کہ اس میں آپؒ سے کسی نے سبقت نہیں کی۔

پھر فرمایا کہ حاصل یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض حدیث صحیح اور فقہ ورائے کے درمیان تطبیق مقصود تھی کیونکہ آپؒ نے اس سلسلہ میں شہر بخاریٰ کے فقہاء اہل الرائی سے بھی استفادہ کیا اور امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد عبداللہ بن مبارک کی تصانیف یاد کیں اور اسی وجہ سے آپؒ کو حدیث اور فقہ کے درمیان تطبیق کا کارنامہ سرانجام دینا ممکن ہوا۔

احادیث بخاری کی تعداد

اس سلسلہ میں متقدمین میں سے علامہ ابن صلاح اپنے رسالہ "المقدمہ" میں لکھتے ہیں۔

قال البخاری احفظ مائة الف حديث صحيح ومائتى الف حديث غير صحيح وجملة مافى كتابه الصحيح سبعة آلاف ومائتان وخمسة وسبعون حديثا بالاحاديث المكررة وقد قيل انها باسقاط المكررة اربعة آلاف حديث الا ان هذه العبارة قد يندرج تحتها عندهم آثار الصحابة والتابعين وربما عدالحديث الواحد المروى باسنادين حديثين (مقدمه ابن صلاح ص ۸)

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ غیر صحیحہ یاد ہیں اور جامع صحیح بخاری میں کل احادیث بشمول مکرر احادیث کی تعداد سات ہزار دوسو پچھتر (۷۲۷۵) ہے اور بعض

حضرات نے کہا کہ مکرر احادیث کو ساقط کرنے کے بعد چار ہزار (۴۰۰۰) احادیث ہیں ہاں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں اس عبارت کے تحت ان تمام احادیث کا اندراج مقصود ہے جو چاہے مرفوعہ ہوں یا آثار صحابہ وتابعین بلکہ بعض اوقات ایک حدیث اگر دو اسناد سے منقول ہوئی ہو تو اسے دو حدیثیں شمار کیا گیا ہے۔

تعداد احادیث کے مختلف ہونے کے وجوہ

حافظ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی المتوفی ۸۰۶ھ شرح الفیہ ج ۱ ص ۴۷ میں لکھتے ہیں کہ

وهو مسلّم فى رواية الفربرى واما رواية حماد بن شاكر فهى دونها بمائتى حديث ودون هذه بمائة حديث فى رواية ابراهيم بن معقل (شرح الفيه ج ۱ ص ۴۷)

علامہ ابن صلاحؒ کا اس تعداد کا ذکر کرنا امام فربری کی روایت کے لحاظ سے تو مسلّم ہے البتہ حماد بن شاکر کی روایت میں تعداد مذکورہ سے دو سو احادیث کم ہیں اور ابراہیم بن معقل کی روایت میں اس تعداد سے ایک سو احادیث کم ہیں۔ لیکن شیخ حافظ زین الدین زکریا بن محمد الانصاری الشافعی المتوفی ۹۲۵ھ نے اپنی کتاب "فتح الباقی علی الفیة العراقی" (جو کہ شرح الفیہ مذکور کے ساتھ متصل یکجا طبع شدہ ہے) میں اسی ج ۱ ص ۴۷ میں لکھتے ہیں۔

بان عدة احاديث البخارى فى روايات الثلاثة سواء وانما حصل الاشتباه من جهة ان الاخيرين فاتهما من سماع الصحيح على البخارى ما ذكر فى آخر الكتاب فروياه بالاجازة فالنقص انما هو فى السماع لافى الكتاب (انتهى) بے شک بخاری شریف کی احادیث تینوں روایات (فربری، حماد بن شاکر اور ابراہیم بن معقل) میں مساوی ہیں البتہ یہ اشتباہ اسلئے ہوا کہ آخری دو ائمہ کرام (حماد بن شاکر، ابراہیم بن معقل) سے آخر کتاب کی سماع امام بخاریؒ سے رہ گئی تھی تو انہوں نے روایت بالاجازۃ کی ہے تو یہ تعداد کی کمی وبیشی کا تعلق سماع عن الشیخ میں ہوا۔ نہ کہ کتاب میں مذکورہ تعداد سے۔

پھر آگے شیخ انصاری شافعیؒ لکھتے ہیں کہ وہ جو مجھے حقیقتاً معلوم ہوا وہ یہی بات ہے کہ تمام احادیث بخاری بشمول مکررہ سوائے معلقات، متابعات، موقوفات اور مقطوعات کے سات ہزار تین

سوستانوے (۷۳۹۷) ہیں اور متون موصولہ بلا تکرار کے دو ہزار چھ سو دو (۲۶۰۲) احادیث ہیں اور ایسے متون معلقہ مرفوعہ جن کو بخاری شریف کے دوسرے مواضع میں موصول نہیں کیا۔ ایک سو انسٹھ (۱۵۹) ہیں تو مجموعہ غیر مکررہ تقریباً دو ہزار سات سو اکسٹھ (۲۷۶۱) ہوئے۔

تنبیہ

بندہ احقر الانام عرض گزار ہے کہ گذشتہ تفصیل تو شیخ زکریا انصاریؒ نے مقدمہ فتح الباری سے نقل کی جسے بحوالہ "فتح الباقي على الفية العراقي" نقل کر دیا گیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ جامع صحیح بخاری کی احادیث کی تعداد کے متعلق شیخ الاسلام ابن حجرؒ نے مقدمہ فتح الباری کے مختلف صفحات میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کا تذکرہ یہاں کر دیا جائے۔ چنانچہ آپؒ ہر باب کی علیحدہ علیحدہ احادیث شمار کرنے کے بعد مقدمہ فتح الباری ص ۴۶۸ میں لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری کی کل احادیث بشمول مکررات ماسوائے معلقات اور متابعات کے جسے میں نے ضبط وتحریر میں لایا ہے۔ سات ہزار تین سو ستانوے (۷۳۹۷) ہیں۔

تو گویا مقدمہ ابن صلاح کے سابقہ مذکورہ احادیث کی تعداد پر ایک سو بائیس (۱۲۲) احادیث کا اضافہ ہو گیا۔ اور ص ۴۷۰ میں لکھتے ہیں اور کتاب جامع صحیح بخاری میں مجموعہ تعلیقات کی تعداد ایک ہزار تین سو اکتالیس (۱۳۴۱) ہے تو اس صورت میں کل احادیث مکررہ کی تعداد نو ہزار بیاسی (۹۰۸۲) ہوئی اور یہ تعداد موقوفات صحابہؓ اور مقطوعات تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کی تعداد کے علاوہ ہیں اور میں نے ان سب کے موصول ہونے کا استیعاب کتاب تعلیق التعلیق میں کیا ہے۔ پھر ص ۴۷۸ میں لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں کل متون موصولہ بلا تکرار تحریر شدہ کی تعداد دو ہزار چھ سو دو (۲۶۰۲) ہے اور متون معلقہ مرفوعہ جن کو بخاری شریف کے کسی دوسرے مواضع میں موصول نہیں کیا گیا ان کی تعداد ایک سو انسٹھ (۱۵۹) احادیث ہے۔

پھر آپؒ لکھتے ہیں کہ میرے ان اعداد تحریر شدہ اور وہ تعداد جسے علامہ ابن صلاحؒ وغیرہ نے لکھا ہے بڑا فرق ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس میں وہم وشبہ کہاں اور کس وجہ سے پڑ گیا پھر خود آپ نے

یہ تاویل وتوجیہ کر دی کہ یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ پہلے پہل (ابتدائی طور پر) شمار کرنے والا جن کی ان سب حضرات نے تقلید وتابعداری کی ہے تو وہ جب ایک حدیث کو ایک مقام میں طویل دیکھ لیتے اور دوسری جگہ اسی حدیث کو مختصر پا لیتے تو ان کو یہ وہم وگمان ہو جاتا کہ یہ مختصر حدیث اس مطول حدیث کے علاوہ ہے اور یہ بات یا تو بُعد زمانہ اور وقت کی وجہ سے ہوئی اور یا پھر اس فن سے قلت معرفت کی بنا پر ہوئی اور جامع صحیح میں ایسی قسم کے طرز وطریقے بہت مذکور ہیں اور اس توجیہ وتطبیق کی وجہ سے احادیث کی تعداد میں فرق اور تفاوت کا ہو جانا بالکل ظاہر ہے (واللہ اعلم بالصواب)

صحیح بخاری کی کتب اور ابواب کی تعداد

علامہ جزائریؒ توجیہ النظر میں لکھتے ہیں وعدد كتب البخاري مائة وشئ وعدد ابوابه ثلاثة آلاف واربع مائة وخمسون باباً مع اختلاف قليل في نسخ الاصول (توجیہ النظر ص ۹۴) بخاری شریف کے عنوانات کتب کی تعداد ایک سو سے کچھ زیادہ اور اس میں جملہ ابواب کی تعداد تین ہزار چار سو پچاس (۳۴۵۰) ہے۔ ہاں اصول کے نسخوں میں معمولی اختلاف کے ساتھ۔

صحیح بخاری کے شروحات

واضح رہے کہ اس سلسلہ میں ائمہ متقدمین ومتاخرین نے بخاری شریف کے مختصر اور مفصل چھوٹی اور بڑی ضخیم کافی تعداد میں اسکے شروح مختصرات تعلیقات اور حواشی کا اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ صاحب کشف الظنون نے اپنی اس مشہور کتاب میں اس کی شروح کی تعداد اسی (۸۰) سے زائد بیان کی ہے۔ اسی طرح بعض حضرات نے عمدۃ القاری شرح بخاری کے شروع میں ان کا ذکر مفصل کیا ہے اگر تفصیل معلوم کرنا ہو تو ان دو کتب کی طرف رجوع کیا جائے یہاں ان میں سے بعض کا تذکرہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) ابوسلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب البستی المتوفی ۳۰۸ھ کی ہے اس کا نام اعلام السنن ہے اور وہ ایک جلد میں ہے جو عمدہ اور لطیف شرح ہے۔

(۲) ابوالقاسم احمد بن محمد بن عمر بن وردالتیمی کی شرح ہے اور وہ بہت مفصل ہے۔

(۳) امام ناصرالدین علی بن محمد المنیر الاسکندرانی کی ہے اور وہ دس ضخیم جلدوں میں ہے

(۴) امام قطب الدین عبدالکریم بن عبدالنور بن میسیر الحلبی الحنفی المتوفی ۷۴۵ھ کی ہے یہ شر
بخاری شریف کے نصف حصہ تک کی شرح پر دس جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۵) علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی المتوفی ۷۹۶ھ کی ہے اور اس کا نام اس
کواکب الدراری رکھا ہے۔ مصنفؒ نے اس میں نحوی اعراب اور غریب الفاظ کو پوری طرح حل
ہے۔

(۶) ابن الملقن کی شرح ہے جسے آپؒ نے "مجمع البحرين وجواهر الحبرين" کے نام
مسمی کیا ہے اور وہ آٹھ بڑی جلدوں میں مصنفؒ ہی کے خط سے ہے۔

(۷) علامہ مجدالدین ابوطاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی المتوفی ۸۱۷ھ کی ہے۔ جس کا نام آپ
"منح الباري بالسيح الفسيح الجاري في شرح البخاري" رکھا اور اس کے عبادات کے چوتھائی
حصہ کی شرح بیس جلدوں میں کامل ہوئی۔

(۸) البتہ شروحات میں سے مشہور شرح حافظ شیخ الاسلام احمد بن علی بن حجر المتوفی ۸۵۲ھ کی
جو میرہ ضخیم جلدوں میں ہے۔

(۹) اسی طرح اس کی ایک دوسری مشہور شرح علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی
۸۵۵ھ کی ہے جو کہ اپنے مقاصد اور مطالب ومعانی کے بیان میں ایک مکمل مفصل اور پُر مغز شرح کی
حیثیت رکھتی ہے اور حنفی مذہب کی ترجمان ہے۔ علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں مختلف مباحث کی
ایسی وضاحت کی گئی کہ قاری کو کسی دوسری شرح کی ضرورت نہیں رہتی الخ۔

مختصرات صحیح بخاری

وہ بھی بڑی کثیر تعداد میں لکھی گئی ہیں ان میں سے مشہور مختصر امام جمال الدین احمد بن عمر
الانصاری القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ کا ہے اور ایک مختصر علامہ بدرالدین حسن بن عمر الحلبی المتوفی ۷۸۹ھ کا

ہے جو "ارشاد الساری والقاری" کے نام سے مسمیٰ ہے اسی طرح ایک مختصر حسین بن المبارک الزبیدی
المتوفی ۸۹۳ھ کا ہے اس میں اس نے اس کی احادیث کو اپنی اسانید سے تجرید کی ہے اور اس کا نام
"التجريد الصريح لاحاديث الجامع الصحيح" رکھا۔ احقر الانام عرض کرتا ہے کہ وہ اس وقت دو
جلدوں میں موجود ہے اور اس کے شروع میں الحمدلله الباري المصور الخلاق الوهاب الفتاح الخ
اور آخر میں ابوہریرہؓ کی یہ حدیث ہے قال قال النبي ﷺ كلمتان حبيبتان الى الرحمن خفيفتان
على اللسان ثقيلتان في الميزان سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم ہے۔

کتب رجال بخاری

بخاری شریف کے رجال پر بھی کئی کتابیں لکھی گئیں جن میں سے "اسماء رجال البخاري" شیخ امام احمد
بن محمد الکلاباذی المتوفی ۳۹۸ھ اور کتاب "التعديل والتجريح برجاله" امام ابوالولید سلیمان بن خلف
الباجی المتوفی ۴۷۴ھ اور "افهام بما وقع في البخاري من الابهام" امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن عمر
البلقینی المتوفی ۸۲۶ھ کی مشہور کتابیں ہیں۔

(۶) صحیح المسلم

صحاح ستہ کی مشہور کتاب صحیح مسلم کے مؤلف اور جامع مشہور امام ہیں، نام ابوالحسین مسلم بن الحجاج
بن مسلم بن ورد بن کرشان قشیری نیساپوری ہیں۔

مولد ومسکن

آپؒ خراسان کے علاقہ کے مشہور شہر نیشاپور میں ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ علامہ یاقوت حموی نے اس
شہر کا تذکرہ "معدن الفضلاء ومنبع العلماء" کے نام سے کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دنیائے اسلام میں سب
سے پہلا باقاعدہ دینی مذہبی مدرسہ اسی شہر میں بنام مدرسہ بیہقیہ تعمیر ہوا۔

اگرچہ لوگوں میں زیادہ مشہور تو یہی ہے کہ سب سے پہلا مدرسہ نظامیہ بغداد کا ہے۔

امام مسلمؒ کے مناقب وفضائل

آپؒ احادیث کے حافظ اور ائمہ واعلام محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔آپؒ نے علوم دی تحصیل کے لئے مختلف بلاد اسلامیہ (حجاز، عراق، شام، مصر وغیرہ) کے طویل ترین اسفار کئے ہیں ا وہاں کے مشہور شیوخ وائمہ حدیث سے سماع حدیث کی ہے۔جن میں سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبیؒ، ا احمد بن حنبلؒ، سعید بن منصورؒ، ہیثم بن خارجہؒ جیسے مشائخ سے مکمل استفادہ کیا اور آپؒ کے تلامذہ میں ا ترمذیؒ، ابوحاتم رازیؒ، ابوبکر بن خزیمہؒ، ابراھیم بن ابی طالبؒ، مکی بن عبدان، احمد بن سلمہ اور ابوعوا جیسے ائمہ فن داخل ہیں۔

علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ فنظر اسحق بن منصور الی مسلم فقال لن نعدم الخیر ما ابقاک اللہ للمسلمین (تہذیب التہذیب ج۱۰ ص ۱۱۴) اسحٰق بن منصورؒ نے امام مسلم کی طرف دیکھ کر فرمایا جب تک اللہ تعالیٰ آپ کو مسلمانوں کے لئے باقی رکھے گا۔بھلائی آپ کے ہاتھ سے نہ جائے گی (یعنی ہم لوگ آپ سے مستفید رہیں گے)

ابوحاتم رازیؒ نے امام مسلمؒ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے ان کے حالات دریافت کئے۔آپؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے نواز رکھا ہے مجھ پر جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور جنت کی وسعتیں میرے لئے وقف ہیں۔جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں (مظاہر حق جدید ص۵۴)

احمد بن سلمہؒ آپؒ کے متعلق فرماتے ہیں۔ رائیت ابازرعة واباحاتم یقدمان مسلم بن الحجاج فی معرفة الصحیح علی مشائخ عصره (شذرات الذهب ج۲ ص ۱۴۴)

کہ میں نے شیخ ابوزرعہؒ اور ابوحاتمؒ کو دیکھا ہے کہ وہ امام مسلم بن الحجاج کو احادیث صحیحہ کی معرفت اور پہچان کے باب میں اپنے زمانہ کے دوسرے مشائخ پر ترجیح دیا کرتے تھے۔علامہ شبیر احمد عثمانیؒ "فتح الملہم ج۱ ص۱۰۱ میں لکھتے ہیں۔ وقال ابن ابی حاتم کان من الحفاظ کتبت عنه بالری. وقال

ابو قریش الحافظ حفاظ الدنیا اربعة فذکر منهم مسلماً (مفتاح السنة للخولی ص ۴۶)

آپؒ کے متعلق ابن ابی حاتمؒ کہتے ہیں کہ امام مسلمؒ حافظ الحدیث تھے میں نے موضع رئ میں ان سے احادیث لکھی ہیں۔نیز حافظ ابوقریش نے کہا کہ دنیا میں حفاظ حدیث چار ہیں پھر ان میں سے امام مسلم کو بھی شمار کیا۔علامہ ابن حجرؒ بھی لکھتے ہیں وقال بندار الحفاظ اربعة ابوزرعة ومحمد بن اسماعیل والدارمی ومسلم (تہذیب التہذیب ج۱۰ ص ۱۱۵)

مشہور محدث بندارؒ فرماتے ہیں کہ حفاظ حدیث چار اشخاص ہیں (۱) ابوزرعہؒ (۲) امام بخاری محمد بن اسماعیلؒ (۳) امام دارمیؒ (۴) اور امام مسلمؒ

امام مسلمؒ کا مسلک

آپؒ کے مسلک کی تعیین میں بڑی دشواری ہے۔علامہ کشمیریؒ جیسے محدث بھی فرماتے ہیں کہ امام مسلم وابن ماجہ کا مذہب معلوم نہیں۔نواب صدیق حسن خان نے انہیں شافعی المذہب شمار کیا ہے۔صاحب کشف لکھتے ہیں الجامع الصحیح للامام المسلم الشافعی مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی کی تحقیق کے مطابق آپ مالکی المذہب تھے۔لیکن اس کے باوجود طبقات مالکیہ میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔

تصنیفات

صحیح مسلم کے علاوہ بھی آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں۔

علامہ ابن حجرؒ تہذیب میں لکھتے ہیں۔

وله من التصانیف غیر الجامع ، کتاب الانتفاع بجلود السباع ،والطبقات والکنی ومسند حدیث مالک وقیل انه صنف مسندا کبیرا علی الصحابة فلم یتم (تہذیب ج۱۰ ص ۱۱۴) (آپؒ کی تصنیفات میں جامع صحیح مسلم کے علاوہ "کتاب الانتفاع بجلود السباع، کتاب الطبقات ،الاسماء والکنی ،مسند حدیث مالک بھی ہیں اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ انہوں نے صحابہ کرامؓ پر بھی ایک مسند کبیر لکھی ہے لیکن وہ اختتام کو نہ پہنچی)

نیز دوسرے کتب مثلاً کتاب العلل، کتاب التمیز ،کتاب الاقران ،کتاب اوهام المحدثین ، کتاب

افراد الشامیین، کتاب الوحدان، کتاب عمرو بن شعیب، کتاب من لیس لہ الا راوٍ واحد وغیرہ بھی تذکرہ کیا جاتا ہے۔

وفات

امام مسلمؒ کی وفات ۲۵ رجب ۲۶۱ھ بروز یکشنبہ ہوئی اور دوشنبہ کو نیشاپور کے باہر نصیر آباد میں دفن کیے گئے۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ان کی قبر مبارک زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔ آپؒ کی وفات کا واقعہ بھی حیرت انگیز و عبرت خیز ہے۔ علامہ ابن حجرؒ تھذیب التھذیب میں لکھتے ہیں۔ وقال الحاکم سمعت ابا الفضل محمد بن ابراھیم سمعت احمد بن سلمة یقول عقد لمسلم مجلس المذاکرة فذکر لہ حدیث فلم یعرفہ فانصرف الی منزلہ وقدمت لہ سلّة فیھا تمر فکان یطلب الحدیث ویأخذ تمرة تمرة فاصبح وقد فنی التمر ووجد الحدیث زاد غیرہ فکان ذلک سبب لموتہ (تھذیب ج۱۰ ص ۱۱۴)

(امام حاکمؒ فرماتے ہیں میں نے ابوالفضل محمد بن ابراھیم سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے احمد بن سلمہ سے سنا ہے کہ امام مسلم سے مجلس مذاکرہ میں ایک حدیث کے متعلق سوال کیا گیا جو آپ کو یاد نہ آئی تو آپ گھر واپس ہوئے اس دوران آپ کے سامنے کھجور کی ٹوکری پیش کی گئی تو آپؒ حدیث بھی تلاش کر رہے ہیں اور ایک ایک کھجور اٹھا کر تناول فرما رہے ہیں تو رفتہ رفتہ تمام چھوارے بھی ختم ہو گئے اور حدیث بھی مل گئی بعض دوسرے حضرات نے یہ زیادتی نقل کی ہے کہ یہ زیادہ چھوارے کھالینا ان کی موت کا سبب بنا)

اس واقعہ سے آپ لوگ امام مسلمؒ کا احادیث سے شغف اور انہماک کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تلاش حدیث میں اتنا مستغرق ہوئے کہ اس کا بھی خیال نہیں رہا کہ اتنی زیادہ کھجوریں کیسے ہضم ہوں گی)

صحیح مسلم کی تصنیف

امام مسلمؒ کے حالات زندگی کی ایک مختصر سی جھلک مندرجہ بالا عبارت میں گذر چکی ہے۔ چنانچہ آپؒ کی مذکورہ تصنیفات میں صحیح مسلم کو انتہائی شہرت حاصل ہوئی حتی کہ امت مسلمہ صحاح ستہ میں جامع صحیح

بخاری کے بعد اس کو دوسرے درجہ میں شمار کیا کرتے ہیں۔ امام مسلمؒ نے اس مجموعہ احادیث کی تدوین ضبط اور حسن ترتیب میں ایک عجیب و غریب انداز اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ آپؒ کا مقصد صرف احادیث صحیحہ کا انتخاب کر کے ہر حدیث کے مختلف طرق کو اچھی ترتیب سے یکجا بیان کر دینا ہے جس سے متون حدیث کے اختلاف اور مختلف اسانید سے ایک قاری کو اچھی واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اس سلسلہ میں آپ نے صحیح مسلم کی جمع و ترتیب میں حزم و احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف اپنی ذاتی تحقیقات پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کیا (یعنی اس مجموعہ میں صرف وہی حدیثیں درج نہیں کی ہیں جن کو آپؒ نے صرف صحیح سمجھا) بلکہ بطور احتیاط اس میں وہی احادیث درج کی ہیں جن کی صحت پر دوسرے مشائخ اور محدثین کرام کا بھی اتفاق ہو۔ چنانچہ علامہ ابن صلاح اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں وروینا عن مسلم انہ قال لیس کل شئی عندی صحیح وضعتہ ھھنا یعنی فی کتابہ الصحیح انما وضعت ھھنا ما اجمعوا علیہ (مقدمہ ابن صلاح ص ۸)

(ہم امام مسلمؒ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ آپؒ نے فرمایا یہ ضروری نہیں کہ ہر وہ حدیث جو میری تحقیق کے مطابق صحیح تھی اس کو میں نے یہاں (صحیح مسلم میں) درج کیا ہو میں نے تو یہاں صرف ان احادیث کو درج کیا ہے جن کے صحیح ہونے پر سب مشائخ کا اجماع ہوا ہو)

ایک وضاحت

مقدمہ ابن صلاح ص ۸ کی مذکورہ عبارت یعنی لیس کل شئی عندی صحیح الخ کے متعلق احقر الانام کہتا ہے کہ امام مسلمؒ کے یہ الفاظ در اصل ایک سوال و جواب کی صورت میں ایک حدیث کے صحیح ہونے کے باوجود اپنی صحیح مسلم میں درج نہ کرنے کے متعلق ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف ج ۱ ص ۱۷۴ کی سند ح وحدثنا اسحٰق بن ابراھیم سے شروع ہوتی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ "وفی حدیث جریر عن سلیمان عن قتادة من الزیادة" واذا قرأ فانصتوا ولیس فی حدیث احد منھم الخ۔ تو اس میں زیادتی پر ابو بکر (راوی) نے اعتراض کیا تو امام مسلمؒ نے جواب میں فرمایا کہ "ترید احفظ من سلیمان" کہ کیا تجھے سلیمان راوی سے بھی کامل الحفظ راوی چاہیے۔

(یعنی سلیمان تو بڑے کامل الحفظ والضبط راوی ہیں اس کو کسی کی مخالفت نقصان نہیں دے سکتی) تو پھر ابوبکر نے کہا کہ کیا ابوھریرہ کی حدیث (جس میں واذاقرأ فانصتوا ہے) صحیح ہے تو اس کے جواب میں امام مسلمؒ نے فرمایا کہ وھو عندی صحیح "(وہ میرے نزدیک صحیح ہے) ابوبکر نے پھر فرمایا تو پھر آپ اس کو اپنی صحیح مسلم میں کیوں ذکر نہیں کرتے تو دراصل اس سوال کے جواب میں امام مسلمؒ نے فرمایا کہ " لیس کل شئی عندی صحیح وضعته ھھنا انما وضعت ھھنا ما اجمعوا علیه" یعنی یہ کوئی ضروری نہیں کہ جو حدیث میری رائے میں صحیح ہو تو اس کو میں صحیح مسلم میں بھی ذکر کروں گا میں نے تو اس میں صرف ان احادیث کو درج کیا ہے جن کے صحیح ہونے پر سب مشائخ کا اجماع ہوا ہو۔ یعنی امام مسلمؒ کا مطلب یہ تھا کہ ابوھریرہؓ کی حدیث کی صحت چونکہ متفق علیہ نہیں ہے اس لئے میں نے اس کو صحیح مسلم میں درج نہیں کیا ہے۔ اگرچہ خود میری تحقیق پر وہ صحیح ہے (واللہ اعلم بالصواب)

اشکال وجواب

یہاں پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ امام مسلمؒ کے مذکورہ قول لیس کل شئی عندی صحیح الخ کو علامہ نوویؒ مقدمہ شرح مسلم ص۱۳ پر نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

واما قول مسلم فی صحیحه فی باب صفة صلوة رسول اللہ ﷺ لیس کل شئی عندی صحیح الخ فمشکل فقد وضع فیه احادیث کثیرة مختلفاً فی صحتها لکونها من حدیث من ذکرناه ومن لم نذکره ممن اختلفوا فی صحة حدیثه۔ یعنی امام مسلمؒ کا یہ کہنا کہ میں نے صحیح مسلم میں وہ روایات درج کی ہیں۔ جن پر سب مشائخ کا اتفاق ہوا ہو۔ تو ان کے اس قول میں یہ اشکال ہے کہ آپؒ نے مسلم شریف میں ایسی بہت سی احادیث جمع کی ہیں جن کی صحت میں اختلاف ہے اس لئے کہ یہ احادیث ان راویوں سے بھی ہیں جن کا تذکرہ ہم نے کیا ہے اور ان رواۃ سے بھی ہیں جن کی مرویہ احادیث مختلف فیہ ہیں۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ شیخ (ابن صلاحؒ) فرماتے ہیں کہ اس کا جواب دو طریقوں پر ہے

(۱) یہ کہ امام مسلمؒ کی مراد اس قول سے یہ ہو کہ اس نے اپنی کتاب میں صرف ان احادیث کو جمع

کیا ہے کہ جن میں صرف آپؒ ہی کے نزدیک متفق علیہ شرائط صحیح موجود ہوں اگرچہ بعض دوسرے حضرات کے نزدیک بعض احادیث میں ان شرائط کا ظہور نہ بھی ہو۔

(۲) کہ امام مسلمؒ کی مراد اپنے اس قول سے یہ ہو کہ اس نے صحیح مسلم میں ایسی روایات ذکر نہیں کی ہیں جس میں ثقہ راویوں نے نفس حدیث میں (بلحاظ متن حدیث یا اسناد حدیث) اختلاف کیا ہو، نہ کہ آپ کی مراد یہ ہے کہ ان کا اختلاف بعض رواۃ کی توثیق وتعدیل کے متعلق ہو پھر ان دو جوابات کے نقل کرنے کے بعد علامہ نوویؒ نے یہ بھی نقل کر دیا ہے کہ ومع ھذا فقد اشتمل کتابه علی احادیث اختلفوا فی اسنادھا او متنها بصحتها عنده وفی ذلک ذھول منه عن ھذا الشرط او سبب آخر وقد استدرکت وعللت ھذا آخر کلام الشیخ۔ لیکن اس کے باوجود امام مسلمؒ کی یہ کتاب صحیح مسلم ایسے احادیث پر مشتمل ہے جن کی اسناد اور متن میں رواۃ کا اختلاف ہے کیونکہ وہ احادیث آپؒ کے نزدیک صحیح ہیں اور اس میں یا تو اپنی شرط سے ذھول ہوا ہے یا کوئی اور سبب ہو اور میں نے ایسی احادیث کا استدراک اور تعلیل بیان کی ہے یہ شیخ کا آخری کلام ہے۔ البتہ شیخ شبیر احمد عثمانیؒ نے مقدمہ فتح الملہم میں امام مسلمؒ کے مذکورہ اس قول کے متعلق نقل کیا ہے کہ قال بعضھم اراد مسلم بالاجماع فی قوله وانما وضعت ھھنا ما اجمعوا علیه الخ اجماع اربعة من ائمة الحدیث احمد بن حنبل وابن معین وعثمان بن ابی شیبة وسعید بن المنصور الخراسانی (مقدمہ فتح الملھم ج ۱ ص ۵۷)

(بعض مشائخ کہتے ہیں کہ امام مسلم کی مراد اجماع سے ان چار ائمہ حدیث کا اجماع مراد ہے یعنی احمد بن حنبل، ابن معین، عثمان بن ابی شیبہ اور سعید بن منصور خراسانی رحمھم اللہ)

نیز امام مسلمؒ نے اپنی جامع صحیح مسلم میں احادیث صحیحہ درج کرنے کے سابقہ اہتمام کے ساتھ ساتھ جب یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچائی تو آپؒ نے مشائخ وقت میں سے امام حافظ ابوزرعہؒ (جو اس دور میں حدیث اور فن رجال اور جرح وتعدیل کے امام تھے) کی خدمت میں بطور تصحیح وتائید کے پیش کیا تو حافظ ابوزرعہؒ نے جس جس علت کی طرف اشارہ کیا امام مسلمؒ نے اس کو خارج کر کے چھوڑ دیا۔

بلکہ امام نوویؒ نے مقدمہ شرح مسلم میں سند متصل کے ساتھ حافظ ابوقریش محمد بن جمعہ بن خلف سے نقل کیا ہے کہ کنت عند ابی ذرعة الرازی فجاء فسلم علیه وجلس ساعة وتذاکر فلما

قام قلت لہ ھذا جمع اربعة آلاف حدیث فی الصحیح قال ابوزرعة فلمن ترک الباقی (مقدمہ شرح مسلم ص ۱۵)

محمد بن جمعہ فرماتے ہیں کہ میں ابوزرعہ رازی کے پاس بیٹھا تھا کہ امام مسلمؒ نے آکر سلام کیا اور کچھ وقت آپس میں مذاکرہ کیا جب امام مسلم تشریف لے گئے تو میں نے ابوزرعہ کو کہا کہ اس شخص نے اپنی صحیح میں چار ہزار احادیث (غیر مکرر) جمع کی ہیں تو امام ابوزرعہؒ نے فرمایا کہ پھر دوسرے مشائخ حدیث کے لئے کیا چھوڑا۔ چنانچہ پندرہ سال کے طویل عرصہ میں بارہ ہزار (مکررہ) احادیث صحیحہ کا مجموعہ تیار ہوا۔ شیخ احمد بن سلمہؒ فرماتے ہیں۔ کتبت مع مسلم فی صحیحہ خمس عشرة سنة وھو اثنا عشر الف حدیث (تذکرة الحفاظ ج ۲ ص ۱۵۱) (میں امام مسلمؒ کے ساتھ اس کی جامع صحیح میں پندرہ سال تک احادیث لکھتا رہا جن کا مجموعہ بارہ ہزار ہوتا ہے)

بلکہ امام نوویؒ نے مقدمہ شرح مسلم ص ۱۳ میں شیخ حافظ مکی بن عبدان نیشاپوری کے حوالہ سے خود امام مسلمؒ کا یہ قول بطور تشکر کے نقل کیا ہے کہ اگر محدثین کرام دو سو سال تک بھی احادیث لکھتے رہیں تب بھی ان کا دارومدار اسی مسند جامع صحیح پر ہی ہوگا۔ اسی طرح امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب تذکرة الحفاظ میں ابن الشرقی کا یہ قول نقل کیا ہے۔ سمعت مسلماً یقول ما وضعت شیئاً فی کتابی ھذا المسند الا بحجة وما اسقطت منه شیئاً الا بحجة (تذکرة الحفاظ ج ۲ ص ۱۵۱)

کہ میں نے صحیح مسلم میں کوئی حدیث بغیر حجت اور دلیل کے ذکر نہیں کی ہے اور نہ ہی اس میں سے بلا دلیل کوئی حدیث خارج کی ہے۔

اسی طرح امام محمد بن الماسرجسیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مسلمؒ سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے کہ میں نے اس صحیح مسلم کو تین لاکھ احادیث مسموعہ سے مرتب کیا ہے۔ ابن حجرؒ مقدمہ فتح الباری میں صحیح مسلم کے فضائل میں لکھتے ہیں کہ ومن ذلک قول مسلم بن قاسم القرطبی وھو من اقران الدارقطنی لما ذکر فی تاریخه صحیح مسلم قال لم یضع احد مثله (مقدمہ فتح الباری ص ۱۰)

مسلم بن قاسم قرطبی (جو امام دارقطنی کے رفقاء میں سے ہیں) نے جب اپنی تاریخ میں صحیح مسلم کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ آپ جیسی ترتیب کے ساتھ (احادیث کے ذخیرہ) کو کسی نے مرتب نہیں کیا۔

ابوعلی زاغونی نے امام مسلمؒ کی وفات کے بعد ایک معتبر اور متقی شخص کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہاری نجات کس چیز کی بنا پر ہوئی انہوں نے اپنے ہاتھ میں کچھ اوراق لے رکھے تھے اسے آگے کرتے ہوئے اور دکھاتے ہوئے کہا کہ اس چیز کی وجہ سے۔ اور یہ اوراق صحیح مسلم کے اجزاء تھے۔ (واللہ اعلم) (مقدمہ مظاہر حق جدید ص ۵۲) اسی طرح حافظ ابوعلی نیساپوری فرماتے ہیں کہ آسمان کے نیچے (یعنی زمین پر کتاب اللہ کے بعد) صحیح مسلم سے زیادہ صحیح کتاب نہیں۔ لیکن امام ذھبیؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ شاید حافظ ابوعلی تک اس وقت تک صحیح جامع بخاری نہ پہنچی ہو (کیونکہ قرآن مجید کے بعد صحیح بخاری کے زیادہ صحیح ہونے پر اجماع ہو چکا ہے اس کی مزید تفصیل بحث اصح الکتب میں آجائے گی)

جامع صحیح مسلم کی شرائط

امام مسلمؒ نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں احادیث ذکر کرنے کی جو شرائط لگائی ہیں ان میں سے بعض تو صحیح بخاری کے ذکر کردہ شروط کے ضمن میں آچکی ہیں اور کچھ کا تذکرہ علامہ ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسیؒ نے اپنی کتاب شروط الائمہ الخمسۃ ص ۱۰ میں بھی کیا ہے۔ البتہ امام حافظ محمد بن موسیٰ الحازمیؒ المتوفی ۵۸۴ھ نے اپنی کتاب شروط الائمۃ الخمسۃ کے ص ۵۲ پر یہ لکھا ہے کہ

واما شرط مسلم فقد صرح به فی خطبة کتابه۔ ہر چند کہ امام مسلم کی شرائط جو صحیح مسلم میں ہیں تو انہوں نے اپنی جامع مسلم کے خطبہ میں ان کی تصریح کردی ہے۔

پھر امام نوویؒ نے مقدمہ شرح مسلم ص ۱۵ پر امام مسلمؒ کے مقدمہ صحیح مسلم سے بطور خلاصہ کے یہ ذکر کردیا ہے کہ ذکر مسلم فی اول مقدمة صحیحه انه یقسم الاحادیث ثلاثة اقسام الاول مارواه الحفاظ المتقنون والثانی مارواه المستورون المتوسطون فی الحفظ والاتقان والثالث مارواه الضعفاء المتروکون وانه اذا فرغ من القسم الاول اتبعه الثانی واما الثالث فلا یعرج علیه۔

امام مسلمؒ نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ وہ احادیث کو تین اقسام کے طور پر ذکر کریں گے (۱) ایسے احادیث جنہیں حفاظ متقنین یعنی اصحاب اتقان لوگوں نے روایت کیا ہو (۲) ایسے راویوں

نے نقل کیا ہو جو مستور الحال اور حفظ واتقان میں متوسط درجہ کے ہوں (۳) ایسے ضعفاء کی روایات جو متروک الحدیث ہوں اور یہ بھی واضح ہو کہ جب پہلی قسم کی روایات سے فارغ ہوں گے تو پھر دوسری قسم کی روایات کو ذکر کریں گے البتہ جو تیسری قسم کی مرویات ہیں تو ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے (اسلئے وہ بیان نہیں ہوں گی)

امام مسلمؒ کی تقسیم کی مراد میں اختلاف

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام مسلمؒ کی اس مذکورہ تقسیم کی مراد میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوعبداللہ حاکمؒ اور ابوبکر بیہقیؒ تو اس سلسلہ میں یہ فرماتے ہیں کہ امام مسلم نے پہلی قسم کی احادیث کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان کی وفات ہو جانے کے سبب دوسرے درجہ کے احادیث کی تخریج کی نوبت نہیں آئی۔

لیکن علامہ قاضی عیاضؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ اہل نظر ائمہ محققین (جو محض تقلید کے پیروکار نہیں ہوتے) کے نزدیک حقیقتاً ایسی بات نہیں کیونکہ جب امام مسلمؒ کی مذکورہ احادیث کو تین طبقات پر تقسیم کرنے پر نظر رکھیں اور اس کی یہ بات بھی پیش نظر ہو کہ قسم اول میں احادیث حفاظ ہوں گی اور یہ بھی کہ پھر ان کے بعد ایسے طبقہ کی حدیثیں ہوں گی جو ذہانت اور اتقان سے اگر چہ موصوف نہ ہوں گے لیکن وہ مستور الحال اور علم وصدق کے ساتھ ضرور موصوف ہوں گے اور آپؒ نے اس سلسلہ میں گویا اشارۃً یہ بھی فرمایا کہ جو رواۃ متفقہ طور پر یا اکثر علماء کے نزدیک متہم ہوں گے ان کے احادیث کو ترک کر دیا جائے گا جیسے (عبداللہ بن مسور، عبدالقدوس شامی، محمد بن سعید المصلوب وغیرھم) اور یہ کہ یہاں ایسے رواۃ کا تذکرہ نہیں کیا جن کی بعض علماء نے تعدیل وتوثیق کی ہو اور بعض نے ان کو متہم اور مجروح قرار دیا ہو۔

شیخ عیاضؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مسلم کے جمع احادیث میں اس کے طور وطریق سے یہ اندازہ لگایا کہ آپؒ نے صحیح مسلم میں پہلے دو طبقوں کی احادیث کو ذکر کیا اور یہ بھی کہ دوسرے طبقے کی احادیث کو پہلے طبقہ کے لئے صرف بطور استشہاد واتباع کے لائے یا پھر دوسرے طبقہ کی احادیث وہاں لائے جہاں پہلے درجہ کی احادیث میسر نہ ہوئیں اور ایسے رواۃ کا تذکرہ بھی کیا۔ جن کے متعلق بعض نے جرح اور بعض نے تزکیہ کیا تھا اور ان کی حدیث کی تخریج بھی ضعیف اور بدعت کے ساتھ متہم لوگوں سے کی گئی اور امام بخاریؒ نے بھی ایسا کیا ہے اس کے بعد بطور تائید کے کہتے ہیں کہ

فحدی انه اتی بطبقاته الثلاث فی کتابه علی ماذکر ورتب فی کتابه وبینه فی تقسیمه وطرح الرابعة کما نص علیه وهو قوله فاما ما کان فیها عن قوم هم عند اهل الحدیث متهمون او عند الاکثر فلسنا نتشاغل بتخریج احادیثهم -

(میرے نزدیک امام مسلم نے اپنی کتاب میں تینوں طبقات کی حدیثیں اپنی مذکورہ ترتیب وتقسیم کے لحاظ سے ذکر اور بیان کی ہیں البتہ چوتھی قسم کو اپنے سابق قول کی وجہ سے چھوڑ دیا کیونکہ آپ پہلے تصریح کر چکے کہ ہم صحیح مسلم میں ایسے احادیث کی تخریج نہیں کریں گے جو ایسے راویوں سے مروی ہوں جو یا متفقہ طور محدثین یا ان کے اکثر کے نزدیک متہم ہوں)

امام مسلمؒ کے گذشتہ قول کے متعلق تطبیق

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ امام مسلمؒ کے اس قول کہ انه یقسم الاحادیث ثلاثة اقسام الخ کی امام حاکمؒ یہ تاویل کرتے ہیں کہ امام مسلمؒ کا اس سے مطلب یہ تھا کہ ہر طبقہ کے لئے مستقل کتاب کا عنوان دیکر پھر اس میں صرف اسی طبقہ محدثین کے احادیث کا مستقل طور پر ذکر ہوگا حالانکہ امام مسلم کی غرض یہ صورت نہیں تھی۔ بلکہ دراصل ان کی غرض اور عزم کا پتہ خود ان کی تالیف صحیح مسلم سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ ایسے ابواب مرتب کریں گے جن میں ہر دو طبقوں کی احادیث سابقہ ذکر شدہ ترتیب کے مطابق ہوں گے یعنی یہ کہ ابتداء میں پہلے طبقے کی احادیث مذکور ہوں اور پھر بطور استشہاد اور اتباع کے دوسرے طبقہ کی احادیث اور پھر باقی طبقات کا تذکرہ ہوگا (اور ایسا کرتے بھی رہے) تا آنکہ آپؒ نے تینوں اقسام کی استیفاء اور تکمیل کر دی۔ اس کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ

فما رایت منصفاً الا صوبه وبان له ماذکرت وهو ظاهر لمن تامل الکتاب وطالع مجموع الابواب -

یعنی جو کچھ میں نے بیان کر دیا ہے یہ ہر منصف عادل کے سامنے واضح ہے اور وہ اس کی توثیق اور تصویب کرے گا۔ اور میری یہ تفصیل وتطبیق ہر اس شخص پر ظاہر اور واضح ہے کہ جس نے صحیح مسلم کے

جمیع ابواب کا غور فکر سے مطالعہ کیا ہو (واللہ اعلم بالصواب)

نیز امام نوویؒ نے مقدمہ شرح مسلم ص ۱۳ میں شیخ ابوعمرو بن صلاحؒ سے نقل کیا ہے کہ امام مسلمؒ نے اپنی کتاب صحیح مسلم کی تالیف وترتیب کے لئے یہ شرط لگائی کہ اس میں وہی احادیث درج کی جائیں گی جو اول سے آخر سند تک معتبر ثقات راویوں سے مروی ہوں اور شاذ ومعلل ہونے سے بھی خالی ہوں اور یہی حدیث صحیح کی تعریف بھی ہے اسلئے کہ جب ایک حدیث میں اس قسم کی شرائط جمع ہو جائیں تو وہ محدثین کے نزدیک متفقہ طور پر صحیح ہے اور جن احادیث کی صحت میں محدثین کرامؒ اختلاف کیا کرتے ہیں تو کبھی یہ اختلاف اسلئے ہوتا ہے کہ ان شرائط میں سے کوئی شرط اس حدیث میں موجود نہیں ہوتی۔ یا پھر محدثین کے درمیان شرط لگانے ہی میں اختلاف ہوتا ہے جیسے کہ اس میں بعض رواۃ مستور الحال ہوں یا پھر وہ حدیث مرسل ہو۔

تعداد احادیث مسلم شریف

یہ بھی پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ امام مسلمؒ نے اپنی کتاب صحیح مسلم کا انتخاب ایسی تین لاکھ روایات سے کیا جو آپؒ کی اپنے مشائخ ہی سے مسموعہ تھیں۔ نیز حافظ ابوقریش کا یہ قول بھی پہلے مذکور ہے کہ ھذا جمع اربعة آلاف حديث في الصحيح کہ اس شخص نے اپنی صحیح میں چار ہزار احادیث جمع کر دی ہیں۔ لیکن علامہ شیخ ابن صلاحؒ اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ مکررات کے سوا چار ہزار اصولی اور بنیادی حدیثیں ہیں کیونکہ احمد بن سلمہؒ کے قول کے مطابق کل احادیث بشمول مکررات بارہ ہزار ہیں۔ علامہ ذھبیؒ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۵۱ میں لکھتے ہیں کہ احمد بن سلمہؒ فرماتے ہیں کہ میں امام مسلمؒ کے ساتھ اس کی کتاب صحیح مسلم میں پندرہ سال تک احادیث لکھتا رہا اور وہ بارہ ہزار ہیں۔ امام زرکشیؒ نے احمد بن سلمہؒ کے اس قول نقل کرنے کے بعد فرمایا وقال ابو حفص الميانجي انها ثمانية آلاف ولعل هذا اقرب (کہ ابوحفص میانجی فرماتے ہیں کہ مسلم کی احادیث آٹھ ہزار ہیں اور شاید کہ یہ قول اقرب الی الصواب ہو۔ بلکہ علامہ شیخ زین الدین عراقیؒ نے شرح الفیہ ج ۱ ص ۴۸ میں لکھا ہے کہ وهي تزيد على عدة كتاب البخاري (بالمكرر) لكثرة طرقه یعنی اگر مکررات احادیث کو ملحوظ رکھا جائے تو پھر صحیح مسلم کی روایات

کثرت طرق کی وجہ سے بخاری شریف کی مرویات سے زیادہ ہوں گی۔

ایک اور وضاحت

مسلم شریف کی احادیث کی تعداد کے بارے میں اختلاف کی کچھ تفصیل پہلے گذر چکی ہے لیکن احقر الانام کے ذہن میں صاحب کشف الظنون کی ایک عبارت (جن کی غالباً علامہ عبدالعزیز خولی نے بھی مفتاح السنة میں اتباع کی ہے) سے ایک خلجان سا تھا وہ یہ کہ کشف الظنون ج ۱ ص ۳۷۳ میں ہے وروى مسلم ان كتابه اربعة آلاف حديث دون المكررات وبالمكررات سبعة آلاف ومائتان وخمسة وسبعون حديثا (وكذا في مفتاح السنة ص ۴۷) امام مسلمؒ نے روایت کی ہے کہ اس کی کتاب مکررات کے علاوہ چار ہزار احادیث اور مکررات کے ساتھ سات ہزار دوسو پچھتر احادیث ہیں۔ حالانکہ مسلم شریف کے احادیث کی کل تعداد بشمول مکررات کسی نے بھی یہ مذکورہ تعداد ذکر نہیں کی ہے۔ لیکن بعد میں مقدمہ شرح مسلم ص ۱۵ کی ایک عبارت نظر سے گذری جو کہ حافظ ابوقریش محمد بن جمعہ کے اس قول کہ "ھذا جمع اربعة آلاف حديث في الصحيح (کہ اس شخص (امام مسلمؒ) نے تو صحیح مسلم میں چار ہزار احادیث جمع کی ہیں) کے بعد ذکر ہے وہ یہ ہے کہ قال الشيخ اراد ان كتابه هذا اربعة آلاف حديث الاصول دون المكررات وكذا كتاب البخاري ذكر انه اربعة آلاف حديث باسقاط المكرر وبالمكرر سبعة آلاف حديث ومائتان وخمسة وسبعون حديثا۔ شیخ ابوعمرو بن صلاح فرماتے ہیں کہ ابوقریش کا مطلب یہ ہے کہ امام مسلم کی اس کتاب (صحیح مسلم) میں مکررات کے علاوہ چار ہزار اصولی اور بنیادی احادیث ہیں اور اسی طرح بخاری شریف کے متعلق بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ بھی مکرر احادیث کے اسقاط کے بعد چار ہزار اور بشمول مکررات سات ہزار دوسو پچھتر احادیث پر مشتمل ہے۔ تو غالباً صاحب کشف الظنون کو ابن صلاحؒ کے اس قول کے سمجھنے میں تساہل ہو گیا یعنی انہوں نے سابقہ عبارت سے یہ سمجھا کہ یہ تعداد مسلم شریف کی احادیث کی ہے حالانکہ حقیقت میں وہ "وکذا کتاب البخاری الخ" سے بخاری شریف کی احادیث کا تذکرہ کر رہے ہیں نہ کہ مسلم شریف کی احادیث کا (واللہ اعلم بالصواب)

تو اس سلسلہ میں ابو حفص میانجیؒ کا یہ قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ مسلم شریف کی احادیث (بشمول مکر آٹھ ہزار ہیں جیسے کہ امام زرکشیؒ نے اس قول کے نقل کرنے کے بعد یہ کہا "ولعل هذا اقرب" البتہ حفص میانجیؒ کے اس آٹھ ہزار کے قول اور امام احمد بن سلمہ کے سابقہ قول کہ ان کی تعداد کل بارہ ہزار ہے میں یہ تطبیق ممکن ہو کہ ان دونوں کے نزدیک احادیث کے شمار کا معیار مختلف ہو۔

تراجم وابواب

علامہ نوویؒ مقدمہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ ثم ان مسلماً رحمه الله رتب كتابه على الابواب وهو مبوّب فى الحقيقة ولكنه لم يذكر تراجم الابواب فيه لئلا يزداد بها حجم الكتاب اولغير ذلك مقدمه شرح مسلم ص ۱۵)

یعنی امام مسلمؒ نے اپنی کتاب کو ابواب اور تراجم کے طرز پر مرتب کیا تھا اور وہ درحقیقت مبوّب ہی مؤلف ہوئی تھی لیکن آپؒ نے یا تو کتاب کے حجم بڑھ جانے کی وجہ سے تراجم ابواب کو قائم کر لینے کے باوجود ذکر نہیں کیا اور یا ہو سکتا ہے کہ کسی دوسری وجہ سے ذکر نہ کیے ہوں۔ اس کے بعد یہ لکھتے ہیں کہ آپؒ کے بعد بہت سے محدثین کی جماعت نے تراجم کے عنوان قائم کیے جن میں بعض عنوانات تو مناسب مقام ہیں لیکن بعض غیر مربوط اور نامناسب ہیں اور یہ بھی یا تو ترجمۃ الباب کی عبارت میں کمی اور یا پھر الفاظ ہی کی کمزوری اور ناموزون ہونے کی وجہ یا کوئی دوسری وجہ سے ہو اور میں انشاء اللہ ان تراجم کی تعبیر ایسے الفاظ میں کرنے کی کوشش کروں گا جو اسی مقام کے مناسب اور موزوں ہوں گے۔

شروح، حواشی ومختصرات صحیح مسلم

بخاری شریف کی طرح صحیح مسلم کے بھی بہت سے شروح، حواشی اور مختصرات ومستخرجات لکھے گئے جن میں سے پندرہ کا مفصل تذکرہ صاحب کشف الظنون نے بھی کیا ان میں سے بعض کا تذکرہ مناسب سمجھتا ہوں۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم کے شروح میں سے (۱) ایک شرح امام حافظ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی ۶۷۶ھ کی ہے اور یہ متوسط درجہ کی شرح ہے آپؒ نے اس کا نام المنهاج فی شرح مسلم بن

الحجاج رکھا ہے۔ شارحؒ فرماتے ہیں کہ اگر راغبین حضرات کی قلت رغبت وشوق اور عزائم وہمتوں کے ضعف کا خطرہ لاحق نہ ہوتا تو میں اس کی شرح سو جلدوں سے بھی زائد میں کر دیتا لیکن میں نے درجہ توسط پر اقتصار کیا ہے اور شاید یہ دو یا تین جلدوں پر مشتمل ہوگی۔ اسی طرح کا اختصار (۲) مختصر شرح نووی کے نام سے شیخ شمس الدین محمد بن یوسف القونوی حنفی المتوفی ۷۸۸ھ نے کیا۔ (۳) اسی طرح قاضی عیاض بن موسیٰ الیحصبی المالکی المتوفی ۵۴۴ نے "الاکمال فی شرح مسلم" کے نام سے شرح کی ہے (اور یہ شرح مازری کی تکمیل ہے) (۴) نیز اس کی شرح ابو العباس احمد بن عمر بن ابراهیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ نے بھی کی ہے۔ جس کا نام "المفهم لما اشتمل فی تلخیص کتاب مسلم" آپ نے پہلے صحیح مسلم کی تلخیص وتبویب کی پھر اس کی شرح میں احادیث غریبہ کی تشریح اور توجیہ وتطبیق واستدلال کے ساتھ اعرابی نکات بھی بیان کیے اس کے شروع میں الحمد لله كما وجب لكبريائه الخ ہے۔

(۵) ایسے ہی ابو الفرج عیسیٰ بن مسعود المتوفی ۷۴۴ھ نے بھی اس کی شرح کی ہے اور یہ شرح پانچ ضخیم جلدوں میں ہے آپ نے اس کو شرح المعلم، الاکمال المفهم اور منهاج وغیرہ سے انتخاب کر کے مجموعہ تیار کیا ہے (۶) الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج جو کہ شیخ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی معروف شرح ہے (۷) امام حافظ ابو القاسم اسمٰعیل بن محمد اصبہانی المتوفی ۵۳۵ھ نے بھی اس کی شرح لکھی ہے۔ (۸) شیخ شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ نے بھی ایک شرح مسمیٰ بہ ابتهاج بشرح مسلم بن الحجاج کے نام سے کی ہے جو کہ نصف کتاب کی شرح آٹھ بڑے اجزاء پر مشتمل ہے۔ (۹) المعلم لفوائد کتاب مسلم ابو عبد اللہ محمد بن علی المازری المتوفی ۵۳۶ھ کی تصنیف ہے۔ (۱۰) حاشیہ صحیح مسلم از برهان الدین ابراهیم بن محمد الحلبی متوفی ۷۴۱ھ کی ہے۔ اس کے علاوہ مشہور مختصرات میں سے مسلم شریف کی شرح تلخیص (۱۱) احمد بن عمر القرطبی ۶۵۶ھ (۱۲) اور مختصر امام زکی الدین عبد العظیم المنذری ۶۵۶ھ بھی ہیں۔ نیز (۱۳) مختصر زوائد مسلم از سراج الدین عمر بن علی بن الملقن الشافعی ۸۰۴ھ جو بڑی چار جلدوں میں ہے۔ (۱۴) نیز شرح صحیح مسلم ملا علی قاری

ہروی کی بھی چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ (۱۵) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی فتح الملہم فی شرح صحیح مسلم جامع انداز میں تین جلدوں میں نامکمل صورت میں ہے۔

بحث اصح الکتب

امام نوویؒ مقدمہ شرح مسلم ص ۱۴ میں لکھتے ہیں کہ علماء کا یہ متفقہ فیصلہ ہے اور امت مسلمہ نے اسے تلقی اور قبول کیا ہے کہ قرآن مجید کے بعد بخاری شریف اور صحیح مسلم تمام کتب میں صحیح ترین کتب احادیث ہیں۔ اور یہ بھی کہ ان دونوں میں پھر صحیح بخاری فوائد اور ظاہری و باطنی علوم و معارف میں زیادہ صحیح ہے اور یہ یقینی امر ہے کہ امام مسلمؒ اپنے شیخ امام بخاری سے استفادہ حاصل کرتے ہوئے فرمایا کرتے کہ علم حدیث میں اس کی کوئی نظیر و مثال ہی نہیں ہے امام نوویؒ مزید فرماتے ہیں کہ یہ جو میں نے صحیح بخاری کی ترجیح صحیح مسلم پر لکھ دی ہے یہی علماء کرام و محدثین عظام کا مذہب مختار ہے۔ جسے جمہور محققین اور اہل اتقان نے راجح اور پسندیدہ قرار دیا ہے۔ البتہ ابو علی نیساپوری صحیح مسلم کے زیادہ صحیح ہونے کے قائل ہیں اور بعض دوسرے شیوخ اہل مغرب نے بھی اس سلسلہ میں آپ کی موافقت کی ہے لیکن امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ صحیح اور ٹھیک پہلی بات ہے (ابو علی نیساپوریؒ کے قول کا مطلب آئندہ تفصیل سے بیان کر دیا جائے گا)

چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے علامہ نووی کی اس مذکورہ عبارت کو تدریب الراوی ص ۴۲ میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

والبخاری اصحہما واکثرہما فوائد وقیل مسلم والصواب الاول وعلیہ الجمہور لانہ اشد اتصالا واتقن رجالاً وبیان ذلک من وجوہ الخ

صحیح بخاری فوائد علمیہ کی حیثیت سے ان دونوں (بخاری و مسلم شریف) میں سے زیادہ صحیح ہے اور بعض حضرات مسلم شریف کو زیادہ صحیح کہتے ہیں لیکن صحیح اور راجح پہلی بات ہے اور اسی پر جمہور علماء کا اتفاق ہے کیونکہ بخاری شریف اتصالِ احادیث اور اتقان رجال کے باب میں مسلم شریف سے بہت بڑھ کر ہے اور اس کی تفصیل چند وجوہ سے ہو سکتی ہے۔

(۱) جن رواۃ حدیث کی روایات میں امام بخاریؒ منفرد ہوئے ہیں یعنی امام مسلم نے ان سے تخریج احادیث نہیں کی ہے (وہ چار سو تیس (۴۳۰) سے کچھ زائد اشخاص ہیں) جن میں ضعفاء اور متکلم فیہ رواۃ صرف اسی (۸۰) افراد ہیں اور جن راویوں میں امام مسلمؒ منفرد ہوئے یعنی امام بخاریؒ نے ان کی احادیث کی تخریج نہیں کی وہ چھ سو بیس (۶۲۰) ہیں لیکن ان میں متکلم فیہ اور ضعفاء حضرات ایک سو ساٹھ (۱۶۰) ہیں اور اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ غیر متکلم فیہ رواۃ سے تخریج احادیث کرنا اولیٰ اور بہتر ہے بہ نسبت متکلم فیہ راویوں سے تخریج کرنے کے اور یہ بھی اس وقت کہ اگر وہ کلام قابل اعتراض اور قدح نہ ہو۔

(۲) کہ امام بخاری جن متکلم فیہ راویوں (جن پر کوئی جرح وغیرہ ہو) میں منفرد ہوئے ہیں ان کی احادیث کی تخریج کوئی کثرت سے نہیں کی اور نہ ان میں سے کسی کا کوئی ایسا کثرت سے نسخہ ہے کہ اس کے پورے اور تمام حصہ یا اس کے اکثر حصہ کی تخریج کی ہو۔ مگر عکرمہ عن ابن عباس کا ترجمہ بخلاف امام مسلمؒ کہ اس نے ایسے نسخوں کے اکثر سے تخریج کی ہے جیسے کہ ابی الزبیر عن جابر یا سھیل عن ابیہ والعلاء بن عبدالرحمن عن ابیہ وحماد بن سلمۃ وغیر ذلک

(۳) جن رواۃ میں امام بخاریؒ امام مسلمؒ سے متکلم فیہ راویوں میں منفرد ہوئے ہیں ان میں اکثریت آپؒ کے ان مشائخ کی ہے جن کے ساتھ آپؒ نے ملاقات بھی کی اور ان کی مجالس میں بھی شریک رہے اور آپؒ کو ان کے احوال کی بھی پوری خبر معلوم ہوئی اور ان کے احادیث مرویہ میں سے جید اور غیر جید کا فرق بھی خوب معلوم کیا ہے بخلاف امام مسلمؒ کے کہ وہ جن راویوں متکلم فیہ میں امام بخاریؒ سے تخریج میں منفرد ہوئے وہ ایسے اشخاص و افراد ہیں جو آپؒ سے زمانہ میں بہت پہلے تھے یعنی تابعین یا ان کے بعد کے لوگ یعنی تبع تابعین وغیرہ اور یہ تو یقینی بلاشبہ بات ہے کہ محدث اپنے شیوخ کی احادیث کی معرفت زیادہ رکھتا ہے بہ نسبت ان لوگوں کی احادیث کے جو ان سے پہلے گزر چکے ہوں۔

(۴) یہ کہ امام بخاریؒ تو طبقہ اولیٰ (یعنی ان رواۃ سے جو حفظ و اتقان حدیث کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوتے ہیں) اور اس کے ساتھ بعد والے طبقہ یعنی (جو حضرات تثبت اور طول الملازمت مع الشیخ سے

موصوف ہوں) سے اتصالاً اور تعلیقاً دونوں طرح سے تخریج کیا کرتے ہیں اور امام مسلمؒ اسی دوسرے طبقہ سے اصولی طور پر کیا کرتے ہیں جیسے کہ علامہ امام حازمی نے بیان کیا ہے۔

(۵) کہ امام مسلمؒ حدیث معنعن کو (جبکہ معنعن مدلس نہ ہو) حدیث متصل کا حکم دیا کرتے تھے جبکہ ان کی (راوی اور مروی عنہ) معاصرت ہو اگرچہ ملاقات ثابت نہ بھی ہو۔ اور امام بخاریؒ کا خیال یہ تھا کہ صرف معاصرت (یعنی ایک ہی زمانہ میں ہونا) کافی نہیں بلکہ ان کی ملاقات کا ثابت ہونا ضروری ہے اور آپؒ بہت ہی دفعہ ایسی حدیث کی تخریج بھی کر لیتے ہیں کہ اس کا اس باب سے بالکل تعلق نہیں ہوتا۔ البتہ اس میں یہ بیان کر دیتے ہیں کہ اس میں راوی نے اپنے شیخ سے سماع کی ہے کیونکہ اس سے پہلے اس کی حدیث کو بطور معنعن ذکر کیا تھا۔

(۶) بخاری اور مسلم شریف کی جن احادیث پر جرح تنقید اور اعتراض کیا گیا وہ تقریباً دوسو دس (۲۱۰) ہیں ان میں سے جو بخاری شریف میں ہیں وہ اَسّی (۸۰) احادیث سے بھی کم ہیں باقی سب مسلم شریف کی ہیں اور یہ تو بلا شک وشبہ امر ہے کہ جس کتاب کی احادیث پر جرح وتنقید کم ہو وہ اس سے زیادہ راجح ہے جن کی زیادہ احادیث پر تنقید ہوئی ہو (واللہ اعلم)

اسی طرح صحیح بخاری کے زیادہ صحیح ہونے کے متعلق علامہ نوویؒ نے بھی شرح مسلم کے مقدمہ ص ۱۳ پر یہ نقل کر دیا ہے وقد قرر الامام الحافظ الفقیہ النظار ابوبکر الاسمعیلی فی کتابہ المدخل ترجیح کتاب البخاری وروینا عن الامام ابی عبدالرحمن النسائی انہ قال مافی ھذہ الکتب کلھا اجود من کتاب البخاری یعنی حافظ ابوبکر اسمعیلیؒ نے اپنی کتاب ''المدخل'' میں بھی صحیح بخاری کی ترجیح ثابت کی ہے اور ہم نے ابوعبدالرحمٰن نسائی سے یہ نقل کیا ہے کہ ان سب کتابوں میں صحیح بخاری سے کوئی زیادہ صحیح کتاب نہیں ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح بخاری کی ترجیح صحیح مسلم پر اسلئے بھی ہے کہ امام بخاریؒ کا ذخیرہ احادیث پر عبور اور مہارت بمقابلہ امام مسلمؒ کے بہت زیادہ ہونے پر سب علماء کا اتفاق ہے اور یہی امام عالی شان اپنے علوم حدیثیہ سے اپنی پسندیدہ احادیث کا انتخاب کر کے اس کی ترتیب وتہذیب میں پورے سولہ سال تک مصروف رہے ہوں تو اس کی اس مرتب شدہ کتاب کی شان دوسری کتب پر

کیونکر بڑی نہ ہوگی۔

نیز علامہ ابن کثیرؒ نے الباعث الحثیث فی مختصر علوم الحدیث کے ص ۲۵ پر جمہور محدثین سے صحیح بخاری کی ترجیح صحیح مسلم پر ثابت کی ہے۔ اسی طرح صحیح بخاریؒ کی ایک اور فضیلت یہ بھی ہے جو ابن ابی جمرہ نے بعض عارفین سے نقل کیا کہ صحیح بخاری کا ختم جب کسی مصیبت میں کیا جائے تو وہ مصیبت دور ہو جاتی ہے اور جب کسی جہاز یا کشتی میں صحیح بخاری موجود ہو تو وہ غرق نہیں ہوتا۔

اور صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر اسلئے بھی ترجیح ہے کہ اس میں ایسے ابواب اور تراجم ہیں جن کے سمجھنے میں عقول وافکار کو بڑی حیرت ہوتی ہے جبکہ صحیح مسلم میں اسی قسم کے نہ ابواب ہیں اور نہ تراجم۔ بزرگان دین کا یہ ارشاد ہے کہ یہ مرتبہ بخاری شریف کو اس وجہ سے حاصل ہوا کہ امام بخاریؒ نے اس کتاب کے تراجم کو منبر نبوی اور روضہ اقدس کے درمیان مرتب اور منقح کیا اور پھر ہر ترجمہ کے لئے دو رکعتیں نفل بھی پڑھی ہیں۔ انتھی کلام ابن حجر

اصح الکتب ہونے پر بعض شبہات کے جوابات

علامہ شیخ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن المتوفی ۶۴۳ھ مقدمہ ابن صلاح ص ۷-۸ پر اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے صحیح کتاب تصنیف کی ہے وہ ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری ہیں اس کے بعد اس کی پیروی ابوالحسین، مسلم بن الحجاج قشیریؒ نے کی ہے اور امام مسلمؒ باوجودیکہ انہوں نے امام بخاریؒ سے علوم حدیث کا استفادہ کیا ہے لیکن وہ امام بخاریؒ کے ساتھ اکثر شیوخ میں اس کے ساتھ شریک ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید کے بعد ان دونوں حضرات کی کتابیں (صحیح بخاری وصحیح مسلم) ساری کتابوں سے زیادہ صحیح ہیں اور امام شافعیؒ کے منقولہ قول کہ

ما اعلم فی الارض کتاباً فی العلم اکثر صواباً من کتاب مالک الخ (کہ روئے زمین پر کوئی کتاب مؤطا امام مالک سے زیادہ صحیح نہیں (اور بعض حضرات نے کچھ دوسرے الفاظ اسی قسم کے ذکر کیے ہیں) تو اس کے متعلق علامہ ابن صلاحؒ یہ لکھتے ہیں کہ ''فانما قبل وجود کتابی البخاری ومسلم'' کہ یہ تو اس وقت کا قول ہے جبکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم تصنیف بھی نہیں ہوئی تھیں۔

پھر فرمایا کہ بخاری شریف ان دونوں کتابوں (یعنی بخاری اور مسلم شریف) میں سے زیادہ صحیح اور بہت سے فوائد وعلوم ومعارف پر مشتمل ہے۔ (اس کے بعد علامہ موصوف یہ بھی لکھتے ہیں) اور وہ جو ہم نے ابوعلی نیساپوری (جو کہ حافظ ابوعبداللہ حاکم کے استاذ ہیں) سے نقل کیا کہ آسمان کے نیچے کوئی کتاب بھی صحیح مسلم سے زیادہ صحیح نہیں ہے تو اس کا یہ قول اور اسی طرح بعض علماء وشیوخ مغرب کے اقوال جنہوں نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت اور ترجیح دی ہے۔ تو اگر ان کے اقوال سے مراد یہ ہو کہ صحیح مسلم کو اسلئے صحیح بخاری پر ترجیح ہے کہ اس میں (صحیح مسلم) بغیر احادیث صحیحہ کے اور کچھ نہیں ہے کیونکہ اس کے خطبہ کے بعد ماسوائے صحیح حدیثوں کے کچھ زیادتی نہیں جیسے کہ بخاری شریف میں تراجم ابواب کے تحت بعض ایسی روایات بھی ہیں جو صحیح کی شرط پر نہیں پھر تو ان اقوال میں کوئی قباحت نہیں لیکن اس سے پھر بھی یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ صحیح مسلم نفس صحت میں بھی صحیح بخاری سے افضل اور راجح ہے اور اگر ان کے اقوال سے مراد یہ ہو کہ صحیح مسلم ازروئے صحتِ احادیث کے صحیح بخاری سے راجح اور افضل ہے تو یہ قول (جمہور علماء کے نزدیک) مردود ہے انتھی۔

اس سلسلہ میں علامہ ابن حجرؒ مقدمہ فتح الباری ص ۹،۱۰ میں لکھتے ہیں کہ واما قول ابی علی النیسابوری فلم نقف قط علی تصریحه بانّ کتاب مسلم اصح من کتاب البخاری بخلاف ما یقتضیه اطلاق الشیخ محی الدین فی مختصره فی علوم الحدیث وفی مقدمة شرح البخاری الخ ۔

اور امام ابوعلی نیساپوری کے اس قول (کہ امام مسلم کی کتاب صحیح بخاری سے زیادہ صحیح ہے) تو ہم ابوعلی کے اس قول کرنے کی تصریح سے ہرگز واقف نہیں۔ بخلاف صرف اس کے کہ جو علامہ محی الدین نے مختصر اور مقدمہ شرح بخاری میں ذکر کیا ہے (پھر اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا) کہ جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ صحیح بخاری زیادتی صحت وفوائد میں مسلم شریف سے بڑھ کر ہے۔ اور ابوعلی نیساپوری اور بعض اہل مغرب نے کہا ہے کہ صحیح مسلم زیادہ صحیح ہے انتھی

(اس کے متعلق ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس نے صراحتاً تو یہ نہیں کہا ہے) بلکہ ان کے کلام کا مقتضی اور مطلب دراصل صحیح مسلم کے علاوہ کتب ہی کی اصحیت کی نفی پر ہے نہ کہ صحیح مسلم کی اصحیت (زیادہ صحیح ہونا) بخاری شریف پر مقصود ہے اسلئے کہ اس کا اس قول کو مطلق ذکر کرنے میں یہ توجیہ کرنا ممکن ہے۔

اور یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ اس سے ان کا ارادہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں کا صحت میں مساوی ہونا ہو۔ اور میرے نزدیک ابوعلی کے صحیح مسلم کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ امام مسلمؒ نے الفاظ حدیث کا بہت خیال رکھا ہے اور تمام طرق حدیث کے ایک ہی جگہ جمع کردیے ہیں اور موقوف حدیثیں تبعاً بہت کم لائے ہیں بخلاف امام بخاریؒ کے کہ ان کا خیال الفاظ حدیث کے بجائے ابواب وتراجم قائم کرنے اور استنباطِ احکام کی طرف زیادہ رہا ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ شاید ابوعلیؒ نے صحیح بخاری کو نہ دیکھا ہو (اسلئے یہ قول کردیا ہو) مگر یہ قیاس سے انتہائی بعید ہے اور زیادہ قرین قیاس وہی توجیہ ہے جو میں نے ذکر کردی ہے۔

آپؒ اس سلسلہ میں مزید لکھتے ہیں کہ بعض شیوخ مغرب صحیح بخاری پر مسلم شریف کی صرف افضلیت کے قائل ہیں نہ کہ اصحیت کے (کیونکہ افضلیت بوجوہ ہوسکتی ہے) اور اہل مغرب کے الفاظ بھی اس سلسلہ میں افضل وغیرہ نوعیت کے ہیں نہ کہ اصح ہونے کے اور ان میں سے کسی نے بھی افضلیت کو اصحیت کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ جیسے کہ ابوالفضل قاضی عیاض نے ''الالـمـاع'' میں ابومروان طبنی سے یہ نقل کیا ہے کہ کان بعض شیوخی یفضل صحیح مسلم علی صحیح البخاری (کہ میرے بعض مشائخ صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دیا کرتے تھے) نیز ابن حجرؒ اس کے بعد بطور وضاحت کے یہ بھی لکھتے ہیں فقرأت فی فھرسة ابی محمد القاسم بن القاسم التجیبی قال کان ابومحمد بن حزم یفضل کتاب مسلم علی کتاب البخاری لانه لیس فیه بعد خطبته الا الحدیث السرد میں نے ابومحمد قاسم کی کتاب فہرست میں پڑھا ہے کہ ابومحمد بن حزم مسلم شریف کو صحیح بخاری پر فضیلت دیا کرتے کیونکہ صحیح مسلم میں خطبہ کے بعد صرف مسلسل احادیث ہی کا ذکر ہے۔ اسی طرح مسلم بن قاسم القرطبی نے جب اپنی ''تاریخ'' میں صحیح مسلم کا تذکرہ کیا تو فرمایا ''لم یضع احد مثله'' کہ آپ جیسی حسن ترتیب پر کسی نے تصنیف نہیں کی۔ ان سابقہ حوالہ جات کا حاصل یہ ہوا کہ افضلیت ہمیشہ اصحیت کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ کسی کتاب کی وضع وترتیب، حسن بیان یا مثلاً احادیث کے تمام طرق کو یکجا بیان کرنا یا اس جیسے دیگر امور کو مدنظر رکھنے میں ایک قسم کی افضلیت تو ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ دوسری کتابوں کی نسبت اصح بھی ہو۔ جیسے کہ بہت سے اہل مغرب جنہوں نے احادیث کے اسانید

کوحذف کرکے احکام میں تصنیفات مرتب کی ہیں تو انہوں نے نقل متون حدیث میں مسلم شریف پر اسلئے اعتماد کیا ہے کہ وہ مسلم شریف میں تو بتمامہ موجود ہیں بخلاف صحیح بخاری کے کہ اس میں بطور تقطیع کے مختلف مناسب مقامات پر اس کا تذکرہ ہوتا ہے۔

علامہ ابن حجرؒ نے چند ایسے اقوال کے ذکر کرنے کے بعد یہ فرمایا کہ واذا تقرر ذلک فلیقابل هذا التفضیل بجهة اخری من وجوه التفضیل غیر ما یرجع الیٰ نفس الصحیح الخ (جب ان دونوں کا نفسِ صحت میں تقابل نہ ہوا) بلکہ مسلم شریف کی فضیلت کا تذکرہ صحیح بخاری پر بوجوہ ان امور مذکورہ جیسی چیزوں کی وجہ سے اگر بیان کیا جاتا ہو۔ تو پھر اس جیسے جزوی فضائل کی وجہ سے تو پھر صحیح بخاری کا اس کی اصحیت کے علاوہ صحیح مسلم پر بوجوہ فضیلت حاصل ہے۔ جیسے کہ پہلے یہ ذکر ہو چکا ہے کہ صحیح بخاری کے حیران کن تراجم وابواب کی تبییض وترتیب روضہ اقدس اور منبر نبوی کے درمیان ہوئی اور یہ کہ ہر ترجمۃ الباب کے لئے دو رکعتیں نفل پڑھی گئیں۔ نیز جملہ مصائب کے دفعیہ کے لئے اس کا ختم کرنا مجرب ہے۔ علامہ ابن حجرؒ نے بھی مقدمہ فتح الباری ص ۸ میں اس جیسے جزوی فضیلت کے اقوال کا تذکرہ کیا ہے بلکہ علامہ جزائریؒ نے اپنی کتاب توجیہ النظر کے ص ۱۲۴ پر بخاری شریف کے جزوی فضائل کے تذکرے میں ابو عامر فضل بن اسماعیل جرجانی کے بہت سے اشعار بھی نقل کیے جو بخاری شریف کی اصحیت کے علاوہ دوسرے امور مذکورہ کی نشاندہی کررہے ہیں۔ صرف دو شعر بطور وضاحت کے ذکر کرتا ہوں۔

صحیح البخاری لو انصفوه — لما خط الا بماء الذهب
اسانیده مثل نجوم السماء — امام متون کمثل الشهب

بخاری اور مسلم شریف کے مساوات کا قول

سابقہ ابحاث میں تو یہ ذکر ہوا کہ بخاری اور مسلم شریف میں کون سی کتاب افضل اور زیادہ صحیح ہے لیکن بعض حضرات نے ایک تیسرا قول ان دونوں کے درمیان مرتبہ میں مساوات ہونے کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ "تدریب الراوی" ص ۴۵ پر لکھتے ہیں۔

قال ابن الملقن رأیت بعض المتأخرین قال ان الکتابین سواء فهذا قول ثالث وحکاه الطوفی فی شرح الاربعین ومال الیه القرطبی (ابن الملقنؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض متاخرین کو یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ یہ دونوں کتابیں (بخاری اور مسلم شریف) درجہ اور مرتبہ میں برابر ہیں۔ تو گویا یہ ایک تیسرا قول ہوا اور اس کو امام طوفیؒ نے شرح اربعین میں نقل کیا ہے اور امام قرطبیؒ کا رجحان بھی اس طرف ہے)

احقر الانام کہتا ہے کہ اسی اختلاف کی جانب موجودہ زمانہ کے مشہور محدث علامہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے مقدمۃ البخاری ص ۲۴ میں ایک طویل قصیدہ میں کیا ہے۔ جس کے شروع میں یہ ہے۔

اصح کتاب بعد تنزیل ربنا — صحیح البخاری ثم یتلوه مسلم
وهذا هو القول المحقق عندهم — وبالله هل یرتاب فی ذلک مسلم

بخاری شریف قرآن مجید کے بعد صحیح ترین کتاب ہے پھر اس کے بعد مسلم شریف اور یہی جمہور علماء کا تحقیقی قول ہے۔ اللہ کی قسم کیا کوئی مسلمان اس میں شک کرے گا۔

اس کے بعد باقی اشعار لکھ کر فرماتے ہیں۔

اعلم انی قد اشرت فی هذه الابیات الی خلاف بین العلماء فی ان ای الکتابین اصح صحیح البخاری او صحیح مسلم فللعلماء فی ذلک ثلاثة اقوال

معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے ان اشعار میں علماء کے درمیان ایک مختلف فیہ مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ کہ ان دو کتابوں یعنی صحیح بخاری اور مسلم میں کونسی زیادہ صحیح ہے تو علماء کرام کے اس مسئلہ میں تین اقوال ہیں۔

(۱) صحیح مسلم بخاری شریف سے افضل ہے اور یہ قول بعض اہل مغرب کا ہے اور یہ علماء کے نزدیک غیر پسندیدہ قول ہے بلکہ بخاری شریف کے رجال (رواۃ) کا عدل وضبط واتقان کے ساتھ موصوف ہونا اس قول کی تردید کررہا ہے۔

(۲) یہ دونوں کتابیں مرتبہ میں برابر ہیں اور یہ قول ابن الملقن نے بعض متاخرین سے نقل کیا ہے یہ بھی پہلے قول کی طرح ضعیف اور علماء محققین کے نزدیک غیر مقبول ہے۔

(۳) صحیح بخاری ہی دونوں کتابوں میں سے زیادہ صحیح بلند شان اور زیادہ نافع ہے اور یہی قول [illegible] فقہاء اور محدثین کا ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ میں نے ان اشعار میں ترجیح بخاری کی کئی وجوہ ذکر کی ہیں۔

(۱) بخاری شریف کی احادیث بہ نسبت صحیح مسلم زیادہ صحیح ہیں۔

(۲) بخاری شریف لطائف حکمیہ، فوائد علمیہ، فقہی استنباطات اور عجیب وغریب نکات کی جا[illegible] ہے۔ اور محیر العقول تراجم وابواب خود اس کے شاھد عدل ہیں،

(۳) اس کے ابواب، کتب کے عنوانات کی ترتیب مسلم شریف کے ابواب سے زیادہ بہتر اور [illegible] انداز میں بیان کی گئی ہے جیسے کہ یہ بات شیوخ حدیث سے مخفی نہیں ہے۔

(۴) بخاری شریف بمقابلہ صحیح مسلم کے قوی اسانید، اتصال احادیث اور اتقان رجال میں ایک خاص حیثیت رکھتی ہے۔

سابقہ بحث کا خلاصہ

تو اس بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ امام شافعیؒ کا یہ مشہور قول کہ ”ما اعلم فی الارض اصح من کتاب مالک“ بخاری اور مسلم شریف کی تصنیف سے پہلے اس زمانہ میں موجود دوسرے کتب [illegible] جوامع جیسے جامع سفیان ثوری، مصنف حماد بن سلمہ وغیر ذلک کے متعلق ہے اور یہ فضیلت تو کتاب مالک (مؤطا) کے لئے سب کے نزدیک مسلّم ہے اور اس میں کسی کا بھی نزاع اور جھگڑا نہیں ہے باقی رہی صحیح مسلم کی ترجیح بخاری شریف پر تو اس کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ یا تو صرف ابو علی نیسا پوری کا انفرادی قول ہے یا پھر صحیح مسلم کی ترجیح حسن ترتیب وغیرہ کی وجہ سے ایک جزوی فضیلت ہوئی جو قابل اعتبار نہیں ہے۔

اور زیادہ صحیح یہی بات ہے کہ بخاری شریف کو صحیح مسلم پر کئی وجوہ سے ترجیح اور فضیلت حاصل ہے اور جمہور کا بھی یہی قول ہے لیکن اس کے باوجود صحیح مسلم کی فضیلت کا بالکلیہ انکار بھی نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ اگرچہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کی جامعیت کا پورا پورا اہتمام کیا ہے تو امام مسلمؒ نے بھی صحیح

مسلم کی تکمیل کو پوری طرح ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ گویا امام مسلمؒ امام بخاریؒ کے نقش قدم پر ہیں اور یہ دونوں مخلوق کے لئے سورج اور چاند کی مانند ہوئے جیسے کہ علامہ جزائری کہہ چکے ہیں (واللہ اعلم بالصواب)

تنبیہ برائے دفعِ شبہات

اس تنبیہ میں ایسے حضرات کے شبہات اور خدشات کو دور کرنا مقصود ہے جو بطور جرح وتنقید کے کہا کرتے ہیں کہ شیخین (امام بخاریؒ وامام مسلمؒ) جیسے بڑے محدثین نے مشہور ائمہ مذاہب اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) کی مرویات کا تذکرہ اپنی کتابوں میں نہیں کیا اور نہ خود ائمہ کرام نے ایک دوسرے کی روایات کو اہمیت دے کر اپنی مصنفات میں ذکر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں بہت سے حضرات نے مختلف انداز میں ان اعتراضات کا دفعیہ کیا ہے۔ یہاں علامہ کوثریؒ نے تعلیق شروط الائمۃ الخمسۃ میں جس عبارت سے اس کا تذکرہ کیا ہے وہ پیش خدمت ہے۔

چنانچہ علامہ کوثریؒ تعلیق شروط الائمۃ الخمسۃ ص ۴۹ میں لکھتے ہیں کہ یہ امر انتہائی قابل توجہ اور ضروری ہے۔ کہ شیخین امام بخاریؒ وامام مسلمؒ دونوں حضرات نے اپنی صحیحین (بخاری ومسلم شریف) میں امام ابوحنیفہؒ سے کسی قسم کی کوئی روایت نقل نہیں کی۔ باوجودیکہ ان حضرات نے امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ بلکہ ان کے شاگردوں کا زمانہ پایا اور ان سے اخذ روایت اور استفادہ بھی کیا ہے۔ اسی طرح شیخینؒ نے امام شافعیؒ سے بھی کسی حدیث کی روایت نہیں کی حالانکہ انہوں نے امام شافعیؒ کے بعض تلامذہ سے ملاقات بھی کی ہے نیز امام بخاریؒ نے امام احمدؒ کے احادیث میں سے صرف دو حدیثوں کی تخریج کی ہے ایک بطور تعلیق اور دوسری بھی کسی واسطہ کے ساتھ باوجودیکہ امام بخاریؒ امام احمدؒ کے ساتھ رہ چکے ہیں۔ اسی طرح امام مسلمؒ نے بھی اپنی صحیح مسلم میں امام بخاریؒ سے کوئی روایت ذکر نہیں کی حالانکہ وہ اس کے ساتھ ہی رہے اور اس کے طریقہ پر اپنے صحیح کو مرتب کیا ہے اور نہ امام مسلمؒ نے امام احمدؒ سے (کوئی بہت زیادہ روایات نقل کی ہیں) مگر صرف بقدر تیس احادیث کے۔ اور نہ امام احمدؒ نے اپنی مسند میں امام مالک عن نافع بطریق الشافعی بغیر چار احادیث کے کوئی روایت ذکر نہیں کی ہے

(حالانکہ مالک عن نافع بطریق الشافعی سب سے صحیح ترین طریقہ تھا) اور جو امام احمدؒ نے اس طرز کے علاوہ امام شافعیؒ سے روایت کی ہیں ان کی تعداد بیس کو بھی نہیں پہنچتی۔ حالانکہ امام احمدؒ امام شافعیؒ کی مجلس میں کافی عرصہ رہے اور مجالست بھی کی بلکہ مؤطا مالک کی سماع بھی ان سے کی ہے اور قدیم رواۃ سے شمار ہوتے ہیں۔ اور بظاہر ان سب حضرات کی دیانت، امانت وثقاہت وغیرہ کا تقاضا یہی معلوم ہو رہا ہے کہ ان حضرات کا یہ طور طرز بایں خیال ہوا ہوگا کہ چونکہ ائمہ اربعہ کے تلامذہ نے جدوجہد سے ان کی روایات کو شرقاً وغرباً پھیلا کر محفوظ اور قائم کیا ہوا ہے اور ان کے مرویات واحادیث ضائع ہو جانے سے محفوظ اور مامون ہیں۔ اسلئے شیخین اور دوسرے ائمہ کی غرض ایسے رواۃ کی احادیث کو مدون کرنا مقصود تھا کہ اگر ان حضرات کی احادیث کو تصنیف وتالیف کے ذریعہ محفوظ نہ کرلیں تو ان احادیث کے ضائع ہو جانے کا زیادہ خطرہ تھا اس لئے کہ بعد کے لوگوں کو ان حضرات کی ان مدون شدہ احادیث کی زیادہ ضرورت تھی۔ البتہ جو حضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ شیخین اور دوسرے حضرات نے ائمہ کرام کی مرویات کا تذکرہ بوجہ ناپسندیدگی نہیں کیا یا پھر اس لئے کہ ان ائمہ کرام پر کتب اسماء الرجال میں جرح وتنقید منقول ہے جیسے امام ثوریؒ کا قول امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں اور ابن معین کا قول امام شافعیؒ کے متعلق یا کرابیسی کا قول امام احمد کے حق میں یا امام ذہلیؒ کا امام بخاری کے متعلق یا اس جیسے دوسرے اقوال تو ایسے لوگوں کو صرف ظلم اور بے جا زیادتی نے اس کہنے پر آمادہ کیا ہے (اعاذنا اللہ منہ) حالانکہ یہ ائمہ کرام اتنے بڑے پایہ کے لوگ ہیں کہ اگر ان کے اور ان کے تلامذہ حضرات کے دینی وعلمی کارنامے نمایاں نہ ہوتے تو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ جیسے حضرات بھی احادیث کے روایات کے سلسلہ میں تنہا نظر آتے۔ مثلاً اگر ابراھیم بن معقل النسفی اور حماد بن شاکر جیسے احناف کے واسطے امام بخاریؒ کی مرویات کا ذخیرہ نہ ہوتا تو صحیح بخاری میں امام بخاریؒ صرف امام فربریؒ کی سماع روایت میں منفرد نظر آتے۔ جیسے کہ ابراھیم بن محمد بن سفیان حنفی امام مسلمؒ سے سماع میں منفرد ہوتے۔ البتہ جو لوگ روایت بالاجازۃ پر اعتماد کرتے ہیں تو پھر طرق اجازات تو ان دونوں کی طرف سے حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں (واللہ اعلم)

(۷) السنن النسائی

سنن نسائی محدث کبیر صاحب تصانیف کثیرہ علامہ ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار النسائی کی مایہ ءناز تصنیف ہے۔ موصوف خراسان اور ماوراء النہر کے علاقہ نساء میں ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے شہر کے مشائخ عظام سے حاصل کی پھر پندرہ سال کی عمر میں مشہور محدث قتیبہ بن سعید کی خدمت میں حاضر ہوئے کچھ عرصہ کے بعد آپ نے حصول علم میں ترقی حاصل کرنے کی غرض سے عالم اسلام کے مختلف شہروں کے اسفار کئے۔ اور عراق، حجاز، شام، اور مصر کے بہت سے اکابر ومشائخ سے استفادہ حاصل کرنے کی پوری جدوجہد کی علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ''کہ آپؒ نے بیشار مخلوق سے حدیث کا سماع کیا ہے'' آپؒ کے اساتذہ ومشائخ میں اسحٰق بن راھویہ، محمد بن بشار، علی بن حجر، جیسے محدثین ہیں۔

اور آپؒ کے تلامذہ میں سے ابوبکر بن احمد بن السنی، محمد بن قاسم اندلسی، علی بن جعفر طحاوی جیسے ائمہ اکابرین کا شمار ہوتا ہے آپؒ عبادت اور زہد وتقویٰ میں مشہور تھے۔

چنانچہ حافظ ابن المظفرؒ فرماتے ہیں۔ سمعتھم بمصر یصفون اجتھاد النسائی فی العبادۃ باللیل والنھار (کہ میں نے اپنے مشائخ واساتذہ سے بار بار سنا کہ وہ امام نسائی کی دن ورات کی عبادت میں مشقت اور کوشش کرنے کا تذکرہ فرمایا کرتے) بلکہ امام دارقطنیؒ نے تو آپؒ کے متعلق ''العبر'' میں فرمایا کہ ''کان افقہ مشائخ مصر فی عصرہ واعلمھم بالحدیث (کہ مصر میں امام نسائی اپنے زمانہ کے تمام مشائخ میں سے زیادہ فقیہ اور بلند پایہ کے محدث تھے)۔

دارقطنیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ابوبکر ابن الحداد شافعیؒ (جو کہ کثیر الحدیث رواۃ میں سے تھے لیکن اس کے باوجود) امام انسائی کے علاوہ کسی دوسرے راوی سے روایت حدیث نہیں کی اور فرمایا کرتے کہ میں تو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان امام نسائی کو واسطہ اور ذریعہ بنا چکا ہوں۔

علامہ سیوطیؒ نے ''حسن المحاضرہ'' میں آپؒ (امام نسائی) کو حافظ شیخ الاسلام اور مشہور محدثین سے شمار کیا ہے۔

علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں۔ ھو احفظ من مسلم له من المصنفات السنن الکبری والصغری وھی من الکتب الستة انتھی ''کہ امام نسائی تو امام مسلمؒ سے بھی زیادہ حافظ حدیث ہیں۔

انکی تصنیفات میں سنن کبری اور سنن صغری بھی ہیں اور یہ سنن صغریٰ صحاح ستہ میں سے ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص۲۴۳ تہذیب التھذیب ج۱ ص۳۶ شذرات الذھب ج۲ ص۲۴۰) آپ کی وفات ۳۰۳ھ میں ہوئی انتقال کے وقت آپؒ کی عمر ۸۸ برس کی تھی

وجہ تالیف سنن نسائی :

سنن نسائی کی تالیف وترتیب کے متعلق بہت سی کتابوں میں یہ تذکرہ آتا ہے کہ انه صنف السنن الکبریٰ فساله بعض الامراء عنه اکله صحیح فقال لا قال فاکتب لنا الصحیح مجردا فلخص السنن الصغیرة منها وترک کل حدیث اورده فی الکبیرة مما تکلم فی اسناده بالتعلیل وسماه المجتبیٰ . (کشف الظنون ج۲ ص۳۶، مفتاح السنة ص۷۹)

امام نسائی جب اپنی کتاب سنن الکبریٰ کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو وہاں کے امیر نے امام نسائی سے استفسار کیا کہ کیا اسمیں مذکورہ احادیث سب صحیح ہیں؟ تو امام موصوف نے فرمایا نہیں! اس پر امیر صاحب نے کہا کہ ہمارے لئے تو صرف صحیح احادیث لکھ کر جمع کردیجئے تو امام نسائی نے سنن صغریٰ کی تلخیص سنن کبریٰ سے کرلی اور اس (سنن کبریٰ) کی ہر اس حدیث کو چھوڑ دیا جس کے اسناد کے متعلق کوئی تعلیل وغیرہ کی بات کی گئی اور اس ملخص کا نام المجتبیٰ رکھا۔

سنن نسائی کی تصنیف میں امام نسائی کی شروط :

امام نسائی نے اپنی کتاب کی تصنیف وتالیف کیلئے انتہائی سخت شروط لگائی ہیں۔ جن میں بعض کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی شروط الائمہ الستہ ص۱۲ میں فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ بن مندہ سے منقول ہے کہ ابوداؤد اور نسائی کی یہ شرط ہے کہ وہ ایسے محدثین

کے مرویہ احادیث کی تخریج کرتے ہیں کہ جو باجماع متروک نہ ہوں اور حدیث بھی متصل الاسناد ہو نہ وہ مقطوع ہو اور نہ مرسل...... کشف الظنون میں ہے۔ للنسائی شرط فی الرجال اشد من شرط مسلم (کشف الظنون ج۲ ص۳۶) رجال اور رواۃ حدیث کے سلسلے میں امام نسائی کی شرط امام مسلم سے بھی زیادہ سخت ہے علامہ محمد اسماعیل الامیر الصنعانی اپنی کتاب توضیح الافکار میں لکھتے ہیں۔

قال الحافظ الذھبی فی التذکرة انه قال ابن طاھر سألت سعدبن علی الزنجانی عن رجل فوثقه فقلت قد ضعفه النسائی فقال یا بنیّ ان لابی عبدالرحمن شروطا فی الرجال اشد من شرط البخاری ومسلم .(توضیح الافکار ج۱ ص۲۱۹)

علامہ حافظ ذھبیؒ نے تذکرہ میں فرمایا کہ ابن طاہرؒ کہتے ہیں کہ میں نے سعد بن علی زنجانی سے ایک شخص کے متعلق پوچھا تو سعد بن علی زنجانی نے اسکی توثیق کردی ابن طاہر کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اس شخص کو تو امام نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے تو آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے! ابوعبدالرحمٰن نسائی کی رجال اور رواۃ حدیث کی بارے میں شروط امام بخاریؒ اور امام مسلم سے بھی سخت ترین ہیں۔

سوال وجواب:

علامہ ذھبیؒ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ لکنه لم یصح عنه دعوی ذلک الخ کہ امام نسائی سے نہ تو اس قسم کے دعویٰ کرنے کی صحت منقول اور نہ یہ بات حافظ ابن صلاحؒ سے ''علوم حدیث'' میں اور نہ حافظ زین الدین عراقی نے ''تبصرہ'' میں نقل کی ہے۔ البتہ توضیح الافکار ج۱ ص۲۲۰) میں ہے وقال الذھبی فی النبلاء فی ترجمة النسائی ان ذلک صحیح ای ماقاله السعد الزنجانی الخ اور امام ذہبی نے کتاب ''النبلاء'' میں امام نسائی کے ترجمہ میں کہا ہے کہ جو کچھ سعد بن علی زنجانی نے کہا ہے وہ صحیح ہے لیکن امام ذھبیؒ کا یہ کہنا بظاہر ان کے سابق قول کہ ''امام نسائی سے اسکا دعویٰ کرنا منقول نہیں ہے۔'' کے منافی معلوم ہوتا ہے۔

ہاں اگر جواباً یہ کہا جائے کہ امام نسائی نے تو اسکا دعویٰ نہیں کیا البتہ دوسرے ائمہ کرام اور حفاظ حدیث نے آپؒ کی کتاب (سنن نسائی) کے احادیث اور رجال احادیث کے تتبع کے بعد اسکو جب

اسی درجہ کا پایا تو انہی حفاظ حدیث نے اسکی کتاب کے متعلق یہ حکم دیدیا (واللہ اعلم)

سنن نسائی کا درجہ اور مرتبہ:

مندرجہ بالا شروط کو مدنظر رکھتے ہوئے جو کتاب تصنیف کی گئی ہو اسکی صحت کا اندازہ آپ حضرات بخوبی لگا سکتے ہیں۔ چنانچہ علامہ خولیؒ ''مفتاح السنۃ'' میں لکھتے ہیں کہ ودرجتہ فی الحدیث بعد الصحیحین لانہ اقل السنن بعد ھما ضعیفاً (ص ۷۹) اور احادیث کے صحت کے بارے میں سنن نسائی کا درجہ صحیحین (بخاری ومسلم) کے بعد ہے کیونکہ صحیحین کے بعد باقی سنن (ترمذی ابن ماجہ نسائی وغیرہ) میں سے نسائی شریف احادیث ضعیفہ کے ذکر کرنے میں قلیل ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے زہر الربیٰ ص ۳ میں ابوعبداللہ بن رشید المتوفی ۷۲۱ھ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ انہ ابدع الکتب المصنفۃ فی السنن تصنیفا واحسنھا ترصیفا وھو جامع بین طریقتی البخاری ومسلم مع حظ کثیر من بیان العلل۔ اھ

کہ یہ کتاب (نسائی شریف) علم سنن میں تصنیف شدہ کتابوں میں سے عجیب اور انوکھے طرز پر ہونے اور حسن ترتیب میں بہترین ہے اور یہ بخاری ومسلم کے طریقوں کی جامع ہے اور علل حدیث کے بہت سے حصے کے بیان کرنے پر مشتمل ہے۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے۔ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ بہت سے ایسے رجال حدیث جن سے ابوداؤد اور ترمذی روایت حدیث کر لیتے ہیں لیکن امام نسائی ان حضرات سے احادیث نقل نہیں کرتے۔ بلکہ امام نسائی نے تو بعض رجال صحیحین کے احادیث کی تخریج کرنے سے بھی احتراز کیا ہے۔

چنانچہ توضیح الافکار ج ۱ ص ۲۱۹ میں ہے وقال ابو عبداللہ بن مندۃ خرج الصحیح اربعۃ البخاری و مسلم و ابو داؤد والنسائی واشار الی ذلک ابن السکن۔

ابوعبداللہ بن مندہؒ فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث کی تخریج چار ائمہ کرام ''امام بخاری''، ''مسلم ابو داؤد اور نسائی نے کی ہے اور اسطرف ابن السکن نے اشارہ کیا ہے۔ علامہ احمد بن مصطفےٰ المعروف طاش الکبریٰ نے اپنی کتاب مفتاح السعادۃ کے ج ۲ ص ۱۲ میں فرمایا ہے۔ کہ حکیم نیساپوریؒ فرماتے ہیں کہ نفقہ

حدیث کی متعلق ابوعبدالرحمٰن نسائی کا کلام اتنی کثرت سے منقول ہے کہ اسکا تذکرہ بھی نہیں کیا جاسکتا اور جس نے آپؒ کی تصنیف شدہ سنن میں نظر کی ہے تو وہ اسکے حسن ترتیب سے حیران ہی ہوئے ہیں توضیح الافکار میں یہ بھی مذکور ہے کہ سنن نسائی کو ابوعلی نیساپوری، ابواحمد بن عدی دارقطنی، ابن مندہ عبدالغنی بن سعید نے صحیح قرار دیا ہے۔

سنن نسائی کی شروح:

صاحب کشف الظنون ص ۴۶ ج ۲ پر لکھتے ہیں نسائی شریف کے زوائد علے الاربعہ کی شرح شیخ سراج الدین عمر بن علی بن الملقن متوفی ۸۰۴ھ نے ایک جلد میں کی جس میں سنن نسائی کی ان احادیث کی شرح کی گئی جو کہ بخاری، مسلم ابوداؤد اور ترمذی میں نہیں ہیں اور اس پر شیخ جلال الدین سیوطی کی تعلیق بھی ہے۔ نیز شیخ ابوالحسن سندھی کی تعلیق اس سے زیادہ مبسوط اور مفصل ہے۔ علامہ خولیؒ مفتاح السنۃ ص ۷۹ پر ابوالحسن سندیؒ کی شرح کے تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں ''کہ ابوالحسن سندھی نے اسکی شرح میں ایسے مباحث کی تشریح اور حل پر اقتصار کیا ہے جنکی ہر قاری (پڑھنے والے) اور مدرس کو ضرورت ہوتی ہے یعنی ضبط الفاظ اعراب اور الفاظ غریبہ وغیرہ کی تشریح ہے۔ ہاں اسکی شرح علامہ سیوطیؒ کی شرح سے مفصل اور وسیع ہے۔

راویانِ سنن نسائی:

کتاب السنن کو جن حضرات نے امام نسائی سے روایت کیا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں

(۱) خود مؤلف کے فرزند عبدالکریم (۲) حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحٰق الدینوری المعروف بابن السنی المتوفی ۳۶۴ھ

(۳) حسن بن رشیق عسکری (۴) ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن زکریا بن حیویہ

(۵) ابوعلی حسن بن خضر اسیوطی (۶) حافظ ابوالقاسم حمزہ بن علی کنانی المتوفی ۳۵۷ھ

(۷) ابوعبداللہ محمد بن قاسم اموی قرطبی المتوفی ۳۲۸ھ (۸) محمد بن معاویہ بن الاحمر

(۹) امام احمد بن محمد بن المھندس (۱۰) امام ابوالحسن علی بن احمد الطحاوی المتوفی ۳۵۱ھ

سنن نسائی کے علاوہ تصانیف:

علامہ نسائیؒ نے کتاب السنن کے علاوہ بھی کئی تصنیفات کی ہیں جن میں عمل الیوم واللیلۃ زیادہ مشہور ہے انکے علاوہ بھی کتاب المدلسین کتاب الاسماء والکنٰی، مسند علی، کتاب الجمعہ، خصائص علیؓ اور مسند منصور بن زاذان وغیرہ کا تذکرہ کتب میں موجود ہے۔

(۸) سنن ابی داؤد

نسب نامہ وفضائل مصنفؒ:

صحاح ستہ میں سے سنن ابی داؤد بھی ہے جسکی تصنیف وتالیف امام سید الحفاظ صاحب السنن سلیمان بن اشعث بن اسحٰق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی السجستانی نے فرمائی ہے۔ آپؒ کی ولادت ۲۰۲ھ اور وفات ۲۷۵ھ میں ہوئی۔ آپؒ جب سن شعور کی حد کو پہنچے تو اسوقت اطراف عالم میں محدثین اور علم حدیث کا حلقہ انتہائی وسیع ہو چکا تھا آپؒ جن مشائخ واساتذہ کی خدمت میں تحصیل علوم کیلئے حاضر ہوئے انکی تعداد وشمار کا ضبط کرنا بہت دشوار ہے خطیب تبریزیؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے بیشمار محدثین سے حدیثیں روایت کی ہیں

حافظ ابن حجرؒ کے اندازے کے مطابق انکے مشائخ کی تعداد تین سو کے لگ بھگ ہے اور جیسے کہ تھذیب التھذیب ص ۱۵۱ ج ۴ کی مندرجہ ذیل عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وشیوخہ فی السنن وغیرھا نحو من ثلاث مائۃ نفس لم یستو عبھم المؤلف فلاجل ذااختصرھم انتھی

علامہ ابن خلکانؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد علوم اور علل حدیث کے حفاظ میں سے تھے اور آپؒ نے علوم کی تحصیل کیلئے بہت سے ممالک کے اسفار کئے خصوصاً عراق خراسان شام مصر اور حرمین الشریفین جا کر

وہاں کے علماء اور مشائخ سے احادیث کا کافی ذخیرہ ضبط تحریر میں لائے۔ چنانچہ آپ کے مشائخ میں زیادہ مشہور امام احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ قتیبہ بن سعید، مسلم بن ابراہیم اور یحیٰی بن معین جیسے ائمہ کرام ہیں اور آپکے تلامذہ کی تعداد کو شمار میں لانا تو انتہائی مشکل ہے...... علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں کہ ان کے علو مقام کیلئے یہی بات کافی ہے۔ کہ ان کے تلامذہ میں امام ترمذی اور امام نسائی جیسے محدثین بھی ہیں۔

آپؒ اپنے دور میں علم وفضل وکمال زہد وتقوی کے پیکر تھے...... امام ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ آپ حفظ حدیث اتقان روایت زہد وعبادت اور یقین وتوکل میں یکتائے زمانہ تھے۔ حافظ موسیٰ ابراہیمؒ فرماتے ہیں. خلق ابو داؤد فی الدنیا للحدیث وفی الاخرۃ للجنۃ ما رایت افضل منہ امام ابوداؤد دنیا میں حدیث (کی اشاعت تصنیف وتالیف) کے لئے اور آخرت میں جنت کیلئے پیدا کئے گئے میں نے ان سے زیادہ صاحب فضیلت کسی کو نہیں دیکھا اور محمد بن اسحٰق الصغانی کہتے ہیں الین لابی داؤد الحدیث کما الین لداؤد علیہ السلام الحدید کہ امام ابوداؤد کیلئے حدیث کو ایسا نرم (آسان) کردیا گیا جیسے کہ حضرت داؤدؑ کیلئے لوہا نرم کردیا گیا تھا- ابوبکر خلالؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد کے مقابلے میں اس زمانے میں تخریج علوم واحادیث کے سلسلے میں کسی کو بھی اس پر سبقت حاصل نہیں تھی۔
(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۵۳، تھذیب التھذیب قدیم ج ۴ ص ۱۶۹، شذرات الذھب ج ۲ ص ۱۶۷)

دیگر تصنیفات:

امام ابوداؤد نے سنن ابی داؤد کے علاوہ بھی بہت سی تصنیفات کی ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ (۱) مراسیل (۲) فضائل انصار (۳) کتاب بدء الوحی (۴) الناسخ والمنسوخ (۵) مسند مالک بن انس (۶) الردّ علے القدریہ

وجہ تالیف سنن ابی داؤد:

علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ حفاظ حدیث کی ایک جماعت ایسی تھی جس نے اپنی پوری توجہ

استنباط مسائل اور ان میں تدبر غور وفکر پر ہی صرف کر ڈالی اسی طرح بعض حضرات کا مقصد صرف احادیث رسول ﷺ کی احادیث کو روایت کرنا ہی تھا اور ان کی توجہ کا محور ائمہ مجتہدین کی فقہی باریکیوں کی طرف ہرگز نہیں تھا۔

امام ابوداؤدؒ نے ایسے حالات میں یہ محسوس کیا کہ فن حدیث کو ایک ایسے نئے انداز سے مرتب کرکے ایک ایسی کتاب تصنیف کی جائے جس میں ان احادیث کا تذکرہ بالاستیعاب کیا جائے جن سے ائمہ مجتہدین نے اپنے مذاہب کیلئے استدلال اور استنباط کیا ہے چنانچہ آپؒ نے اپنی اس کتاب (سنن ابی داؤد) میں فقہاء کرامؒ کے مستدلات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے خود فرماتے ہیں کہ میری اس کتاب میں امام مالک، ثوری اور امام شافعی کے مذہب کیلئے اصول اور بنیادیں موجود ہیں۔ چنانچہ اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ علم حدیث میں صرف یہی ایک کتاب مجتہد کیلئے کافی ہے۔

شرائط تالیف سنن ابی داؤد:

علامہ ابوالفضل المقدسیؒ شروط الائمہ الستہ ص ۱۲ میں ابوعبداللہ بن مندہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابوداؤد کی شرط تخریج احادیث میں یہ ہے کہ وہ ایسے محدثین کے احادیث کی تخریج کرتے ہیں جن کے متروک ہونے پر اجماع نہ ہوا ہو نیز سند متصل (غیر مقطوع و مرسل ہونے کے) سے حدیث کا صحیح ہونا ثابت ہو اور حافظ ابوبکر الحازمی شروط الائمہ الخمسۃ میں فرماتے ہیں۔ واما ابو داؤد ومن بعده فهم متقاربون فی شروطهم الخ (کہ امام ابوداؤد اور اسکے بعد کے محدثین حضرات تو یہ تخریج احادیث کی شروط لگانے میں آپسمیں قریب قریب ہیں پھر سند متصل کیساتھ محمد بن عبدالعزیز ھاشمیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے فرمایا کہ میں نے ابوداؤد سے اس کے اس خط کے بارے میں جو آپ نے اہل مکہ وغیرہ کو جواب میں لکھا تھا یہ سنا ہے کہ وہ فرماتے کہ اے اہل مکہ! تم نے یہ پوچھا ہے کہ میں تمہارے سامنے ان احادیث کا تذکرہ کروں جو کہ میری کتاب السنن (سنن ابی داؤد) میں ہیں کہ کیا وہ اس باب میں زیادہ صحیح ہیں؟ تو تم یقین جانو کہ وہ سب ایسے ہی ہیں یعنی زیادہ صحیح ہیں ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ وہ دو وجہوں

(صورتوں) صحیحہ میں مروی ہوں اور ان میں سے ایک تو بلحاظ اسناد کے راجح ہو اور دوسری کا راوی حفظ واتقان میں اقویٰ ہو۔ پھر اسکے بعد لکھتے ہیں کہ (ولیس فی کتاب الذی صنفته عن رجل متروک الحدیث شئی الخ)

کہ میری تصنیف شدہ سنن میں کوئی حدیث بھی ایسے راوی سے جو متروک الحدیث ہو روایت نہیں کی گئی۔ (شروط الائمه الخمسة ص ۵۳ و ۵۴)

نیز حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر نے "تنقیح الانظار" (جو کہ توضیح الافکار کا متن ہے) میں ذکر کیا ہے قال ابن صلاح وروینا عن ابی داؤد انه قال ما کان فی کتابی هذا من حدیث فیه وهن شدید بینته وما لم اذکر فیه شیئاً فهو صالح وبعضها اصح من بعض وروینا عنه انه قال ذکرت فیه الصحیح وما یشبهه وما یقاربه (توضیح الافکار ج ۱ ص ۱۹۷) (علامہ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے امام ابوداؤد سے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میری اس کتاب (سنن ابی داؤد) میں جس حدیث میں بھی انتہائی سخت ضعف پایا گیا تو میں نے اس کی وضاحت کردی اور جس حدیث کے متعلق میں نے کچھ (اعتراض وغیرہ) بیان نہیں کیا تو وہ حدیث قابل استدلال ہے البتہ بعض احادیث بہ نسبت بعض دوسرے احادیث کے زیادہ صحیح ہیں۔ اور ہم نے اس سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اس میں احادیث صحیحہ اور جو ان کے قریب اور مشابہ ہیں وہی میں نے ذکر کی ہیں) (تفصیل کے لئے دیکھیے مقدمه ابن صلاح ص ۱۵ اور الباعث الحثیث ص ۴۱)

سنن ابی داؤد کا درجہ اور مرتبہ:

علامہ ابوسلیمان احمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ نے اپنی مشہور کتاب "معالم السنن" کے مختلف مقامات پر سنن ابی داؤد کی مدح وتوصیف میں مختلف اقوال ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ کتاب السنن کتاب شریف لم یصنف فی علم الدین کتاب مثله وقد رزق القبول من الناس فصار حکماً بین فرق العلماء وطبقات الفقهاء علی اختلاف مذاهبهم ۔

سنن ابی داؤد ایک بلند پایہ عمدہ کتاب ہے۔ احکام اور علم دین میں اس جیسی کتاب (ابتک) تصنیف

نہیں ہوئی۔لوگوں میں اسے خصوصی مقبولیت حاصل ہے اسی لئے تو یہ کتاب طبقہ علماء وفقہاء کے درمیان باوجود ان کے اختلاف مذاہب کے گویا حکم (قول فیصل) اور ثالث کی حیثیت رکھتی ہے اور ہر ایک کے لئے اس میں سے استفادہ حاصل کرنے کے مواقع میسر ہیں اور یہی سنن ابی داؤد مسائل واحکام میں اہلِ عراق، اہلِ مصر اور مغربی بلاد اور روئے زمین کے بہت سے شہروں میں معتمد علیہ سمجھی جاتی ہے۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۶ الفیۃ عراقی ج ۱ ص ۴۵)

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ محدثینؒ کے نزدیک حدیث کی تین قسم ہیں (۱) حدیث صحیح (۲) حدیث حسن (۳) حدیث سقیم۔۔

(۱) حدیث صحیح وہ ہے جس کی سند متصل ہو اور اس کو روایت کرنے والے عادل ہوں اور (۲) حدیث حسن وہ ہے جس کا مخرج معروف اور اس کے رجال (رواۃ) مشہور ہوں اور اسی پر اکثر احادیث کا مدار ہے اور اسی ہی کو اکثر علماء وفقہاء شرف قبولیت اور ذریعہ استنباط واجتہاد گردانتے ہیں اور کتاب سنن ابی داؤد ان دونوں (صحیح اور حسن) اقسام کی جامع ہے۔باقی حدیث کی وہ قسم جو (۳) سقیم کہلاتی ہے تو اس کے مختلف طبقات و درجات ہیں

(۱) موضوع (۲) مقلوب (۳) مجہول

اور سنن ابوداؤد ان سب سے خالی ہے۔اور اگر ان اقسام میں سے کوئی قسم اس کتاب میں کسی ضرورت مقتضیہ کے تحت واقع بھی ہو تو جب اس کی علت وغیرہ کی وضاحت کردی گئی ہو تو پھر اس کے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

پھر علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں وقد جمع ابو داؤد فی کتابه هذا من الحدیث فی اصول العلم وامهات السنن واحکام الفقه مالانعلم متقد ما سبقه الیه ولامتأخر لحقه فیه (معالم السنن ج ۱ ص ۸)

امام ابوداؤدؒ نے اپنی کتاب (سنن ابی داؤد) میں فقہی احکام، اصول وضوابط علوم اور سنن کے ایسے احادیث کو جمع کردیا کہ ہمیں تو معلوم نہیں کہ ان سے پہلے کسی محدث نے ان کی طرف سبقت کی ہو یا ان کے بعد میں کسی نے ان کا تذکرہ اسی انداز میں کیا ہو۔ابوسلیمان الخطابی سے منقول ہے کہ علم حدیث میں اس جیسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی وہ صحیحین سے بھی بلحاظ حسن ترتیب اور مسائل فقہیہ کے

تذکرے میں زیادہ بہتر ہیں۔ابواسمعیل اس کی زیادہ وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ سنن ابی داؤد صحیحین سے بھی زیادہ نافع ہے کیونکہ ان سے استفادہ کرنا تو صرف متبحر علماء کا کام ہے اور اس سنن ابی داؤد سے ہر ایک فائدہ اٹھا سکتا ہے۔صاحب معالم السنن اس کے بعد یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ وعن ابن الاعرابی یقول ونحن نسمع منه هذا الکتاب فاشار الی النسخة وهی بین یدیه لوان رجلا لم یکن عنده من العلم الاالمصحف الذی فیه کتاب الله ثم هذا الکتاب لم یحتج معهما الی شئی من العلم البتة !یعنی ابن الاعرابی نے ایک نسخے کی طرف جو کہ اس کے سامنے تھا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کسی کے پاس علم دین (کی کتابوں) میں سے قرآن مجید اور اس کتاب (سنن ابی داؤد) کے علاوہ کچھ بھی نہیں تو پھر بھی وہ شخص ان کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے علم کو ہرگز محتاج نہ ہوگا۔

علامہ ذھبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں زکریا بن یحییٰ الساجی سے نقل کرتے ہیں کہ اصل الاسلام کتاب الله سبحانه وتعالیٰ وسنن ابی داؤد عمد الاسلام ۔کہ کتاب اللہ اسلام کے لئے اصل اور بنیاد ہے اور اس کا ستون سنن ابی داؤد ہے۔علامہ ابن حجرؒ تھذیب التھذیب ج ۲ ص ۱۶۷ میں محمد بن مخلد المتوفی ۳۳۱ھ سے نقل کرتے ہیں کہ ولما صنف السنن وقرأه علی الناس صار کتابه لاهل الحدیث کالمصحف یتبعونه واقر اهل زمانه بالحفظ ۔۔ (کہ جب امام ابوداؤد نے کتاب السنن تصنیف کر کے لوگوں کو پڑھ کر سنائی تو آپ کی کتاب محدثین کے لئے قرآن مجید کی طرح قابل اتباع بن گئی اور اس زمانہ کے لوگ آپ کی قوت حافظہ کے مقر ہوئے۔مقدمہ معالم السنن ص ۴ میں ہے۔عن الحسن بن محمد الوازری قال رأیته ﷺ مناماً فسألته فقال من اراد ان یتمسک بالسنة فلیقرء سنن ابی داؤد ۔حسن بن محمد سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا تو میں نے پوچھا آپؐ نے جواباً فرمایا کہ جو شخص سنت سے تمسک اور دلیل پکڑنا چاہے تو پھر سنن ابی داؤد کو ہی پڑھے۔علامہ خولیؒ نے بھی مفتاح السنۃ ص ۸۷ میں لکھا ہے کہ یہ کتاب (سنن ابی داؤد) احادیثِ احکام کے جمع کرنے میں زیادہ مشہور ہے اور اس میں بہت سے مراسیل بھی ہیں اور امام سفیان ثوری، امام مالک اور امام اوزاعی رحمہم اللہ جیسے محدثین ان سے حجت اور استدلال کیا کرتے تھے۔

صحاحِ ستہ میں سنن ابوداؤد کا مقام:

یہ بات تو سب محدثین کے نزدیک مسلّم اور متفق علیہ ہے کہ التزام صحت میں بخاری اور مسلم شریف دونوں کو سنن اربعہ (نسائی، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) پر فضیلت اور برتری حاصل ہے جیسے کہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ تدریب الراوی ص ۶۴ میں لکھتے ہیں۔ الصحیح اقسام متفاوته بحسب تمکنه من شروط الصحة وعدمه اعلاها مااتفق علیه البخاری ومسلم الخ (حدیث صحیح کی اقسام بلحاظ موجود ہونے شرائط صحت اور نہ موجود ہونے کے مختلف ہیں۔ چنانچہ صحت میں اعلیٰ درجہ کی احادیث وہ ہیں جن پر بخاری اور مسلم نے اتفاق کیا ہو) البتہ ان کے بعد صحاحِ ستہ کی چاروں کتابوں کی ترتیب اور مقام و مرتبہ میں علماء کا اختلاف ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز نے اپنے رسالہ "مایجب حفظه للناظر" میں کتب حدیث کے پانچ طبقات بیان فرمائے ہیں۔ پہلے طبقہ میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، مؤطا امام مالک اور صحیح ابن حبان وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ اور دوسرے طبقہ میں ابوداؤد، نسائی اور ترمذی وغیرہ کا ذکر ہے۔ لیکن علامہ احمد بن مصطفیٰ المعروف بطاش کبریٰ زادہ نے مفتاح السعادۃ میں یہ لکھا ہے کہ سب سے بڑا درجہ بخاری شریف پھر صحیح مسلم کا اور پھر سنن ابی داؤد کا۔ متاخرین مشائخ حدیث میں سے علامہ محمد انور شاہ کشمیری کی رائے میں سنن نسائی کا درجہ صحاحِ ستہ میں صحیحین (بخاری و مسلم) کے بعد تیسرے درجہ پر ہے۔

چنانچہ مقدمہ فیض الباری ص ۵۷ میں ہے۔ وبعدهما عندی السنن الصغریٰ للنسائی علی خلاف ماعندهم لانه قال کل مااخرجت فی الصغریٰ فهو صحیح عندی بخلاف ابی داؤد فانه لم یشترط الصحة الخ.

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ صحیحین (بخاری و مسلم) کے بعد میرے نزدیک (دوسرے محدثین کے علی الرغم) امام نسائی کی سنن صغریٰ ہے کیونکہ امام نسائی نے خود فرمایا ہے کہ سب وہ احادیث جن کی میں نے سنن صغریٰ میں تخریج کی ہے وہ میرے نزدیک صحیح ہیں۔

(شاہ صاحب فرماتے ہیں) بخلاف امام ابوداؤد کہ انہوں نے اپنی کتاب سنن ابی داؤد میں تخریج کے

لیے صحت کو شرط قرار نہیں دیا۔

اسی طرح علامہ کوثریؒ تعلیق شروط الائمہ الستہ کے ص ۱۲ پر لکھتے ہیں کہ ولیس بقلیل من یفضل کتاب النسائی علی سنن ابی داؤد (ان محدثین کی تعداد بھی قلیل نہیں جو کہ سنن صغریٰ (نسائی شریف) کو سنن ابی داؤد پر تفضیل و ترجیح دیتے ہیں)

تنبیہ! چنانچہ شاہ صاحب اور ان کے بعد دوسرے محدثین کرام کی رائے کو پسند کرتے ہوئے احقر الانام نے بھی صحاحِ ستہ کا تذکرہ کرتے وقت نسائی شریف کو تیسرے درجہ میں رکھا (واللہ اعلم)

سنن ابی داؤد کی مرویات کی تعداد:

امام ابوداؤدؒ نے اپنی اس کتاب (سنن ابی داؤد) میں اپنے جمع کردہ پانچ لاکھ احادیث کے مجموعہ سے صرف چار ہزار آٹھ سو (۴۸۰۰) احادیث کو منتخب کر کے درج کیا ہے۔ چنانچہ اسی بات کا تذکرہ مندرجہ ذیل عبارت میں شذرات الذهب ج ۲ ص ۱۶۷ میں ہے۔ عن ابی داؤد کتبت عن رسول الله ﷺ خمس مائة الف حدیث انتخبت منها ما ضمنته هذا الکتاب یعنی السنن جمعت فیه اربعة آلاف وثمان مائة حدیث ذکرت الصحیح وما یشبهه ویقاربه البتہ بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس میں چھ سو (۶۰۰) مراسیل بھی ہیں۔ واضح رہے کہ جمہور کے نزدیک حدیث مرسل بھی قابل حجت و استدلال ہے) تو گویا اس میں درج شدہ مجموعی تعداد پانچ ہزار چار سو (۵۴۰۰) ہوئی۔

چنانچہ امام ابوداؤد نے اپنے اس رسالہ (خط) میں جو کہ آپؒ نے اہل مکہ کو بھیجا تھا۔ یہ بھی لکھا -- ولعل عدد الذی فی کتابی من الاحادیث قدر اربعة آلاف وثمانمائة حدیث ونحو ستمائة حدیث من المراسیل الخ (میری اس کتاب (سنن ابی داؤد) کے احادیث کی تعداد شاید چار ہزار آٹھ سو (۴۸۰۰) ہوگی اور اس میں چھ سو (۶۰۰) کے قریب احادیث مرسل بھی ہیں۔

شذرات الذهب کی سابقہ عبارت کے بعد یہ بھی ذکر ہے کہ ان احادیث کثیرہ (۴۸۰۰) میں سے

انسان کے دین ومذہب پرعمل کرنے کے لئے صرف چاراحادیث ہی کافی ہیں۔ جومندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) انما الاعمال بالنیّات (کہ اعمال کا دارمدار نیت پر ہے) (۲) من حسن اسلام المرء ترک مالا یعنیہ (کہ انسان کے اسلام کی خوبی وحسن لایعنی چیزوں کو ترک کردینے میں ہے) (۳) لایکون المؤمن مومنا حتی یرضی لاخیہ ما یحب لنفسہ (مسلمان اس وقت تک کامل ایمان والانہیں ہوسکتا جب تک اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے) (۴) الحلال بیّن والحرام بیّن وبین ذلک امور مشتبہات (حلال وحرام بالکل واضح ہیں اوران کے درمیان بہت سے مشتبہ امور (چیزیں) ہیں)۔

سنن ابی داوٗد کے شروح ومختصرات:

سنن ابی داوٗد کی بہت سے علماء نے شروح، مختصرات، حواشی، تعلیقات اور تراجم کیے ہوئے ہیں۔ چنانچہ صاحب کشف الظنون اور دیگر مصنفین نے ان کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔

کشف الظنون ج ۲ ص ۳۵ اور دیگر کتب سے چند شروح وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) المجتبیٰ : یہ ذکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ کی تصنیف ہے۔

(۲) معالم السنن : جس کے مصنف ابوسلیمان احمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ ہیں
علماء کرام کے نزدیک یہ انتہائی معتمد اور مفید ترین شرح شمار ہوتی ہے۔

(۳) مرقات الصعود الی سنن ابی داوٗد : جو کہ علامہ جلال الدین سیوطی کی تصنیف شدہ ہے

(۴) شرح ابن الملقن : جو کہ شیخ سراج الدین عمر بن علی بن الملقن الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ کی ہے۔

(۵) اس کی ایک شرح قطب الدین ابوبکر بن احمد بن دعین الیمنی الشافعی المتوفی ۶۵۲ھ نے چار بڑی جلدوں میں کی ہے۔

(۶) علامہ حافظ علاؤالدین بن قلیج مغلطائی المتوفی ۷۶۲ھ نے بھی اس کی ایک شرح لکھی ہے لیکن وہ پایہ تکمیل کو نہیں پہنچی۔

(۷) انتہاء السنن واقتفاء السنن : جس کے مصنف ابومحمد احمد بن محمد بن ابراہیم المقدسی المتوفی ۷۶۵ھ ہیں۔

(۸) ایک شرح علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ کی بھی مشہور ہے۔

(۹) علامہ ابوالحسن بن عبدالہادی سندھی المتوفی ۱۱۳۹ھ نے بھی اس کی ایک بہترین شرح لکھی ہے

(۱۰) ایک شرح شیخ ابوزرعہ ولی الدین احمد بن عبدالرحیم عراقی المتوفی ۸۲۶ھ کی بھی ہے

(۱۱) اور ایک ناتمام شرح شیخ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی المتوفی ۶۷۶ھ کی ہے۔

(۱۲) نیز محدث کبیر عابد وزاہد شیخ مولانا خلیل احمد سہارنپوری المتوفی ۱۳۴۶ھ نے بھی اس کی شرح پانچ جلدوں میں لکھی جو علماء ہندوپاک میں زیادہ مشہور ہے۔

اس کے علاوہ بھی دیگر شروح اور تعلیقات موجود ہیں۔ طوالت کے پیش نظر انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۹) جامع ترمذی

احوال مؤلف کا تذکرہ:

امام ترمذی کا نام محمد اور کنیت ابوعیسیٰ ہے۔ پورا سلسلہ نسب یوں ہے۔ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک السلمی الضریر البوغی الترمذی رحمہم اللہ تعالیٰ بوغی اور ترمذی دونوں نسبتیں وطنی اور علاقائی ہیں۔ کیونکہ بوغ گاؤں تو آپ کا مولد ومسکن ہے اور ترمذ اس سے چھ فرسخ پر ایک بڑا شہر ہے جو نہر جیحون کے کنارے خوارزم کے قریب واقع ہے۔ نہر جیحون علاقہ خراسان کی مشہور نہر ہے جسے آج کل دریائے آمو کہتے ہیں۔ علاماوراء النہر کی نسبت بھی اس نہر کی طرف ہوتی ہے۔

توضیح :

علماء کرام نے لکھا ہے کہ علوم ومعارف کا چشمہ مکہ معظمہ میں پھوٹا اس کی نشو ونما مدینہ منورہ میں

ہوئی پھر مدینہ منورہ سے علوم ومعارف کا یہ سیل رواں عراق (کوفہ وبصرہ) پہنچا جہاں تعلیم وتدریس اور علوم ومعارف کے گلشن کھلے اور خوب بہاریں آئیں اور جب اس (علم ومعارف) کی نہر کا رخ خراسان کی طرف ہوا۔ تو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے بہاریں خراسان منتقل ہوگئیں۔ چنانچہ ۲۰۰ھ تا ۶۰۰ھ خراسان علوم ومعارف کا مرکز رہا اور اس سرزمین سے علوم وفنون کے بہت بڑے ائمہ کرام محدثین عظام اور رجال کار پیدا ہوئے۔ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، ابوداؤد سجستانیؒ اور امام ترمذیؒ جیسے ائمہ کرام کا وطن خراسان ہے۔

ولادت ووفات:

اصح اور راجح قول کے مطابق امام ترمذی ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور آپ کی وفات تو باتفاق اقوال ائمہ ۲۷۹ھ میں ہوئی اور کل عمر ستر سال تھی۔

علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ نے تاریخ پیدائش ووفات اور کل مدت عمر کو ایک ہی مصرعہ میں جمع کردیا ہے کہ ع عطر مداہ ۲۷۹ وعمرہ فی عین ۷۰

تحصیل علم:

یہ پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ خراسان اور ماوراء النہر کے دیگر علاقے ۲۰۰ھ تا ۶۰۰ھ علوم وفنون خصوصاً علم حدیث کی اشاعت اور تعلیم وتعلم کے اہم مراکز تھے۔ امام ترمذی کی پیدائش بھی اسی علاقہ میں اسی مبارک دور میں ہوئی۔ اس لئے آپ نے ابتدائی تعلیم تو اپنے علاقہ ہی میں حاصل کی۔ لیکن جب سن شعور کو پہنچے اور علم حدیث میں ترقی کا شوق دامن گیر ہوا، تو بہت سے ملکوں کے علمی مراکز میں اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے بہت طویل اسفار کیے۔

چنانچہ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ طاف البلاد وسمع خلقاً من الخراسانیین والعراقیین والحجازیین (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۸۸) (کہ آپؒ نے بہت سے علاقوں اور ملکوں کے سفر کیے اور بہت سے خراسانی، عراقی اور حجازی علماء کرام سے علم حدیث کی سماع اور تحصیل کی)۔

امام ترمذی کے شیوخ واساتذہ:

یوں تو آپؒ کے اساتذہ ومشائخ کا سلسلہ بہت وسیع ہے اور ان کا شمار کرنا کوئی آسان بات نہیں۔ البتہ بعض مشاہیر اساتذہ کے نام لکھے جاتے ہیں۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد قتیبہ بن سعید، یحییٰ بن سعید الانصاری، محمد بن بشار، بشر بن آدم، ھناد بن سری اور عبداللہ بن ذکوان رحمھم اللہ تعالیٰ۔

آپؒ کے بعض ممتاز تلامذہ:

واضح رہے کہ جیسے آپ کے شیوخ کی تعداد معلوم کرنا مشکل ہے۔ اسی طرح ان کے حلقہ درس کی وسعت کے پیش نظر ان کے تلامذہ اور مستفیدین بھی اتنی کثرت سے دنیائے اسلام کے اطراف واکناف میں پھیلے ہوئے تھے کہ ان کی یقینی تعداد کا علم بہت دشوار ہے۔ البتہ چند ممتاز تلامذہ میں سے ابو حامد احمد بن عبداللہ مروزی، داؤد بن نصر بن سہل البزدوی، ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب مروزی، احمد بن یوسف نسفی، محمد بن محمود، ابو محمد حسن بن ابراھیم وغیرھم قابل ذکر ہیں۔

امام بخاری اور امام ترمذی کا خصوصی تعلق:

ویسے تو تمام مشائخ اور اساتذہ کو امام ترمذی سے خصوصی تعلق تھا مگر سب سے زیادہ استفادہ آپؒ نے امام بخاریؒ سے کیا۔ علامہ حافظ ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ تفقہ فی الحدیث بالبخاری (کہ آپؒ نے امام بخاری سے علم حدیث میں تفقہ حاصل کیا)

چنانچہ امام بخاریؒ کی وفات کے بعد آپ ہی ان کے خلیفہ اور جانشین قرار دیے گئے اور آپ ہی نے مسند حدیث کو زینت اور رونق بخشی۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بن علک کو فرماتے سنا کہ مات البخاری فلم یخلف بخراسان مثل ابی عیسیٰ فی العلم والحفظ والورع والزھد بکیٰ حتی عمی وبقی ضریرا سنین (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۳۴ تہذیب ج ۹ ص ۳۸۹)

(امام بخاریؒ فوت ہوئے تو اپنے بعد خراسان میں علم، زہد، تقویٰ اور حفظ میں ابوعیسیٰ ترمذی کی طرح کسی دوسرے شخص کو پیچھے نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ کی خشیت سے وہ اتنا روئے کہ نابینا ہو گئے اور کئی سال تک اسی حالت میں رہے)

نیز تہذیب التحذیب ج۹ ص۳۸۹ میں ہے وقال ابو الفضل البيلماني سمعت نصر بن محمد الشير كوهي يقول سمعت محمد بن عيسىٰ الترمذى يقول قال لى محمد بن اسمعيل البخارى ما انتفعت بك اكثر مما انتفعت بى (ابوالفضل بیلمانی سند متصل کے ساتھ امام ترمذی سے نقل کرتے ہیں کہ آپؒ نے فرمایا کہ مجھے اپنے استاذ محمد بن اسمٰعیل بخاری نے کہا کہ میں نے تم سے اس سے زیادہ نفع اٹھایا جتنا کہ تم نے مجھ سے اٹھایا ہے)

اس کی وضاحت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ نے یوں فرمائی ہے جسے علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ نے معارف السنن ج۱ ص۱۵ میں ان الفاظ سے ذکر کیا ہے۔

قال شيخنا وظاهره مشكل لان ابا عيسىٰ الترمذى وان كان اماما حافظا متقنا يضرب به المثل لكن الامام البخارى امام هذا الفن، لايجارى: فلعل الغرض منه ان الحافظ الترمذى اخذ منه حظا وافرا من العلم مالم ياخذ منه غيره فكما ان التلميذيحتاج الى شيخ محقق كذلك يحتاج الشيخ الى صاحب ذكى بارع يتلقى علمه وينشره فى العالم.

علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی مذکورہ بالا عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے۔ ہمارے استاد و شیخ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں۔

کہ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ نے کہا ہے کہ جس طرح تلامذہ اس بات کے محتاج ہیں کہ اساتذہ (محققین) ان کو سبق پڑھائیں، اسی طرح اساتذہ کی بھی خواہش اور ضرورت ہوتی ہے کہ تلامذہ ان سے سبق پڑھیں، ان کے علوم و معارف کو محفوظ کر کے اس کی اشاعت کریں۔ پھر تلامذہ میں لائق اور ذکی طالب علم سے اشاعت علم کا جو فائدہ استاد کو حاصل ہوتا ہے وہ کسی غبی سے بہت کم ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ ذہین اور ذکی طالب علم جب استاد سے مسائل دریافت کرتا ہے اور سوال کر کے جواب طلب کرتا ہے تو استاد کی نگاہ دوسرے علوم کی طرف جاتی ہے اور علمی وسعت حاصل ہوتی ہے تو امام ترمذی کے شیخ

امام بخاری کے اس ارشاد کا مقصد بھی یہی ہوگا کہ آپ کی وجہ سے میرے علوم و معارف کی جو اشاعت ہوئی وہ واقعۃً آپ کے مجھ سے استفادہ کرنے سے کئی گنا بڑھ کر ہے اور اس سے جو مجھے فائدہ پہنچا ہے وہ آپ کے استفادہ سے کئی گنا زیادہ ہے (حقائق السنن ج۱ ص۷۳)

نیز شیخ الحدیث صاحب نے یہ بھی لکھ دیا ہے (کہ امام بخاری کے اس قول ما انتفعت الخ) کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جیسا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے ان کے شیخ ابوطاہر المدنی نے مدینہ منورہ میں فرمایا تھا کہ آپ نے مجھ سے الفاظ حدیث سیکھے ہیں اور میں نے آپ سے احادیث کے معانی حاصل کر لیے۔

امام بخاری و مسلم کا امام ترمذی سے سماع حدیث :

امام بخاریؒ جیسے کہ آپؒ کے بڑے مشائخ میں سے ہیں اور بہت سی روایات ان سے نقل کی ہیں۔ تاہم ان کو یہ شرف و عظمت حاصل ہے کہ خود ان کے استاد امام بخاریؒ نے ان سے بعض احادیث کا سماع کیا ہے خود امام ترمذیؒ نے اپنی جامع ترمذی میں دو حدیثوں کے متعلق صراحۃً یہ کہہ دیا کہ یہ دونوں روایات امام بخاریؒ نے مجھ سے سنی ہیں تو گویا یہ ''رواية الاكابر عن الاصاغر'' کے قبیل سے ہوا۔

علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے بھی معارف السنن ج۱ ص۱۶ میں اس طرف اشارہ فرماتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ وكان البخارى عمل بما يحكى عنه. لايكون المحدث محدثاً كاملاً حتى يكتب عمن فوقه وعمن دونه وعمن هومثله كما حكاه الحافظ بدر العينى (گویا امام بخاریؒ نے عمل کر دکھایا جو کچھ کہ ان سے منقول ہے کہ ''ایک محدث اس وقت تک کامل محدث نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ احادیث کی کتابت و سماع اپنے سے اعلیٰ درجہ کے محدث سے بھی اور اپنے سے کم درجہ کے محدث سے بھی اور اپنے جیسے محدث سے بھی نہ کرے) جیسا کہ علامہ بدرالدین العینی نے یہ نقل کیا ہے چنانچہ ان دو روایات میں سے پہلی روایت ترمذی ج۲ ص۱۶۳ میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے جو کہ آیت کریمہ وماقطعتم من لينة اوتركتموها على اصولها کی تفسیر میں ہے کہ قال اللينة النخلة اس تفسیر کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں۔ سمع منى محمد بن اسمعيل هذا الحديث (کہ محمد بن اسمٰعیل

بخاری نے مجھ سے یہ حدیث سنی ہے)

(۲) اور دوسری حدیث ابواب المناقب میں حضرت علیؓ کے مناقب میں بلا ترجمہ باب میں مذکور ہے یا علی! لا یحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک (ترمذی ج۲ ص۲۱۴) اس حدیث سے نقل کرنے کے بعد بھی امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ قد سمع محمد بن اسمعیل منی ھذا الحدیث (کہ محمد بن اسمعیل بخاری یہ حدیث مجھ سے سنی تھی)

اسی طرح امام مسلمؒ بھی اگرچہ امام ترمذی کے استاد ہیں لیکن ایک روایت صحیح مسلم میں بھی وہ امام ترمذی سے روایت کرتے ہیں اور وہ "احصوا ھلال شعبان لرمضان" والی روایت ہے

عجیب قوتِ حافظہ:

امام ترمذی کو اللہ تعالیٰ نے جن انعامات واحسانات سے نوازا تھا ان ہی کے ساتھ ساتھ ان پر ایک بڑا احسان یہ بھی کیا کہ آپؒ کو نہایت قوی اور زبردست حافظہ اور ضبط کا ملکہ بھی عطا فرمایا تھا۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں قال ابوسعید الادریسی کان ابوعیسیٰ یضرب بہ المثل فی الحفظ (تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص۶۳۴)

(ابوسعید ادریسی فرماتے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ میں حفظ ویادداشت میں ضرب المثل بن چکے تھے)

چنانچہ بہت سے محدثین اور اساتذہ حدیث آپؒ کی قوت حافظہ کے حیرت انگیز واقعات دیکھ دیکھ کر تعجب کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی شیخ کے روایات کے دو اجزاء ہاتھ لگ گئے تو فوراً اپنے پاس نقل کرکے محفوظ کرلیئے۔ اتفاق سے ایک سفرِ حج میں اس شیخ سے ملاقات ہوئی تو امام ترمذیؒ نے ان ہی دو اجزاء کی متعلقہ احادیث سنانے کی درخواست کردی تو شیخ نے آپ کی درخواست قبول کرکے اپنے لکھے ہوئے دونوں اجزاء لانے کی تاکید کی اور فرمایا کہ انہیں سامنے رکھو۔ میں قرأت کرتا جاؤں گا۔ آپ سنتے جائیں گے اور مطابقت کرتے جائیں گے۔ امام ترمذیؒ نے قیامگاہ پر جاکر اپنے سامان میں وہ اجزاء تلاش کیے مگر نہ مل سکے۔ بڑے پریشان ہوئے اور ایک ترکیب یہ بنائی کہ سادہ کاغذ لے کر شیخ کی خدمت میں بیٹھ گئے اور شیخ سے قرأت حدیث کی درخواست کردی۔ شیخؒ پڑھتے جاتے اور امام

ترمذی اسی سادہ کاغذ پر نظر جمائے بیٹھے تھے اور یہ تأثر دینے کی کوشش کی کہ گویا میں شیخ کی قرأت کے ساتھ اپنے اجزاء کی تطبیق کر رہا ہوں۔ جب دورانِ قرأت شیخ کی نظر سادہ کاغذ پر پڑی تو بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ناحق میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔ امام ترمذیؒ نے معذرت کرتے ہوئے ساری صورتِ حال بیان کردی اور ساتھ ہی عرض کیا کہ اس وقت جس قدر احادیث آپ نے قرأت کی ہیں سب مجھے یاد ہوگئی ہیں۔

شیخؒ نے سنانے کا کہا تو سب فوراً فرفر سنادیں۔ شیخ کو تعجب ہوا اور کہا کہ شاید آپ کو پہلے ہی سے یاد تھیں۔ لیکن امام ترمذی نے عرض کیا کہ امتحاناً مزید احادیث سنادیں میں انہیں بھی فوراً سنادوں گا۔

چنانچہ شیخ نے غرائب میں سے مزید چالیس احادیث کی قرأت کی۔

امام ترمذی نے اب کی بار بھی وہ تمام سنی ہوئی احادیث فوراً دہرادیں تو اس پر شیخ کو بے حد مسرت ہوئی اور فرمایا ماراَیت مثلک (میں نے آپ جیسا شخص بالکل نہیں دیکھا ہے)

(۲) ایک دوسرا واقعہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے کہ بڑھاپے میں جب آپ کی نظر جاتی رہی اور نابینا ہوگئے تو ایک قافلہ کے ساتھ سفر حج پر جارہے تھے اس زمانہ میں اونٹ کی سواری ہوا کرتی۔ دوران سفر اونٹ پر بیٹھے ہوئے ایک جگہ پر امام ترمذی نے اپنا سر اور کمر جھکالی۔ رفقاء نے جب اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ کیا تمہیں اس جگہ کوئی درخت نظر نہیں آتا۔ رفقاء نے جب انکار کیا تو امام ترمذی نے اصرار سے کہا کہ اس مقام پر درخت تھا۔ رفقاء نے جب دوبارہ کہا کہ یہاں تو کوئی بھی درخت نہیں ہے تو آپؒ نے فرمایا کہ اس کی تحقیق کرنی ضروری ہے۔ چنانچہ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہاں پر واقعۃً کسی زمانہ میں بڑا درخت تھا مگر اب کاٹ دیا گیا ہے۔

امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ کافی عرصہ پہلے میرا یہاں پر گزر ہوا تھا تو یہاں ایک بڑا درخت تھا جس کی ٹہنیوں اور شاخوں سے خود کو محفوظ کرنے کے لئے ہم نے اپنی گردنیں جھکالی تھیں۔ ساتھ ہی فرمایا کہ تحقیق کی اس لئے ضرورت تھی کہ اگر میری بات غلط ثابت ہوجاتی تو یہ اس بات کی دلیل ہوتی کہ میرا حافظہ کمزور ہوچکا ہے اور مجھے اپنے حافظہ پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔ لہذا میں حدیث بیان کرنا

ترک کر دیتا۔

کنیت ابوعیسیٰ کی بحث:

امام ترمذیؒ اپنے نام کے بجائے کنیت سے زیادہ مشہور ہیں اور جامع ترمذی میں بھی اکثر مواضع میں قال ابوعیسیٰ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ چنانچہ علماء حضرات میں یہ مسئلہ زیر بحث رہا ہے کہ کیا ابوعیسیٰ کو بطور کنیت کے اختیار کرنا اور اس کا استعمال شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

چنانچہ بعض علماء تو اس کنیت رکھنے کو ناپسند کرتے ہیں کیونکہ ''مصنف ابن ابی شیبہ'' باب ما یکرہ للرجل ان یکتنی بابی عیسیٰ میں یہ روایت منقول ہے۔ عن موسیٰ بن علی عن ابیه ان رجلاً اکتنیٰ بابی عیسیٰ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان عیسیٰ لا اب له (کہ ایک شخص نے اپنی کنیت ابوعیسیٰ رکھی تھی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰؑ کا تو کوئی باپ نہ تھا)

نیز ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے صاحبزادے نے اپنی کنیت ابوعیسیٰ اختیار کی تو حضرت عمرؓ نے اس کو مارا اور پھر کہا کہ عیسیٰؑ کا تو باپ نہیں (بستان المحدثین ص ۱۱۰) اور مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۴۲ میں بھی اسی کا تذکرہ ہے لیکن وہاں حضرت عمرؓ کے مارنے کا ذکر نہیں ہے۔

تو دراصل اشکال یہ ہوتا ہے کہ جب اس کنیت اختیار کرنے میں فساد عقیدہ کا خطرہ ہے اور بظاہر وجہ ممنوعیت بھی یہی معلوم ہوتی ہے۔ تو پھر امام ترمذیؒ جیسے عظیم محدث نے یہ کنیت کیوں اختیار کر رکھی تھی۔

کنیت ابوعیسیٰ کے اشکال کے جوابات:

چنانچہ علماء کرامؒ نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں۔

(۱) کہ امام ابوداؤد نے اپنی سنن کتاب الآداب میں ابوعیسیٰ کنیت رکھنے کے جواز پر مستقل باب قائم کر کے اس میں مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت مغیرہؓ نے ابوعیسیٰ کنیت اختیار کی تو حضرت عمرؓ نے ان پر اعتراض کیا تو حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کی زندگی مبارک ہی میں اس کنیت کو اختیار کیا تھا اور آپ ؐ کو اس کا علم ہونے کے باوجود مجھ پر نکیر نہ فرمائی۔ بلکہ حافظ

ابن حجرؒ نے الاصابہ میں تفصیل سے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت مغیرہؓ سے فرمایا کہ آپ کو ابوعبداللہ کنیت رکھنی چاہئے۔ تو حضرت مغیرہؓ نے جواباً فرمایا کہ میری یہ کنیت ابوعیسیٰ حضور اقدس ﷺ نے رکھی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے دیگر صحابہؓ سے بھی اس کی تائیدات نقل کئے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے آپ کو (حضرت مغیرہ کو) ابوعیسیٰ کی کنیت سے پکارا ہے۔

(۲) کہ حدیث اول (عن موسیٰ بن علی) مرسل ہے اور حدیث ثانی (عن عمر بن الخطاب) موقوف ہے اور اگر بالفرض اس کا مرفوع ہونا ثابت بھی ہو جائے تو پھر بھی اس کا مطلب کنیت ابوعیسیٰ رکھنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ دراصل بیان واقعہ کا ہے کہ عیسیٰؑ کا باپ نہیں تھا مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۲۰۷ میں ہے۔ لیس فی النهی عن التکنی بابی عیسیٰ حدیث مرفوع متصل صحیح صریح فالظاهر الجواز واما اثر عمر فلیس فی حکم المرفوع کما لا یخفیٰ۔

(۳) یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ آپ ؐ نے اس شخص کو مزاحاً کہا ہو۔ جیسے کہ ایک دوسری حدیث جو انس بن مالک کی روایت سے ہے کہ آپ ؐ نے اس شخص کو جس نے آپ ؐ سے سواری دینے کا مطالبہ کیا تھا یہ کہا انا حاملوک علی ولد ناقة الخ (ابوداؤد ج ۲ ص ۶۸۲ ترمذی ج ۲ ص ۲۰)

(۴) یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ممانعت کی روایات اسلام کی ابتدائی دور پر محمول ہیں جبکہ لوگوں کے دلوں میں اسلامی عقائد مکمل طور پر رچے بسے نہ تھے اور جب اسلام کی خوب اشاعت ہوئی اور لوگوں کے دلوں میں اسلام کی عظمت بیٹھ گئی تب جواز کا حکم آیا اور ممانعت کا حکم منسوخ کر دیا گیا۔

(جیسے کہ سموا باسمی ولا تکتنوا بکنیتی کے متعلق بھی یہی توجیہ کی جاتی ہے)

اور علامہ بنوریؒ بھی مواہب اللدنیہ ص ۵ میں ملا علی قاریؒ سے یہی نقل کرتے ہیں کہ لکن تحمل الکراهة علی تسمیته به ابتداء فامّا من اشتهر به فلا یکره کما یدل علیه اجماع العلماء علی تعبیر الترمذی به عن نفسه للتمیز۔

امام ترمذی کی تصانیف:

امام ترمذیؒ کی تصانیف کا تذکرہ تو کتب اسماء رجال، تاریخ اور اصول حدیث میں کثیر تعداد میں موجود

ہے لیکن یہاں ان میں سے چند مشہور کا ذکر کردینا مناسب ہے۔

(۱) جامع ترمذی (۲) کتاب التاریخ (۳) کتاب العلل (۴) شمائل ترمذی (۵) اسماء صحابہؓ (۶) کتاب الجرح والتعدیل (۷) کتاب الزھد (۸) کتاب الاسماء والکنی (۹) الرباعیات فی الحدیث (۱۰) العلل الصغیر (۱۱) کتاب فی الآثار الموقوفة

جامع ترمذی کے متعلق شرائط

اگرچہ امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں کہیں بھی اس بات کا تذکرہ نہیں کیا ہے کہ جامع ترمذی میں حدیث کی تخریج کے لئے ان کا معیار اور شرائط وغیرہ کیا ہیں۔ اس لئے ائمہ اصول حدیث نے جامع ترمذی کے ابواب اور ترتیب میں تدبر اور غور وفکر سے یہ معلوم کرلیا ہے کہ امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں روایت کے اندراج کے لئے بعض شرائط کو ملحوظ اور مدنظر رکھا ہے۔ چنانچہ علامہ ابوالفضل المقدسی نے شروط الائمہ الستہ ص ۱۳ اور علامہ کوثریؒ نے تعلیق شروط الائمۃ الخمسۃ ص ۵۴ میں اس کا تفصیلا ذکر کیا ہے۔

جس کا خلاصہ حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کردیا ہے اور اسی کو ہی تبرکاً درج کیا جاتا ہے۔

(۱) امام ترمذی نے اپنی جامع میں صحیح روایات لانے کا التزام کیا ہے جو کہ صحیح بخاری اور مسلم کے موافق اور ان کے شرائط کے مطابق ہوں۔

(۲) بعض اوقات ایسی ضعیف روایت جو حسن لغیرہ کے قبیل سے ہو کو بھی اپنی کتاب میں نقل کرلیتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے کسی ایک فقیہ کے مسلک کی مطابقت ہوتی ہے۔

(۳) امام ترمذی طبقہ اولیٰ اور ثانیہ سے اکثر اور طبقہ ثالثہ اور رابعہ سے نسبتاً کم اور طبقہ خامسہ سے استشہاداً گاہے گاہے روایت لے لیتے ہیں۔

(۴) امام ترمذی اس روایت کو بھی اپنی سنن میں درج کرتے ہیں جو امام نسائی اور امام ابوداؤد کی شروط کے مطابق ہو۔ اور امام ابوداؤد اور نسائی تو ہر اس راوی سے روایت کرلیتے ہیں جس کے ترک

پر اجماع نہ ہو۔

(۵) اور کبھی کبھی امام ترمذی ایسے راوی سے روایت کرلیتے ہیں جس کے ترک پر اجماع ہو بشرطیکہ (وہ روایت) کسی فقیہ کا مستدل ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کے متروک عندالمحدثین ہونے پر تصریح کردیتے ہیں تاکہ اشتباہ نہ ہو۔ (حقائق السنن ج ۱ ص ۸۰)

البتہ علامہ کوثریؒ نے تعلیق الائمہ الخمسۃ ص ۵۴ میں شروط کے تذکرہ کے ضمن میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ابن رجب حنبلیؒ شرح علل ترمذی میں فرماتے ہیں ولا اعلم انه خرج من متهم الكذب متفق على اتهامه حديثا باسناد منفرد الا انه قد يخرج حديثا مرويا من طرق او مختلفا فى اسناده وفى بعض طرقه متهم وعلى هذا الوجه خرج حديث محمد بن سعيد المصلوب ومحمد بن السائب الكلبى (مجھے یہ معلوم نہیں کہ امام ترمذیؒ نے کسی ایسے راوی سے مستقلاً اور منفرداً روایت حدیث کی ہو جو بہ اتفاق ائمہ جھوٹ سے متہم ہو۔ البتہ آپؒ بھی ایسی حدیث کی روایت کرلیتے ہیں جو کئی طریقوں سے مروی یا اس کی اسناد میں اختلاف ہو اور اس کے بعض طرق میں کوئی ایسا راوی موجود ہو۔ جو جھوٹ کے ساتھ متہم ہو اور اسی وجہ سے امام ترمذیؒ نے محمد بن سعید المصلوب اور محمد بن سائب کلبی کی حدیث کی تخریج کی ہے) اور اسی لئے تو علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ

انحطت رتبة جامع الترمذى عن سنن ابى داؤد والنسائى لاخراجه حديث المصلوب والكلبى وامثالهما (تدریب الراوی ص ۹۹) (جامع ترمذی کا مرتبہ سنن ابی داؤد اور نسائی سے اس لئے کم ہوگیا کہ امام ترمذیؒ نے محمد بن سعید المصلوب اور محمد بن سائب کلبی اور ان جیسے لوگوں کی روایات کی تخریج جامع میں کی ہے)

البتہ حافظ ابن رجب حنبلیؒ شرح ترمذی میں جامع ترمذی کی ترجیح کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام ترمذی کے ساتھ امام ابوداؤد بھی طبقہ رابعہ سے احادیث تخریج کرنے میں شریک ہیں لیکن امام ابوداؤد ان کی احادیث پر سکوت اختیار کرلیتے ہیں جیسے کہ اسحٰق بن ابی فروۃ وغیرہ (حالانکہ ترمذیؒ اس قسم کے ضعفاء پر سکوت نہیں فرماتے بلکہ اس پر تنبیہ بھی کردیتے ہیں۔

جامع ترمذی کی فضیلت اور مرتبہ:

ویسے تو امام ترمذیؒ کی تصنیفات بہت ہیں لیکن ان سب میں جو مقام، اہمیت اور مقبولیت جامع ترمذی کو حاصل ہے وہ آپؒ کی دوسری کتب کو حاصل نہ ہو سکی۔ چنانچہ علامہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ حقائق السنن میں فرماتے ہیں کہ مجموعی اعتبار سے افادہ اور استفادہ میں جامع ترمذی صحاح ستہ بلکہ تمام کتب حدیث پر فائق ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلاف اور اکابر علماء دیوبند اور ہمارے ہاں تعلیمی سال کا افتتاح اس کتاب سے ہوتا ہے اور اساتذہ حدیث فقہ وحدیث کے اہم مباحث تفصیلاً اس کتاب میں بیان فرماتے ہیں (انتہیٰ)

علامہ حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی لکھتے ہیں کہ **سمعت الامام ابا اسمعیل عبدالله بن محمد الانصاری بهراة وجری بین یدیه ذکر ابی عیسیٰ الترمذی و کتابه فقال و کتابه عندی انفع من کتاب البخاری ومسلم لان کتابی البخاری ومسلم لایقف علی الفائدة منهما الا المتبحر العالم و کتاب ابی عیسیٰ یصل الی فائدته کل احد من الناس** (شروط الائمة الستة ص ۱۶)

(میں نے امام ابواسمعیل عبداللہ بن محمد انصاری (المتوفی ۴۸۱ھ) سے اس وقت جبکہ اس کے سامنے امام ترمذیؒ اور اس کی کتاب (جامع ترمذی) کا تذکرہ ہوا۔ یہ کہتے ہوئے سنا کہ ان کی کتاب میرے نزدیک امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں (بخاری ومسلم شریف) سے زیادہ نافع ہے کیونکہ امام بخاری ومسلم کی کتابوں سے تو صرف متبحر عالم ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن ابوعیسیٰ کی کتاب ترمذی سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

حافظ علامہ ذھبیؒ بسند متصل ابوعلی منصور بن عبداللہ الخالدی سے نقل کرتے ہیں کہ امام ترمذیؒ فرمایا کرتے کہ جب میں اس کتاب کی تصنیف سے فارغ ہوا تو اسے اکابرین علماء حجاز، عراق اور خراسان کی خدمت میں مطالعہ کے لئے پیش کیا تو سب نے جب اس پر عمیق اور گہری نظر ڈالی تو اس پر بے حد رضامندی اور پسندیدگی کا اظہار کیا۔

نیز امام ترمذیؒ کا یہ قول بھی نقل فرمایا کہ **ومن کان فی بیته هذا الکتاب یعنی الجامع فکانما فی بیته**

نبی یتکلم (تذکرة الحفاظ ج۲ ص ۱۸۸)

(جس گھر میں یہ کتاب (جامع ترمذی) ہو تو گویا وہاں (اللہ تعالیٰ) کا نبی تکلم فرما رہے ہیں) نیز حافظ ابوالفتح بن سید الناس المتوفی ۷۳۴ھ شرح ترمذی کے مقدمہ میں حافظ یوسف بن احمد سے روایت کرتے ہیں کہ **انه قال لابی عیسیٰ فضائل تجمع وتروی وتسمع و کتابه من الکتب الخمسة التی اتفق اهل الحل والعقد والفضل والفقه من العلماء والفقهاء واهل الحدیث النبهاء علی قبولها والحکم بصحة اصولها** (ابن ماجة وعلم الحدیث للنعمانی ص ۲۲۷) (اس نے کہا کہ امام ابوعیسیٰ ترمذی ایسے فضائل ومناقب کے مالک ہیں کہ جن کو لکھا اور جمع کیا جاتا ہے پھر بیان کیا جاتا ہے اور سنا بھی جاتا ہے اور ان کی یہ کتاب (جامع ترمذی) ان پانچ کتابوں میں سے ہے جن کے اصول وقواعد کی صحت کے حکم اور اس کی مقبولیت پر تمام اصحاب فضل وارباب کمال اور اہل حل وعقد اکابرین محدثین اور علماء وفقہاء کرام نے اتفاق کیا ہے۔

احمد بن مصطفیٰ المعروف بطاش کبری زادہ اپنی کتاب مفتاح السعادۃ ج۲ ص۱۱ میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ترمذی کی کتاب جامع ترمذی کو تمام کتب احادیث میں سے افادہ میں ایک منفرد حیثیت، حسن ترتیب میں سب سے احسن، بیان مذاہب، وجوہ استدلال، اور تبیین احوال وانواع حدیث بلحاظ صحت وسقم، حسن وغریب، قلت تکرار، جرح وتعدیل اور بیان مراتب حدیث کے سلسلہ میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

اسی طرح شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی بستان المحدثین ص۱۰۹ میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ترمذی کی علم الحدیث میں بہت سی تصنیفات ہیں لیکن ان سب سے بہتر یہی جامع ترمذی ہے بلکہ بوجوہ یہ تمام کتب حدیث سے احسن ہے مثلاً

(۱) اس کی ترتیب بڑی اچھی اور اس میں تکرار بھی نہیں ہے (۲) فقہاء کرام کے مذاہب اور پھر ہر صاحب مذہب کے استدلال کے طرق کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ (۳) احادیث کے اقسام صحیح، حسن، ضعیف، غریب، معلل وغیرھا کا بیان ہوا ہے۔ (۴) راویوں کے اسماء، القاب اور کنیتوں کے ذکر کے ساتھ ایسے دوسرے فوائد جو اسماء الرجال سے متعلق ہیں بیان کیے گئے ہیں۔

علامہ بیجوری ؒ فرماتے ہیں ولہ تصانیف کثیرة بدیعة وناهیک بجامعه الجامع للفوائد الحدیثیة والفقهیة والمذاهب السلفیة والخلفیة فهو کاف للمجتهد مغن للمقلد (المواهب اللدنیة ص ۵)

(امام ترمذیؒ کی بہت سی عجیب تصنیفات کثیرہ ہیں اور ان میں جامع ترمذی کافی شافی ہے کیونکہ یہ کتاب حدیث اور فقہی فوائد اور سلف وخلف کے مذاہب کی جامع ہے تو یہ مجتہد کے لئے کافی اور مقلد کو دوسری کتب سے بے نیاز کردینے والی ہے)

ملاعلی قاریؒ مرقاۃ ج ۱ ص ۲۱ میں لکھتے ہیں کہ ولہ تصانیف کثیرة فی علم الحدیث منها الشمائل وهذا کتابه الصحیح احسن الکتب واحسنها ترتیباً و اقلها تکرار الخ (علم حدیث میں امام ترمذیؒ کی تصنیفات کثیرہ ہیں ان میں شمائل بھی ہے اور اس کی یہ کتاب صحیح سب کتابوں سے اچھی اور ترتیب میں احسن اور بلحاظ تکرار کے قلیل ترین ہے) اسی طرح جامع ترمذی کی ایک امتیازی شان یہ بھی ہے کہ محدثین اور علماء کرام نے یہ لکھ دیا کہ جامع ترمذی چودہ علوم کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ جن میں بعض کا تذکرہ تو علامہ ابن العربی مالکی نے شرح ترمذی (عارضۃ الاحوذی ص ۱) میں اور بعض دیگر کو علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے قوت المغتذی ص ۱۵۔۱۶ میں حافظ ابن رشید اور حافظ ابن سید الناس کے حوالہ سے نقل کیا ہے جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) بیان اسناد (۲) متروک العمل روایات کی وضاحت (۳) کتاب میں آثار وحدیث کے رد وقبول کے بارے میں علماء کے اختلاف کا بیان (۴) احادیث کی توجیہ، تطبیق وتاویل میں علماء کے مختلف آراء کا تذکرہ (۵) بیان شذوذ (۶) بیان موقوف (۷) بیان مدرج (۸) مرتب علی الابواب ہونا (۹) علم الفقہ کا بیان (۱۰) علل احادیث نیز صحیح وضعیف اور ان دو کے درمیانی مراتب کا بیان) (۱۱) اسماء وکنیتوں کا بیان (۱۲) جرح وتعدیل کا تذکرہ (۱۳) جن رواۃ سے اپنی کتاب میں روایت کی ہے ان کے متعلق یہ بتانا کہ ان میں سے حضور ﷺ کو کس نے پایا ہے اور کس نے نہیں پایا۔ (۱۴) احادیث مرویہ کے رواۃ کی تعداد

اسی طرح علامہ محمد یوسف بنوریؒ کا ایک خصوصی مقالہ بہ سلسلہ خصوصیات صحاح ستہ مجلۃ المجمع العلمی

العربی دمشق (۳۲۔۳۰۸) میں شائع ہوا، جس میں جامع ترمذی کے خصوصیات کا تذکرہ بھی تفصیلاً کیا گیا، جو قابل دید ہے لیکن طوالت کے پیش نظر اس کا ذکر نہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ البتہ معمولی کمی بیشی کے ساتھ چونکہ انکا تذکرہ استاد محترم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نے حقائق السنن ص ۹۷ میں کیا ہے۔ انہی کے الفاظ میں تبرکاً چند خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) جامع ترمذی کی ترتیب حد درجہ سہل اور عمدہ ہے۔ ابواب کے تراجم آسان ہیں اور حدیث کا تکرار نہیں (۲) امام ترمذی نے جامع کی تالیف میں اس بات کا باقاعدہ التزام کیا ہے کہ فقہاء کے مذاہب اور تقریباً ہر باب میں فقہاء بالخصوص (حضرات احنافؒ وشوافعؒ) کے مستدلات اور ہر مذہب کے لئے جداگانہ باب قائم ہوجائے۔

(۳) جامع ترمذی کی اہم ترین خوبی اور خصوصیت یہ ہے کہ اگر ایک روایت کی سند میں کوئی علت یا کوئی اضطراب واقع ہوا ہو تو امام ترمذی اس علت واضطراب کو بیان کرتے ہیں اور زیادہ تر اس کی مفصل تشریح بھی کرتے ہیں۔

(۴) جامع ترمذی میں راویوں کے اسماء اور ان کے القاب اور کنیتوں کو بھی ذکر کیا گیا ہے ایسے راوی جو نام سے مشہور ہیں امام ترمذی ان کی کنیت ذکر کردیتے ہیں اور جو کنیت سے مشہور ہیں۔ مصنفؒ اس کے نام کی تصریح کردیتے ہیں۔ اس سے مشتبہ راویوں کا تعارف ہوجاتا ہے۔

(۵) کبھی کبھی امام ترمذی راوی کے مروی عنہ سے ثبوت سماع یا عدم سماع سے متعلق بحث بھی کرتے ہیں اور جہاں حدیث میں مشکل الفاظ آئے ہوں ان کے معانی بھی بیان فرماتے ہیں۔

(۶) امام ترمذی اپنی جامع کے ابواب میں تین سے زائد احادیث نہیں لاتے۔ زیادہ تر صرف ایک حدیث اور کبھی دو اور کبھی تین احادیث بھی بیان فرماتے ہیں اور حدیث کا وہی حصہ ذکر کرتے ہیں جس کا باب سے تعلق ہو۔ جس کی وجہ سے جامع ترمذی کی روایات میں دیگر کتب حدیث کی نسبت اختصار ہے اور جامع ترمذی میں دلائل کی کثرت ہے مگر اس طرح کہ تکرار نہیں ہونے پاتا بلکہ دیگر کتب حدیث کی نسبت اختصار ہے

(۷) امام ترمذی ایک موضوع کی تمام احادیث کا استیعاب نہیں کرتے بلکہ ہر باب کے تحت وفی الباب عن فلاں وفلاں سے صحابہؓ کی ان مرویات کو اشارہ کردیتے ہیں جو اس باب سے مناسبت رکھتی ہیں اور اس کے تحت آسکتی ہے اور امام ترمذی کو محفوظ ہوتی ہیں۔

(۸) امام ترمذی اپنی جامع میں معمول بہ کا اظہار متروک کا ایضاح اور قبول کے آثار کے متعلق اختلاف علماء اور تاویل حدیث میں اختلاف کی توضیح کرتے ہیں۔

(۹) خود امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ میری کتاب میں کوئی حدیث ایسی نہیں جس پر امت میں سے کسی نہ کسی کا عمل نہ ہو صرف دو حدیثیں ایسی ہیں جو کسی کے نزدیک معمول بہ نہیں ہیں۔ انتہی

شیخ الحدیث صاحب لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ جن احادیث کو خود مصنفؒ نے ضعیف قرار دیا ہے وہ بھی معمول بہا ہیں۔ بقول علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عمل بالحدیث کا مدار صرف قوت سند پر نہیں ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔

استدراک:

ظفر المحصلین ص ۱۵۰ میں مولانا محمد حنیف گنگوہی لکھتے ہیں کہ امام ترمذیؒ نے کتاب العلل میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ میری اس کتاب کی کل احادیث معمول بہا ہیں اور ہر ایک پر اہلِ علم میں سے کسی نہ کسی کا عمل ضرور ہے سوائے دو حدیثوں کے۔

(۱) حدیث ابن عباسؓ ان النبی ﷺ جمع بین الظهر والعصر بالمدینة والمغرب والعشاء من غیر خوف ولا مطر ولا سفر۔

(۲) عن النبی ﷺ انه قال من شرب الخمر فاجلدوه فان عاد فی الرابعة فاقتلوه

لیکن اگر دیکھا جائے تو ان دونوں حدیثوں پر بھی بعض اہل علم کا عمل ہے (کیونکہ) حنفیہ حدیثِ اول کو جمع صوری پر اور حدیثِ ثانی کو سیاست پر محمول کرتے ہیں۔ (یعنی) اگر حاکم وقت مصلحت سمجھے تو چوتھی بار (شراب پینے کے ثبوت پر) قتل بھی کرسکتا ہے۔ پس احنافؒ کے یہاں ان دونوں پر عمل ممکن ہے۔ انتہی

جامع ترمذی کے ناموں میں اختلاف:

امام ترمذیؒ کی یہ تصنیف جو (۱) جامع ترمذی کے نام سے مشہور ہے چونکہ یہ آٹھ ابواب (سیر، آداب، تفسیر، عقائد، فتن، احکام، اشراط، مناقب) پر مشتمل ہے اور محدثین کی اصطلاح میں جس کتاب میں مذکورہ آٹھ ابواب کا تذکرہ ہو اسے جامع کہا جاتا ہے۔

چنانچہ اس مجموعہ پر جامع کا اطلاق علامہ سمعانی، ابن الاثیر، حافظ ذھبیؒ، ابن کثیر، ابن حجرؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ بیجوری، علامہ کشمیری اور دیگر بہت سے علماء نے اپنی تصنیفات میں کیا ہے۔

(۲) صحیح ترمذی۔ اس نام سے اس کا تذکرہ خطیب بغدادی، ابن الاثیر، ابن الندیم، علامہ سمعانی اور علامہ عبدالعزیز خولی وغیرہ نے اپنی کتب میں کیا ہے۔

(۳) الجامع الکبیر۔ اس نام کا اطلاق ابن الاثیر، ابوالفداء اور علامہ کتانی نے کیا ہے۔

(۴) سنن الترمذی یا السنن: اسی نام سے علامہ ابن کثیرؒ اور صاحب کشف الظنون وغیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

(۵) الجامع الصحیح: امام حاکم، علامہ چلپی اور اسماعیل پاشا وغیرہ نے یہ اطلاق کیا ہے۔

(۶) المسند الصحیح: مؤلفؒ نے خود اسی نام سے اس کا تذکرہ کیا ہے جیسے کہ البدایہ والنھایہ میں بھی ہے۔

بہر حال اسکی پوری تفصیل اور اس پر جرح تعدیل بمعہ ضبط صفحاتِ کتب رفیق محترم ڈاکٹر حضرت مولانا محمد حبیب اللہ مختار شہید نے اپنی کتاب "الامام الترمذی وتخریج کتاب الطهارة من جامعه" میں ذکر کی ہے۔ فجزاہ اللہ جزاء کاملاً

رواۃ جامع ترمذی:

شہید موصوف نے اپنی مذکورہ تصنیف کے ص ۱۲۵ میں لکھا ہے کہ وقلو جدنا رواۃ لکتاب الترمذی سمعوہ ورووہ عنه وقد ذکرهم الحافظ ابوجعفر بن الزبیر فی برنامجه الخ (جن رواۃ

حدیث نے امام ترمذیؒ سے سماع اور روایت کی۔ان کا تذکرہ ابوجعفر بن الزبیر نے کیا ہے۔پھر اس کی تفصیل میں چھ رواۃ ترمذی کا ذکر کیا ہے۔

(۱)ابو العباس محمدبن احمد بن محبوب(۲)ابوسعید الهیثم بن کلیب الشاشی(۳)ابوذر محمد بن ابراهیم (۴)ابومحمد الحسن بن ابراهیم القطان (۵)ابوحامد احمد بن عبدالله التاجر (۶)ابو الحسن الواذری

ثلاثیات ورباعیات ترمذی:

جامع ترمذی ج۲ص ۵۰ میں ایک حدیث ثلاثی کا ذکر ہے۔جس میں امام ترمذی اور حضورﷺ کے درمیان تین واسطے ہیں۔

حدثنا اسمعیل بن موسیٰ الفزاری.ناعمربن شاکر عن انس بن مالک قال قال رسول الله ﷺ یأتی علی الناس زمان الصابر فیهم علی دینه کالقابض علی الجمر.

اسی طرح رباعیات کے متعلق الرسالة المستطر فہ میں ہے واما الرباعیات فللترمذی فی "جامعه" مائة وسبعون حدیثا (اور رباعیات حدیثیں تو وہ امام ترمذیؒ کی جامع میں ایک سوستر (۱۷۰) ہیں)

شروح ومختصرات جامع ترمذی:

علماء ومحدثینؒ نے اس کی مختلف شروح لکھی ہے،جن میں چند مشہور یہاں درج کیے جاتے ہیں(تفصیل کے لئے کشف الظنون ج۱ص ۲۷۵ملاحظہ ہو)

(۱) عارضة الاحوذی فی شرح الترمذی کے نام سے ہے جسے محدث کبیر حافظ ابوبکر محمد بن عبدالله الاشبیلی المتوفی ۵۴۶ھ(جوابن عربی سے مشہور ہیں)نے تصنیف کی ہے۔

(۲) ایک شرح حافظ ابوالفتح محمد بن محمد سید الناس الیعمری الشافعی المتوفی ۷۳۴ھ نے دس جلدوں میں ناتمام لکھی ہے۔جو جامع ترمذی کے دوتہائی حصہ سے بھی کم کی تشریح پر مشتمل ہے۔پھر اس کی تکمیل حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین العراقی المتوفی ۸۰۶ھ نے کر دی ہے اور اس کا نام "عرف الشذی علی جامع الترمذی" رکھا ہے۔

(۳) شرح ترمذی از زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن النقیب الحنبلی ہے جو تقریباً بیس جلدوں میں ہے اور فتنہ تاتاریوں میں جل گئی۔

(۵) "قوت المغتذی علی جامع الترمذی "علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی مشہور تصنیف ہے۔

(۶) ایک شرح زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی المتوفی ۷۹۵ھ کی بھی ہے۔

(۷)شرح از شیخ ابوالحسن بن عبدالهادی سندھی مدنی المتوفی ۱۱۳۹ھ صاحب کشف الظنون نے اس پر شرح لطیف کا حکم کیا ہے۔

(۸) نیز جامع ترمذی کے مختصرات میں سے ایک مختصر نجم الدین محمد بن عقیل البالسی الشافعی المتوفی ...کا ہے۔

(۹) اور ایک مختصر نجم الدین سلیمان عبدالقوی الطوفی الحنبلی المتوفی ۷۱۰ھ کی بھی ہے

(۱۰) نیز معارف السنن کے نام سے شیخ محدث کبیر علامہ محمد یوسف بن سید مولانا زکریا البنوری المتوفی ۱۳۹۷ھ نے بھی ایک عجیب غریب محققانہ انداز میں چھ جلدوں میں تا ابواب الحج تصنیف فرمائی۔بہت سے بڑے علماء کرام نے شیخ کے وسعت مطالعہ اور اس کتاب میں محققانہ انداز اختیار کرنے اور اس میں کما حقہ جد و جہد کی مدح وتعریف کی ہے۔

(۱۱) بعض مصنفین نے شرح ترمذی از شیخ سراج الدین عمر بن رسلان البلقینی الشافعی ...۸۰۵ھ اور

(۱۲) تحفۃ الاحوذی از مولانا عبدالرحمن صاحب مبارک پوری المتوفی ۱۳۵۳ھ اور

(۱۳) الکوکب الدری حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی المتوفی ۱۳۲۳ھ کے افادات جنہیں حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نے مرتب کیا ہے کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

مزید شروح وحواشی وتعلیقات کی تفصیل کے لئے "الامام الترمذی وتخریج کتاب الطهارة من جامعه" کے ص ۱۶۱ تا ۱۶۴ ملاحظہ فرماویں۔

اصطلاحات حدیثیہ میں امام ترمذی کا تفرد:

امام ترمذیؒ اپنی کتاب جامع ترمذی میں مختلف مواضع میں احادیث کی وضاحت وتقسیم کا بیان ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ ھذا حدیث صحیح "،حسن "،ضعیف" ،غریب" یعنی ہر حدیث پر ایک حکم مفرد یعنی صحیح یا حسن ،ضعیف یا غریب کا لگا دیتے ہیں۔

اور کبھی بصورت مرکب کے القاب استعمال کر دیتے ہیں مثلاً لکھ دیتے ہیں کہ حسن صحیح"، حسن غریب" یا پھر یہ کہہ دیتے ہیں کہ حسن صحیح غریب" اور غالباً اسی وجہ سے تقی الدین ابن تیمیہؒ کی طرف سے یہ منسوب ہے کہ اس نے اپنے بعض فتاوٰی میں کہا ہے کہ اول من عرف انه قسم الحدیث الی صحیح وحسن وضعیف ابو عیسیٰ الترمذی ولم تعرف هذه القسمة عن احد قبله(الامام الترمذی والموازنة بین جامعه وبین الصحیحین ص ۱۵۶ بحواله الامام الترمذی ص ۱۳۹)

اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بحث کو ذرا تفصیل سے بیان کیا جائے تا کہ جامع ترمذی کی امتیازی حیثیت کے ساتھ ساتھ جب یہ اصطلاحات کسی ایک حدیث میں جمع ہو جائیں تو بظاہر تعارض کی شکل ہے تو اس کا دفعیہ بھی ہو جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے ان اصطلاحات کی تعریفیں بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) حدیث صحیح ایسی مسند متصل حدیث کو کہتے ہیں جس کا سلسلہ اسناد ابتداء سے انتہا تک ایسے راویوں پر مشتمل ہو جو عدل وضبط کے ساتھ موصوف ہوں اور وہ حدیث معلل شاذ وغیرہ بھی نہ ہو (علوم الحدیث ص ۱۰ معالم السنن ج ۱ ص ۶. تدریب الراوی ص ۲۲)

(۲) حدیث حسن امام خطابیؒ فرماتے ہیں ما عرف مخرجه واشتهر رجاله وعلیه مدار اکثر الحدیث وهو الذی یقبله اکثر العلماء ویستعمله عامة الفقهاء(معالم السنن ج ۱ ص ۶) (کہ جس کا مخرج معلوم ہو اور اس کے راوی بھی معلوم ومشہور ہوں اور اکثر احادیث کا مدار اسی پر ہے اور یہی وہ حدیث ہے جس کو اکثر علماء وفقہاء استعمال کرتے ہیں۔

البتہ حدیث حسن کی تعریف امام ترمذی کے نزدیک یہ ہے کہ ہر ایسی حدیث جس کی سند میں

کوئی متہم بالکذب راوی بھی موجود نہ ہو اور نہ ہی حدیث شاذ ہو اور یہ بھی کہ وہ کئی طرق سے روایت شدہ ہو(الامام الترمذی وتخریج کتاب الطهارة من جامعه ص ۱۴۰)

امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں حدیث حسن کی اصطلاح کا اتنا اہتمام کیا ہے کہ گویا آپؒ دوسرے محدثین کے لئے اس سلسلہ (حدیث حسن) میں بمنزلہ مقتدا کے ہو گئے۔

چنانچہ علامہ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ ابو عیسیٰ ترمذی کی کتاب (جامع ترمذی) کو حدیث حسن کے تعارف اور پہچان میں اصل اور بنیاد کی حیثیت حاصل ہے اور وہ اس کا استعمال اپنی جامع میں کثرت سے کیا کرتے ہیں اور اس کے مشائخ اور وہ طبقہ علماء جو ان سے پہلے ہے (جیسے امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ) کے کلام میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے (علوم الحدیث ص ۳۲)

(۳) حدیث غریب تو اس سلسلہ میں امام ترمذیؒ کتاب العلل میں فرماتے ہیں کہ وما ذکرنا فی هذا الکتاب حدیث غریب فان اهل الحدیث یغربون الحدیث لمعان (یعنی وہ جو ہم نے اس کتاب میں حدیث غریب کا ذکر کیا ہے۔ تو محدثین کرامؒ حدیث غریب کو کئی معانی میں استعمال کرتے ہیں۔ پھر تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

(۱) یا تو حدیث اس لئے غریب ہوتی ہے کہ وہ (دراصل) صرف ایک راوی سے منقول ہوتی ہے۔ اگر چہ بعد میں اس راوی سے کثرتِ ناقلین کی وجہ سے حد شہرت کو بھی پہنچ جائے۔

(۲) اور کبھی حدیث کا غریب ہونا بوجہ کوئی زیادتی فی الحدیث ہونے کے ہوتا ہے اور یہ زیادتی اس وقت صحیح اور قابل قبول ہوگی جبکہ یہ زیادتی ایسے راوی سے ہو کہ اس کے حفظ و یادداشت پر اعتماد کیا جا سکتا ہو۔

(۳) اور کبھی حدیث کا غریب ہونا بوجہ حال اسناد کے ہوتا ہے اگر چہ طرق کثیرہ سے مروی کیوں نہ ہو۔

(۴) علامہ ابن صلاحؒ حافظ ابن مندہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اذا انفرد عن الزهری وشبهه ممن یجمع حدیثه رجل بحدیث سمی غریباً فان انفرد به اثنان او ثلاثة سمی عزیزا فان رواه عنهم جماعة سمی مشهوراً (تدریب الراوی ص ۳۷۵)

یعنی امام زہری اور ان جیسے لوگ (مثلاً قتادہ) جن کے احادیث جمع کیے جاتے ہیں یعنی مجموعے موجود

ہیں تو اگر ایک شخص کسی حدیث کی روایت کرنے میں منفرد ہو جاوے تو یہ "حدیث غریب" کہلاتی ہے اور اگر دو یا تین اشخاص منفرد ہوں تو اسے حدیث عزیز کہتے ہیں اور اگر ان سے جماعت روایت کرے تو اس کو حدیث مشہور کہتے ہیں۔ اسی طرح تقریب النواوی میں ہے ویدخل فی الغریب ماانفرد راوبروایته او بزیادة فی متنه واسناده (تدریب الراوی ص ۳۷۵)

(۵) حدیث غریب کی تعریف میں وہ حدیث بھی داخل ہے کہ ایک راوی اپنی روایت کے ساتھ منفرد ہو اور یا روایت کے متن یا اسناد میں زیادتی میں منفرد ہو۔

حدیث غریب کی اس تفصیل کے بعد یہ بھی معلوم ہو کہ اس کے دو قسمیں ہیں

(۱) صحیح مثلاً وہ احادیث غریبہ جن کی تخریج صحیحین میں ہو۔

(۲) غیر صحیح اور اس کو ہی عام طور پر غریب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اسی طرح دوسری حیثیت سے بھی غریب کی دو قسمیں ہیں (۱) متن اور اسناد دونوں کے لحاظ سے غریب ہو یعنی ایسی حدیث جس کے متن حدیث کے ساتھ ایک ہی راوی منفرد ہو

(۲) ایسی حدیث جو صرف اسناد میں ہی غریب ہو۔ مثلاً وہ حدیث کہ جس کا متن تو بالکل معروف و مشہور ہو اور ایک جماعت صحابہؓ سے مروی ہو لیکن جب کوئی شخص کسی دوسرے صحابی سے اس میں متفرد ہو جائے تو یہ حدیث اسی اسناد سے غریب ہوگی اگرچہ متنِ حدیث کی حیثیت سے غریب نہیں ہے۔ اور امام ترمذیؒ ایسی حدیث کے متعلق کہا کرتے ہیں کہ غریب" من هذا الوجه (انتهى)

(۴) حدیث کی چوتھی قسم ضعیف کی تعریف یہ ہے کہ ایسی حدیث جو صفت صحیح اور حسن کی جامع نہ ہو۔ پھر اس حدیث ضعیف کے مراتب ضعف میں بھی تفاوت اور فرق ہوتا ہے جیسے کہ حدیث صحیح کے مراتب صحت میں فرق ہوتا ہے۔ تقریب النواوی میں ہے الضعیف وهو مالم یجمع صفة الصحیح او الحسن ویتفاوت ضعفه کصحة الصحیح ۔ پھر ضعیف میں سے بعض کے لئے مخصوص القاب ہیں جیسے حدیث موضوع، شاذ، مقلوب، معلل، مضطرب، منقطع، معضل، منکر

(تدریب الراوی ص ۱۰۷)

اصطلاحاتِ مذکورہ کا بطورِ ترکیب تذکرہ:

یعنی امام ترمذیؒ نے مذکورہ اصطلاحات کا ذکر علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کا مطلب تو واضح کیا ہے لیکن جہاں ان کا تذکرہ بطورِ ترکیب کے کیا ہے تو آپؒ نے ان کے مطالب کی وضاحت اور تعیین نہیں کی حالانکہ وہ اس وقت آپس میں بظاہر متعارض معلوم ہوتے ہیں۔ البتہ علماء و محدثین کرامؒ سے ان کی توجیہ و تطبیق مختلف طریقوں سے منقول ہے۔ مثلاً ان کے اس قول کہ "هذا حديث صحيح غريب" کا مطلب یہ بتلاتے ہیں کہ حدیث فی نفسہ تو صحیح ہے لیکن وہ من حیث الاسناد غریب ہے۔ یعنی اس کا اسناد صرف ایک ہی طریقہ سے منقول ہے۔ تو چونکہ حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اسناد کا متنوع ہونا اس کی صحت کے شرائط میں سے نہیں ہے۔ اس لئے حدیثِ واحد کو صحیح اور غریب کہنا متنافی نہیں ہے۔

البتہ حدیث غریب کبھی صحیح اور کبھی غیر صحیح ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اس کا یہ قول کہ "هذا حديث حسن غريب" "میں بظاہر دو متناقضین کے درمیان اجتماع ہے۔ کیونکہ امام ترمذیؒ نے خود "حدیث حسن" کی تفسیر یہ کی ہے کہ جو حدیث کئی وجوہ سے مروی ہو یعنی اس کی اسناد متعدد ہو اور غریب ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس کی سند واحد ہو تو اس کا اصل اور صحیح جواب یہ ہے کہ "حدیث حسن" میں وجوہ متعددہ سے مروی ہونا اس وقت شرط ہے جب کہ لفظ حسن" بصورت مفرد (تنہا) حدیث کی صفت میں استعمال کیا جائے اور اگر اس کو مقید بہ قید غرابت لیا جائے یعنی هذا حديث حسن غريب" کہا جائے تو پھر یہی قرینہ ہے کہ اس میں تعدد نہیں بلکہ اس پر حسن" کا حکم بطور حسن فی الرتبہ کے ہے تو گویا حدیث اسناداً غریب ہے اور مرتبہ (درجہ) میں حسن ہے۔

اسی جواب کو علامہ ابن حجرؒ نے اپنی اس عبارت میں اشارہ کر دیا ہے کہ

فالجواب ان الترمذی لم یعرف الحسن مطلقاً وانما عرف بنوع خاص منه وقع فی کتابه هو مایقول فیه حسن من غیر صفة اخری (نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر ص ۳۸)

علامہ زرکشیؒ نے ان کے درمیان منافات کو اس طرح دفع کیا ہے کہ یہ حدیث بلحاظ متن کے حسن ہے اور بلحاظ اسناد کے غریب ہے۔

کیونکہ یہ وہ حدیث غریب ہے کہ اس کے متنِ حدیث کی روایت اور نقل تو جماعت صحابہ معروف ومشہور ہے لیکن ان میں سے ایک شخص اپنی روایت میں کسی دوسرے صحابی سے منفرد ہو جائے تو یہ روایت بوجہ اس صحابی واحد سے روایت کے غریب ہے اور جب اس کے متن کی روایت جماعت صحابہؓ سے منقول ہے تو یہ حدیث متناً حسن ہوئی (واللہ اعلم)

بحث حسن "صحیح":

بعینہ اسی طرح امام ترمذیؒ وغیرہ کے اس قول کہ "ھذا حدیث حسن صحیح میں بھی کچھ اشکال ہے کیونکہ حدیث حسن کا درجہ حدیث صحیح سے کم ہے جیسے کہ یہ پہلے مذکور ہو چکا ہے تو اگر ایک حدیث کے لئے صفت حسن اور صحیح دونوں ثابت ہوں تو یہی جمع بین المتنافیین ہوا۔

علماء کرامؒ نے اس کے کئی جواب نقل کیئے ہیں۔

(۱) ان دونوں صفات کا مرجع اسناد ہو۔ یعنی جب ایک حدیث دو اسناد سے مروی ہو تو ان میں سے ایک اسناد حسن ہو اور دوسری اسناد صحیح ہو۔ تو یہ کہنا درست ہوگا کہ ھذا حدیث حسن صحیح (ای حسن بھذا الاسناد وصحیح بذلک الاسناد)

(۲) صحیح سے مراد تو صحیح اصطلاحی ہو اور حسن سے مراد لغوی معنیٰ ہو یعنی جس کی طرف میلان نفس ہو (علوم الحدیث ص ۳۵)

(۳) بعض علماء اس کی یہ توجیہ بھی کرتے ہیں کہ حسن باعتبار متنِ حدیث اور صحیح باعتبار اسناد کے ہو۔

(۴) ایک تطبیق کی صورت یہ بھی لکھی گئی ہے۔ کہ جس حدیث کے متعلق "حسن صحیح" کہا جاوے تو وہاں قائل کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ چونکہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اس لئے اس کا مرتبہ اس کے نزدیک صرف حدیث حسن سے تو اعلیٰ اور زیادہ ہے نہ کہ صحیح محض سے (تو معلوم ہوا) کہ ایک حدیث پر صرف صحیح کا حکم لگانا بہ نسبت "حسن صحیح" کے زیادہ قوی ہوا اس لئے کہ کسی چیز پر یقینی حکم لگانا (مثلاً ھذا حدیث صحیح) زیادہ قوی ہے بمقابلہ حکم ترددی کے جیسے (ھذا حدیث حسن صحیح)

(۵) علامہ ابن حجرؒ نے بعض متاخرین کی طرف سے یہ جواب بھی نقل کیا ہے کہ ایک حدیث پر دو

وصفوں (صحیح، حسن) کا اطلاق باعتبار احوال رواۃ کے ہو یعنی یہ کہ رواۃ میں جب ایسا راوی بھی ہے کہ اسکی حدیث ایک قوم کے نزدیک صحیح ہے اور ان ہی رواۃ میں ایک ایسا راوی بھی ہے کہ اس کی حدیث ایک قوم کے نزدیک حسن ہے تو پھر اسی ایک حدیث کو صحیح کہنا اس راوی کے حال پر محمول ہوگا اور اسی حدیث کو حسن کہنا اس دوسرے راوی کے حال پر محمول ہوگا

(۶) اور یا ان کی تطبیق اس طرح ہوگی کہ ان دو وصفوں کا اطلاق اس حدیث پر باعتبار اسناد اور حکم کے ہو یعنی امام ترمذی کا یہ قول کہ یہ حدیث حسن ہے یہ تو باعتبار اسناد کے ہو اور یہ کہنا کہ یہ حدیث صحیح ہے باعتبار حکم کے ہو۔

(۷) بعض حضرات کا خیال ہے کہ امام ترمذیؒ کے نزدیک یہ دونوں الفاظ مترادف ہیں اور دوسرے لفظ کو لانا بطور تاکید کے ہے۔ جیسے کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ھذا صحیح ثابت یا جید قوی وغیرہ۔

(۸) یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے کہ امام ترمذیؒ کے اجتہاد کی رسائی تو اس کے درجہ حسن تک پہنچی ہو اور دوسروں کا اجتہاد اس کے صحیح ہونے تک پہنچا ہو۔ یا اس کے برعکس ہو۔

(۹) یا یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ حدیث واحد حسن کے تو اعلیٰ درجات میں سے ہے اور صحیح کے اول اور ادنیٰ درجہ میں ہو۔ گویا حسن باعتبار ایک مذہب کے اور صحیح باعتبار دوسرے مذہب کے ہو۔

(۱۰) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد حسن سے حسن لذاتہ مراد ہو اور صحیح سے مراد صحیح لغیرہ ہو۔

(۱۱) حسن تو باعتبار ذات کے ہو اور صحیح کا معنیٰ یہ کہ اسنادہ صحیح ای انه اصح شئی ورد فی الباب۔ کہ پورے باب میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بحث حسن صحیح غریب:

باقی امام ترمذیؒ کا یہ قول "حسن صحیح غریب من ھذا الوجه" تو اس سلسلہ میں یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ غرابت کا تعلق کبھی سند سے اور کبھی متن سے ہوتا ہے اور کبھی غرابت نسبی بھی ہوتی ہے۔ تو اس تفصیل سابق کے پیش نظر اس قول کے یہی معنیٰ ہوں گے کہ حدیث حسن ہے کیونکہ متعدد الاسناد ہے اور صحیح بھی ہے کیونکہ صحیح کی تعریف (مسند متصل غیر شاذ ومعلل الخ) اس پر صادق ہے۔ اور

غریب الاسناد بھی ہے یعنی اس وجہ سے جس کو امام ترمذیؒ نے یہاں نقل کیا ہے۔

خلاصہ بحث:

اس ساری تفصیل کا خلاصہ یوں سمجھ لیجیے کہ اگر حدیث کی ایک ہی سند ہے اور وہ صحت کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے تو اس کے متعلق امام ترمذیؒ "هذا الحديث صحيح غريب" فرما دیتے ہیں اور کیونکہ غرابت سے مراد غرابت سنداً ہوتی ہے متناً نہیں ہوتی۔ تو اگر ایک حدیث درجہ صحیح سے کم اور ضعیف سے زیادہ ہے تو امام ترمذی ایسی حدیث کے متعلق هذا حديث حسن غريب کہہ دیتے ہیں۔ اور اگر اسناد حدیث متعدد ہو اور صحت کے درجہ تک بھی پہنچی ہو تو اس کے متعلق امام ترمذیؒ "هذا حديث حسن صحيح" فرما دیتے ہیں۔ اور اگر اس کے بعض طرق میں غرابت ہو تو پھر یہ کہہ دیتے ہیں کہ "هذا حسن صحيح غريب" اور اگر حدیث کی اسناد تو واحد ہے لیکن علماء کرام نے اس کی تحسین اور تصحیح میں اختلاف کیا ہے تو بھی "حسن صحيح غريب" کے الفاظ سے ذکر کرتے ہیں (والله اعلم)

(۱۰) سنن ابن ماجہ

نسب نامہ مصنفؒ:

حافظ امام ابو عبدالله محمد بن يزيد ابن ماجة القزويني صاحب السنن والتفسير

لفظ ابن ماجہ کی وضاحت:

ابن ماجہ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض حضرات اس کو مصنفؒ کا دادا سمجھتے ہیں لیکن یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا البتہ بعض دوسرے حضرات یہ کہتے ہیں کہ ان کی والدہ کا نام ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے بستان المحدثین میں اس کو صحیح کہا ہے۔ تاج العروس میں بھی یہی ذکر ہے کہ ماجہ آپ کی

والدہ کا نام تھا۔ اس لئے قواعد کی رو سے رسم الخط میں ابن کے ساتھ الف لکھا جائے گا تا کہ ابن ماجہ لفظ محمد کی صفت واقع ہو جائے۔ البتہ "عجالہ نافعہ" میں ہے کہ ماجہ مصنفؒ کے والد کا لقب ہے دادا کا نہیں اور نہ ماں کا نام ہے۔ چنانچہ تاریخ قزوین میں محدث امام رافعیؒ ابن ماجہ کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ ان کا نام محمد بن یزید ہے اور ماجہ یزید کا لقب ہے۔

امام ابن ماجہ کے مشہور تلمیذ حافظ ابوالحسن بن القطان کا بیان ہے کہ ماجہ آپؒ کے والد کا لقب تھا ماجہ فارسی کا نام ہے غالباً ماہ کا معرب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عجمی النسل تھے۔

مصنفؒ کے مختصر حالات:

امام ابن ماجہؒ کی ولادت ۲۰۹ھ میں ہوئی۔ قزوین کا علاقہ علوم وفنون کا منبع تھا۔ خصوصاً فن حدیث میں بہت سے محدثین کا تعلق اسی علاقہ سے رہا ہے۔

چنانچہ محمد بن سعید بن سابق المتوفی ۲۱۰ھ حافظ علی بن محمد ابوالحسن طنافسی المتوفی ۲۳۳ھ اسمٰعیل بن توبہ ابوسلیمان قزوینی حنفی المتوفی ۲۴۷ھ اور امام ابن ماجہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تاریخ قزوین میں بہت سے علماء محدثین اور فقہاء کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ امام ابن ماجہ نے ابتداً میں اپنے ہی علاقہ میں بہت سے بڑے بڑے محدثین اور فقہاء سے تحصیل علم کی پھر تکمیل علوم کے لئے آپؒ نے بہت سے بلاد اسلامیہ کے اسفار کیے تا کہ بہت سے مشائخ سے علوم وفنون کی تکمیل کی جا سکے اور اس سلسلہ میں حسب تصریح مؤرخین مختلف ممالک عراق، حجاز، مصر، شام وغیرہ میں صبر آزما حالات سے بھی گزرے۔

چنانچہ علامہ ابن حجرؒ تهذيب التهذيب میں لکھتے ہیں کہ قال ابن خلكان كان اماماً في الحديث عارفا بعلومه وجميع ما يتعلق به ارتحل الى العراق والبصرة والكوفة وبغداد ومكة والشام ومصر والرئ لكتب الحديث وله تفسير في القرآن العظيم وتاريخ مليح۔

ابن خلکانؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن ماجہ حدیث کے امام اور علوم اور ان کے متعلقات سے خوب واقف تھے آپ نے عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، شام، مصر، رئ وغیرہ احادیث کے لکھنے کے لئے

سفر کیے ۔اور آپؒ نے قرآن مجید کی تفسیر اور بہترین تاریخ بھی تصنیف کی۔

حافظ خلیلیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن ماجہ ثقہ کامل الاعتماد قابل حجت تھے آپؒ حفظ حدیث اور اس کی معرفت میں بڑے فضل وکمال کے مالک تھے ۔علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ بے شک آپ حدیث کے حافظ، صدوق اور علوم پر مکمل دسترس حاصل تھی (تهذيب التهذيب ج ۹ ص ۵۳۱ شذرات الذهب ج ۲ ص ۱۶۴)

آپؒ کے مشائخ واساتذہ:

امام ابن ماجہؒ نے ان مختلف ممالک کے سفر میں بہت سے شیوخ اور اساتذہ کرام سے علمی استفادہ کیا ہے ۔بعض مشہور مشائخ عظام درج ذیل ہیں۔

ابو مصعب احمد بن ابی بکر زهری، ابو اسحق ابراهيم بن المنذر خزامی، ابو كريب محمد بن علاء، هناد بن السری، محمد بن بشار، محمد بن المثنىٰ، احمد بن ابراهيم الدورقی، احمد بن سنان، اسماعيل بن موسىٰ الفزاری، محمد بن خلاد باهلی، صالح بن الهيثم، ايوب بن حسان الدقاق وغيرهم.

تلامذہ ومستفیدین :

آپ کے تلامذہ ومستفیدین بھی بڑی تعداد میں مختلف بلاد میں تھے جن میں بعض معروف حضرات یہ ہیں ۔علی بن سعيد بن عبدالله عسكری. ابراهيم بن دينار، سليمان بن يزيد قزوينی، محمد بن عيسىٰ صفار، اسحق بن محمد قزوينی، جعفر بن ادريس، ابو الطيب احمد بن روح شعرانی وغيرهم.

وفات امام ابن ماجہ:

آپؒ کی وفات دوشنبہ ۲۱ رمضان المبارک ۲۷۳ کو ہوئی ۔آپؒ کی کل عمر چونسٹھ (۶۴) سال تھی ۔آپؒ کی نماز جنازہ آپ کے بھائی ابوبکر نے پڑھائی اور سہ شنبہ کو آپ کی تدفین ہوئی۔

سنن ابن ماجہ کا درجہ:

آپؒ کی یہ کتاب صحاح ستہ میں شمار کی گئی ہے ۔علامہ شمس الدین ذھبیؒ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۸۹ میں لکھتے ہیں ۔عن ابن ماجة قال عرضت هذه السنن على ابى زرعة فنظر فيه وقال اظن ان وقع هذا فى ايدى الناس تعطلت هذه الجوامع او اكثرها ثم قال لعل لايكون فيه تمام ثلاثين حديثا مما فى اسناده ضعف (امام ابن ماجہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سنن جب محدث ابو زرعہ کے سامنے پیش کی تو آپ نے دیکھنے کے بعد فرمایا کہ میرا یہ خیال ہے کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھ آگئی تو یہ جوامع (حدیث کے تصنیف شدہ مجموعے) یا ان کا اکثر حصہ معطل ہو جائے گا۔

پھر فرمایا کہ شاید اس میں پوری تیس احادیث بھی ایسی نہ ہوں گی جن کی اسناد میں ضعف ہو ایسے ہی شذرات الذهب ج ۲ ص ۱۶۴ میں بھی ہے کہ آپ کی کتاب مکمل تیس ایسی احادیث پر مشتمل نہیں جن کی اسناد میں ضعف ہو (انتھی)۔

لیکن علامہ ابن الوزیر الیمانی نے تنقیح الانظار میں لکھا ہے کہ وقال الذهبى فى ترجمته فى النبلاء وقول ابى زرعة لعل لايكون فيه تمام ثلاثين حديثا مما فى سنده او نحو ذلك ان صح كانما عنىٰ بثلاثين حديثا الاحاديث المطروحة الساقطة واما الاحاديث التى لاتقوم بها الحجة فكثيرة لعلها نحو الالف (توضيح الافكار ج ۱ ص ۲۲۳)

(امام ذھبیؒ نے آپ کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ امام ابو زرعہ کا یہ قول "کہ شاید کہ اس میں پوری تیس احادیث بھی ایسی نہیں ہوں گی جن کی اسناد میں ضعف ہو"۔

اگر یہ صحیح ہو تو اس سے ابو زرعہ کی مراد ایسی تیس احادیث جو انتہائی ضعیف ساقط اور مطروح قسم کی احادیث مراد ہیں ورنہ ایسی احادیث جو قابل حجت نہ ہوں وہ تو بہت ہیں ۔شاید ہزار کے لگ بھگ ہوں گی۔

حافظ مزیؒ فرماتے ہیں کل ما انفرد به ابن ماجة فهو ضعيف يعنى بذلك ما انفرد به من الحديث من الائمة الخمسة لكن قال الحافظ ابن حجر وحمله على الرجال اولىٰ واما حمله على الاحاديث

فلا یصح (تهذيب التهذيب ج ۹ ص ۵۳۱)

(ہر وہ حدیث جس میں امام ابن ماجہ ائمہ خمسہ سے منفرد ہوا ہو۔ تو وہ ضعیف ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ضعف کا محمل رجال سند کو لینا اولیٰ ہے اور ضعف کی نسبت احادیث کی طرف کرنا (یعنی ضعف کا اطلاق احادیث پر کرنا) صحیح نہیں۔

نیز تھذیب میں حافظ مزیؒ کا یہ قول بھی ہے کہ امام ابن ماجہ کی کتاب سنن میں جید، جامع اور کثیر الابواب والغرائب ہیں اور اس میں انتہائی ضعیف احادیث بھی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ البدایہ والنھایہ میں فرماتے ہیں کہ یہ کتاب امام ابن ماجہ کے علم وعمل، تبحر اور اصول وفروع میں ان کی اتباع سنت کو بتاتی ہے۔ علامہ صنعانی کی توضیح الافکار میں ہے۔ واما سنن ابن ماجة فانها دون هذين الجامعين يعني كتاب ابي داؤد والنسائي والبحث عن احاديثها لازم وفيها حديث موضوع في احاديث الفضائل (توضيح الافكار ج ۱ ص ۲۲۲)

(اور جو سنن ابن ماجہ ہے تو یہ ان دو جامع یعنی کتاب ابوداؤد اور نسائی سے کم درجہ رکھتی ہے اور اس کی احادیث کی تفتیش اور تحقیق لازم ہے اور اس میں احادیث الفضائل میں حدیث موضوع بھی ہے۔

نیز علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مقدمہ فیض الباری ج ۱ ص ۵۸ میں صحاح خمسہ کے درمیان ترتیب درجہ کے بیان کے بعد فرماتے ہیں اور ان پانچ کے بعد ابن ماجہ کا درجہ ہے اور اس میں تقریباً بیس احادیث کے متعلق موضوع ہونے کا شبہ ہے۔

سنن ابن ماجہ کے رواۃ:

علامہ ابن حجرؒ نے تھذیب التھذیب ج ۹ ص ۵۳۲ میں سنن ابن ماجہ کے مشہور ناقلین چار شمار کیئے ہیں (۱) ابوالحسن علی بن ابراهیم القطان (۲) سلیمان بن یزید (۳) ابوجعفر محمد بن عیسیٰ (۴) ابوبکر حامد الابھری۔

احادیث وابواب کی تعداد:

علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں وعدد کتب سننه اثنان وثلاثون کتابا وقال ابو الحسن القطان صاحب

(نسخة) ابن ماجة في السنن الف وخمس مائة باب وجملة مافيها اربعة آلاف حديث (تذكرة الحفاظ ج ۲ ص ۱۸۹) (علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ سنن ابن ماجہ میں بتیس (عنوان) کتب اور ایک ہزار پانچ سو (۱۵۰۰) ابواب اور کل احادیث کی تعداد چار ہزار (۴۰۰۰) ہے۔

ثلاثیات ابن ماجۃ:

سنن ابن ماجہ میں پانچ حدیثیں ثلاثی ہیں جو امام بخاریؒ کے بعد مصنفینِ صحاح میں سب سے زیادہ ہیں۔ یہ پانچوں روایتیں ایک ہی شخص جبارہ بن مفلس سے بواسطہ کثیر بن سلیم حضرت انس بن مالک سے مروی ہیں اور یہ اگر چہ امام ابن ماجہ کے طبقہ کے لحاظ سے بہت عالی ہیں۔ مگر سند کے لحاظ سے ان کا کوئی خاص وزن نہیں کیونکہ کثیر بن سلیم راوی پر محدثینؒ عام طور پر جرح کرتے ہیں۔

شروح وتعلیقات ابن ماجہ:

سنن ابن ماجہ کی شروح حواشی اور تعلیقات کی خدمات بہت سے محدثین اور اہل فن حضرات نے بڑے اہتمام سے سرانجام دی ہیں۔

چنانچہ کشف الظنون ج ۲ ص ۳۴ مفتاح السنة ص ۱۰۲، ماتمس اليه الحاجة ص ۵۳ میں ان کو مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

(۱) الدیباجہ فی شرح ابن ماجہ یہ شرح کمال الدین محمد بن موسیٰ الدمیری الشافعی التوفی ۸۰۸ھ جو پانچ جلدوں میں ہے۔

(۲) شرح سنن ابن ماجہ از ابراهیم بن محمد الحلبی التوفی ص ۸۴۱ھ کی ہے۔

(۳) مصباح الزجاجۃ یہ علامہ جلال الدین سیوطی التوفی ۹۱۱ھ کا مختصر حاشیہ ہے۔

(۴) شرح سنن ابن ماجہ از شیخ ابوالحسن محمد بن عبدالھادی سندھی حنفی التوفی ۱۱۳۸ھ یہ ایک بہترین شرح ہے۔ اس میں ضبط الفاظ اور بیان اعراب کا اہتمام کیا گیا ہے۔

(۵) "ماتمس اليه الحاجة عن سنن ابن ماجة" یہ شیخ سراج الدین عمر بن علی بن الملقن التوفی ۸۰۴ھ کی ہے۔ جس میں آپ نے زوائد علی الخمسة کی شرح لکھی جو آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۶) اسی طرح احمد بن ابی بکر بن اسماعیل البوصیری المتوفی ۸۴۰ نے زوائد ابن ماجہ لکھے ہیں۔

(۷) ابن ماجہ پر ایک تعلیق ابراہیم بن محمد بن خلیل الطرابلسی المتوفی ۸۴۱ھ کی بھی ہے۔

(۸) انجاح الحاجۃ یہ شرح شیخ عبدالغنی بن ابی سعید المجددی الدھلوی نزیل مدینہ منورہ علی صاحبھا الصلوۃ والتحیۃ کی ہے۔

یہ ایک مختصر مگر جامع شرح ہے۔ یہ دہلی میں سنن ابن ماجہ کے حاشیہ پر چھپ چکی ہے۔ اس کے شروع میں الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ہے۔

(۹) نور مصباح الزجاجۃ: یہ شیخ علی بن سلیمان مالکی کی تالیف ہے۔ علامہ سیوطیؒ کے حاشیہ مصباح الزجاجۃ کا اختصار ہے۔

(۱۰) ابن ماجہ کی تعلیق بصورت حاشیہ طویلہ حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی کا ہے جو علامہ سیوطیؒ کی مصباح الزجاجۃ اور شیخ عبدالغنی مجددی کے انجاح الحاجہ سے مزید اضافوں کے ساتھ مرتب کیا گیا اور ابن ماجہ کے حاشیہ کے ساتھ مطبوع ہے۔

(۱۱) ایک شرح شیخ وحید الزمان صاحب نے لکھی جو کہ اردو میں ہے اس کا نام رفع العجاجۃ عن سنن ابن ماجہ ہے۔

صحاح ستہ میں چھٹے درجہ کی کتاب کا اختلاف:

صحاح ستہ کے متعلق سابقہ مختلف مواضعات میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ صحاح ستہ میں سے پانچ کتابیں (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابوداؤد) سنن ابن ماجہ پر مقدم ہیں اگرچہ صحیحین کے بعد کے درجات میں تقدیم وتاخیر کا اختلاف بھی بعض مقامات پر مذکور ہے۔ صاحب کشف الظنون جامع ترمذی کا تیسرا درجہ بتلاتے ہیں۔

فرماتے ہیں "الجامع الصحیح للامام الحافظ ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ وھو ثالث الکتب الستۃ فی الحدیث (کشف الظنون ج ۱ ص ۳۷۵م

اور علامہ خوئیؒ نے سنن نسائی کا درجہ صحیحین کے بعد بتلایا ہے۔ مفتاح السنۃ ص ۹۷ میں لکھتے ہیں ودرجتہ

فی الحدیث بعد الصحیحین لانہ اقل السنن بعدھما ضعفا (انتھی) اور مقدمہ فیض الباری ص ۵۷ میں بھی ہے کہ و بعدھما عندی السنن الصغری النسائی علی خلاف ماعندھم الخ۔ (کہ میرے نزدیک ان دونوں (بخاری ومسلم) کے بعد سنن نسائی کا مرتبہ ہے دوسرے حضرات کے خلاف)

علامہ کوثریؒ نے بھی تعلیق شروط الائمۃ الستۃ ص ۱۲ میں لکھا ہے کہ ولیس بقلیل من یفضل کتاب النسائی الصغیر علی سنن ابی داؤد۔ (کہ وہ لوگ تھوڑے نہیں جو سنن نسائی کو سنن ابی داؤد پر مرتبہ میں زیادہ جانتے ہیں)

اسی طرح بعض محدثین صحاح ستہ میں ابوداؤد کو تیسرے درجہ میں شمار کرتے ہیں جیسے کہ تدریب الراوی ص ۹۹ میں ہے واما تقدیم الحازمی سنن ابی داؤد الی الرتبۃ الثالثۃ وتاخیر الترمذی الی الرابعۃ لاخذہ حدیث الطبقۃ الرابعۃ الخ۔ (کہ امام حازمیؒ کا سنن ابی داؤد کو تیسرے درجہ میں لانا اور جامع ترمذی کو چوتھے میں ذکر کرنا تو یہ اس لئے کہ اس نے طبقہ رابعہ کے احادیث کا اخذ کیا ہے)

بہر حال صحاح ستہ میں پانچ کا مرتبہ ابن ماجہ پر مقدم ہے۔ حافظ ابوطاہر سلفیؒ فرماتے ہیں کہ ان پانچوں کتب کی صحت پر علماء مشرق اور مغرب متفق ہیں۔

صاحب عرف الشذی نے بھی ان پانچ کتب کے درجات کو درج ذیل ترتیب سے ذکر کیا ہے اول مراتب الصحاح مرتبۃ البخاری والثانیۃ مرتبۃ مسلم والثالث مرتبۃ ابی داؤد والرابع مرتبۃ النسائی والخامس مرتبۃ الترمذی. (کہ صحاح میں پہلا مرتبہ صحیح بخاری اور دوسرا درجہ صحیح مسلم کا، تیسرا ابوداؤد کا اور چوتھا سنن نسائی اور پانچواں مرتبہ جامع ترمذی کا ہے)

البتہ چھٹے درجہ میں کونسی کتاب ہے کیا سنن ابن ماجہ، مؤطا یا پھر سنن دارمی ہے۔ چنانچہ توضیح الافکار ج ۱ ص ۲۲۳ میں الامیر الصنعانی لکھتے ہیں کہ

وقال ابن حجر فی الفھرسۃ انہ قال الحافظ المزی ان الغالب فیما انفرد بہ ابن ماجۃ الضعف ولذا جری کثیر من القلماء علی اضافۃ المؤطا اوغیرہ الی الخمسۃ

(ابن حجرؒ "الفھرسۃ" میں حافظ مزیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ جن احادیث میں ابن ماجہ منفرد ہیں ان میں اکثر احادیث ضعیفہ ہیں اور اسی لئے اکثر متقدمین نے صحاح خمسہ کے ساتھ چھٹی صحیح مؤطا یا کوئی غیر

ہونے کا اضافہ کیا ہے۔

سنن ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں شامل کرنے والے پہلے شخص ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی المتوفی ۵۰۷ھ ہیں جنہوں "شروط الائمہ الستۃ" اور اطراف الستۃ میں اس کے بعد حافظ عبدالغنی نے اپنی کتاب الاکمال فی اسماء الرجال" جس کی تہذیب وترتیب حافظ مزی نے کی ہے۔ اس کا تذکرہ کیا ہے اور ان حضرات نے سنن ابن ماجہ کو مؤطا وغیرہ پر اس لئے ترجیح وتقدیم کا رتبہ دیا کہ اس میں زوائد علی الخمسہ کی کثرت ہے۔ (توضیح الافکار ج ۱ ص ۲۲۳)

ہاں بعض مشائخ نے مسند دارمی کو صحاح ستہ میں چھٹی کتاب ہونے کو زیادہ مناسب قرار دیا ہے۔ علامہ خولی" مفتاح السنۃ ص ۱۰۱ میں لکھتے ہیں کہ قال بعض المحدثين ينبغي ان يجعل السادس كتاب الدارمي فانه قليل الرجال نا در الاحاديث المنكرة والشاذة وان كان فيه احاديث مرسلة .

فرماتے ہیں کہ مسند دارمی کو صحاح ستہ کی چھٹی کتاب اس لئے شمار کیا جائے کہ وہ قلیل رجال ہے اس میں احادیث منکرہ اور شاذہ نادرہ ہیں اگرچہ اس میں احادیث مرسلہ ہیں۔ تدریب الراوی ص ۱۰۲ میں بھی ہے۔ قال شيخ الاسلام ليس دون السنن في الرتبة بل لو ضم الى الخمسة لكان اولىٰ من ابن ماجة. (شیخ الاسلام (ابن حجر) فرماتے ہیں کہ مسند دارمی مرتبہ میں سنن سے کم نہیں بلکہ اگر صحاح خمسہ کے ساتھ چھٹے درجہ میں اس کو ملایا جائے تو یہ ابن ماجہ کی بہ نسبت بہتر ہوگا۔

مسند دارمی کے مقدمہ میں اس بحث کو (کہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب مؤطا ہے یا مسند دارمی) نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ قلت وما احقه بالضم الى الخمسة بدل ابن ماجة فانه احسن منه صحة ومؤلفه اقدم من مؤلفه زمانا وفضلا ورجال روايته اقل ورباعيته اكثر وما الفضل عند الرجال الا بالسند العالي (مسند الدارمی ص ۸) (مؤلف مقدمہ فرماتے ہیں کہ صحاح خمسہ کے ساتھ چھٹی کتاب بہ نسبت ابن ماجہ کے یہ زیادہ احق اور مناسب ہے کیونکہ مسند دارمی صحت کے لحاظ سے اس سے احسن ہے نیز اس کے مؤلف کو تقدم زمانی اور رتبی بھی حاصل ہے اور اس کی سند کے رجال کے واسطے قلیل ہیں اور اس کے رباعیات زیادہ ہیں۔ اور درحقیقت فضیلت محدثین کرام کے نزدیک سند عالی کے ذریعہ ہی ہوتی ہے۔

علامہ عبدالعزیز الخولی مفتاح السنۃ ص ۱۰۱ میں فرماتے ہیں

وقد جعل بعض كبار العلماء كرزين السرقسطي المتوفى ۵۲۵ھ سادس الكتب المؤطا وتبعه على ذلك مجد الدين ابن الاثير في كتاب جامع الاصول وكذا غيره .

بہت بڑے علماء جیسے رزین سرقسطی متوفی ۵۲۵ھ نے کتب خمسہ کے ساتھ سنن ابن ماجہ کی بجائے مؤطا امام مالک کو چھٹی کتاب قرار دیا اور اسی بات میں علامہ ابن الاثیر ۶۰۶ھ نے اپنی کتاب "جامع الاصول" میں محدث امام رزین کی رائے اختیار کی ہے۔

محدثین اور علماء کرام کے آراء بسلسلہ صحاح ستہ کی مختصر تفصیل آپ حضرات کے سامنے ذکر کردی گئی۔ البتہ محدث ابوالحسن سندھی شارح ابن ماجہ لکھتے ہیں کہ عام متاخرین اس طرف ہیں کہ یہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب ہے (واللہ اعلم بالصواب)

الفائدۃ الاولیٰ :

آپ حضرات نے سابق تفصیل سے یہ معلوم کرلیا کہ صحاح ستہ کا اطلاق صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ پر ہوتا ہے جیسے کہ یہی علماء متاخرین کے درمیان مشہور ہے اور اسی طرح اصحاب ستہ کا اطلاق ان کے مصنفین پر کیا جاتا ہے۔

لیکن مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۱۲ میں یہ مذکور ہے۔

جاننا چاہیئے کہ کبھی محدثین کی اصطلاح میں ائمہ سبعہ (سات امام) کا اطلاق مستعمل ہوتا ہے تو پھر ان چھ اصحاب ستہ پر امام ابوالحسن رزین بن معاویہ العبدری الحافظ المتوفی ۵۲۵ھ۔ "صاحب التجريد في الجمع بين الصحاح" کا اضافہ کردیا جاتا ہے۔ اور اس کی اس کتاب کا الحاق صحاح ستہ سے اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ان سب کی جامع ہے۔

اور کبھی محدثین کا اصطلاح میں ائمہ ثمانیہ (آٹھ امام) کا استعمال بھی ہوا ہے تو پھر ان سابقہ سات ائمہ پر امام حمیدی (یعنی ابوعبداللہ محمد بن ابی النصر فتوح بن عبداللہ الاندلسی صاحب کتاب الجمع بین الصحیح البخاری ومسلم) کو زیادہ کردیتے ہیں۔

اور یہ امام حمیدی مشہور محدث ہیں انہوں نے بہت سے ممالک (شام، مصر، بغداد، مکہ وغیرہ) کے اسفار میں اصحاب ابن خواص، اصحاب ابن جمیع، اصحاب دار قطنی وغیرھم سے سماع حدیث کی ہے اور اہل اندلس کی تاریخ بھی مرتب کی ہے۔ الامیر ابن ماکولا فرماتے ہیں لم ار مثله فی نزاهته وعفته وورعه (میں نے عفت ورع اور تقویٰ میں اس جیسا نہیں دیکھا) آپؒ نے بغداد میں ۴۸۸ھ میں انتقال فرمایا

اسی طرح محدثین کی اصطلاح میں ائمہ تسعہ (نو امام) کا تذکرہ بھی ہوتا ہے۔ تو ان آٹھ پر ان دو اماموں (ابوبکر احمد بن محمد البرقانی اور امام ابو مسعود ابراهیم بن محمد بن عبید الدمشقی) میں سے ایک کا اضافہ کردیتے ہیں کیونکہ ان ہر دو ائمہ نے صحیح بخاری اور مسلم کے درمیان جمع احادیث کیا ہے جو جامع البرقانی اور جامع دمشقی کے نام سے مشہور ہیں۔ اور کبھی محدثین ائمہ عشرۃ (دس امام) کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو اس وقت ان ہر دو حضرات مذکورہ کو ائمہ ثمانیہ کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔

الفائده الثانية:

علامہ احمد بن مصطفی اپنی کتاب مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۱۵۔۱۶ میں لکھتے ہیں کہ جب کبھی صحیح کو مطلق ذکر کیا جائے تو اس سے مراد جامع الصحیح البخاری مراد ہوتا ہے اور اگر صحیحان کو علی الاطلاق ذکر کردیا جائے تو اس سے مراد صحیح بخاری و مسلم ہوتے ہیں اور جب مطلق الصحاح کا تذکرہ ہو تو اس سے مراد صحاح ستہ ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے صحاح کو مقید ذکر کرتے ہیں جیسے کہ صحیح ابن خزیمة، صحیح ابن حبان، صحیح ابی عوانة، صحیح مستدرک الحاکم وغیرھم۔ اور جب کتب احادیث میں السنن کو مطلق ذکر کردیں تو اس سے مراد سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ قزوینی مراد ہوتے ہیں جیسے کہ آپ پہلے بھی معلوم کرچکے ہیں۔ اور اس کے علاوہ سنن کو کبھی مقید طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ سنن دار قطنی، سنن الکبیر بیہقی۔ اور جب مسانید کا تذکرہ مطلق کیا جاتا ہے تو اس سے مراد مسند احمد بن حنبل، مسند ابی یعلی الموصلی، مسند الدارمی اور مسند بزار مراد ہوتے ہیں۔

اور جب معاجم کو مطلق ذکر کردیں تو اس سے مراد المعجم الکبیر طبرانی اور معجم الاوسط للطبرانی اور معجم الصغیر طبرانی مراد ہوتے ہیں۔

الفائدة الثالثة :

علامہ ابن صلاحؒ اپنے "مقدمہ" میں فرماتے ہیں۔ کہ اسانید کی کتابیں (یعنی مسندات) کتب خمسہ (بخاری، مسلم، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، جامع ترمذی) اور جو کتب ان جیسے قابل حجت ہیں کے ساتھ درجہ میں ملحق نہیں ہیں۔ کیونکہ مسندات کے مصنفین تو اپنے مسندات میں وہی حدیثیں درج کرتے ہیں جو اس صحابی سے ہی منقول ہوں۔

قطع نظر اس سے کہ وہ احادیث قابل حجت واستدلال ہیں یا نہیں۔ اسی لئے مسندات کا درجہ (باوجود ان کے مصنفین کے جلالت اور علو شان کے) کتب خمسہ اور ہر وہ کتاب جس کی ترتیب وتالیف علی الابواب ہوئی ہو پر مؤخر اور بعید ہے۔

جیسے کہ مسند ابی داؤد طیالسی، مسند عبیدالله بن موسیٰ، مسند احمد بن حنبل، مسند اسحق بن راهویہ، مسند عبدبن حمید، مسند دارمی، مسند ابی یعلی الموصلی، مسند الحسن بن راهویہ، مسند البزار، مسند ابی بکر وغیرھم. والله اعلم.

الحمدلله حسب وعدہ ائمہ اربعہ کی تصنیفات کا تذکرہ پہلے اور اس کے بعد ائمہ ستہ کی مصنفات کا ذکر تفصیلی طور پر ذکر ہوچکا ہے۔ آئندہ صفحات میں حسب وعدہ تصنیف شدہ کتب حدیث کا ذکر قرون (صدیوں) کی ترتیب پر ہوگا۔ والله ولی التوفیق وهو خیر رفیق

القرن الاول

تدوین اور کتابت احادیث کی بحث میں یہ تفصیل پہلے ذکر ہوچکی ہے کہ قرن اول یعنی حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ ہی میں تثبت اور اتقان احادیث کی غرض سے لکھنے اور لکھوانے کا اہتمام کیا جاتا تھا۔

لیکن اس کے باوجود ارشاد نبویؐ "نضر الله امرأ سمع مقالتی فوعاها واداها کما سمع الخ" (اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات کو سنا اور پھر محفوظ (یاد) کیا اور جیسا کہ سنا تھا

اس کو دوسروں تک پہنچا بھی دیا الخ) کے پیش نظر اکثر صحابہ کرامؓ کا اعتماد حفظ اور ضبط احادیث ہی پر تھا اور وہ احادیث کی حفاظت بھی اپنے قلوب میں قرآن مجید ہی کی طرح کرتے رہے بلکہ بعض صحابہؓ نے تو حفظ احادیث میں کمی واقع ہوجانے کے خطرہ سے اپنے مکتوبہ مسودات بھی جلادیئے۔

نیز اسی صدی میں تدوین حدیث کے لئے کوئی خاص نظام بھی نہیں تھا بلکہ کیف ما اتفق اپنی مرویات کو یکجا لکھ کر جمع کر دیا جاتا تھا تاکہ کسی حدیث میں تردد پڑجانے کی صورت میں اس مجموعہ کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

اس لئے تدوین احادیث کا منظم سلسلہ اور اہتمام قرن ثانی یعنی دوسری صدی میں شروع ہوا۔ مقدمہ فیض الباری ج ا ص ۱۴ میں علامہ شیخ بنوریؒ لکھتے ہیں کہ تصنیف وتالیف کے طرز پر علم حدیث کی تدوین کی ابتدا قرن ثانی کے شروع میں واقع ہوئی اور اس میں سب سے پہلا اعزاز ابن شہاب زہریؒ کو حاصل ہے انتہی۔

القرن الثانی

اس دوسری صدی میں بہت سے ائمہ حدیث نے اہتمام کے ساتھ تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع کیا اور مختلف موضوعات پر بہت سی کتابیں معرض وجود میں آگئیں۔ احقر کو اپنے مقالہ کی ترتیب کے دوران اپنی تتبع اور تلاش کے مطابق جن تالیف شدہ کتابوں کا علم ہوسکا۔ ان کا تذکرہ اس مقالہ میں کردیا۔ ہاں ابتدائیہ میں یہ کہہ دیا گیا تھا کہ سب سے پہلے ائمہ اربعہؒ کی مصنفات پھر صحاح ستہ کا تذکرہ اور پھر ہر قرن میں تصنیف شدہ کتب کا ذکر ہوگا۔

چنانچہ قرن ثانی میں عراق وکوفہ کے مشہور فقیہ امام ابوحنیفہؒ کی کتاب الآثار اور عالم حجاز امام مالکؒ کی مؤطا تصنیف ہوئی ہیں۔

لیکن ان کا تذکرہ قاعدہ مذکورہ کی وجہ سے پہلے ہی تفصیل سے ذکر ہوچکا ہے۔ اس قرن ثانی میں باقی تصنیف شدہ کتب کا تذکرہ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرماویں۔ چنانچہ اس دوسری صدی کے شروع میں ابن شہاب زہری کی مشہور کتاب ''کتاب السیرۃ'' ہے۔

(۱۱) کتاب السیرۃ لابن شہاب الزہریؒ

اس کتاب کے مصنف علامہ ابوبکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب الزہری المتوفی ۱۲۴ھ ہیں جو صغار تابعین میں سے ہیں۔ شذرات الذھب ج ۱ ص ۱۶۲ میں ہے کہ آپؒ فرمایا کرتے۔ ما استودعت قلبی شیئا قط فنسیتہ (میں نے جو کچھ دل سے یاد کیا اس کو کبھی نہیں بھلایا) نیز آپؒ جب اپنی کتب کے مطالعہ تحقیق وتصنیف میں منہمک ہوتے تو پھر کسی دوسری طرف کوئی توجہ نہ ہوا کرتی تھی۔ تا آنکہ آپؒ کو بیوی فرماتی کہ واللہ ان ھذہ الکتب اشد علیّ من ثلاث ضرائر۔ (خدا کی قسم کہ یہ کتابیں تو مجھ پر تین سوکنوں سے بھی زیادہ بھاری ہیں) آپؒ حدیث اور سیرت کے سب سے پہلے مدوّن ہیں۔ آپ کی مصنفہ کتاب السیرۃ کے متعلق بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ اول سیرۃ فی الاسلام سیرۃ الزہری (اسلامی تاریخ میں پہلی سیرت کی کتاب امام زہریؒ کی کتاب السیرۃ ہے (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۸۹، شذرات الذھب ج ۱ ص ۱۶۲)

(۱۲) کتاب المغازی لموسیٰ بن عقبۃ

یہ کتاب تابعی صغیر امام موسیٰ بن عقبہ بن ابی عیاش قرشی مدنی المتوفی ۱۴۱ھ کی ہے اور بعض حضرات اس کی وفات کا سال اس کے بعد بتلاتے ہیں۔ امام واقدیؒ فرماتے ہیں کہ یہ اپنے زمانہ کے مفتی اور فقیہ تھے آپ عالی السند ہیں اور آپؒ نے اچھے انداز میں اپنی کتاب المغازی کی تصنیف وتالیف کی ہے۔ آپؒ کے تلمیذ مالک بن انس یا پھر امام شافعیؒ آپ کی کتاب ''المغازی'' کے متعلق فرماتے ہیں لیس فی المغازی اصح من کتابہ مع صغرہ وخلوہ من اکثر ما یذکر فی کتاب غیرہ (مغازی میں یعنی غزوات کی مؤلفہ کتب میں آپؒ کی کتاب المغازی سے کوئی زیادہ صحیح کتاب موجود نہیں ہے۔ یعنی یہ کتاب، باوجود حجم کے چھوٹے ہونے اور ان بہت سے مسائل سے خالی ہونے کے جو دوسری کتب میں مذکور ہیں پھر بھی اس سے کوئی کتاب (اس وقت) زیادہ صحیح موجود نہیں۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ تم موسیٰ بن عقبہ کے مغازی کو جاننا اپنے اوپر لازم کرلو اس لئے کہ وہ بہت ثقہ اور معتمد ہیں۔

(شذرات الذھب ج ۱ ص ۲۰۹، الرسالۃ المستطرفہ ص ۹۲)

(۱۳) کتاب السنن لابن جریجؒ

اس کتاب کے مصنف مشہور امام صاحب تصانیف کثیرہ حافظ عالم الحجاز ابوالولید عبدالملک بن جریجؒ الرومی ثم المکی المتوفی ۱۵۰ھ ہیں۔

ابن الاھدل فرماتے ہیں کہ دور اسلامی کی مصنفہ کتب میں آپؒ کو اولیت حاصل ہے۔ امام احمدؒ نے آپؒ کو اوعیة العلم (علم کے مشکیزوں) میں شمار کیا ہے۔ آپ کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ آپؒ نے زمانہ کہولت (چالیس سال کے بعد) میں علم کی تحصیل شروع کی ہے اگر آپ نوجوانی میں اس طرف متوجہ ہوتے تو بہت سے صحابہؓ سے اخذ علوم کیا ہوتا لیکن آپ تو ابتدا میں علم الانساب اور عربی اشعار میں زیادہ مشغول رہا کرتے تھے۔ امام عبدالرزاقؒ لکھتے ہیں مارایت احداً احسن صلوة من ابن جریج (کہ میں نے ابن جریجؒ سے زیادہ اچھی نماز پڑھتے کسی کو نہیں دیکھا) (شذرات الذھب ج ۱ ص ۲۲۶ الرسالة المستطرفة ص ۳۰)

(۱۴) کتاب السیرة لابن اسحقؒ

یہ کتاب امام حافظ ابوبکر محمد بن اسحٰق بن یسار المطلبی المدنی المتوفی ۱۵۱ھ کی تصنیف ہے۔ آپؒ اہل مغازی کے رئیس اور سردار کہلاتے تھے۔ انتہائی ذکی ذہین اور علم کے سمندر تھے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ علم کے گویا برتن اور مشکیزہ کی مانند تھے اور سیرت ومغازی کے بھی بڑے ماہر عالم شمار کیے جاتے تھے۔ البتہ وہ حدیث میں اتنے زیادہ متقن نہ تھے۔ اس لئے تو اس کی مرویہ احادیث کا درجہ صحت کے لحاظ سے کم ہوا۔

ہاں ان کی کتاب السیرة کی ترتیب وتہذیب ابومحمد عبدالملک بن ھشام حمیری المتوفی ۲۱۸ھ نے بڑے احسن اور جید طریقہ پر کی ہے۔ اس لئے اس کی طرف منسوب ہوئی ہے۔ امام ابن اسحٰق کی ایک کتاب شرح اشعار سیر غریب کے متعلق بھی ہے پھر متاخرین علماء نے اس کا پورا اہتمام کیا اور امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن سھیلی المتوفی ۵۸۱ھ نے ''غریب السیر'' کی ایک شرح ''الروض الآنف'' کے نام سے لکھی اور وہ انتہائی معتبر اور مفید کتاب ہے۔ (ملخص از شذرات الذھب ج ۱ ص ۲۳۰، کشف الظنون ج ۲ ص ۳۹، الرسالة المستطرفة ص ۸۹)

(۱۵) جامع معمر بن راشدؒ

اس کتاب ''جامع'' کے مؤلف امام حافظ ابوعروہ معمر بن راشد ازدی بصری المتوفی ص ۱۵۳ھ ہیں۔ آپؒ صاحب الزھری سے مشہور ہیں۔ آپؒ کو طلب حدیث کے لئے یمن کے سفر کرنے والوں میں اولیت حاصل ہے۔ آپؒ نے یمن میں ابوھریرہؓ کے مشہور تلمیذ ھمام بن منبہؒ سے ملاقات کی۔ سیر کے باب میں آپؒ کی یہ جامع مؤطا سے بھی اقدم ہے۔

(شذرات الذھب ج ۱ ص ۲۳۵، الرسالة المستطرفة ص ۳۶)

(۱۶) جامع سفیان ثوریؒ

یہ ''جامع'' امام شیخ الاسلام سید الحفاظ ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق الثوری المتوفی ۱۶۱ھ۔ کی تصنیفات میں سے ہے۔ آپؒ بڑے فقیہ اور حدیث میں امیر المؤمنین کے لقب سے مشہور تھے۔ امام یحیٰی القطانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ثوریؒ سے احادیث کا زیادہ حافظ نہیں دیکھا اور وہ ہر چیز میں امام مالکؒ سے بڑے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں۔ کتبت عن الف شیخ ومائة شیخ ما فیھم افضل من سفیان (کہ میں نے گیارہ سو (۱۱۰۰) مشائخ سے احادیث لکھی ہیں ان سب میں کوئی بھی سفیان ثوری سے زیادہ افضل نہیں)

امام سفیان ثوریؒ اپنے قوت حافظہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ میں نے دل میں کوئی چیز ودیعت نہیں کی کہ پھر اس نے اس میں خیانت کی ہو۔ یعنی وہ سب کچھ مجھے یاد رہتا تھا۔ بعض حضرات نے ان کے فوت ہو جانے کے بعد آپؒ کو خواب میں دیکھا تو آپؒ سے حال پوچھا۔ آپؒ نے فرمایا کہ

نظرت الی ربی عیانا فقال لی — هنیئاً رضائی عنک یا ابن سعید
لقد کنت قواماً اذا اظلم الدجیٰ — بعبرة مشتاق و قلب عمید
فدونک فاختر ای قصد اردته — فزرنی فانی عنک غیر بعید

ترجمہ! یعنی میں نے رب تعالیٰ کا مشاہدہ کیا تو مجھے فرمایا کہ اے سفیان بن سعید آپ کو میری رضامندی مبارک ہو۔ البتہ تحقیق جب رات چھا جاتی تو آپ شوق ومحبت کے آنسووں اور غمزدہ دل سے (میری عبادت کے لئے) قائم اور تیار ہوجایا کرتے تو اب آپ ہی پسند کرلے جو کچھ بھی چاہتا ہے اور میرا دیدار کرلے کیونکہ میں تجھ سے دور نہیں۔

(ملخص از شذرات الذهب ج ۱ ص ۲۵۰، الرسالة المستطرفة ص ۳۶)

(۱۷) کتاب الغرائب لشعبة بن الحجاج

کتاب الغرائب کے مصنف ابو بسطام شعبہ بن الحجاج بن الورد الازدی العتکی الواسطی المتوفی ۱۶۰ھ ہیں۔ آپؒ بصرہ کے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ امام شافعیؒ آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر امام شعبہؒ نہ ہوتے تو علم حدیث کی اتنی شہرت عراق میں نہ ہوتی۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے احادیث کے امین منجانب اللہ تین اشخاص ہیں (۱) شعبہ بن الحجاج (۲) یحییٰ بن سعید الثوری (۳) مالک بن انس

آپؒ کی یہ تصنیف احادیث غریبہ پر مشتمل ہے۔ (بحوالہ شذرات الذهب ج ۱ ص ۲۴۷ الرسالة ص ۹۵)

(۱۸) مصنف حماد بن سلمة

یہ مصنَّف مشہور حافظ الحدیث حماد بن سلمہ بن دینار الربعی البصری البزار المتوفی ۱۶۷ھ کی تصنیف ہے۔ آپؒ بڑے عابد، زاہد، صاحب سنت شیخ تھے اور عربیت کے بھی فصیح وبلیغ امام تھے۔ بہت کثرت سے اعمال صالحہ کی پابندی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ اگر حماد بن سلمہ کو یہ کہا جائے کہ کل آپ کا انتقال ہوگا (تو اس کو اپنے سابقہ معمولات صالحہ کے پیش نظر) کسی زیادتی عمل پر قدرت نہ ہوگی (کیونکہ تمام اوقات کو اس نے اعمال صالحہ میں مصروف کیا ہوا ہے)

علی ابن المدینیؒ فرماتے ہیں۔ کان عند یحییٰ بن ضریس عن حماد بن سلمة عشرة آلاف حدیث (یحییٰ بن ضریس کے پاس حماد بن سلمہ کی مرویات سے دس ہزار احادیث تھیں) بعض حضرات

سے یہ بھی منقول ہے کہ فن حدیث میں آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔

(شذرات الذهب ج ۱ ص ۲۶۲، الرسالة المستطرفة ص ۳۵)

(۱۹) کتاب الذکر والدعاء

یہ کتاب شیخ قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری حنفی المتوفی ۱۸۲ھ کی تصنیفات میں ایک مبارک تصنیف ہے۔ آپؒ فقیہ عراق، صاحب حدیث وسنت کے القاب سے شہرت رکھتے تھے۔ یحییٰ بن یحییٰ نیساپوری کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسف سے سنا ہے کہ وہ اپنی وفات کے وقت فرما رہے تھے کہ میں نے اپنے سب فتاویٰ سے رجوع کیا ہے مگر ایسے فتاویٰ جو موافق سنت ہیں۔ نیز آپؒ کا شمار اس وسعتِ علمی کے باوجود بڑے سخی لوگوں میں ہوتا تھا۔ بعض حضرات سے یہ منقول ہے کہ امام ابو یوسفؒ تو تفسیر، مغازی اور تاریخ عرب کے حافظ تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ اور مستفیدین میں آپؒ جیسا فقیہ نہیں تھا۔ نیز امام ابو حنیفہؒ کے علوم کی نشر واشاعت اور اس کے مذہب پر اصول فقہ میں کتب کی تصنیف وتالیف کی اولیت کا شرف واعزاز آپؒ ہی کو حاصل ہے۔ علامہ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ مجھے امام ابو یوسفؒ کے علاوہ کوئی ایسا قاضی معلوم نہیں جو مشرق ومغرب کی قضاء کی تولیت کا اختیار رکھتا ہو اور آپؒ ہی پہلے قاضی ہیں جو قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اور آپؒ کے مناقب وفضائل اس سے بھی کہیں زیادہ ہیں۔ لیکن یہ تفصیل کا مقام نہیں

(شذرات الذهب ج ۱ ص ۲۹۸، الرسالة المستطرفة ص ۴۵)

(۲۰) کتاب الجهاد لابن المبارکؒ

یہ تصنیف امام ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مبارک بن واضح الحنظلی التمیمی المتوفی ۱۸۱ھ کی ہے۔ آپؒ تبع تابعین میں سے بلند پایہ کے محدث کبیر ہیں۔ جہاد کے موضوع پر لکھنے میں آپؒ ہی پہلے مصنف ومدون ہیں۔ امام ابن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرامؓ کے بارے میں غور وفکر کیا تو مجھے فضیلت صحابیت اور حضور ﷺ کے ساتھ ان کی غزوات میں شرکت (جو کہ بہت بڑا وصف اور اعزاز ہے) کے علاوہ ان کی فضیلت عبداللہ بن مبارک پر معلوم نہیں ہوئی۔

شیخ ابن معینؒ فرماتے ہیں کان عالماً صحیح الحدیث وکانت کتبه التی حدث بها عشرین الفا (ابن مبارکؒ ایک بڑے عالم اور صحیح حدیث کے راوی تھے اور آپؒ کی روایت کردہ کتب و رسائل کی تعداد بیس ہزار (۲۰۰۰۰) تھی)۔

ابن ندیم نے آپؒ کی تصنیفات میں کتاب السنن فی الفقہ، کتاب التاریخ، کتاب الزہد والرقاق، کتاب البر والصلۃ کا ذکر کیا ہے۔

اسماعیل بن عیاشؒ فرماتے ہیں کہ روئے زمین پر (اس وقت) ابن مبارک جیسی شخصیت نہیں ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نیک اور اچھی خصلت پیدا کی ہو مگر وہ آپؒ کو عطا کی گئی ہے اور آپؒ کی متعدد تصنیفات موجود ہیں۔ آپؒ نے بہت سے شیوخ حدیث سے استفادہ کیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے آپؒ فرمایا کرتے کہ لولا ان الله تعالیٰ اعاننی بابی حنیفة وسفیان لکنت کسائر الناس (انتهی)

(اگر اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری جیسے محدثین سے میری اعانت اور دستگیری نہ فرماتے تو میں بھی ایک عام آدمی ہوتا) (تهذیب التهذیب ج۵ ص ۳۸۳، الرسالة المستطرفة ص ۴۲) لیکن مناقب امام ذہبی ص ۲۵ میں تو یہ بھی ذکر ہے کہ میں سفیان ثوریؒ کے پاس اس وقت گیا کہ جب میں امام ابوحنیفہؒ کے تمام علوم کو مکمل قبضہ میں لے آیا تھا۔ نیز بستان المحدثین میں شاہ عبدالعزیزؒ نقل فرماتے ہیں کہ آپؒ فرمایا کرتے کہ میں نے چار ہزار (۴۰۰۰) شیوخ سے اس علم کو جمع کیا لیکن اس کی روایت صرف ایک ہزار شیوخ سے ہی کرتا ہوں (انتهی) آپؒ سے بہت سے لوگوں نے مختلف اوقات اور اسفار میں استفادہ کیا ہے۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔ حدث عنه خلق لایحصون من اهل الاقالیم (کہ بہت سے ممالک کے اتنے لوگوں نے ان سے فائدہ اٹھایا کہ انہیں شمار بھی نہیں کیا جا سکتا (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۵۰)

(۲۱) المؤطا للامام محمدؒ

حدیث کی یہ مشہور کتاب امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد امام ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الکوفی الشیبانی

المتوفی ۱۸۹ھ کی ہے۔

شیبانی ولاء کی نسبت ہے۔ آپؒ کے والد ماجد دمشق سے عراق منتقل ہو گئے تھے۔ آپؒ ''واسط'' میں پیدا ہوئے۔ پھر آپ کی نشو و نما چونکہ کوفہ میں ہوئی اس لئے نسبت الکوفی سے بھی ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ آپؒ امام ابوحنیفہؒ کے خصوصی تلمیذ تھے۔ آپؒ نے مسعر بن کدام، سفیان ثوریؒ، عمرو بن دینار، امام مالک بن انس، امام اوزاعی جیسے مشائخ کرام سے سماع حدیث کی ہے۔ اور آپ کے تلامذہ میں امام شافعی، ابوسلیمان موسی بن سلیمان الجوزجانی، ابوعبیدہ قاسم بن سلام وغیرہ مشہور ائمہ کرام ہیں۔ امام محمدؒ علم کے سمندر تھے۔ امام شافعیؒ آپؒ کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمدؒ سے زیادہ عقلمند کوئی شخص نہیں دیکھا اور جب آپؒ قرآن پڑھتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا قرآن ان کی زبانی نازل ہوا۔ امام محمدؒ خود فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے اپنی وفات کے بعد تیس ہزار درھم چھوڑے تھے تو میں نے اس میں پندرہ ہزار تو نحو اور شعر و شاعری کے سیکھنے میں خرچ کیے اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کی تعلیم میں خرچ ہوئے۔ ابراهیم الحربیؒ فرماتے ہیں۔ قلت لاحمد من این لک هذه المسائل الدقیقة قال من کتب محمد بن الحسن (کہ میں نے امام احمدؒ کو کہا کہ اتنے باریک اور دقیق مسائل آپ کہاں سے حاصل کر لیتے ہیں تو اس نے جواباً فرمایا کہ محمد بن الحسن کی کتابوں سے اور ابراهیم الحربی یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن الحسنؒ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال ہوا تو آپؒ نے فرمایا کہ مجھے رب تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو علم کا وعاء (برتن) اس لئے نہیں بنایا تھا کہ میں پھر آپ کو عذاب دوں۔ میں نے خواب میں پھر امام محمدؒ سے پوچھا کہ امام ابو یوسفؒ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ آپؒ نے فرمایا کہ وہ درجہ میں مجھ سے اوپر ہیں پھر میں نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ کا حال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ تو امام ابو یوسف سے بھی کئی درجات بلند اور بڑھے ہوئے ہیں

(تعلیق الممجد ص ۳۰)

مؤطا امام محمد کا درجہ

علامہ عبدالحئی اللکنوی نے مؤطا امام محمد کے مقدمہ التعلیق الممجد کے متعدد صفحات میں مؤطا

کے متعلق مختلف ابحاث نفیسہ کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے جو قابل مطالعہ ہیں۔ یہاں ان میں سے چند مباحث کو اختصاراً ذکر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف ص ۳۵ میں لکھتے ہیں کہ

قد كثرا لاعتماد على مؤطا مالك برواية يحيىٰ الاندلسى الليثى واشتهر فيما بين المؤطات اشتهارا كثيرا... وظن كثير منهم ان المؤطا برواية محمد بن الحسن الشيبانى لست بذاك وانها ليست معتبرة ولا داخلة فيما هنالك (انتهى)

(محدثین کے نزدیک مؤطا امام مالک بروایت یحییٰ اندلسی پر زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے اور مؤطا کے نسخوں میں سے یہی زیادہ مشہور بھی ہوا اور بہت سے حضرات کا یہ خیال ہے کہ مؤطا بروایت محمد بن الحسن نہ تو معتبر ہے اور نہ ہی اس کو اس درجہ کی شہرت حاصل ہے۔

علامہ عبدالحیؒ مذکورہ بالا عبارت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ''والذی اقول طالبا للانصاف من نقاد الفحول الخ (میں اس سلسلہ میں تجربہ کار ناقدین حضرات سے انصاف کا مطالبہ کرتے ہوئے کہتا ہوں۔ کہ وہ وجوہ اور دلائل وہمیہ جو مؤطا امام محمدؒ پر عدم اعتماد اور غیر معتبر ہونے کا باعث ہوئے ہیں۔ وہ سب اعلام محدثین کے نزدیک غیر مقبول ہیں کیونکہ تجربہ کار اور سمجھدار علماء کے نزدیک مؤطا امام محمدؒ کو مؤطا امام مالکؒ بروایت یحییٰ الاندلسی پر کئی وجوہ سے ترجیح وتفضیل حاصل ہے۔

مؤطا امام محمدؒ کے وجوہ ترجیح:

(۱) امام یحییٰ اندلسی نے مؤطا کی سماع امام مالکؒ سے مکمل نہیں کی بلکہ اس نے تکمیل سماع اس کے بعض تلامذہ سے کی ہے۔ بخلاف امام محمدؒ کے کہ اس نے مکمل مؤطا کی سماع خود امام مالکؒ سے کی ہے۔

(۲) یحییٰ اندلسی تو امام مالکؒ کے پاس اس کے سنہ وفات میں حاضر ہوئے۔ اور امام محمدؒ تو تین سال تک آپؒ کے حین حیات آپ کے ساتھ رہے اور یہ بات توامر بدیہی ہے کہ طویل الصحبۃ راوی کی روایت بہ نسبت قلیل الملازمۃ کے قوی ہوا کرتی ہے۔

(۳) یحییٰ اندلسی کا مرویہ مؤطا تو صرف امام مالک کے پسندیدہ اجتہادات، استنباطات اور مسائل فقہیہ پر مشتمل ہے نیز اس کے اکثر تراجم میں بغیر امام مالکؒ کے اجتہادات اور استنباطات کے کسی

حدیث، خبر اور اثر کا تذکرہ نہیں ہوا ہے۔ بخلاف مؤطا امام محمدؒ کے کہ اس میں کوئی بھی ترجمۃ الباب ایسی روایات سے خالی نہیں ہوتا جو عنوان باب سے موافقت نہ رکھتا ہو۔ چاہے وہ احادیث مرفوعہ ہوں یا پھر موقوفہ اور یہ تو ظاہر بات ہے کہ ایسی کتاب جو محض احادیث ہی پر مشتمل ہو اور اس میں قیاس واجتہاد کا اختلاط نہ ہو۔ وہ افضل ہے بمقابلہ ایسی کتاب کے جس کی احادیث مخلوط بالرائی والقیاس ہوں۔

(۴) یحییٰ اندلسی کا مرویہ مؤطا صرف ان احادیث پر مشتمل ہے جو صرف بطریق امام مالکؒ مروی ہیں نہ کہ بطریق غیر مالک پر۔ اور مؤطا امام محمدؒ امام مالکؒ کے طریق پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ ایسے احادیث مرویہ پر بھی مشتمل ہے جو کہ امام محمدؒ نے اپنے دوسرے شیوخ سے روایت کی ہیں۔ اور یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ جو کتاب کہ مختلف شیوخ کی مرویات پر مشتمل ہو وہ افضل ہوگی۔ اس کتاب سے جو اس فائدہ سے خالی ہو۔ انتہی

مؤطا امام محمد میں ذکرِ احادیث کا طور طریقہ:

اس کے بعد علامہ لکھنویؒ نے مؤطا امام محمدؒ میں امام محمدؒ کا طور وطریقہ بہ سلسلہ ذکر احادیث بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپؒ کی عادات میں سے یہ بھی ہے کہ

(۱) ترجمۃ الباب کے بعد متصل اپنی روایات کا تذکرہ امام مالکؒ سے کرتے ہیں خواہ وہ روایت مرفوع ہو یا موقوف۔

(۲) شروع عنوان میں یا تو لفظ ''الکتاب'' یا ''الباب'' کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی لفظ ''الابواب'' بھی ذکر کر دیتے ہیں اور اس میں لفظ ''فصل'' کا تذکرہ بالکل نہیں ہے مگر جہاں نسخوں کا اختلاف ہو اور شاید یہ بھی کاتبین کا کارنامہ ہو۔

(۳) ایک حدیث یا چند احادیث کے تذکرے کے بعد اس سے مستفاد حکم کا ذکر وبھذا ناخذ کے ساتھ کر کے پھر اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

(۴) امام محمدؒ کی روایت عن مالک سے جو چیز آپؒ کے مذہب کے مخالف معلوم ہوتی ہے تو اس پر تنبیہ کر دیتے ہیں اور پھر اس کی سند امام مالکؒ کے طریق کے علاوہ ذکر کر دیتے ہیں۔

(۵) آپؒ جو روایات امام مالکؒ کے علاوہ دوسرے شیوخ سے نقل کرتے ہیں تو اس میں کسی شیخ معین (مثلاً ابوحنیفہؒ) پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ امام ابوحنیفہؒ سے بھی اور دوسرے مشائخ سے بھی نقل کردیتے ہیں۔

(۶) امام محمدؒ کا معمول مشائخ سے روایت نقل کرنے میں صرف ''اخبرنا'' ہے نہ بصورت حدثنا اور نہ کوئی دوسرے الفاظ میں تھا۔

(۷) اکثر مقامات پر مختار قول ذکر کرنے کے بعد اپنی موافقت اپنے شیخ کے ساتھ بتلانے کے لئے ''وھو قول ابی حنیفة'' فرمایا ہے۔ مگر شاذ و نادر جہاں امام ابوحنیفہؒ نے آپ کی مخالفت کی ہو تو پھر وہاں ''وھو قول ابی حنیفة'' کا ذکر نہیں کرتے۔

(۸) اکثر مواضع میں امام ابوحنیفہ کا قول ذکر کرنے کے بعد یہ فرماتے ہیں کہ ''والعامة من فقھائنا'' اور ان فقہاء سے مراد فقہاء عراق اور کوفہ ہوتے ہیں۔

(۹) کبھی ابراھیم نخعیؒ کے مذہب کی تصریح کردیتے ہیں کیونکہ اس کے مذہب پر مسلک حنفیہ کا دارمدار ہے۔

(۱۰) آپؒ نے مؤطا امام محمد اور کتاب الآثار میں اپنے ساتھی امام ابویوسفؒ کے مذہب کا تذکرہ بالکل نہیں کیا۔ نہ موافقت کی صورت میں اور نہ مخالفت کی صورت میں (اس پر علامہ لکنویؒ لکھتے ہیں) کہ اس سے آپ حضرات بطور مفہوم مخالف ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ اپنے مذہب اور اپنے شیخ ابوحنیفہؒ کے مذہب کے تذکرے پر اقتصار کرلینے سے امام ابو یوسف کی مخالفت مقصود ہوتی تھی۔

(۱۱) اکثر مؤطا میں جو آپؒ فرماتے ہیں کہ ''ھذا حسن، او جمیل او مستحسن'' تو اس سے مراد واجب کے بالمقابل عام معنیٰ مراد ہوتا ہے اور سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ سب کو شامل ہوتا ہے۔
اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ امام محمد بعض مواضع میں خود یہ تصریح کردیتے ہیں کہ ''ھذا حسن ولیس بواجب'' اس لئے ھذا حسن، وغیرہ سے بھی ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ بس وہ صرف مستحب ہی کے لئے ہے، سنت کے لئے نہیں ہے۔

(۱۲) آپؒ مؤطا میں بعض سنن کے بارے میں لفظ ''لا بأس'' کا ذکر کردیتے ہیں جیسے کہ باب التراویح وغیرہ میں اور اس سے مراد صرف نفس جواز ہوتا ہے حالانکہ متاخرین کے نزدیک لفظ لابأس مکروہ تنزیہی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اس لئے لابأس کے دونوں استعمالات میں اس سے مراد لینے میں محتاط رہنا چاہیے۔

(۱۳) آپؒ اکثر مؤطا میں یہ قول بھی فرماتے رہتے ہیں ''ینبغی کذا و کذا'' اور چونکہ متاخرین اس جیسے الفاظ استحباب کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے علامہ لکھنوی فرماتے ہیں کہ آپ ان الفاظ سے ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ وہ کام صرف مستحب ہی ہے۔ نہ سنت ہے اور نہ واجب۔ کیونکہ یہ لفظ متقدمین کی اصطلاح میں عام معنی میں مستعمل ہوتا ہے جو کہ (مستحب کے ساتھ ساتھ) سنت مؤکدہ اور واجب کو بھی شامل ہوتا ہے۔

(۱۴) کبھی کبھار آپؒ مؤطا میں اپنے شیخ امام مالک کا مذہب (چاہے موافق ہو یا مخالف) نیز صحابہ کرامؓ کے مذاہب چاہے مسندہ ہوں یا غیر مسندہ کا تذکرہ بھی کردیتے ہیں۔

(۱۵) آپؒ لفظ اثر کا ذکر کرکے اس سے عام معنی مراد لیتے ہیں یعنی یہ کہ وہ حدیث مرفوع، موقوف علی الصحابة و من بعلھم سب کو شامل ہے۔

(۱۶) آپؒ بعض آثار اور اخبار کا تذکرہ تو بطور غیر مسند ہونے کے کرتے ہیں اور بعض کو بلغنا سے شروع کرتے ہیں البتہ محدثین نے یہ ذکر کیا ہے جیسے کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے کہ مؤطا امام محمد کے بلاغات مسند ہی ہیں۔
پھر تعلیق الممجد کے ص ۱۴۱ پر خاتمہ کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں کہ اس کتاب (مؤطا امام محمد) میں کوئی حدیث موضوع نہیں ہے۔
ہاں اس میں ضعیف روایات ہیں لیکن اکثر میں معمولی ضعف ہے۔ جس کی تلافی کثرت طرق سے ہوجاتی ہے البتہ بعض میں ضعف شدید ہے لیکن وہ اس لئے مضر اور نقصان دہ نہیں کہ اس جیسے مضمون کا تذکرہ طرق صحاح (سندات صحیحہ) میں بھی ہے۔

تعداد احادیث:

مؤطا امام محمدؒ میں کل احادیث (چاہے مرفوعہ ہیں اور چاہے صحابہؓ یا ان کے بعد کے لوگوں کے آثار موقوفہ ہیں اور چاہے وہ احادیث مسندہ یا غیر مسندہ) کی تعداد گیارہ سو اسی (۱۱۸۰) ہے اس میں امام مالک کے طریق سے مرویات کی تعداد ایک ہزار پانچ (۱۰۰۵) ہے اور دوسرے طرق سے ایک سو پچھتر (۱۷۵) ہے پھر ان میں امام ابوحنیفہؒ سے تیرہ (۱۳) روایات ہیں اور امام ابو یوسف کی طریق سے صرف چار (۴) ہیں اور باقی کسی دوسرے ائمہ کرام سے مروی ہیں۔

تنبیہ:

علامہ عبدالحئی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا احادیث وغیرہ کی یہ تعداد ہر اس چیز (اخبار وآثار) کو شامل ہے جو اس کتاب (مؤطا امام محمد) میں ہے یعنی چاہے وہ احادیث مسندہ ہوں یا غیر مسندہ اور چاہے بلاغیہ ہوں (یعنی لفظ بلغنا سے ذکر ہوں) یا غیر بلاغیہ ہوں۔ ہاں اس مؤطا میں آپ کثرت سے ایسے آثار متعددہ پائیں گے جو ایک سند کے ساتھ یا تو ایک ہی شخص سے مروی ہوں گی یا کئی اشخاص سے پھر ان میں صحابہؓ سے بھی اور غیر صحابہ سے بھی۔ اسی طرح بہت سے مرفوع احادیث اور آثار بھی ایک سند سے کئی اشخاص سے مروی ہوں گے، تو میں نے اس تعداد میں ہر ایک کو علیحدہ جان کر شمار کیا ہے (نہ کہ متعدد راویوں سے ایک سند سے مرویہ روایات کو ایک روایت شمار کیا ہے)

احقر الانام کہتا ہے کہ یہاں یہ سمجھنا بھی انتہائی ضروری ہے کہ جب کبھی مؤطا کا ذکر مطلقاً ہو تو اس سے مراد یحییٰ بن یحییٰ المصمودی کا نسخہ ہوتا ہے۔ اور یہی نسخہ مؤطا امام مالک کے نام سے مشہور ہے اس لئے کہ اس نسخہ میں صرف امام مالکؒ ہی کی مرویات اور فقہ کا ذکر ہے البتہ مؤطا امام محمد کی نسبت امام محمدؒ کی طرف کی جاتی ہے اگرچہ اس میں بھی اکثر مرویات امام مالکؒ کی ہیں۔ اس لئے کہ اس میں امام محمدؒ نے امام مالکؒ کی مرویات کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ (اور دوسرے مشائخ) کی مرویات کا

تذکرہ کیا ہے (واللہ اعلم)

(۲۲) کتاب المغازی

کتاب المغازی کے مصنف امام ابومحمد المعتمر بن سلیمان بن طرخان تیمی بصری ہیں یہ بھی کہا جاتا کہ آپ طفیل کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ آپؒ کے مشائخ میں حمید الطویل کہمس بن الحسن خالد الحذاء، ہشام بن حسان وغیرہ ہیں اور آپ سے امام ثوری، ابن المبارک، عبدالرحمٰن بن مہدی احمد، اسحٰق اور بہت سے ائمہ کرام روایت کرتے ہیں۔

ابن حبانؒ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ابن خراشؒ فرماتے ہیں کہ صدوق یخطئی من حفظه واذا حدث من کتابه فهو ثقة (یعنی معتمر صدوق ہیں لیکن یاداشت سے بیان کرنے میں خطاء کر جاتے ہیں اور جب کتاب سے بیان کرتے ہیں تو ثقہ ہے۔

بہت سے ائمہ کرام (ابن معین، ابوحاتم، ابن سعد، عجلی وغیرہ) نے آپ کو ثقہ یعنی معتمد قرار دیا ہے آپ کی پیدائش ۱۰۰ھ میں اور وفات ۱۸۷ھ میں ہوئی۔ (تھذیب ج۱ص ۲۲۸)

(۲۳) مصنف ابی سفیان

یہ مصنف مشہور امام ابوسفیان وکیع بن الجراح بن ملیح الرواسی الکوفی کی تصنیف ہے۔ آپؒ حافظ اور بڑے عابد زاہد تھے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام وکیع سے زیادہ علم کی محافظت کرنے والا نہیں دیکھا۔ آپؒ عبدالرحمٰن بن مہدی سے بھی بہت بڑے حافظ تھے۔ امام اسحٰق بن راہویہؒ فرماتے ہیں کہ امام وکیع کی حفظ و یاداشت طبعی اور فطری تھی اور ہماری یاداشت تو بتکلف ہوا کرتی۔ ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے وکیع سے زیادہ افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ سے کہا گیا کہ کیا عبداللہ بن المبارک سے بھی افضل ہیں۔ ابن معینؒ نے فرمایا کہ واقعی ابن مبارک صاحب فضیلت کثیرہ تھے لیکن میں نے وکیع سے زیادہ افضل نہیں دیکھا۔

علی بن خشرمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام وکیع کے ہاتھ میں کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی وہ احادیث کو

حفظ اور یاداشت سے بیان کیا کرتے میں نے اس سے قوت حافظہ کی دوا کا سوال کیا تو آپؒ نے فرمایا کہ حفظ و یاداشت کے لئے ترک معاصی سے زیادہ مجرب کوئی دوسرا نسخہ نہیں ہے۔

(تهذيب التهذيب ج ۱۱ ص ۱۲۴، الرسالة المستطرفة ص ۳۵)

امام شافعیؒ نے بھی جب آپؒ سے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو اس کو بھی یہی مجرب نسخہ بتلایا گیا۔ فرماتے ہیں

شكوت الى وكيع سوء حفظى — فاوصانى الى ترک المعاصى

فان العلم نور من الله — ونور الله لا يعطىٰ لعاصى

میں نے امام وکیعؒ کو حافظہ کی خرابی کی شکایت کی تو مجھے گناہوں کے چھوڑنے کی تاکید کی۔ اس لئے کہ علم دین اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور یہ نور نافرمانوں کو نہیں دیا جاتا۔

(۲۴) جامع سفیان بن عیینة

یہ "جامع" ابو محمد سفیان بن عیینة بن ابی عمران میمون الهلالی الکوفی المتوفی ۱۹۸ھ کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے عبدالملک بن عمیر ابواسحٰق سبیعی زیاد بن علاقہ ایوب سختیانی حمید الطویل وغیرہ جیسے بہت سے مشائخ سے احادیث کی روایت کی ہے اور آپ کے تلامذہ میں سے امام اعمش، ابن جریج، شعبہ اور ثوریؒ (جو کہ آپ کے شیوخ میں سے بھی ہیں) حماد بن زید، وکیع۔ معتمر بن سلیمان، یحیٰی القطان، ابن مھدی، عبدالرزاق، ابونعیم وغیرہ بہت سے ائمہ کرام ہیں۔

امام شافعیؒ آپ کے متعلق فرماتے ہیں۔ لولا مالک وابن عیینة لذهب علم الحجاز (اگر امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز میں علم حدیث ختم ہو جاتا) اور ابن وہبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے زیادہ کوئی قرآن کا عالم نہیں دیکھا۔ ابن مھدیؒ فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ سب لوگوں میں سے احادیث اہل حجاز کے زیادہ عالم تھے۔ ابومسلم مستملی کہتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ سمعت من عمرو ابن دينار ما لبث نوح فى قومه (میں نے عمرو بن دینار سے اتنی قدر حدیثیں سنی جتنا کہ نوح علیہ السلام اپنی قوم میں رہے (یعنی نو سو

پچاس (۹۵۰) حدیثیں) اور بھی بہت سے ائمہ کرام نے آپ کے متعلق تحسینی کلمات ذکر کیے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۰۷ھ میں اور وفات ۱۹۸ھ میں ہوئی۔ (تهذيب التهذيب ج ۴ ص ۱۱۸، رسالة مستطرفه ص ۳۶)

القرن الثالث

اس تیسری صدی میں تو احادیث کی تدوین، تالیف اور تصنیف کا دور گویا عروج وشباب کی حد کو پہنچ چکا تھا۔ ہر محدث کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ وہ احادیث کے مجموعہ کو مدون کرے البتہ ہر ایک نے تدوین وتالیف کے طور وطریقے اپنی رائے اور خیال سے پسند کیے۔ چنانچہ بعض محدثین نے تو جوامع مرتب کیں اور بعض نے مسانید اور ابواب فقہیہ وغیرہ کے طرز پر اپنے مجموعے مدون فرمائے اور اسی قرن ثالث میں صحاح ستہ کے مصنفینؒ نے بھی اپنی شرائط کے مطابق اپنی اپنی تصنیفات کو مرتب کیا۔ یہاں کتب حدیث کا تذکرہ چونکہ ان کے قرون تصنیف وتالیف کی حیثیت سے ہو رہا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ صحاح ستہ کا تذکرہ بھی اسی قرن میں کیا جاتا لیکن یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ مقالہ مرتب کرتے وقت یہ اصل پیش نظر تھا کہ ائمہ اربعہ کی تصنیفات کا تذکرہ سب سے پہلے ہوگا پھر ان کے بعد صحاح ستہ کی اہمیت کے پیش نظر ان کا ذکر کیا جائے گا۔ چنانچہ بحمد للہ پوری تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر اوراق سابقہ میں گزر چکا ہے۔

چنانچہ اسی صدی میں جو دیگر تصنیفات ہوئی ہیں اور اپنی ناقص معلومات کے مطابق جن کا علم ہو سکا ان کا تذکرہ آئندہ صفحات میں ذکر کیا جائے گا (واللہ المستعان)

(۲۵) سنن ابی قرة الیمانی

اس کتاب السنن کے مصنف ابو قرة موسیٰ بن طارق الیمانی الزبیدی القاضی۔ آپؒ کے مشائخ میں موسیٰ بن عقبہ، ابن جریج، عثمان بن الاسود، ایمن بن نابل مشہور ہیں اور آپؒ سے روایت اور تلمذ حاصل کرنے والوں میں امام احمد، اسحٰق بن راہویہ، سعید بن سلیمان اور بہت سے دوسرے ائمہ کرام ہیں۔

ابن حبانؒ نے آپ کو ثقات میں سے ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ ابو قرۃؒ ان محدثین میں سے ہیں جنہوں نے احادیث وآثار کو جمع کر کے تصنیف وتالیف، مذاکرہ اور فقہ کی تحصیل کی۔ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ صنف كتاب السنن على الابواب فی مجلد رأيته ولا يقول فی حديثه حدثنا وانما يقول ذكر فلان (اس نے کتاب السنن کو ترتیب ابواب پر ایک جلد میں تصنیف کیا میں نے اس کو دیکھا بھی ہے آپؒ حدیث کو روایت کرتے وقت لفظ حدثنا نہیں کہتے بلکہ ذکر فلان'' کہہ دیتے ہیں کہ فلاں راوی نے ذکر کیا ہے۔

اور امام دار قطنیؒ سے جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ ابو قرۃ کی کتابوں کو کوئی خرابی پہنچی تھی اس لئے تورّعاً احادیث کو بہ صیغہ اخبار وتحدیث کے نقل کرنے سے گریز فرماتے تھے۔ آپ طبقات رواۃ میں درجہ تاسعہ (نویں) سے ہیں۔

(تهذيب التهذيب ج ١٠ ص ٣٥٠، الرسالة المستطرفة ص ٣١)

(٢٦) مسند ابی داؤد الطیالسی

یہ مسند امام حافظ ابو داؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری المتوفی ٢٠٤ھ کی تصنیف شدہ ہے۔ آپ فارسی النسل تھے۔ محدثین میں حفظ واتقان سے مشہور تھے۔ علی المدینیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے آپؒ سے زیادہ حدیث کا حافظ نہیں دیکھا۔ عمر بن علی الفلاسؒ کہتے ہیں ما رأيت في المحدثين احفظ من ابی داؤد سمعته يقول اسرد ثلاثين الف حديث ولا فخر (میں نے محدثین میں اس سے زیادہ حافظ الحدیث نہیں دیکھا اور میں نے خود اس سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں مسلسل (لگاتار) تیس ہزار احادیث پڑھ سکتا ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر بھی نہیں) یونس بن حبیب فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ابو داؤد طیالسی آئے اور حفظاً اپنی یادداشت سے ہم پر ایک لاکھ احادیث املاء کرائیں۔ صرف ستر (٧٠) مواضع میں خطا ہوئے۔ جب بصرہ واپس ہوئے تو وہاں سے لکھا کہ میں نے ستر (٧٠) مواضع میں غلطی کی ہے آپ لوگ ان احادیث کی اصلاح اور تصحیح کر لیں۔

(تهذيب ج ٤ ص ١٨٥)

کتاب السنن کا درجہ :

علامہ کتانیؒ اپنے رسالہ المستطرفہ ص ٥٢ میں لکھتے ہیں کہ یہ پہلا مسند ہے جو اس سلسلہ میں تصنیف ہوا لیکن اس قول کی تردید کی گئی اور کہا گیا کہ یہ بات صحیح ہوتی اگر واقعی حافظ سلیمان بن داؤد طیالسیؒ خود اس کے جامع ومرتب ہوتے کیونکہ وہ تو متقدمین میں سے ہیں۔ لیکن دراصل بات یہ ہے کہ اس کے جامع بعض حفاظِ خراسان ہیں جنہوں نے اس کتاب السنن میں صرف ان مرویات کا تذکرہ کیا ہے جو کہ یونس بن حبیب نے سلیمان بن داؤد طیالسی سے روایت کی ہیں۔

باقی ابو داؤد طیالسی کے باقی ماندہ احادیث جو اس مسند طیالسی میں مذکور نہیں وہ بھی اتنی ہی تعداد میں یا اس سے بھی زیادہ ہوں گی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؒ مسند نعیم بن حماد المروزی کے حافظ ہونے کے علاوہ چالیس ہزار احادیث کے بھی حافظ تھے۔ صاحب کشف الظنون نے بھی مندرجہ بالا مقصد نقل کر کے یہ لکھا ہے كما ذكره البقاعی فی حاشية الالفية (كشف الظنون ج ٢ ص ٤٣١)

حسن بن احمد مسند الطیالسی کے خاتمہ میں لکھتے ہیں ولعمری انه لكتاب" غنی عن التعريف بفوائده وفرائده (میری عمر کی قسم کہ مسند طیالسی اپنے فوائد وفرائد (یعنی وہ نکات جو دریکتا ہیں) میں تعریف وتوصیف سے مستغنی ہے) مسند طیالسی ص ٣٦٢۔

احقر الانام عرض کرتا ہے کہ مسند ابو داؤد طیالسی کو الفتح الربانی کے مصنف احمد عبد الرحمن البنا (جو الساعاتی کے ساتھ مشہور ہیں) نے مرتب کیا اور اپنی اس مرتب کردہ کتاب کا نام "منحة المعبود فی مسند الطیالسی لابی داؤد'' رکھا، احمد عبد الرحمن البنا نے منحة المعبود ج ١ ص ١٥ میں ذکر کیا ہے کہ مسند ابی داؤد طیالسی مسانید صحابہؓ پر ایسے طریقہ سے مرتب کیا گیا ہے کہ اس کا شروع مسند ابی بکرؓ سے، پھر مسند عمرؓ، پھر مسند عثمانؓ، پھر مسند علیؓ رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک صحابی کے نام کا عنوان قائم کر کے پھر اس کی جتنی احادیث حضور ﷺ سے روایت شدہ ہیں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اس میں نہ تو ترتیب ابواب کا کوئی سلسلہ ہوتا ہے اور نہ ہی کسی حدیث کے موضوع کو مرتب کیا جاتا ہے۔ تدوین وتالیف کے ابتدائی دور میں اس طریقہ کے اختیار کرنے کی غرض صرف

ان احادیث متفرقہ کو (ضائع ہو جانے کے خطرہ کے پیش نظر) جمع کرنا مقصود تھا جو صحابہؓ، تابعین، تابعین کے پاس متفرق طور پر موجود تھیں اور اس قسم کی جمع وترتیب اسلاف اور متقدمین کے زمانہ میں ایک بڑی مفید اور کار آمد چیز ہوا کرتی تھی کیونکہ اسلافؒ تو احادیث کے حفظ واستظہار (از بر یاد پڑھنے) پر اعتماد کیا کرتے اور اسی لئے تو وہ حضرات کتاب کے مواضع اور احادیث متشابہ کے مواقع خوب جانتے تھے اور چونکہ موجودہ دور میں لوگوں کا اعتماد صرف کتابی ضبط وترتیب پر ہی ہے اور حفظ ویاداشت کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں ہے۔ کیونکہ اُس ترتیب میں تو آپ کے لئے کسی حدیث معین کو تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا بلکہ دوسرے پہلو سے آپ کو یہ قدرت بھی نہ ہوتی کہ آپ کوئی ایک حدیث کو معلوم کرلیں جو کہ بہت سے صحابہؓ سے مروی شدہ ہو کیونکہ اس وقت کسی ایک حدیث کو معلوم کرنے کے لئے بھی لامحالہ آپ کو ان سب صحابہؓ کے مسانید کو پڑھنا ہوگا اور یہ بھی اس وقت ممکن ہوگا کہ آپ کو حدیث کے راوی کا نام وغیرہ معلوم ہو اور اگر راوی کا نام بھی معلوم نہ ہو پھر تو (صرف صحابہ کے مسانید نہیں) بلکہ ساری کتاب کا پڑھنا ضروری ہوگا اور انسانی طاقت اس کی بمشکل متحمل ہوسکتی ہے۔ اس لئے آج کے دور میں ان کتب (جو بطریق مسانید ہوں) سے استفادہ کرنا بہت قلیل ہوتا اور اس دور میں ان کا استعمال بھی بہت نادر اور کم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھے اس کتاب (مسند طیالسی) کی ترتیب تبویب کو اچھے انداز اور بہترین طرز پر بصورت منحۃ المعبود پیش کرنے کی سعادت بخشی۔

(۲۷) کتاب السیرۃ للواقدی

یہ کتاب السیرۃ ابو عبداللہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی الاسلمی المدنی متوفی ۲۰۹ھ کی تصنیف ہے۔ آپ کے مشائخ میں محمد بن عجلان، اوزاعی، ابن جریج، اسامہ بن زید، سعید بن بشر اور امام ثوریؒ جیسے ائمہ کرام ہیں اور آپؒ سے امام شافعیؒ، سلیمان بن داؤد، ابو عبید قاسم بن سلام، ابوبکر الصغانی وغیرہ حضرات روایت کرتے ہیں۔

امام واقدیؒ باوجود وسعت علمی اور حافظ ہونے کے ائمہ رجال حدیث کے نزدیک متروک الحدیث ہیں

علامہ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ نے بروایت بیہقی کہا ہے کہ واقدی کی سب کتابیں جھوٹ ہیں۔ ابن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ امام واقدیؒ کے پاس ایسی بیس ہزار احادیث تھیں جن کی کوئی بنیاد اور اصل موجود نہیں ہے، امام نوویؒ نے شرح مہذب کتاب الغسل میں رواۃ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان میں سے واقدی بھی ہیں اور وہ بالاتفاق ضعیف راوی ہیں۔ امام ذھبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ استقر الاجماع علی وھن الواقدی (کہ امام واقدی کے ضعیف راوی ہونے پر اجماع ہو چکا ہے)۔ ابراھیم الحربیؒ مصعب زبیری سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ثقہ مامون اور معتمد راوی ہیں اور امام ابراھیم الحربی سے یہ بھی منقول ہے کہ کان الواقدی امین الناس علی الاسلام (کہ واقدی اسلامی امور میں لوگوں کے امین اور معتمد تھے)

امام ابن ناصر الدینؒ نے فرمایا ہے کہ امام واقدی کی احادیث متروک ہونے پر امام ابن ماجہؒ کے علاوہ سب ائمہ کا اتفاق ہے۔ لیکن ابن ماجہؒ نے بھی جب لباس یوم الجمعہ کی حدیث کی تخریج امام واقدی سے کی تو وہاں اس کا نام تک نہیں لیا اور ایک راوی کے ضعیف ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ ابن ماجہؒ بھی اس کے نام لینے کی جرأت نہ کر سکے۔ دراوردی کہتے ہیں کہ امام واقدی حدیث میں امیر المومنین تھے۔ ابراھیم بن جابر الفقیہ فرماتے ہیں سمعت الصغانی یقول لولا انہ عندی ثقۃ ما حدثت عنہ (امام صغانی فرماتے ہیں کہ اگر وہ میرے نزدیک ثقہ نہ ہوتے تو میں ان سے کبھی بھی روایت نہ کرتا احمد بن علی الآبارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مجاہد بن موسیٰ سے واقدی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے واقدی سے زیادہ کسی حافظ سے احادیث نہیں لکھے، ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ امام واقدی مغازی، سیرت، حدیث اور احکام میں لوگوں کے اختلاف واتفاق سے خوب واقف اور اس سلسلہ میں بڑے ماہر تھے۔

(تھذیب التھذیب ج۹ ص۳۶۵، شذرات الذھب ج۲ ص۱۸، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۹۰)

(۲۸) مصنّف عبدالرزاق

یہ مصنّف مشہور امام ابوبکر عبدالرزاق بن ھمام بن نافع الحمیری الصنعانی کی تصنیف ہے۔

آپ کے مشائخ میں عبیداللہ بن عمر العمری، ایمن بن نابل، عکرمہ بن عمار، ابن جریج، اوزاعی، مالک اور جعفر بن سلیمان جیسے ائمہ عظام ہیں اور آپ کے تلامذہ میں سے ابن عیینہ، معتمر بن سلیمان (اور یہ دونوں آپؒ کے مشائخ میں سے بھی ہیں) امام وکیع، ابواسامہ، اسحٰق بن منصور الکوسج وغیرہ ہیں۔ نیز اصحاب صحاح ستہ نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔ علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ہشام بن یوسف نے کہا کہ امام عبدالرزاق ہم سب سے زیادہ عالم اور حافظ تھے۔ ابن عدیؒ فرمایا کرتے کہ عبدالرزاق کے پاس بہت سے احادیث تھیں اور بہت سے ثقہ (معتبر) ائمہ آپؒ کے پاس آکر احادیث لکھتے۔ البتہ بعض لوگوں نے آپ کی طرف شیعیت کی نسبت بھی کی ہے (تھذیب ج ۶ ص ۳۱۲)

علامہ کتانیؒ رسالہ مستطرفہ ص ۳۶ میں لکھتے ہیں کہ محدث عبدالرزاق نے اپنے مصنَّف کو کتب اور ابواب کے طریقہ پر مرتب فرمایا ہے اور آپؒ کی یہ کتاب (مصنَّف) ابن ابی شیبہ کی مصنف سے کچھ چھوٹی ہے۔ امام عبدالرزاق کی اس مصنف کے علاوہ ایک بڑی اور مشہور کتاب "جامع" بھی ہے، جس کے اکثر احادیث کی تخریج اصحاب ستہ نے کی ہے۔

ترجمہ بستان المحدثین ص ۸ میں ہے کہ مصنف عبدالرزاق کی اکثر احادیث ثلاثیات ہیں اور یہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ آپؒ نے اپنی اس کتاب (مصنف) کا اختتام کتاب الشمائل سے کیا اور پھر کتاب الشمائل کا اختتام حضرت انسؓ کی اس حدیث سے کہ کان شعر النبی ﷺ الیٰ انصاف اذنیہ۔

صاحب کشف الظنون نے مصنف عبدالرزاق کے متعلق لکھا ہے۔

وھو مرتب علی الکتب والابواب علی ترتیب ابواب الفقہ (کہ یہ مصنف فقہی ابواب کی ترتیب کے مطابق کتب اور ابواب کے عنوانات پر مرتب کیا گیا ہے (کشف الظنون ج ۲ ص ۴۵۱)

احقر الانام کہتا ہے کہ مجلس علمی نے ۱۳۹۲ھ میں اس کو بڑے اچھے انداز میں گیارہ جلدوں میں شائع کیا اور ہر حدیث پر اس کا نمبر لگایا۔ چنانچہ کل احادیث وآثار کی مجموعی تعداد اکیس ہزار تینتیس

(۲۱۰۳۳) نقل کی گئی ہے۔

ناشر نے مختصر الفاظ میں جو اس کا تعارف کیا ہے ان میں سے بعض الفاظ کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ یعنی مصنف عبدالرزاق احادیث اور آثار سے ایک پُر سمندر ہے۔ جس سے حدیث وفقہ کے بڑے بڑے ائمہ کرام نے استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ، امام بخاری ومسلم ودیگر ائمہ حدیث نے اپنی کتب میں اس کی روایات کا تذکرہ کیا ہے اور علامہ امام ذھبیؒ نے تو اس کو خزانہ علم سے تعبیر کیا ہے (واللہ اعلم) آپ کی ولادت ۱۲۶ھ میں ہوئی اور وفات شوال ۲۱۱ھ میں ہوئی کل عمر پچاسی (۸۵) سال تھی۔

(۲۹) مسند اسد السنة

یہ مسند امام حافظ اسد بن موسیٰ بن ابراھیم بن ولید بن عبدالملک بن مروان بن الحکم الاموی المتوفی ۲۱۲ھ کی ہے۔ آپؒ اسد السنة کے لقب سے مشہور تھے۔ آپؒ نے امام شعبہ، ابن ابی ذئب، لیث بن سعد، حماد بن سلمہ، معاویہ بن صالح جیسے مشائخ سے روایت کی ہے اور آپؒ سے احمد بن صالح المصری، ربیع ابن سلیمان، مقدام بن داؤد جیسے ائمہ کرام نے روایت کی ہے۔ آپ نے احادیث کے حصول کے لئے بہت سے اسفار کیے اور اس سلسلہ میں کئی تصنیفات بھی کی ہیں۔ وہ بڑے ذہین اور ثقہ لوگوں میں سے تھے۔ امام ابن یونس، ابن قانع، عجلی اور بزاز سب نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ البتہ امام عجلیؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ صاحب سنت تھے۔ امام نسائی فرماتے ہیں۔ ثقة ولو لم یصنف کان خیرا له (کہ آپ ثقہ راوی ہیں اور اگر آپ تصنیف نہ کرتے تو یہ اس کے لئے بہتر تھا) آپ کے بیٹے سعید نے بھی فضائل تابعین میں ایک تصنیف کی ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپ کی ولادت ۱۳۲ھ میں اور وفات ۲۱۲ھ میں ہوئی۔ (شذرات الذهب ج ۲ ص ۲۷، الرسالة المستطرفه ص ۵۲، تذکرة الحفاظ ج ۱ ص ۴۰۲)

(۳۰) مسند العبسی

یہ مسند امام ابومحمد عبیداللہ بن موسیٰ بن ابی المختار باذام العبسی الکوفی الحافظ المتوفی ۲۱۳ھ کی تصنیف ہے

آپؒ نے ہشام بن عروۃ، اسماعیل بن ابی خالد، ایمن بن نابل، اعمش، ثوری اور دوسرے بڑے محدثین سے روایت کی ہے اور آپؒ سے امام بخاری، محمد بن یحییٰ الھذلی، محمود بن غیلان، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابراھیم بن دینار بغدادی جیسے ائمہ نے روایت کی ہے۔ امام ابوحاتمؒ آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ صدوق اور حسن الحدیث ہیں۔ آپؒ نے قرآن مجید امام حمزہؒ کے پاس پڑھا۔ آپ قرآن وحدیث اور فقہ کے امام ماہر اور بڑے عابد زاہد اور بہت سے خوبیوں کے مالک تھے لیکن شیعیت کے سرخیل تھے۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ دور اسلامی میں تراجم رجال پر پہلی مسند عبیداللہ بن موسیٰ العبسی کی ہے۔ ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ کے پاس "جامع سفیان" بھی تھی۔ (تھذیب التھذیب ج۷ ص ۵۳، شذرات الذھب ج۲ ص ۲۹، الرسالۃ ص ۵۳، مقدمہ مسند الحمیدی)

(۳۱) جزء ابی عاصم النبیل

یہ "جزء" ابوعاصم ضحاک بن مخلد بن ضحاک بن مسلم الشیبانی النبیل البصری کا مرتب کردہ ہے۔ اس کے مصنف بڑے عابد، زاہد، حافظ اور متقن تھے۔ آپ کے مشائخ میں سے یزید بن ابی عبید، ایمن بن نابل، سلیمان التیمی، ابن عون، ابن عجلان، اوزاعی، ثوری اور امام شعبہ جیسے ائمہ کرام ہیں اور آپ کے تلامذہ میں سے امام احمد، اسحٰق، علی المدینی، بندار، ہارون الحمال جیسے مشہور ائمہ کرام ہیں۔ امام آجریؒ، امام ابوداؤد سے نقل کرتے ہیں کہ ابوعاصم النبیل بڑے وسیع العلم تھے۔ آپ ایک ہزار احادیث جیدہ کے حافظ تھے اور آپ کے ہاتھ میں کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی گئی۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعاصمؒ سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب سے مجھے غیبت کرنے کی حرمت معلوم ہوئی میں نے کبھی بھی کسی کی غیبت نہیں کی۔ (تھذیب ج۴ ص ۴۵۱، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۷۳، شذرات الذھب ج۲ ص ۲۸)

(۳۲) جزء ابی عبداللہ الانصاری

یہ "جزء" امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المثنیٰ بن عبداللہ بن انس بن مالک الانصاری کی تصنیف ہے۔ آپؒ اپنے والد اور سلیمان التیمی، حمید الطویل، ابن عون، ابن جریج سے روایت کرتے ہیں اور آپ

سے امام بخاری، قتیبہ بن سعید، محمد بن بشار، ابراھیم ابن المعتمر، ابوحاتم رازی وغیرہ ائمہ کرام روایت کرتے ہیں۔ زکریا ساجیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ امام بخاریؒ کے بڑے اساتذہ اور مشائخ میں سے تھے۔ آپ ایک بڑے ماہر اور تجربہ کار عالم تھے۔ آپ کی توثیق بہت سے ائمہ کرام سے منقول ہے۔ اور آپؒ کا یہ "جزء" دوسرے مشہور اجزاء عالیہ میں سے ہے۔

آپؒ کی وفات ۲۱۵ھ میں ہوئی۔ (تھذیب التھذیب ج۹ ص ۲۷۵، شذرات الذھب ج۲ ص ۳۵، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۷۳)

(۳۳) مسند الحمیدی

یہ مسند امام مشہور حافظ ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ بن اسامہ بن عبداللہ بن حمید بن نصر بن الحارث بن اسد بن عبدالعزی الحمیدی القرشی الاسدی المکیؒ کی مشہور مسند ہے۔ آپؒ کے مشائخ میں ابن عیینہ، ابراھیم بن سعد، محمد بن ادریس الشافعی، وکیع، ولید بن مسلم جیسے مشاہیر ائمہ کرام ہیں اور تلامذہ میں امام بخاری، سلمہ بن شبیب، ہارون الحمال، محمد بن یحییٰ الذھلی، ابوزرعہ، ابوحاتم وغیرہ ائمہ کرام ہے۔ امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں ھو اثبت الناس فی ابن عیینۃ وھو رئیس اصحابہ وھو ثقۃ امام (کہ وہ اپنے شیخ ابن عیینہ سے مرویہ احادیث میں سب سے زیادہ اثبت (یعنی محفوظ کرنے والے) تھے اور آپؒ ابن عیینہ کے تلامیذ کے رئیس تھے۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ جب امام بخاریؒ کو کوئی حدیث شیخ حمیدی کے واسطہ سے پہنچتی تو پھر دوسرے مشائخ سے حاصل کرنے کی کوشش نہ فرماتے انتھی۔

امام بخاریؒ نے آپؒ سے پچھتر احادیث روایت کی ہیں۔ ہاں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ امام بخاریؒ کے یہ شیخ اس امام حمیدی کے علاوہ ہیں جو جامع بین الصحیحین ہے۔ امام یعقوب بن سفیان فرماتے ہیں کہ ہمیں شیخ حمیدیؒ نے بہت احادیث بیان کی ہیں۔ اور میں نے آپؒ سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ سے ملاقات نہیں کی۔ آپ کا یہ مسند گیارہ اجزاء پر مشتمل ہے (تھذیب التھذیب ج۵ ص ۲۱۵، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۵۷)

مسند حمیدی کا مرتبہ:

ہندوستان کے مشہور عالم دین شیخ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مقدمہ مسند حمیدی میں لکھتے ہیں۔ کہ مسندات کے متقدمین مصنفین میں سے ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی بھی ہیں اور میرے خیال میں یہ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے مکہ شریف میں یہ مسند تصنیف فرمایا اور آپؒ چونکہ امام حمانی اور مسدد سے پہلے فوت ہوئے ہیں۔ اس لئے راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ (امام حمیدیؒ) ہی کو مسند کی تصنیف وتالیف میں اولیت کا شرف واعزاز دیا جائے۔ کیونکہ انہی مسانید (مسند حمانی اور مسند مسدد) اور مسند نعیم بن حماد، مسند اسحٰق بن نصر کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ تصنیف وتالیف میں انہی مسانید کو اقدمیت اور اولیت حاصل ہے۔ انتہی

احقر الانام کہتا ہے کہ مسند حمیدی کے نشر واشاعت کا اہتمام مجلس علمی نے بہترین طریقہ پر کر کے اسے دو جلدوں میں طبع کر دیا ہے۔ مسند حمیدی کو بھی دوسرے مسانید کی طرح ترتیب صحابہؓ پر مرتب کیا گیا ہے اور اس کے شروع میں ابوبکر صدیقؓ کی مرویات اور احادیث کا تذکرہ ہے۔

علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی مقدمہ مسند حمیدی ص ۲۱ میں لکھتے ہیں کہ مولانا صدیق حسن قنوجی نے ”اتحاف النبلاء“ میں یہ ذکر کیا ہے کہ ان اول مسند الحمیدی حدیث جابر فی تمنی ابیه ان یحییٰ فیقتل فی سبیل الله مرة اخریٰ (کہ مسند حمیدی کا شروع حدیث جابرؓ ہے جس میں آپ نے اپنے والد کے متعلق اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ زندہ کیے جائیں اور پھر اللہ کے راستہ میں دوبارہ شہید کردیے جائیں الحدیث) اس پر اعظمی صاحب فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں صدیق حسن قنوجیؒ نے اس سلسلہ میں ہمارے شیخ المشائخ شاہ عبدالعزیز دہلوی کی تقلید کی ہوگی۔ کیونکہ شاہ صاحب نے آپ سے پہلے ہی اس گذشتہ قول کا تذکرہ بستان المحدثین میں کیا ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے مسند حمیدی نہ دیکھا ہو اور ان کے پاس بعض مصنفین کی جو نقول تھیں ان پر اعتماد کر کے مذکورہ قول ذکر کر دیا ہو حالانکہ یہ نفس واقع کے خلاف ہے کیونکہ مسند حمیدی کا شروع تو ابوبکر صدیقؓ کی حدیث سے ہے جو کہ صلوٰۃ توبہ کے بارے میں ہے اور امام حمیدی اپنے مسند کو حدیث جابرؓ سے کیسے شروع کرتے

حالانکہ سابقہ مسانید کے مصنفین کا طور طریقہ اور عادت ان پر عیاں تھی کہ وہ اپنے مسانید کی افتتاح حضرت ابوبکر صدیقؓ کی احادیث سے اس کے بعد دوسرے خلفاء کی احادیث کا تذکرہ علی ترتیب الخلافۃ کرتے ہیں پھر احادیث عشرہ مبشرہ کا جیسا کہ اس کا مشاہدہ مسند ابی داؤد طیالسی اور مسند احمد میں کیا جاسکتا ہے اور جیسے کہ خود شیخ المشائخ نے مسند عبد بن حمید اور مسند ابی یعلیٰ اور مسند بزاز کے متعلق یہی نقل کیا ہے۔

راویان مسند حمیدی:

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے مسند حمیدی کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ امام حمیدیؒ سے یہ مسند ابواسمعیل السلمی المتوفی ۲۸۰ھ نے روایت کیا اور پھر اس سے قاسم بن اصبغ نے کیونکہ اس پر ابن حجر کا یہ قول دلالت کررہا ہے کہ راجعت المسند الحمیدی من طریق قاسم بن اصبغ عن ابی اسمعیل السلمی عنه (میں نے مسند حمیدی کی مراجعت قاسم بن اصبغ کے طریق سے بواسطہ ابواسماعیل السلمی کے امام حمیدی سے کی ہے)

اسی طرح امام حمیدیؒ سے بشر بن موسیٰ اسدی نے بھی یہ مسند روایت کیا ہے اور ابن حجرؒ نے اس طریق سے بھی ان سے روایت کی ہے جیسے کہ اس نے اس کی تصریح فتح الباری میں کی ہے اور ان دونوں (ابواسمعیل، بشر بن موسیٰ) کے علاوہ بہت سے رواۃ نے بھی امام حمیدیؒ سے اس مسند کی روایت کی ہے جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ کی اس عبارت سے معلوم ہورہا ہے کہ ومسند الحمیدی من روایة بشر بن موسیٰ هو الذی وصلت ایدینا الیه واما الذی بروایة غیره فلم نظفر به بل لم نطلع علیٰ وجوده فی احد المکاتب حتی الآن (انتهی) (کہ مسند حمیدی بروایت بشر بن موسیٰ یہی وہ مسند ہے کہ جو ہم تک پہنچا اور جو اس کے علاوہ دوسرے واسطوں سے مروی ہیں تو ان کو معلوم کرنے میں ہم کامیاب نہیں ہوئے بلکہ اب تک تو ان کے کسی مکتبہ میں موجود ہونے کا علم بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم

مسند حمیدی کے احادیث کی تعداد:

شیخ اعظمی مقدمہ مسند حمیدی ص ۲۰ میں لکھتے ہیں کہ مسند حمیدی کے احادیث کی تعداد بارہ سو

تر انوے (۱۲۹۳) تک پہنچتی ہے۔ اور اس میں اکثر احادیث مرفوعہ ہیں اور بہت قلیل مقدار آثار موقوفہ صحابہ وتابعین کے ہیں۔

احقر الانام اس سلسلہ میں کہتا ہے کہ میں نے خود مسند حمیدی کو دیکھا اور اس میں کل احادیث پر نمبرات بھی درج تھے تو ان سب احادیث وآثار کی تعداد تیرہ سو (۱۳۰۰) تھی، نیز مصنفؒ کا ایک مختصر رسالہ جو کہ اصول سنت کے متعلق ہے وہ بھی مسند حمیدی کے آخر میں شامل کیا گیا ہے

(۳۴) کتاب الصلوۃ لابی نعیم

یہ کتاب الصلوۃ امام ابونعیم فضل بن دکین عمرو بن حماد بن زهیر بن ادهم التیمی الملائی الکوفی الاحول کی تصنیف شدہ ہے۔ آپؒ امام اعمش، ایمن بن نابل، سلمہ بن وردان، عیسیٰ ابن طهمان، ثوری، مالک بن انس، ابن ابی ذئب، ہشام دستوائی اور اس جیسے ائمہ کبار سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے امام بخاری، ابی خیثمہ، ابی بکر بن ابی شیبہ، اسحٰق بن راهویہ، ابوسعید الاشج، عبد بن حمید، عباس الدوری جیسے لوگ روایت کرتے ہیں۔

دکین آپؒ کے والد کا لقب تھا اس کا نام عمرو تھا جیسے کہ خود فرماتے ہیں کان اسم ابی عمرواً ولکنه لقبه فروة الجعفی دکیناً۔ ابونعیم فضلؒ فرماتے ہیں کہ میرے باپ کا نام عمرو تھا لیکن فروۃ جعفی نے اس کو دکین کا لقب دیدیا۔

امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ امام ثوری اور مسعرؒ کے احادیث کے حافظ تھے آپ کے پاس امام ثوریؒ کی تین ہزار پانچ سو (۳۵۰۰) احادیث اور امام مسعر بن کدام کی تقریباً پانچ سو (۵۰۰) احادیث محفوظ تھیں۔ آپؒ امام ثوری کے احادیث کو انہی کے الفاظ میں بلاتغیر بیان فرماتے تھے اور احادیث میں آپ کو کوئی تلقین بھی نہیں کی جاتی تھی۔ آپؒ محدثین کے نزدیک حافظ اور متقن تھے۔ آپؒ خود فرماتے ہیں کہ نظر ابن المبارک فی کتبی فقال مارأیت اصح من کتابک (کہ عبداللہ بن مبارک نے جب میری کتابوں کو دیکھا تو فرمایا کہ میں نے آپ کی کتاب سے زیادہ کوئی اور کتاب نہیں دیکھی) ابن سعدؒ آپ کے متعلق فرماتے ہیں کان ثقة مامونا کثیر الحدیث حجة (کہ آپ ثقہ، مامون، حجت

اور کثیر الحدیث تھے۔ نیز ابن سعدؒ نے عبدوس بن کامل سے نقل کیا ہے کہ ہم ربیع الاول ۲۱۷ھ میں ایک دن ابونعیم (فضل بن دکین) کے پاس تھے کہ آپ نے اپنا ایک خواب بیان کیا اور پھر اس کی یہ تاویل کی کہ اس کے بعد وہ یا تو اڑھائی دن یا اڑھائی مہینے (2\1/2) یا اڑھائی سال زندہ رہوں گا۔ راوی کہتا ہے کہ اس بیان کے ٹھیک اڑھائی برس بعد وہ وفات ہوئے۔

(تهذیب التهذیب ج۸ ص ۲۷۴، الرسالة المستطرفة ص ۴۰)

(۳۵) کتاب الطهور لابی عبید

یہ علامہ ابوعبید قاسم بن سلام بغدادی فقیہ القاضی کی تصنیف ہے جو کہ حافظ اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ آپؒ هشیم، اسماعیل بن عیاش، یحیٰی القطان، ابن المبارک، وکیع، ابن مهدی، ابن عیینہ جیسے اساتذہ کرام سے روایت کرتے ہیں اور آپؒ سے سعید بن ابی مریم (اور یہ اس کے شیوخ میں سے ہیں) عباس العنبری، عبداللہ الدارمی، ابن ابی الدنیا، عباس الدوری جیسے ائمہ کرام نے روایت کی ہے امام ابن ناصر الدین اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ، فقیہ، مجتہد اور بڑے اعلام میں سے تھے نیز آپ قرأت کے ماہر اور حدیث اور اس کے علل دقیقہ کے حافظ اور فن لغت کے سرخیل تھے۔ آپ کی وفات ۲۲۴ھ مکہ شریف میں ہوئی۔

ابن اهدلؒ فرماتے ہیں کہ ابوعبید کتاب غریب الحدیث کے مصنف اول ہیں۔ بیس سے زائد کتب (تفسیر، فقہ، غریب الحدیث، امثال وغیرہ) کے مصنف ہیں۔ آپ نے رات کو تین حصوں (نماز۔ تصنیف وتالیف۔ نیند) کے لئے تقسیم کر رکھا تھا۔ آپؒ دین ومذہب پر پختگی کے ساتھ اخلاق جمیلہ، فضائل حسنہ سے موصوف تھے۔ طبرانی نے عبداللہ بن احمد بن حنبل سے نقل فرمایا ہے کہ میں نے ابوعبید کی کتاب غریب الحدیث اپنے والد (احمد بن حنبل) کے سامنے پیش کی تو آپؒ نے اس کی تحسین فرما کر جزاه الله خیراً کا لفظ بھی فرمایا۔ نیز عبداللہ بن طاہر نے بھی اس کی تحسین کی ہے۔

باقی ابن اهدلؒ کے اس قول کے متعلق کہ ابوعبید کتاب غریب الحدیث کے پہلے مصنف ہیں علامہ کتانیؒ نے الرسالة المستطرفة ص ۱۲۷ پر "کتاب غریب الحدیث" پر تبصرہ کے ضمن میں یہ فرمایا ہے کہ

یہ جو کہا جاتا ہے کہ آپؒ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے غریب الحدیث تصنیف کی ہے۔ تو شاید یہ اس قائل (قول کرنے والوں کی) اجمالی تلاش اور تتبع کا نتیجہ ہو ورنہ زیادہ صحیح قول تو یہی ہے کہ غریب الحدیث میں تصنیف کرنے کی اولیت کا شرف النضر بن شمیل المازنی کو حاصل ہے۔ البتہ ابوعبید کی یہ کتاب غریب الحدیث میں قدوہ اور معیاری ہونے کی حیثیت ضرور رکھتی ہے اور آپؒ نے اس کی تحقیق وترتیب میں ساری عمر کھپادی۔ جیسے کہ آپؒ سے منقول ہے جمعت کتابی هذا فی اربعین سنة (میں نے اس کتاب کو چالیس سال میں مرتب کیا ہے) پھر اس کی تذییل ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ القتبی الدینوری النحوی ۲۷۶ھ (جو کتاب المعارف اور کتاب عیون الاخبار کے مصنف بھی ہیں) نے کی ہے اور یہ اصل کتاب سے بہت بڑی ہے حالانکہ اس میں عبداللہ بن مسلم نے اپنے اوھام (خیالات) کا اضافہ کیا ہے نیز ایک مستقل کتاب اس پر اعتراضات کے سلسلہ میں مرتب کی ہے جس کا نام "اصلاح الغلط" ہے۔ پھر ابن قتیبہ کے کلام کی تذییل ابومحمد قاسم بن ثابت بن حزم العوفی السرقسطی اندلسی المتوفی ۳۰۲ھ نے کی جو کہ "الدلائل فی شرح ماغفله ابوعبید وابن قتیبة من غریب الحدیث" کے نام سے مشہور ہے اور اس کے بارے میں ابوعلی القالیؒ نے فرمایا ما اعلم انه وضع بالاندلس مثل کتاب الدلائل (میں نہیں جانتا کہ اندلس میں کتاب الدلائل جیسے کتاب کوئی تصنیف ہوئی ہو) ابن الفرضی فرماتے ہیں کہ اگر ابوعلی القالی یہ کہتے کہ اس جیسی کتاب سارے مشرق میں تصنیف نہیں ہوئی تو یہ کوئی بعید بات نہ ہوتی البتہ اس نے اس کو مکمل نہ کیا اور اس کے باپ قاسم بن ثابت بن حزم الحافظ المشہور المتوفی ۳۱۴ھ نے اس کو مکمل کیا (واللہ اعلم) آپؒ ہرات میں پیدا ہوئے اور علم کے لئے بہت سے اسفار بھی کیے آپ نے طرسوس کی قضا اٹھارہ سال تک کی ہے اور سڑسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (شذرات ج ۲ ص ۵۴، الرسالة ص ۴۰، تذکرة الحفاظ ج ۲ ص ۴۱۷، تهذیب التهذیب ج ۸ ص ۲۸۳، الرسالة ص ۱۲۷)

(۳۶) سنن سعید بن منصور

یہ سنن ابوعثمان سعید بن منصور بن شعبہ خراسانی مروزی کی تصنیف لطیف ہے۔ آپؒ کی پیدائش

جوزجان میں ہوئی اور بلخ میں نشوونما ہوئی۔ علوم مختلفہ کی تحصیل میں بہت سے ملکوں کے سفر کیے۔ آخری عمر میں مکہ شریف سکونت اختیار کی اور وہاں ان کی وفات ہوئی۔ بہت سے ائمہ (ابن قانع، خلیلی، سلمہ بن قاسم) نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ آپؒ نے مالک، حماد بن زید، ابوقدامہ، مھدی بن میمون، ھشیم ابوعوانہ وغیرھم ائمہ کرام سے روایت کی ہے اور آپؒ سے مسلم، ابوداؤد، عبداللہ الدارمی، ابوحاتم، احمد بن حنبل وغیرھم روایت کرتے ہیں۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ آپ بڑے ثقہ اور صاحب اتقان اور احادیث کے جامع اور مصنف تھے۔ ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے سنن کی تصنیف مکہ شریف میں کی ہے، اور آپؒ کے یہ سنن ابن ابی الدنیا کے مؤلفات کے معضل، منقطع اور مرسل احادیث کے جامع میں سے ہے۔ امام حربؒ فرماتے ہیں کہ ۲۱۹ھ میں بطور املاء کے اپنی یادداشت سے دس ہزار حدیثیں مجھے لکھوائی ہیں (تھذیب ج ۴ ص ۸۹، الرسالة ص ۳۱)

(۳۷) سنن ابی جعفر

یہ سنن علامہ ابوجعفر محمد بن صباح الدولابی البغدادی البزاز کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے حفص بن غیاث، اسمٰعیل بن جعفر، ولید بن مسلم، ھشیم، ابن المبارک، ابن عیینہ اور شریک القاضی سے روایت کی ہے اور آپ کے تلامذہ میں سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، داؤد بن سلیمان الدقاق، ابوزرعہ الرازی، امام احمد بن حنبل جیسے ائمہ کرام ہیں۔ ابن حجرؒ نے بہت سے ائمہ کرام (احمد بن حنبل، ابن معین، عجلی وغیرہ) سے آپ کا ثقہ ہونا نقل کیا ہے۔ آپؒ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں اور آپ کی توثیق بہت سے ائمہ سے منقول ہے۔ امام بخاریؒ نے آپ سے بارہ احادیث اور امام مسلمؒ نے بیس احادیث روایت کی ہیں۔ امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ آپ نیک، صالح، سنی، شیخ ہیں اور اس کی کتاب سنن صغیرہ بھی ہے۔ آپ بغداد کے ایک قریہ دولاب میں پیدا ہوئے اور محرم ۲۲۷ھ کو ۷۷ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ (تھذیب ج ۹ ص ۲۳۰، شذرات الذھب ج ۲ ص ۶۲، الرسالة المستطرفة ص ۳۱)

(۳۸) مسند مسدد

یہ مسند الامام الحافظ ابوالحسن مسدد بن مسرہد بن مسربل بن مستورد اسدی بصری کی ہے اور یہ ایک لطیف جلد میں ہے

اور امام مسدد کا ایک اور مسند بھی ہے اور وہ اس سے سہ گنا بڑا ہے۔ اور اس میں بہت سے موقوف اور مقطوع روایات بھی ہیں۔ آپ ؒ عبداللہ بن یحییٰ بن ابی کثیر، ھشیم، یزید بن زریع، فضیل بن عیاض، مھدی بن میمون اور معتمر بن سلیمان جیسے حضرات سے روایت کرتے ہیں اور آپ ؒ سے بخاری ابوداؤد، ابوزرعہ رازی، ابوحاتم رازی، محمد بن یحییٰ الذھلی، یوسف بن یعقوب القاضی جیسے ائمہ روایت کرتے ہیں۔ امام دار قطنی ؒ فرماتے ہیں کہ امام مسدد پہلے ہی شخص ہیں جس نے مسند کی تصنیف کی ہے اور نعیم بن حماد نے اس کے بعد اپنا مسند لکھا ہے۔ علامہ ابن حجر تھذیب التھذیب میں لکھتے ہیں کہ ابن عدی نے فرمایا کہ یہ کہا جاتا ہے کہ جس نے سب سے پہلے بصرہ میں مسند لکھا۔ وہ امام مسدد بن مسرھد ہیں اسی طرح ابن حجر ؒ یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ قال جعفر بن ابی عثمان قلت لابن معین عمّن اکتب بالبصرة فقال اکتب عن مسدد فانه ثقة ثقة (جعفر بن ابی عثمان فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابن معین کو کہا کہ بصرہ میں میں کس سے احادیث کو لکھا کروں تو آپ نے فرمایا کہ امام مسدد سے کیونکہ وہ ثقہ ہے ثقہ ہے۔ اور بھی بہت سے ائمہ سے آپ کی توثیق منقول ہے۔

(تھذیب ج ۱۰ ص ۱۰۹ ، الرسالة المستطرفة ص ۵۳)

(۳۹) مسند الحمانی

یہ مسند ابوزکریا امام یحییٰ بن عبدالحمید بن عبداللہ بن میمون بن عبدالرحمٰن الحمانی الحافظ الکوفی کی تصنیف ہے۔ آپ کے مشائخ میں سلیمان بن بلال، قیس بن ربیع، عبداللہ بن المبارک، ابراھیم بن سعد، ھشیم، ابن عیینہ اور شریک جیسے ائمہ کرام ہیں اور آپ ؒ سے ابوحاتم، موسیٰ بن ھارون، ابن ابی الدنیا، موسیٰ بن اسحٰق انصاری، ابوقلابہ رقاشی وغیرہ حضرات روایت کرتے ہیں۔

بعض ائمہ کرام تو آپ ؒ کی تضعیف کرتے ہیں لیکن اکثر آپ ؒ کو ثقہ بتلاتے ہیں خصوصاً اپنے شیخ امام شریک سے روایت کرنے میں چنانچہ علی بن حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے امام شریک ؒ کی احادیث کا امام حمانی سے زیادہ حافظ نہیں دیکھا۔

امام ابوحاتم ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے محدثین میں کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جو احادیث کو ایک ہی الفاظ

سے بلا کسی تغیر وتبدیلی یاد بھی رکھے اور پھر اس کی روایت بھی کرے۔ مگر امام یحییٰ حمانی کہ وہ امام شریک کی احادیث کو یاد کر کے روایت کرنے میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کرتے تھے۔ امام عقیلی ؒ علی بن عبدالعزیز سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے (ان طلباء مسافرین جو آپ کے پاس رہتے تھے) یحییٰ الحمانی کو کہتے سنا کہ تم لوگ اہل کوفہ کی بات میرے متعلق نہ سنا کرو کیونکہ وہ میرے ساتھ اس بات پر حسد کرتے ہیں کہ سب سے پہلا مسند کوفہ میں میں نے تصنیف فرمایا ہے اور مجھے بہت سے دوسری چیزوں میں ان پر تفوق (برتری) حاصل ہے۔ ابن عدی فرماتے ہیں کہ یحییٰ حمانی کا مسند بہت ہی بہتر ہے۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کے مسند اور دیگر احادیث میں کسی قسم کی منکر احادیث نہیں دیکھی گئی ہیں اور کوفہ میں سب سے پہلے آپ ہی نے مسند تصنیف کیا ہے۔ ابن نمیر اور ابن معین فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں اور ابوخیثمہ آپ کے مسند کو ہمارے سامنے پڑھا کرتے تھے۔

(تھذیب التھذیب ج ۱۱ ص ۲۱۳ ، الرسالة المستطرفة ص ۵۳)

(۴۰) مصنف ابی الربیع

یہ مصنف حافظ ابوالربیع سلیمان بن داؤد عتکی زھرانی بصری کی تصنیف ہے۔ آپ ؒ حماد بن زید، اسمٰعیل بن جعد، اسمٰعیل بن زکریا، جریر بن حازم، فلیح بن سلیمان وغیرھم۔ ائمہ سے روایت کرتے ہیں اور آپ ؒ سے بخاری، مسلم، ابوداؤد جیسے ائمہ حضرات روایت کرتے ہیں۔ بہت سے ائمہ کرام (ابن معین ابوزرعہ، ابوحاتم، ابن قانع، ابن حبان وغیرھم) سے آپ ؒ کی توثیق منقول ہے۔ ابن حبان ؒ فرماتے ہیں کہ مجھے تو بغیر ابن خراش کے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں، جس نے ابوالربیع سلیمان بن داؤد کی مخالفت کی ہو یا اس کے متعلق کوئی جرح اور تکلم کیا ہو۔ احمد بن حنبل، اسحٰق بن راھویہ، ابوحاتم، ابوزرعہ جیسے ائمہ کرام نے بلا واسطہ اور امام نسائی نے بواسطہ علی بن سعید بن جریر کے آپ ؒ سے احادیث بیان کی ہیں۔ آپ کی وفات ۲۳۴ھ میں ہوئی۔ (تھذیب ج ۴ ص ۱۹۱ ، الرسالة ص ۳۵)

(۴۱) کتاب المغازی لابی عبداللہ الدمشقی

یہ کتاب امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن عایذ بن احمد دمشقی الکاتب کی تصنیف ہے۔ آپ ؒ ولید بن مسلم، یحییٰ

بن حمزہ الحضرمی، اسمعیل بن عیاش، ابومسہر وغیرھم سے روایت کرتے ہیں۔اور آپؒ سے احمد بن ابی الحواری، ابوداؤد، ابوزرعہ رازی، جعفر بن محمد فریابی ابوعبدالملک البسری روایت کرتے ہیں۔ابن معین اور ابوزرعہ رازی نے آپ کو ثقہ اور صدوق قرار دیا ہے۔آپؒ صاحب مغازی وفتوح تھے۔اس کتاب المغازی کے علاوہ بھی آپ کی تصنیفات ہیں۔آپ علاقہ ''الغوطہ'' کے خراج کے نگران بھی تھے۔امام ابوزرعہ دمشقی نے آپ کو اہل فتویٰ میں ذکر کیا ہے۔آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں اور آپ کی وفات ۲۳۳ھ یا ۲۳۴ھ میں ہوئی ہے۔(تھذیب جدید ج۹ ص ۲۱۴، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۹۲)

(۴۲) مصنف ابن ابی شیبة

یہ مشہور مصنّف یکتائے زمانہ حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراھیم بن عثمان العبسی الکوفی کی بہترین تصنیف ہے۔آپؒ کے اساتذہ ومشائخ میں ابوالاحوص اور عبداللہ بن ادریس، ابن المبارک، شریک، ھشیم، ابوبکر بن عیاش، امام وکیع، ابن عیینہ، معتمر بن سلیمان وغیرھم ائمہ عظام ہیں۔ اور آپؒ کے تلامذہ میں امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، بقی بن مخلد، احمد بن حنبل، ابراھیم الحربی، ابوزرعہ، ابوحاتم جیسے مشہور حضرات ہیں۔بہت سے ائمہ کرام (امام عجلی، ابوحاتم، ابوزرعہ رازی، ابن خراش) نے آپؒ کے ثقہ اور حافظ ہونے کی توثیق کی ہے۔عمرو بن علی الفلاسؒ فرماتے ہیں کہ مارأیت احداً احفظ من ابن ابی شیبة قدم علینا مع علی المدینی فسرد للشیبانی اربعة مائة حدیث حفظاً وقام (میں نے ابوبکر بن ابی شیبہؒ سے زیادہ حافظ حدیث نہیں دیکھا۔آپؒ علی المدینی کے ہمراہ ہمارے پاس تشریف لائے تو امام شیبانی کو چار سو احادیث یاداشت سے زبانی سنائے اور اٹھ کر چلے گئے)

آپؒ سے امام بخاریؒ نے تیس (۳۰) احادیث اور امام مسلم نے ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) احادیث روایت کی ہیں (تھذیب ج۶ ص۳) آپؒ بڑی عالیشان تصنیفات (المصنف، المسند، التفسیر) کے مؤلف اور جامع ہیں، امام ابوزرعہؒ کا قول ہے کہ میں نے آپؒ سے زیادہ (احادیث) کا حافظ نہیں دیکھا۔صاحب الشذرات نے امام ناصر الدین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کان

ثقة عليم النظير وخرج له الشيخان (شذرات الذهب ج۲ ص۸۵)
(ابوبکر بن ابی شیبہ بے نظیر ثقہ (معتمد) تھے امام بخاری اور مسلمؒ نے آپؒ سے احادیث کی تخریج وروایت کی ہے۔

اسی طرح صاحب کشف الظنون نے ذکر کیا ہے کہ وھو کتاب کبیر جدا جمع فیه فتاوی التابعین واقوال الصحابة واحادیث الرسول ﷺ علی طریقة المحدثین بالاسانید مرتبا علی الکتب والابواب علی ترتیب الفقه (کشف الظنون ج۲ ص ۴۵۱)

(یہ مصنف ایک بڑی عالیشان کتاب ہے۔امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اس کو فقہی ترتیب پر کتب اور ابواب کے عنوان دے کر مرتب کیا اور پھر اس میں محدثین کے طریقہ پر اسانید کے ساتھ حضور ﷺ کے احادیث صحابہ کرامؓ کے اقوال اور تابعین کے فتاویٰ اس میں جمع کردیے۔

علامہ کتانیؒ نے کشف الظنون کی سابقہ عبارت پر بطور وضاحت یہ زیادہ کردیا کہ وھو فی مجلدین ضخمین (کہ مصنف ابن ابی شیبہ دو ضخیم جلدوں میں ہے) (رسالہ المستطرفہ ص۳۶)

اسی طرح علامہ کوثری ''النکت الطریفة'' ص۳ میں لکھتے ہیں کہ

وکتابه المصنف اجمع کتاب الف فی احادیث الاحکام رتبه علی ابواب الفقه وسرد فی کل باب منه ماورد من مرفوع موصول وموصل مقطوع وموقوف وقول تابعی واقوال سائر اهل العلم فی المسألة التی یعالجها فیسهل بذلک علی القاری ان یحکم علی تلک المسألة انها اجماعیة او خلافیة (ابوبکر بن ابی شیبہ کی یہ مصنّف احادیث احکام میں تالیف شدہ تمام کتب سے جامع ہے اس کو آپؒ نے ابواب فقہ پر مرتب کیا ہے پھر اس کے ہر باب مین جو کچھ وارد ہوا اس کو بیان کردیا چاہے وہ احادیث ازقبیل مرفوعہ موصولہ کے ہیں یا پھر مرسل یا مقطوع وموقوف یا اقوال تابعین اور دیگر علماء کے اقوال بھی جو اس مسئلہ سے متعلق ہوں تو اس سے ہر قاری کے لئے یہ آسان کردیا کہ وہ کسی مسئلہ کے متعلق یہ حکم کردے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے یا اختلافی)

احقر الانام کہتا ہے کہ یہ پندرہ اجزاء میں ہے اور اس کا چوتھا جزء ملتان میں چھپ چکا ہے۔ لیکن اس مطبوعہ نسخے میں عجیب وغریب طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ اس کے شروع میں یہ ذکر کردیتے

ہیں کہ الکتاب الفلاں پھراس میں احادیث نقل کردیتے ہیں اور پھراس کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں کہ یہ کتاب ختم ہوئی اوراس کے ساتھ ہی فلاں کتاب لاحق ہے لیکن اس دوسری کتاب کے عنوان ایسے انداز میں لکھتے ہیں کہ یہ خیال ہونے لگ جاتا ہے کہ یہ مصنف ؒ کی کوئی مستقل کتاب ہے۔اور اس جزءرابع کے شروع میں "کتاب الزکوۃ باب ماجاء فی الحث علی الصدقة وامرها" کاذکر ہے۔ پھرسند متصل کے ساتھ حضرت جریرؓ سے نقل کیاہے کہ

خطبنا رسول الله ﷺ فحثنا على الصدقة فابطئوا حتى رؤى فى وجهه الغضب ثم ان رجلا من الانصار جاء بصرة فاعطاها فتابع الناس حتى رؤى فى وجهه السرور فقال رسول الله ﷺ من سنّ سنة حسنة كان له اجرها ومثل اجر من عمل بها من غير ان ينتقص من اجورهم شيئاًومن سن سنة سئية كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من غير ان ينتقص من اوزارهم شيئاً الخ (حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے خطبہ میں ہمیں صدقہ کی ترغیب دی۔صحابہؓ سے عمل کرنے میں کچھ تاخیر ہوئی تو حضور ؐ کے چہرہ مبارک میں ناراضگی کے آثار دیکھے گئے پھر ایک انصاری نے ایک تھیلی لاکر آپ ؐ کودی پھرتو اس کے بعد سب لوگ مسلسل (اپنی وسعت کے مطابق) مال لاتے رہے تا آنکہ حضور اقدس ﷺ کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں دیکھے گئے تو آپ ؐ نے فرمایا کہ جوکوئی بھی اچھا طریقہ رائج کرے تو اس شخص کو اس کا اجر بھی اور جتنے لوگوں نے اس پر عمل کیا ان کے اجور کے مثل بھی اس شخص (رائج کرنے والے) کو (بغیر ان کے اجور سے کمی کیے) دیا جائے گا۔اور جس نے ایک برا طریقہ ایجاد کیا تو اس شخص پر اس کا گناہ اور جوکوئی بھی اس برے طریقہ پر عمل کریں گے۔ان کے گناہ میں بھی یہ شخص شریک ہوگا ان کی سزاوگناہ سے کمی کیے بغیر (معاذ اللہ)

اور ترجمہ بستان المحدثین ص۸۱ میں ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے جزء اول کے شروع میں ہے کتاب الطهارة باب مايقول الرجل اذا دخل الخلاء قال حدثنا هشيم بن بشير عن عبدالعزيز بن ابى صهيب عن انس بن مالک قال كان رسول الله ﷺ اذا دخل الخلاء قال اعوذبالله من الخبث والخبائث۔

(مصنف ؒ سند متصل کے ساتھ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ؐ نے فرمایا کہ جب حضور ﷺ بیت الخلاء جاتے تو یہ دعا پڑھتے (اللهم انى اعوذبک من الخبث والخبائث)

اب چند سال ہوئے کہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی نے اس کو مکمل سولہ جلدوں میں طبع کرادیا ہے۔اس کے ناشر جلد اول کے شروع میں لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ کتاب علماء میں نادر الوجود تھی اور ہماری معلومات کے مطابق بعض جلدوں کے علاوہ مکمل کہیں بھی زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی اور اب قریبی زمانہ میں ہندوستان سے پندرہ جلدوں میں طبع ہوکر شائع ہوئی لیکن وہ بھی ناقص تھی کیونکہ سینکڑوں باب (مثلاً الایمان والنذور اور اکثر ابواب حج کے اس میں نہیں ہیں اور ان کی تحصیل بھی بڑی مشکل تھی تو ہم نے کوشش کرکے وہ چارسونوے (۴۹۰) ابواب جو ہندوستانی طباعت میں موجود نہ تھے ہم نے مکتبہ علمیہ پیر جھنڈا (سندھ) سے نقل کرکے بطور اضافہ کے شامل کیے اور اب یہ مصنف سولہ جلدوں میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔والحمدللہ

(۴۳) الاجزاء الجعديات

یہ "الاجزاء الجعدیات حافظ ابوالحسن علی بن الجعد بن عبید الجوھر البغدادی کی تصنیف ہے،آپ ؒ نے حریز بن عثمان،شعبہ،ثوری،مالک،ابن ابی ذئب،ابواسحٰق فزاری وغیرھم سے روایت کی ہے اور آپ ؒ سے امام بخاریؒ،ابوداؤد،احمد،یحییٰ بن معین،ابوبکر بن ابی شیبہ،ابوزرعہ،ابوحاتم اور موسیٰ بن ہارون وغیرھم جیسے ائمہ کرام نے احادیث کی روایت کی ہے۔آپ ؒ محدث بغداد تھے۔امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی کہ آپ ؒ نے ساٹھ سال ایسے گزارے کہ ایک دن روزہ رکھتے اور دوسرے دن افطار یعنی روزہ نہیں رکھتے تھے۔

ابن ناصر الدینؒ فرماتے ہیں کہ وہ بغداد کے امام اور اسناد میں بڑے عالی تھے آپ ثقہ اور عجیب حافظہ کے مالک تھے۔موسیٰ بن داؤد نقل کرتے ہیں کہ میں نے علی بن الجعد سے زیادہ حافظہ والا نہیں دیکھا ہم ابن ابی ذئب کے پاس تھے تو ابن ابی ذئب نے بیس احادیث املاء کرائیں ۔آپ ؒ نے محفوظ کرکے ہمیں املاء کرادیں۔اس کے علاوہ بہت سے ائمہ کرام (ابوزرعہ،صالح بن محمد،ابن قانع،مطین) نے آپ کو ثقہ اور صدوق قرار دیا ہے۔امام بخاریؒ نے آپ ؒ سے تیرہ (۱۳) احادیث روایت

کی ہیں (تهذیب ج۷ ص ۲۹۰، شذرات الذهب ج۲ ص۶۸)

علامہ کتانی ؒ نے اپنے رسالہ مستطرفہ ص ۷۷ میں یہ ذکر کیا ہے کہ "الاجزاء الجعدیات بارہ اجزاء پر مشتمل ہے اور اس میں ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بغوی نے وہ روایات جمع کردی ہیں جو کہ شیخ بغداد ابوالحسن علی بن جعد نے اپنے مشائخ سے روایت کی ہیں نیز ان کے تراجم کا بھی ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ آپؒ کی ولادت ۱۳۱ھ وفات ۲۳۰ھ میں ہوئی۔

(۴۴) مسند ابی جعفر المسندی

یہ مسند حافظ ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن جعفر بن الیمان الجعفی البخاری المعروف بالمسندی کی ہے۔ آپؒ مسندی کے ساتھ اسلئے مشہور تھے کہ آپ مسندات کی طلب وتلاش میں رہتے اور مرسلات سے اعراض کرکے ان کو چھوڑ دیتے۔

آپؒ کے اساتذہ ومشائخ، ابن عیینہ، عبدالرزاق، اسحٰق الازرق، ابن مھدی، معتمر بن سلیمان یحیٰی بن آدم وغیرھم جیسے ائمہ کرام ہیں اور آپ کے تلامذہ میں امام بخاری، ابوزرعہ، ابوحاتم، محمد بن نصر المروزی وعبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی وغیرھم جیسے ائمہ کرام ہیں۔ آپؒ سے امام بخاریؒ نے چوالیس (۴۴) روایتیں کی ہیں۔ امام حاکم فرماتے ہیں کہ اس کو مسندی اس لئے کہتے ہیں کہ ماوراء النھر کے علاقہ میں سب سے پہلے آپ نے مسند صحابہؓ جمع فرمایا۔ آپؒ اپنے زمانہ کے مسلّم امام حدیث تھے۔ بہت سے ائمہ (ابوحاتم، ابن حبان، خلیلی وغیرھم) نے آپ کو متفق علیہ ثقہ بتلایا ہے۔

قال البخاری قال لی الحسن بن شجاع من این یفوتک الحدیث وقد وقعت علی هذا الکنز یعنی المسندی (امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حسن بن شجاع نے کہا کہ تجھ سے کیسے احادیث (جمع کرنا) رہ جاتا حالانکہ آپ اس خزانے میں (یعنی مسندی) داخل ہوئے۔

(تذکرة الحفاظ ج۲ ص ۷۰. تهذیب ج۶ ص ۱۰، شذرات ج۲ ص۶۷، الرسالة ص ۵۳)

(۴۵) کتاب الفتن والملاحم

یہ کتاب ابوعبداللہ نعیم بن حماد المروزی الخزاعی الاعور المتوفی ۲۲۸ھ کی ہے۔ آپ نے امام ھشیم بن بشیر،

بن عیاش، ابن عیینہ، ابن المبارک، فضیل بن عیاض، ابوداؤد الطیالسی، معتمر بن سلیمان جیسے ائمہ سے روایت کی ہے اور آپؒ سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی، ابراھیم بن یعقوب جوزجانی، ابوالاحوص، یحیٰی بن معین، ابوحاتم رازی روایت کرتے ہیں۔ خطیب کہتے ہیں کہ آپ ان محدثین میں سے ہیں جس نے سب سے پہلے مسند جمع کیا ہے بعض ائمہ کرام سے آپ کی توثیق منقول ہے اور اکثر ائمہ نے آپ کی تضعیف کی ہے۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ راوی نہیں ہے۔ امام ابوالفتح ازدی فرماتے ہیں کہ اس کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ وہ سنت کی تقویت میں احادیث گھڑا کرتے تھے اور امام ابوحنیفہؒ کے عیوب کے سلسلہ میں جھوٹی حکایات بنایا کرتے جو سب جھوٹ اور افتراء کا پلندہ ہوا کرتیں

علامہ ابن حجرؒ یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ قال العباس بن مصعب جمع کتبا علی محمد بن الحسن وشیخه وکتبا فی الرد علی الجهمیة (عباس بن مصعب فرماتے کہ نعیم بن حماد نے کئی کتابیں محمد بن الحسن اور اس کے استاذ (امام ابوحنیفہ) کی تردید اور کئی کتابیں فرقہ جھمیہ کی تردید میں جمع کی تھیں) (تهذیب التهذیب ج۱۰ ص ۴۰۹، شذرات الذهب ج۲ ص ۶۶، الرسالة المستطرفة ص ۴۳)

(۴۶) مسند اسحق بن راهویه

یہ مسند مشرق کے مشہور عالم حافظ ابویعقوب اسحٰق بن ابراھیم بن مخلد الحنظلی المروزی ثم النیساپوری کا ہے۔ آپ کے مشائخ میں ابن عیینہ، ابن علیہ، بشر بن المفضل، حفص بن غیاث، معتمر بن سلیمان، ابن المبارک، عبدالرزاق، غندر وغیرھم ہیں اور آپؒ سے روایت کرنے والے ابن ماجہ کے علاوہ اصحاب کتب خمسہ، بقیہ بن الولید، یحیٰی بن آدم (یہ دو آپ کے مشائخ بھی ہیں) احمد بن حنبل، اسحٰق الکوسج وغیرھم جیسے ائمہ کرام ہیں۔

آپ صاحب تصانیف ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ آپ کے متعلق فرماتے ہیں۔ لا اعلم بالعراق له نظیرا (کہ عراق میں اس کے مثل (ہم پایہ) عالم مجھے معلوم نہیں۔ امام احمدؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب آپؒ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ اسحق عندنا امام من ائمة المسلمین (کہ اسحٰق بن

راھویہ ہمارے نزدیک مسلمانوں کے بڑے امام ہیں) آپؒ کے متعلق یہ روایت مشہور ہے کہ اسحٰق بن راھویہ ستر ہزار (۷۰۰۰۰) احادیث کے حافظ ہیں۔ آپؒ نے "مسند" اور "کتاب التفسیر" کی املاء حفظ ویاداشت سے تلامذہ کو کرائی، آپ جب کبھی احادیث بیان کرتے تو اپنی یاداشت سے لکھوایا کرتے۔ آپ انتہائی قوت حافظہ کے مالک تھے۔ علامہ ابن خزیمہؒ فرماتے ہیں۔

والله لو كان فى التابعين لاقروا له بحفظه وعلمه وفقهه (کہ اگر اسحٰق بن راھویہ تابعین میں ہوتے تو وہ بھی اس کے علم وفقہ اور حفظ ویاداشت کا اقرار کرتے)

ابراھیم بن ابی طالبؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ نے ایک بار تو پورے مسند کی املاء اپنی یاداشت سے کرائی اور دوسری بار اس کو حفظاً پڑھا۔

اسی طرح ابوداؤد الخفافؒ فرماتے ہیں کہ سمعت اسحق يقول لكأنى انظر الى مائة الف حديث فى كتبى وثلاثين الفا اسردها وقال املىٰ علينا اسحق احد عشر الف حديث من حفظه ثم قرأها علينا فما زاد حرفا ولا نقص حرفا (تهذيب ج ۱ ص ۱۹۱)

(میں نے اسحٰق بن راھویہ سے سنا ہے وہ فرماتے کہ میری کتابوں میں جو لاکھ حدیثیں ہیں میں ان کو (گویا) دیکھ رہا ہوں اور تیس ہزار بطور سرد سنا رہا ہوں اور ابوداؤد خفاف نے کہا کہ آپؒ نے گیارہ ہزار احادیث کی املاء حفظاً کرائی پھر ان کو جب ہمارے سامنے پڑھا تو کسی ایک حرف کی کمی وبیشی بھی اس میں نہ ہوئی) آپ کا مسند چھ جلدوں پر مشتمل ہے آپ کی ولادت ۱۶۱ھ اور وفات ۲۳۸ھ میں ہوئی۔

(تهذيب ج ۱ ص ۱۹۰، الرسالة المستطرفة ص ۵۵، شذرات ج ۲ ص ۸۹)

(۴۷) مسند ابى الحسن بن ابى شيبة

یہ مسند حافظ عثمان بن محمد بن ابراھیم بن عثمان بن خوستی العبسی ابوالحسن بن ابی شیبہؒ کا ہے۔ آپ صاحب مسند اور تفسیر ہیں۔ آپؒ امام ھشیم، حمید بن عبدالرحمٰن الرواسی۔ عبدة بن سلیمان، ابوحفص، علی بن مسھر، وکیع وغیرھم سے روایت کرتے ہیں اور آپؒ سے امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن سعد، ابوزرعہ، ابوحاتم، الذھلی، ابن ابی الدنیا، جعفر الفریابی وغیرھم روایت کرتے ہیں۔

آپ کی بہت سے ائمہ نے توثیق کی ہے اور آپ کی مجلس میں بعض اوقات تیس ہزار افراد تک حاضر ہوا کرتے آپ سے امام بخاریؒ نے ترپن (۵۳) احادیث اور امام مسلمؒ نے ایک سو پینتیس (۱۳۵) احادیث روایت کی ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۵۶ھ اور وفات ۲۳۹ھ میں ہوئی۔

(تهذيب ص ۱۳۵، شذرات ج ۲ ص ۹۲، الرسالة المستطرفة ص ۵۶)

(۴۸) كتاب الزهد لابن حنبل

یہ کتاب الزھد اپنے مذھب کے مشہور امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی البغدادی کی تصنیف ہے۔ آپؒ کے مختصر حالات کچھ اس سے پہلے بھی گزر چکے ہیں۔

آپ کے مشائخ میں سے بشر بن المفضل، اسماعیل بن علیہ، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان، ابوداؤد الطیالسی، عبدالرزاق، امام شافعی، معتمر بن سلیمان وغیرھم مشہور ائمہ کرام ہیں۔ اور آپ کے تلامیذ مشہورہ میں سے امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن مھدی، شافعی، وکیع، یحییٰ بن آدم، عبدالرزاق، یزید بن ھارون (ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حضرات آپ کے شیوخ بھی ہیں) قتیبہ، یحییٰ بن معین، علی المدینی، بقی بن مخلد، حنبل ابن اسحٰق وغیرھم جیسے حضرات روایت کرتے ہیں۔

آپؒ کے بیٹے عبداللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے والد محترم نے یہ بھی کہا تھا۔ حججت خمس حجج منها ثلاث حجج راجلاً انفقت فى احدى هذه الحجج ثلاثين درهما (کہ میں نے کل پانچ حج کیے ہیں جن میں سے تین حج پیدل کیے اور ان تین میں کسی ایک حج پر میرا خرچہ صرف تیس درھم ہوا تھا)

امام موصوفؒ نے جیسے کہ حج کے لئے کئی اسفار کیے۔ اسی طرح اپنے مولد بغداد میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علوم میں ترقی اور مختلف مشائخ سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے مختلف ممالک اور شہروں کے سفر بھی کیے۔ امام ابوزرعہ رازیؒ فرماتے ہیں۔

كان احمد يحفظ الف الف حديث (کہ امام احمدؒ کو دس لاکھ احادیث یاد تھیں) ابن ماکولاؒ نے فرمایا كان اعلم الناس بمذاهب الصحابة والتابعين (کہ آپ صحابہؓ اور تابعین کے مذاہب کے سب سے بڑے عالم تھے)

بہت سے ائمہ کرام نے آپؒ کو ثقہ، صدوق، ثبت کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ ابن حبانؒ نے "ثقات" میں کہا ہے کہ آپ حافظ، متقن، فقیہ، زہد، تقویٰ، ورع اور دائمی عبادت پر مواظبت کرنے والے تھے۔

مسئلہ خلق القرآن (کہ قرآن کلام اللہ ہے مخلوق نہیں) پر استقامت کے ساتھ بڑی سے بڑی تکالیف برداشت کیں اور اپنے آپ کو اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ ایک بڑی آزمائش اور فتنہ (تکفیر) سے بچالیا، انتہائی عبادت گزار تھے۔ آپ کے فرزند حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد شب و روز میں تین سو رکعت نفل نماز پڑھتے تھے۔ آپ کی ولادت ربیع الاول ۱۶۴ھ اور وفات جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ میں ہوئی ہے۔

امام ابوالحسن بن زاغونیؒ فرماتے ہیں۔ کشف قبر احمد حین دفن الشریف ابوجعفر بن ابی موسی الی جانبہ فوجد کفنہ صحیحاً لم یبل وجبنہ لم یتغیر وذلک بعد موتہ بمائتین وثلاثین سنۃ (امام احمدؒ کی قبر اس وقت جبکہ شریف ابوجعفر بن ابی موسیٰ کو اس کے پہلو میں دفن کیا گیا کھل گئی تو اس کا کفن بھی بالکل صحیح سالم خشک پایا گیا اور اس کے پہلو (جس پر وہ دفن کیے گئے تھے) میں بھی کسی قسم کا تغیر اور تبدیلی نہیں آئی تھیں حالانکہ یہ واقعہ (یعنی اس کی قبر کا کھل جانا) آپؒ کی وفات سے دو سو تیس سال بعد کا ہے)۔ (تھذیب التھذیب از ص ۶۲ تا ۶۵ سے ماخوذ)

کتاب الزہد کے متعلق آراء

کتاب الزہد کے مصحح علامہ عبدالرحمٰن بن القاسم اس کے مقدمہ ص ۲ میں لکھتے ہیں کہ کافی عرصہ سے بہت سے عقول و نفوس اس بات کی خواہش اور تمنا کر رہے تھے اور بہت سی زبانوں پر یہ گفتگو جاری تھی کہ امام احمدؒ کی "کتاب الزہد" (جو زہد، رقاق اور تقویٰ کے احادیث میں عظیم الشان تصنیف ہے) کاش کہ وہ زیور طبع سے آراستہ ہو جاتی۔

تا آنکہ جب بعض حضرات نے بڑی جدوجہد کر کے کتاب الزہد ابن حنبل کی نشر و اشاعت کر کے اس کو ظاہری، باطنی خوبیوں کے ساتھ منظر عام پر لائے تو سب لوگوں کو چاہیے کہ اب اس کے ساتھ

آنکھیں ٹھنڈی کی جائیں اور اس کتاب کے ذریعہ زہد و تقویٰ کے باغوں میں طلباء استفادہ کریں اور اس کے ثمرات (میوہ جات) سے ہدایت یافتہ لوگ فیضیاب ہوں اور اس کے علمی چشمہ سے زاھدین سیرابی حاصل کریں۔ یہ کتاب لامحالہ منجمد ہمتوں کو ابھارنے والی ہے اور فطری طور پر عام طبائع کو ان اعمال و اقوال پر تیزی سے عمل پیرا ہونے کی رغبت دلاتی ہے اور اس میں یہ تاثیر کیونکر نہ ہوگی جبکہ امام احمدؒ نے اس میں انبیاء، مرسلین، صحابہؓ، تابعینؒ کے زہد کو یکجا کر دیا ہے۔

نیز جب علامہ شیخ الاسلام حافظ احمد بن تیمیہؒ کے سامنے امام احمدؒ کی کتاب الزہد کا تذکرہ ہوا تو آپؒ نے فرمایا۔ واجود ما صنف فیہ کتاب الزھد للامام احمد (زہد و رقاق کے سلسلہ تصنیفات میں بہترین تصنیف امام احمدؒ کی کتاب الزہد ہے) اور جب امام ابن تیمیہؒ سے "کتاب الحلیۃ" کے متعلق پوچھا گیا تو آپؒ نے فرمایا کہ زھاد (زاہد لوگوں) کے اخبار میں مصنفہ کتب میں سے "کتاب حلیہ" بہت جید ہے اور اس میں نقل شدہ احادیث و آثار بہ نسبت "رسالہ قشیریہ"، "مصنفات سلمی" اور "مناقب الابرار" وغیرہ کے بہت زیادہ صحیح ہیں۔ لیکن اس کے باوجود امام احمدؒ کی کتاب الزھد (زاھدین کے اخبار نقل کرنے میں) حلیہ سے بھی زیادہ صحیح ہے۔ اسی طرح کتاب "صفوۃ الصفوۃ" میں ذکر ہے کہ کتاب الحلیہ وغیرہ میں اکثر احادیث و آثار تو صحیح ہیں لیکن ان میں کچھ احادیث و حکایات باطلہ بھی ہیں۔ لیکن امام احمدؒ کی کتاب الزھد میں کسی قسم کی احادیث و حکایات موضوعہ نہیں ہیں اس لئے کہ آپؒ اپنی تصنیفات میں راوی معروف بالوضع سے روایت ہی نہیں کرتے۔ ہاں اس میں ناقل کے سوء حفظ کی وجہ سے احادیث ضعیفہ واقع ہوئی ہیں الخ (مقدمہ کتاب الزھد ص ۲)

احقر الانام کہتا ہے کہ کتاب الزھد ایسی احادیث نفیسہ پر مشتمل ہے جن سے نفوس میں سکون، انبساط اور دلوں میں سرور اور خوشی پیدا ہوتی ہے۔

اس کی پہلی حدیث بسند متصل حضرت ابوھریرہؓ سے منقول ہے کہ آپ فرماتے ہیں من غدا الی المسجد اوراح اعداللہ عزوجل لہ فی الجنۃ نزلاً کلما غدا اوراح (جو شخص (اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے) صبح یا شام کے وقت مسجد کو آیا۔ اللہ تعالیٰ جنت میں صبح و شام اس کی مہمانی فرماویں گے)

اوراس کے آخر میں ابوعثمان نہدیؒ سے روایت ہے کہ قال قال رسول اللہ ﷺ اهل المعروف فی الدنيا هم اهل المعروف فی الآخرة وان اهل المنكر فی الدنيا هم اهل المنكر فی الآخرة. (دنیا میں اہل معروف (نیکی کرنے والے لوگ) ہی آخرت میں اہل معروف (نیکی کا بدلہ پانے والے) ہوں گے اور دنیا میں اہل منکر (برائی کرنے والے) ہی آخرت میں اہل منکر (برائی کی سزا پانے والے) ہوں گے۔

(۴۹) سنن الخلال

یہ سنن حافظ ابومحمد الحسن بن علی بن محمد الحلوانی الخلال کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے عبداللہ بن عمیر، ابی اسامہ، یحییٰ بن آدم، یزید بن ھارون، بشر بن عمر الزہرانی وغیرھم جیسے ائمہ کرام سے روایت کی ہے اور آپؒ سے امام نسائی کے علاوہ باقی اصحاب صحاح ستہ اور ابراھیم الحربی، جعفر الطیالسی، محمد بن اسحٰق السراج، مطین وغیرھم ائمہ روایت کرتے ہیں۔ ابومحمد الخلال بہت ثقہ اور صاحب تصنیف ہیں آپ محدث مکہ تھے۔ بہت سے ائمہ کرام (یعقوب بن شیبہ، ابن حبان، خطیب، نسائی) نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔

ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ اسماء الرجال کے بڑے عالم تھے لیکن اس کے باوجود تنقید نہیں کیا کرتے۔ امام خلیلیؒ فرماتے ہیں کہ آپ دیانت، امانت، اخلاق حسنہ وغیرہ میں امام احمدؒ کے مشابہ تھے۔ امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ نے ایک بہترین کتاب سنن میں تصنیف فرمائی ہے۔ آپ کی وفات ۲۴۲ھ میں ہوئی ہے۔

(تهذيب قديم ج ۲ ص ۳۰۳، شذرات الذهب ج۲ ص ۱۰۰، الرسالة ص ۳۲)

(۵۰) كتاب الزهد لابی سری

یہ کتاب امام حافظ ابوالسری ھناد بن سری بن ابی بکر بن شبر بن صعفوق بن عمرو بن زرارہ بن عدس بن زائدہ بن عبداللہ بن دارم التمیمی الدارمی الزاہد کی تصنیف ہے۔

آپؒ نے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد، ھشیم، ابوبکر بن عیاش، ابوالاحوص، عبداللہ بن المبارک، فضیل بن

عیاض، وکیع، ابن عیینہ وغیرھم مشائخ سے روایت کی ہے اور آپؒ سے امام بخاری کے علاوہ اصحاب ستہ نے روایت کی اور امام بخاریؒ نے بھی خلق افعال العباد میں آپؒ سے روایت کی ہے۔ نیز ابوحاتم، ابوزرعہ، بقی بن مخلد، ابن الدنیا وغیرھم آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ آپؒ زاھد کے لقب سے مشہور تھے اور آپ کی کتاب الزھد ایک عظیم الشان کتاب ہے

ابوحاتمؒ، امام نسائی وغیرہ نے آپ کو ثقہ، صدوق قرار دیا ہے۔ امام قتیبہؒ فرماتے ہیں ما رايت وكيعاً يعظم احداً تعظيمه لهناد (کہ میں نے امام وکیعؒ کو جتنی تعظیم ھناد کی کرتے دیکھا ہے کسی دوسرے کی اتنی تعظیم کرتے نہیں دیکھا) آپؒ کی پیدائش ۱۵۲ھ اور وفات ۲۴۳ھ میں ہوئی (تهذيب ج ۱۱ ص ۲۲، شذرات ج۲ ص ۱۰۴، الرسالة المستطرفة ص ۴۴)

(۵۱) مسند الدراوردی

یہ مسند ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن ابی عمر العدنی الدراوردی نزیل مکہ کا مرتب کردہ ہے آپؒ نے امام ابن عیینہ، فضیل بن عیاض، عبدالوہاب الثقفی، عبدالرزاق، یزید بن ھارون اور بشر بن سری وغیرھم جیسے ائمہ کرام سے روایت کی ہے اور آپؒ سے امام مسلم، امام ترمذی، ابن ماجہ، ھلال بن العلاء، ابوحاتم، ابوزرعہ رازی، ابوزرعہ دمشقی، بقی بن مخلد وغیرھم جیسے جلیل القدر ائمہ روایت کرتے ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابوعمر آپ کے باپ یحییٰ کی کنیت ہے، ابوعبداللہ الدراوردی بڑے نیک، صالح اور پسندیدہ شخصیت تھے اس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ آپؒ نے (۷۷) حج کیے اور عمرے تو ساری عمر کرتے رہے۔ یہ مسند آپؒ نے مکہ شریف میں تصنیف کیا ہے۔

اور "زھرہ" میں ہے کہ امام مسلمؒ نے آپؒ سے دوسو سولہ (۲۱۶) احادیث روایت کی ہیں ۲۷ ذی الحجہ ۲۴۳ھ میں فوت ہوئے۔ (تهذيب ج۹ ص ۴۵۷، شذرات ج۲ ص ۱۰۴، الرسالة ص ۵۶)

(۵۲) مسند احمد بن منيع

یہ مسند امام کبیر حافظ ابوجعفر احمد بن منیع بن عبدالرحمٰن البغوی الاصمؒ کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے امام ابن

عیینہ، ابن علیہ، ھشیم، ابوبکر بن عیاش، ابن ابی حازم وغیرھم جیسے مشائخ سے روایت کی ہے۔ اور آپؒ سے اصحاب صحاح ستہ (البتہ امام بخاریؒ نے بواسطہ دوسرے راوی کے) اور ابن خزیمہ، اسحٰق بن ابراھیم وغیرھم نے روایت کی ہے۔ آپ بڑے ثقہ راویوں میں سے تھے۔ اور ابوالقاسم بغوی کے نانا ہیں۔

ابوالقاسم بغویؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے نانا کے متعلق یہ بتلایا گیا کہ وہ فرمایا کرتے کہ میرا چالیس سال سے یہ معمول ہے کہ تین دن میں ختم قرآن مجید کرتا رہتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ میرے دادا ابدال میں سے تھے۔ ہم نے جب اس کا ترکہ کتب کے علاوہ فروخت کیا تو وہ کل چوبیس درھم میں فروخت ہوا۔ آپؒ کی وفات ۲۴۴ھ میں ہوئی۔ (تھذیب ج ۱ ص ۲۷، شذرات ج ۲ ص ۱۰۵، الرسالة ص ۵۶)

(۵۳) مسند محمد بن مسلم

یہ مسند ابوالحسن محمد بن اسلم بن سالم بن یزید الکندی الطوسی کی تصنیف ہے آپؒ نے اس کے علاوہ "الاربعین" بھی لکھی ہے، آپؒ بڑے عالم، حافظ اور ثقات اولیاء وزھاد میں سے تھے یہ اپنے وقت میں عبداللہ بن المبارک کے علم وعمل میں مشابہ تھے۔ آپؒ نے علم کی تحصیل کے لئے بہت اسفار کیے اور بڑے بڑے ائمہ کرام سے روایات نقل کی ہیں۔ آپؒ کے تلامذہ میں سے امام ابن خزیمہ جیسے ائمہ کرام ہیں، وہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے اس جیسا شخص نہیں دیکھا آپ کو ابدال میں سے شمار کیا جاتا ہے جب آپؒ فوت ہوئے تو آپ کی نماز جنازہ میں ۱۰ لاکھ افراد نے شرکت کی۔ ۲۴۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (شذرات ص ۱۰۰، الرسالة ص ۵۴)

(۵۴) کتاب الایمان لعبد الرحمن رُستہ

یہ کتاب ابوالحسن عبدالرحمٰن بن عمر بن یزید بن کثیر الزھری الاصبھانی الازرق المعروف برستہ کی تصنیف ہے۔ آپؒ ابوھدبہ، ابن عیینہ، ابوداؤد الطیالسی، یحییٰ القطان، ابن ابی عدی، ابن مھدی وغیرھم ائمہ کرام سے روایت کرتے ہیں اور آپؒ سے ابوزرعہ، ابوحاتم، ابن وارہ، عباس بن الفضل، محمد بن یحییٰ

بن مندہ الاصبھانی نقلِ روایت کرتے ہیں، ابوالشیخؒ فرماتے ہیں کہ یہ کہا جاتا ہے کہ ابوالحسن عبدالرحمٰن کے پاس شیخ ابن مھدی کی تیس ہزار (۳۰۰۰۰) احادیث مرویہ موجود تھیں اور دوسرے احادیث مرویہ جن کی روایت کرنے میں وہ منفرد تھے وہ بھی اور غرائب الحدیث کثرت سے تھے۔ آپؒ شیخ ابن مھدی کی مجلس میں کثرت سے موجود ہوتے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ ماذھبت الی ابن مھدی الاوجدته عنده (کہ میں جب کبھی ابن مھدی کی مجلس میں گیا تو ابوالحسن عبدالرحمٰن کو اس کے پاس موجود پایا) ابن حبانؒ اور ابوحاتم رازیؒ جیسے ائمہ کرام نے آپؒ کو ثقہ، صدوق کہا ہے۔ آپ کی وفات ۲۴۶ھ میں ہوئی۔ (تھذیب ج ۶ ص ۲۳۴، الرسالة المستطرفة ص ۳۹)

(۵۵) مسند الجوھری

یہ مسند حافظ ابواسحٰق ابراھیم بن سعید الجوھری الطبری البغدادی کی تصنیف ہے۔ آپؒ کے مشائخ میں ابواسامہ، ابن عیینہ، اسود بن عامر، عبدالوھاب ثقفی جیسے ائمہ کرام ہیں اور آپؒ سے امام بخاریؒ کے علاوہ صحاح خمسہ کے اصحاب، ابوحاتم، موسیٰ بن ھارون، ابن صاعد وغیرھم روایت کرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ سے جب آپؒ کے متعلق پوچھا گیا تو آپؒ نے فرمایا کہ ابراھیم الجوھری کثیر الکتاب تھے۔ یعنی آپ نے کثرت سے احادیث لکھیں۔ ابواسحٰق ابراھیم خود فرماتے ہیں۔ کل حدیث لایکون عندی من مائة وجه فانا فيه يتيم (کہ اگر میرے پاس کوئی حدیث سو طریقوں سے نہ پہنچی ہو تو میں اس میں یتیم ہوں)۔ علامہ خطیبؒ فرماتے ہیں کہ آپ بڑے ثقہ، کثیر الحدیث اور ثبت تھے اور آپؒ نے مسند بھی تصنیف کیا، مسند ابوبکر صدیق کی تخریج بیس (۲۰) سے زائد اجزاء میں کی ہے۔ امام دارقطنیؒ خلیلیؒ، ابن حبانؒ وغیرھم نے آپ کی توثیق کی ہے۔ آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے ۲۴۴ھ، ۲۴۷ھ، ۲۴۹ھ اور ۲۵۳ھ و ۲۵۶ھ کے اقوال کا تذکرہ آتا ہے۔

(تھذیب ج ۱ ص ۱۲۴، شذرات ج ۲ ص ۱۱۳، کشف الظنون ج ۲ ص ۴۳۴، الرسالة ص ۵۴)

(۵۶) کتاب الاموال

یہ کتاب حافظ ابواحمد حمید بن مخلد بن قتیبہ بن عبداللہ الازدی المعروف بابن زنجویہ کی مرتب کردہ ہے۔

آپؒ نے نضر بن شمیل، یزید بن ھارون، ابو عاصم، سعید بن ابی مریم، علی بن المدینی، ابو عبید قاسم بن سلام وغیرھم سے روایت کی ہے اور آپؒ سے ابوداؤد، امام نسائی، ابوزرعہ دمشقی، ابو حاتم، ابن ابی دنیا، ابن صاعد وغیرھم روایت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ زنجویہ اس کے باپ کا لقب ہے، ابن حبان فرماتے ہیں کہ آپؒ فقہ اور دیگر علوم میں اپنے علاقہ کے سادات (سرداروں) میں سے تھے، آپ ہی نے اپنے شہر نساء میں سنت کے اجراء کو ظاہر کیا، احمد بن سیارؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے علوم حاصل کرنے اور اس کو ضبط وتحریر میں لانے کے لئے مختلف شہروں کے سفر کئے اور بہت سے کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں کتاب ''الآداب النبوية''، ''ترغیب وترھیب'' وغیرھا مشہور ہیں اور آپؒ کی یہ کتاب الاموال، امام ابو عبید کی کتاب پر بمنزلہ مستخرج کے ہے اور اس کی کتاب پر کچھ زیادات بھی لکھی ہیں۔
آپؒ ابو عبید کے ساتھ بعض مشائخ میں بھی شریک ہیں۔ آپ کی وفات ۲۴۷ھ یا ۲۴۸ھ میں ہوئی۔

(تھذیب ج۳ ص ۴۸، شذرات ج۲ ص ۱۲۶، الرسالة المستطرفة ص ۴۰)

(۵۷) مسند عبد بن حمید

یہ مسند حافظ ابو محمد عبد بن حمید بن نصر الکسی کی تصنیفات میں سے ہے۔ ابن حبانؒ وغیرہ نے آپ کا نام عبد الحمید ذکر کیا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ اس کا نام عبدالحمید تھا۔ پھر اس کا مخفف عبد ہو گیا۔ الکسی کی نسبت اس کے شہر کی وجہ سے ہے جو سمرقند کے قریب واقع ہے۔ لفظ الکسی کو عراقی لوگ بکسر الکاف اور دوسرے لوگ اس کو بفتح الکاف پڑھتے ہیں اور بعض لوگ سین کی بجائے شین سے لکھتے ہیں یعنی الکشی جیسے کہ یہ قول امام ابوالفضل محمد بن طاھر المقدسی سے منقول ہے اور تھذیب التھذیب جدید کے ص ۴۰۲ میں بھی ایسا ہی لکھا ہوا ہے اور ان کے خیال میں یہ ''کش'' کی طرف منسوب ہے جو جرجان کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے (جو ایک پہاڑ پر واقع ہے) لیکن اکثر حضرات نے اس کو غلط کہا ہے۔
آپ کے اساتذہ ومشائخ میں جعفر بن عون، یزید بن ھارون، احمد بن اسحٰق الحضرمی، روح بن عبادہ، عبد الرزاق، مسلم بن ابراھیم، ابونعیم وغیرھم جیسے ائمہ کرام ہیں اور آپ کے تلامذہ اور روایت کرنے والوں میں سے امام مسلم، امام ترمذی اور خود اس کے بیٹے محمد بن عبد نے نیز سھل بن شاذویہ، سلیمان

بن اسرائیل وغیرھم جیسے ائمہ کرام ہیں۔
آپؒ کی دو مسند ہیں (۱) کبیر اور (۲) مسند صغیر اور یہی مسمّٰی بہ ''المنتخب'' ہے اور یہ مسند صغیر ابراھیم بن خریم شاشی کے مقدار مسموعہ ''عن عبد بن حمید'' کا مجموعہ ہے۔ اور یہی اب ایک لطیف جلد میں لوگوں کے پاس موجود ہے اس کے شروع میں مسند ابوبکر ہے اور یہ مسند بہت سے مشاھیر صحابہؓ کے مسانید (مرویات) سے خالی ہے۔ آپ کی وفات ۲۴۹ھ میں ہوئی۔

(تھذیب التھذیب قدیم ج۶ ص ۴۵۵، شذرات الذھب ج۲ ص ۱۲۰، الرسالة المستطرفة ص ۵۶ تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۳۴، کشف الظنون ج۲ ص ۱۶۷۹)

(۵۸) مسند الافطس

یہ مسند امام ابوالحسن علی بن الحسن الذھلی الافطس النیساپوری کی تصنیف ہے۔ تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ علی بن الحسن ذھلی الافطس نے سفیان ابن عیینہ، عبداللہ بن ادریس، جریر بن عبدالحمید سے سماع حدیث کی ہے اور آپ سے ابراھیم بن محمد بن سفیان، محمد بن سلیمان بن فارس وغیرھم روایت کرتے ہیں۔ قال ابن الشرقی متروک الحدیث (ابن شرقی فرماتے ہیں کہ علی بن الحسن ذھلی متروک الحدیث ہیں)

(شذرات ج۲ ص ۱۲۶، الرسالة ص ۵۴، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۲۹)

(۵۹) جزء ابی بکر السدوسی

یہ جزء ابوبکر احمد بن عبداللہ بن علی بن سوید بن منجوف السدوسی المنجوفی کا تالیف شدہ ہے آپؒ کو منجوفی جد امجد کی نسبت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ آپؒ امام بخاری، ابوداؤد، نسائی کے مشائخ میں سے ہیں۔
آپؒ ابوداؤد طیالسی، روح بن عبادہ، اصمعی وغیرھم سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپؒ سے امام بخاریؒ وغیرہ کے علاوہ ابوعروبہ، ابن خزیمہ، ابن صاعد وغیرھم بھی روایت کرتے ہیں۔ امام نسائی، ابن حبان، ابن اسحٰق الحبال نے آپؒ کو ثقہ اور صالح قرار دیا ہے۔ آپؒ کی وفات ۲۵۲ھ میں ہوئی۔

(تھذیب التھذیب ج۱ ص ۴۸، الرسالة المستطرفة ص ۷۵)

(۶۰) مسند التنوخی

یہ مسند حافظ امام ابو یعقوب اسحٰق بن بہلول بن حسان التنوخی الانباری کی تصنیف ہے۔ یہ بہت بڑے ائمہ کرام میں سے ہیں۔ قرأت، حدیث، فقہ میں تصنیفات کی ہیں، آپؒ سفیان بن عیینہ، ابومعاویہ، ابن علیہ وغیرھم سے روایت کرتے ہیں اور آپؒ سے ابراھیم الحربی، ابن صاعد، جعفر الفریابی وغیرھم روایت کرتے ہیں۔ ابن صاعدؒ فرماتے ہیں کہ امام اسحٰق بن بہلول نے پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) کے قریب احادیث حفظ سے بیان کی ہیں۔

آپؒ کی یہ مسند احادیث نبویہ میں ایک بڑی مسند ہے۔ آپ کی وفات ۲۵۲ھ میں ہوئی۔ کل عمر ۸۸ سال تھی۔ (شذرات الذھب ج۲ ص ۱۲۶، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۵۴، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۱۸)

(۶۱) مسند الکوسج

یہ مسند حافظ ابو یعقوب اسحٰق بن منصور بن بہرام الکوسج التمیمی المروزی کا تصنیف شدہ ہے۔ آپؒ نے امام ابن عیینہ، ابن نمیر، عبدالرزاق، ابوداؤد طیالسی، جعفر بن عون، یحیٰی بن معین وغیرھم جیسے ائمہ کرام سے روایت کی ہے اور آپؒ سے ابوداؤد کے علاوہ صحاح خمسہ کے اصحاب اور ابوحاتم، ابوزرعہ، ابراھیم الحربی جیسے ائمہ حضرات روایت کرتے ہیں۔

آپؒ کے متعلق امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ محدثین میں سے بڑے امام، ثقہ اور مامون تھے، نیز امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ سنت کے پابند محدث اور زاھدین علماء میں سے تھے قال الخطیب کان فقیھا عالماً (خطیب فرماتے ہیں کہ آپؒ ایک فقیہ عالم دین تھے) اسی طرح دوسرے بہت سے ائمہ (امام نسائی، ابوحاتم، ابن حبان، عثمان بن ابی شیبہ وغیرھم) نے بھی آپؒ کو ثقہ، ثبت اور صدوق قرار دیا ہے۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ آپ بروز سوموار ۱۰ جمادی الاولیٰ ۲۵۱ھ کو فوت ہوئے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۲۴، تہذیب ج۱ ص ۲۵۰، رسالۃ المستطرفۃ ص ۵۸)

(۶۲) مسند الدورقی

یہ مسند حافظ ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم بن کثیر بن زید بن افلح بن منصور بن مزاحم العبدی الدورقی البغدادی کا تصنیف شدہ ہے۔ آپؒ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ آپؒ نے ابن ابی حازم، ابومعاویہ، حفص بن غیاث، ھشیم، یحیٰی القطان، ابن علیہ، ابن مھدی، معتمر بن سلیمان جیسے بے شمار ائمہ کرام سے روایت کی ہے۔

اور آپؒ سے اصحاب صحاح ستہ، ابن سعد، ابوزرعہ، ابوحاتم، ابن ابی الدنیا، ابن صاعد وغیرھم نے روایت حدیث کی ہے۔ آپؒ کی بہت سے ائمہ (ابوحاتم، نسائی، ابن حبان وغیرھم) نے توثیق کی ہے۔ خطیب فرماتے ہیں کہ آپؒ ثقہ اور متقن تھے۔ مسند کی تصنیف کی ہے، آپؒ محدث عراق سے مشہور تھے قال مسلمة کان کثیر الحدیث ثقة (امام مسلمہؒ فرماتے ہیں کہ امام دورقی ثقہ (معتمد) اور کثیر الحدیث مشائخ میں سے تھے) آپؒ کی ولادت ۱۶۶ھ اور وفات ۲۵۲ھ میں ہوئی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۰۶، تھذیب التھذیب ج۱۱ ص ۳۸۱، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۵۸)

(۶۳) کتاب الاستقامة لابی عاصم

یہ کتاب حافظ الحجۃ امام ابوعاصم خشیش بن اصرم بن الاسود النسائی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے روح بن عبادہ، ابوداؤد طیالسی، ابوعاصم، عبدالرزاق، یزید بن ھارون جیسے بڑے بڑے علماء کرام سے روایت کی ہے اور آپؒ سے ابوداؤد، امام نسائی، اسحٰق بن اسمٰعیل الرملی، ابوبکر احمد بن الوارث وغیرھم جیسے ائمہ نے روایت کی ہے۔ امام نسائی فرماتے ہیں وله کتاب الاستقامة فی الرد علی اهل الاهواء (ابوعاصم نے کتاب الاستقامۃ بدعتی لوگوں کی تردید میں لکھی ہے۔ آپؒ کی وفات رمضان المبارک ۲۵۳ھ مصر میں ہوئی۔

(بحوالہ تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۵۱، شذرات الذھب ج۲ ص ۱۲۹، تھذیب ج۳ ص ۱۲۳، الرسالۃ ص ۳۴)

(۶۴) مسند دارمیؒ

یہ مسند امام حافظ ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہرام بن عبدالصمد التمیمیؒ الدارمی السمرقندیؒ کی مشہور تصنیفات میں سے ہے۔آپؒ نے النضر بن شمیل ،یزید بن ھارون ،اسود بن عامر شاذان ،حبان بن ھلال، ابوعاصم ، ابونعیم جیسے مشائخ سے روایت کی اور آپؒ سے مسلم ،ابوداؤد ،ترمذی ،الذھلی، بندار ،ابوزرعہ ،ابوحاتم ،مطین وغیرھم ائمہ کرام روایت کرتے ہیں ۔آپؒ حفظ ،ورع ، زہد ،تقویٰ میں معروف تھے ۔چنانچہ محمد بن ابراھیم شیرازیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ انتہائی ذہانت ،دیانت کے مالک ،روایت ،درایت ،حلم ،حفظ ،عبادت اور زہد وتقویٰ میں ضرب المثل تھے۔آپؒ نے سمرقند میں علم حدیث وآثار کو خوب پھیلایا اور ان کے متعلق کذب بیانی وغیرہ کی بہترین انداز میں تردید اور مدافعت کی۔آپؒ انتہائی کامل مفسر اور فقیہ عالم دین بھی تھے۔

محمد بن عبداللہ نمیرؒ فرماتے ہیں کہ آپ حفظ ،ورع ،تقویٰ میں ہم پر غالب تھے امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ امام دارمی ماہر علوم اور حفاظ حدیث میں فوقیت اور سبقت حاصل کرنے والوں میں سے تھے۔ صاحب تذکرۃ الحفاظ لکھتے ہیں۔صنف المسند والتفسیر وکتاب الجامع (کہ آپؒ نے مسند، تفسیر اور کتاب الجامع جیسی کتب تصنیف کی ہیں) امام بندار آپؒ کو حفاظ دنیا میں شمار کرتے تھے۔امام مسلمؒ نے آپؒ سے تہتر (۷۳) احادیث نقل کی ہیں۔

اسحٰق بن احمد بن خلف بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ہم محمد بن اسمٰعیل (امام بخاریؒ) کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک خط کے ذریعہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی کی موت کی خبر آپؒ کو پہنچی۔آپؒ نے فرط غم سے سر جھکایا پھر اٹھاتے ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔اور آپ کے چہرے پر آنسو بہہ رہے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے کہ

ان تبق تفجع بالاحبة کلھم . وفناء نفسک لا ابالک افجع

اگر تو زندہ رہتا تو تمام دوستوں کی جدائی (موت) تمہاری غمگینی کا سبب ہوتی اور تیرا مرنا تو ان سب سے زیادہ دردناک ہی ہے۔امام رجاء بن مرجیؒ فرماتے ہیں۔

ما اعلم احداً اعلم بالحدیث منه (کہ مجھے تو امام دارمی سے زیادہ حدیث کا عالم معلوم نہیں) آپؒ کی ولادت ۱۸۱ھ اور وفات ۲۵۵ھ میں ہوئی ۔کل عمر ۷۴ سال تھی۔

(تہذیب ج۵ ص ۲۹۵ ،شذرات الذھب ج۲ ص ۱۳۰ ، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۳۵، کشف الظنون جدید ج۲ ص ۱۶۸۲)

مسند دارمی کے متعلق ائمہ کرام کے آراء

امام سیوطیؒ تدریب الراوی ص ۱۰۱ میں فرماتے ہیں ومسند الدارمی لیس بمسند بل ھو مرتب علی الابواب وقد سماہ بعضھم بالصحیح (کہ مسند دارمی چونکہ مرتب علی الابواب ہے اس لئے مسند (یعنی از قبیل مسندات کے) نہیں اور بعض حضرات نے اس کو صحیح کے ساتھ مسمی کیا (یعنی یہ از قبیل کتب صحاح کے ہے)

علامہ سیوطیؒ مندرجہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں

قال شیخ الاسلام ولم ار لمغلطائی سلفا فی تسمیة الدارمی صحیحاً الا قوله انه رأه بخط المنذری، وکذا قال العلائی (کہ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ مغلطائی (شیخ علاؤالدین) سے پہلے مسند دارمی کو صحیح کہنے والا مجھے معلوم نہیں مگر صرف مغلطائی کا یہ قول کہ اس نے امام منذری کے خط کے یہ الفاظ دیکھے ہیں کہ اس نے مسند دارمی کو صحیح کہا ہے اور امام العلائی نے بھی یہی کہا ہے۔انتھی

نیز مسند دارمی کے متعلق شیخ الاسلام (ابن حجرؒ) یہ بھی کہتے ہیں۔لیس دون السنن فی الرتبة بل لوضم الی الخامسة لکان اولیٰ من ابن ماجة فانه امثل منه بکثیر (کہ مسند دارمی مرتبہ میں کتب سنن سے کم نہیں بلکہ اگر اس کو کتب خمسہ (بخاری، مسلم ،نسائی ،ابوداؤد ،ترمذی) کے ساتھ بجائے ابن ماجہ کے شامل کیا جائے تو یہ بہتر ہوگا کیونکہ مسند دارمی کی صحاح کے ساتھ ابن ماجہ سے زیادہ مشابہت ہے۔

امام عراقیؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ مسند دارمی کی شہرت مسند ہونے میں ایسی ہے جیسے کہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب (صحیح بخاری) کو مسند کے ساتھ بایں معنی منسوب کیا کہ وہ احادیث مسندہ پر مشتمل ہے۔لیکن عراقیؒ نے یہ بھی کہا کہ مسند دارمی میں تو مرسل، معضل، منقطع اور مقطوع احادیث

بھی کثیر تعداد میں ہیں۔ (کشف الظنون ج ۲ ص ۱۶۸۲)

نیز صاحب کشف الظنون نے یہ بھی ذکر کیا ہے وقد عدّه ابن الصلاح فی المسانید فوهم فی ذلک لانه مرتب علی الابواب لا علی المسانید كذا فی شرح الالفية (حوالہ مذکورہ)

(اور علامہ ابن صلاحؒ نے مسند دارمی کو مسانید میں شمار کیا ہے تو اس کو اس میں وہم ہوا ہے کیونکہ مسند دارمی کی ترتیب تو ابواب ہی پر ہے نہ کہ مسانید پر)

اور مقدمہ کتاب الدارمی میں ہے۔ کہ مسند دارمی ایک بابرکت قدیم کتاب لطیف اور عالی السند ہے۔ اپنے باب اور نصاب میں منفرد محتاج الیہ اور بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور یہ مسند احادیث نبویہ اور آثار صحابہؓ کی جامع اور ابواب پر مرتب کی گئی ہے تو اصول حدیث کے مطابق چاہئے تو یہ تھا کہ اس کا نام "سنن دارمی" ہوتا نہ کہ مسند دارمی لیکن اصطلاح محدثین کے برعکس یہ مسند کے نام سے اتنی مشہور ہوئی کہ علامہ ابن صلاحؒ نے بھی اس کو یقینی طور پر مسانید ہی سے شمار کیا ہے۔ حالانکہ ابن صلاحؒ کو اس میں وہم اور اشتباہ ہوا ہے جیسے کہ شارح الفیہ (جو سنن اور صحاح کے درمیان امتیاز کرنے والے ہیں) نے اس کی تصریح کردی ہے۔

علامہ حافظ ابن حجرؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ "ابن ماجہ" کو سب سے پہلے صحاح ستہ میں شامل کرنے والے الفضل بن طاہر مقدسیؒ ہی ہیں اور اصحاب الاطراف وغیرہ نے تو آپؒ کے بعد ہی آپ کی اتباع میں یہ قول کیا ہے۔ حالانکہ بہت سے اہل علم نے صحاح ستہ کی چھٹی کتاب مؤطا یا اسی مسند دارمی کو شمار کیا ہے۔

علامہ ابن حجرؒ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں وما احقه بالضم الی الخمسة بدل ابن ماجة فانه احسن منه صحة ومؤلفه اقدم من مؤلفه زمانا وفضلاً ورجال رواياته اقل ورباعياته اكثر وما الفضل عند الرجال الا بالسند العالی انتهى.

(صحاح خمسہ کے ساتھ ابن ماجہ شامل کرنے کی بجائے مسند دارمی کو (صحاح ستہ) میں شامل کرنا کیا ہی اچھا ہوتا کیونکہ یہ ابن ماجہ سے صحت کے لحاظ سے بہتر اور اس کے مصنف کو تقدم زمانی اور رتبی کے لحاظ سے ترجیح ہے۔ نیز مسند دارمی کے رواۃِ سند قلیل ہیں اور اس کی رباعی احادیث بھی بہ نسبت ابن ماجہ

کے کثیر ہیں اور اہل ترجیح کے نزدیک اعتبار سند عالی ہی کا ہوتا ہے)

علامہ کتانیؒ نے بھی رسالہ مستطرفہ ص ۲۹ میں ذکر کیا ہے کہ مسند دارمی کی اسانید بھی عالی ہیں اور اس کے ثلاثیات بھی بخاری شریف سے زیادہ ہیں۔ احقر الانام کہتا ہے کہ اس کی ثلاثیات میں سے یہ حدیث بھی ہے۔ اخبرنا جعفر بن عون قال اخبرنا يحيىٰ بن سعيد عن انسؓ قال جاء اعرابی الی النبی ﷺ فلما قام بال فی ناحية المسجد قال فصاح به اصحاب رسول الله فكفهم عنه ثم دعا بدلو من ماء فصبه علی بوله اھ۔ (امام دارمیؒ بسند متصل حضرت انسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے۔ پھر جب (واپسی کے لئے) اٹھے تو مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کرنا شروع کیا۔ صحابہ کرامؓ نے (اس کو منع کرنے کے لئے) آواز دی۔ آپ ﷺ نے ان کو اس سے روک دیا۔ پھر ایک لوٹا پانی منگوایا اور اس کے پیشاب پر بہادیا)

(۶۵) کتاب اخبار المدینة

یہ کتاب امام ابوعبداللہ زبیر بن بکار بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر بن العوام الاسدی المدنی کی تالیف کردہ ہے۔ آپؒ سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن نافع، ابوحمزہ، نضر بن شمیل، مصعب الزبیری وغیرہم جیسے مشائخ سے روایت کرتے ہیں اور آپؒ سے ابن ماجہ، ابوحاتم، ابن ابی الدنیا، ابن صاعد، بغوی، اسمعیل بن العباس الوراق وغیرہم جیسے تلامذہ روایت کرتے ہیں۔ آپؒ قاضی مکہ کے لقب سے مشہور تھے۔ علامہ خطیبؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ ثقہ، ثبت، انساب اور متقدمین کے اخبار اور واقعات کے بڑے عالم تھے اس سلسلہ میں آپؒ نے "کتاب الانساب" بھی تصنیف کی ہے۔

علامہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے آپؒ کی کتاب النسب کا مطالعہ کیا تو اس میں میں نے آپ کی کوئی روایت امام مالک سے بغیر کسی واسطہ کے نہیں دیکھی (حالانکہ خطیب نے آپؒ کی روایت عن مالک کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ اس نے روایت منقطعہ پر اعتماد کیا ہو۔ کیونکہ زبیر کی سماع امام مالک سے ثابت نہیں ہے) اسی طرح میں نے کتاب النسب میں بہت سی روایات

اس کے اپنے اقران سے روایت شدہ بھی دیکھی ہیں۔

آپ کی وفات ذی قعدہ ۲۵۶ھ میں ہوئی اور آپؒ کی کل عمر چوراسی سال (۸۴) تھی۔ احمد بن الیمان آپؒ کی وفات کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

وکان سبب وفاتہ انہ وقع من سطحہ فمکث یومین لا یتکلم ومات بعد فراغنا من قراۃ کتاب النسب علیہ بثلاثہ ایام (آپ کے تلمیذ احمد بن الیمان کہتے ہیں کہ آپؒ کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ آپ چھت سے گرے تو دو دن تک بالکل بات چیت نہیں کی اور پھر فوت ہو گئے اور آپ کی یہ وفات کتاب الانساب کے اختتام قرأت کے صرف تین دن بعد ہوئی۔

(تھذیب التھذیب ج۳ ص ۳۱۳، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۲۸، شذرات الذھب ج ۲ ص ۱۳۳، الرسالۃ المستطرفہ ص ۵۱)

(۶۶) جزء ابی علی البغدادی

یہ جزء امام ابوعلی الحسن بن عرفہ بن یزید العبدی بغدادی المؤدب المتوفی ۲۵۷ھ کا تصنیف شدہ ہے۔ آپؒ نے عمار بن محمد، ھشیم، ابن المبارک، ابوبکر بن عیاش، ابن علیہ، یزید بن ہارون وغیرھم جیسے ائمہ کرام سے روایت کی ہے اور آپؒ سے ترمذی، ابن ماجہ، ابوبکر بن ابی الدنیا، ابویعلیٰ، اسمٰعیل الوراق، ابن صاعد، بغوی، محمد بن مخلد وغیرھم جیسے ائمہ حضرات روایت کرتے ہیں۔ آپؒ کی توثیق بہت سے ائمہ کرام (یحییٰ بن معین ابن ابی حاتم ابن حبان وغیرھم) سے منقول ہے۔ محمد بن المسیب الارغیانی کہتے ہیں کہ میں نے الحسن بن عرفہ سے یہ سنا ہے کہ وہ فرمایا کرتے کہ مجھ سے پانچ قرون (علم میں برابر۔ ہمعصر لوگوں) نے احادیث لکھی ہیں۔ ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ کو ایک سو دس سال عمر نصیب ہوئی۔ (تھذیب ج ۲ ص ۲۹۳ شذرات ج ۲ ص ۱۳۶، الرسالۃ ص ۷۳)

(۶۷) جزء احمد بن الفرات

یہ جزء ایک بڑے امام حافظ احمد بن الفرات بن خالد ابومسعود الرازی نزیل اصبھان کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے عبداللہ بن نمیر، عبدالرزاق، ابوعامر العقدی، ابوداؤد طیالسی جیسے ائمہ کرام سے روایت کی ہے۔ اور آپؒ سے ابوداؤد، ابن ابی عاصم، جعفر الفریابی، محمد بن یحییٰ بن مندہ جیسے حضرات نے روایت حدیث کی ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ آسمان تلے (دنیا میں) حضور ﷺ کے احادیث واخبار کا آپؒ سے زیادہ حافظ نہیں ہے۔ ابوعروبہؒ کہتے ہیں کہ ابومسعود حفظِ حدیث میں ابوبکر بن ابی شیبہ کے ہم پلہ ہیں۔ ابراھیم بن محمد الطیان کہتے ہیں کہ میں نے ابومسعود سے یہ سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے ایک ہزار سات سو پچاس (۱۷۵۰) مشائخ سے احادیث لکھی ہیں۔ اور اپنی تصنیف میں صرف تین سو دس (۳۱۰) حضرات کی احادیث شامل کی ہیں اور باقی کو چھوڑ دیا۔

اور آپؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ میں نے پندرہ لاکھ احادیث لکھی ہیں اور ان میں سے پانچ لاکھ احادیث کو اپنی تالیفات میں عمل میں لایا ہوں۔ امام ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ جزء اس زمانہ میں ان اعلیٰ اجزاء میں سے ہے جس کی سماعت کی جاتی ہے۔

قال ابوالشیخ کان من الحفاظ الکبار صنف المسند والکتب الکثیرۃ (ابوالشیخؒ فرماتے ہیں کہ احمدؒ بن الفرات بڑے حفاظ میں سے تھے آپ نے مسند اور بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں) اور ابومسعودؒ فرمایا کرتے کہ میں ہر حدیث کو پانچ سو دفعہ دہراتا ہوں۔ بہت سے ائمہ کرام (خطیب، خلیلی، حاکم، ابن حبان وغیرھم) نے آپ کی توثیق کی ہے۔ آپؒ کی وفات ۲۵۸ھ میں ہوئی۔ (تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۶۶، شذرات ج ۲ ص ۱۳۸، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۴۴ الرسالۃ ص ۷۳)

(۶۸) کتاب خلق افعال العباد

اس کتاب کے مصنف مشہور امام محمد بن اسمٰعیل البخاری المتوفی ۲۵۶ھ ہیں۔ آپ کا نسب نامہ اور کچھ حالات کتاب "صحیح البخاری" کے تذکرہ میں گزر چکے ہیں کہ صحیح بخاری کے علاوہ بھی آپؒ کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ آپؒ نے احادیث کی ابتدائی سماعت ۲۰۵ھ میں شروع کی تھی۔ آپؒ نے محمد بن سلام مسندی اور محمد بن یوسف بیکندی کے مرویات کی سماع تو اپنے شہر میں کی۔ پھر ۲۱۰ھ میں اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ سفر پر گئے اور بلخ میں مکی بن ابراھیم، بغداد میں عفان، مکہ شریف میں مقرئی، بصرہ میں

ابوعاصم، کوفہ میں عبیداللہ بن موسیٰ، شام میں ابوالمغیرہ اور فریابی، عسقلان میں آدم، حمص میں ابوالیمان اور دمشق میں ابومسھر جیسے ائمہ حدیث سے سماع کرتے رہے۔ آپؒ نے تصنیف وتدریس اس وقت سے شروع کردی تھی کہ آپؒ کی داڑھی بھی نہیں نکلی تھی اور امام ترمذی، محمد بن نصر المروزی، ابن خزیمہ، ابن صاعد، ابوعبداللہ الفربری، ابن ابی داؤد وغیرھم جیسے ائمہ کرامؒ نے آپ سے روایت کی ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی عمر کے اٹھارویں سال میں نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس چاندنی راتوں میں "تاریخ" لکھی۔ آپؒ یہ بھی فرمایا کرتے کہ میں نے ایک ہزار سے اوپر مشائخ سے احادیث لکھی ہیں۔ آپؒ نے یہ کتاب خلق افعال العباد "فرقہ جہمیہ اور فرقہ معطلہ کی تردید میں لکھی ہے اس میں آپؒ نے تمام اقوال بسند متصل ذکر کیے ہیں اور پھر اس مسئلہ میں ائمہ کرامؒ کے اقوال کا تذکرہ بھی کیا ہے پوری تفصیل اس کے دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا شروع باب اس طرح ہے کہ

باب ماذكر اهل العلم للمعطلة الذين يريدون ان يبدلوا كلام الله الخ

تھذیب التھذیب میں ہے **وقال محمد بن نصر المروزى سمعت محمد بن اسمعيل يقول من قال عنى انى قلت لفظى بالقرآن مخلوق فقد كذب وانما قلت افعال العباد مخلوقة** (محمد بن نصر مروزی کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ سے سنا کہ وہ فرماتے کہ جو شخص میرے متعلق یہ کہتا ہے کہ میں تلفظ بالقرآن کو مخلوق کہتا ہوں تو اس نے جھوٹ بولا ہے میں نے تو کہا ہے کہ بندوں کے افعال مخلوق ہیں)

اسی طرح آپ کی ایک کتاب الادب المفرد بھی مشہور ہے۔ علامہ خلیفہ چلپی کشف الظنون میں اس کے متعلق لکھتے ہیں **روى عنه احمد بن محمد بن الجليل البزار من تصانيفه الموجودة الان** ابن حجرؒ (تھذیب التھذیب ج۹ ص ۴۶، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۵۵، کشف الظنون قدیم ج ا س ۴۷)

(۶۹) مسندابی عبداللہ بن سنجر

یہ مسند حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن سنجر الجرجانی نزیل مصر کا تصنیف کردہ ہے۔ آپؒ [illegible]

[illegible] حدیث میں سے تھے۔ آپؒ نے یزید بن ھارون، فریابی، ابوالمغیرہ الخولانی، ابونعیم، ابوعاصم، خالد بن [illegible] اسد بن موسیٰ، حمیدی جیسے ائمہ کرام سے روایت کی ہے اور آپؒ سے عیسیٰ بن مسکین، احمد بن [illegible] بن منصور، محمد بن المسیب الارغیانی، محمد بن دلیل، عبدالجبار بن احمد السمرقندی وغیرھم جیسے ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔ امام قطب الدینؒ فرماتے ہیں **وعندى له مسند على روى فيه عن يعلى بن عبيد ويزيد وابن نمير** (میرے پاس اس کا مسند علیؓ ہے جس میں اس نے یعلی بن عبید، یزید، ابن نمیر وغیرہ سے روایات اخذ کی ہیں) آپؒ نے اسحٰق الکوسج کی معیت میں علمی اسفار بھی کیے۔ علامہ ذہبیؒ "تذکرۃ الحفاظ" میں کہتے ہیں کہ پھر ابن سنجر نے مصر کے علاقہ کی قطابہ نامی بستی میں سکونت اختیار کی۔ ربیع الاول ۲۵۸ھ میں وفات پائی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۷۸، شذرات ج۲ ص ۱۳۸، الرسالۃ ص ۵۹)

(۷۰) مسند احمد بن سنان

یہ مسند حافظ ابوجعفر احمد بن سنان ابن اسد بن حبان الواسطی کی تصنیف ہے۔ آپؒ سے روایت کرنے [illegible] امام ترمذی کے علاوہ باقی اصحاب صحاح ستہ، ابن خزیمہ، ابوموسیٰ، ابن ابی حاتم، ابن صاعد وغیرھم ہیں۔ اور آپؒ کے مشائخ واساتذہ یحییٰ بن سعید القطان، ابی احمد الزبیری، ابواسامہ، یزید بن ھارون [illegible] وغیرھم جیسے ائمہ عظام ہیں۔ بہت سے ائمہ کرام (ابوحاتم، نسائی، ابن حبان، دارقطنی) نے آپؒ کو ثقہ اور صدوق قرار دیا ہے۔ امام نسائی نے سنن الکبریٰ میں حدود وطلاق وغیرہ میں آپ سے [illegible] احادیث روایت کی ہیں۔ علامہ مزیؒ نے ابن ابی حاتم سے نقل کیا کہ اس نے احمد بن سنان کے متعلق [illegible] اپنے زمانے کے امام تھے" اس پر حافظ ابن حجرؒ تھذیب التھذیب میں لکھتے ہیں [illegible] (کہ یہ ابن ابی حاتم کا وھم ہے کیونکہ ان کا یہ قول "امام اہل [illegible] کے باب سے نہیں ہے) البتہ امام لالکائی نے بسندہ اس قول (امام اہل زمانہ) [illegible] ابی حاتم کے خود ابوحاتم کی طرف کی ہے۔ آپؒ کے فرزند جعفر فرماتے ہیں [illegible] **ليس فى الدنيا مبتدع الا يبغض اصحاب الحديث اذا ابتدع**

الرجل بدعة نزعت حلاوة الحديث من قلبه (میں نے اپنے والد احمد بن سنان سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ دنیا میں کوئی بدعتی بھی ایسا نہیں جو محدثین سے بغض نہ رکھتا ہو اور جب کوئی شخص کوئی بدعت کا کام کرتا ہے تو اس کے دل سے حدیث شریف کی حلاوت نکال دی جاتی ہے) آپؒ کی یہ مسند تخریج رجال کے متعلق ہے۔ آپؒ کی وفات ۲۵۸ھ میں ہوئی ہے، (تذكرة الحفاظ ج ۲ ص ۹۳ [illegible]
تهذيب التهذيب ج ۱ ص ۳۵، شذرات ج ۲ ص ۱۳۷، الرسالة المستطرفة ص ۵۷)

(۷۱) مسند ابن شيبةؒ

یہ مسند حافظ علامہ ابو یوسف یعقوب بن شیبہ بن الصلت بن عصفور السدوسی البصری کا تصنیف کردہ ہے۔ آپؒ نے علی بن عاصم، یزید بن هارون، روح بن عبادہ، ابو النضر اور ان جیسے ائمہ عظام سے روایت کی ہے اور آپؒ سے اپنے پوتے محمد بن احمد بن یعقوب الازرق اور دوسرے حضرات روایت کرتے ہیں۔

آپؒ بڑے اعلام محدثین میں سے تھے "المسند الكبير المعلل" آپؒ کا تصنیف شدہ ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کسی نے بھی اس سے زیادہ بہترین مسند نہیں لکھا لیکن وہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچا۔ امام ذهبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں اسی کے متعلق لکھتے ہیں۔ ما صنف مسند احسن منه ولكنه ما اتمه۔ علامہ کتانیؒ فرماتے ہیں کہ مصنفؒ سے نقل کردہ نسخہ "مسند ابی هريرةؓ" مصر میں دیکھا گیا اور وہ دوسو (۲۰۰) اجزاء پر مشتمل تھا۔ نیز "مسند ابن عمرؓ" کے بعض اجزاء دیکھے گئے، اس میں احادیث کو اسانید و علل کے ساتھ ذکر کیا گیا تھا وہ اگر مکمل ہو جاتا تو تقریباً دو سو جلدوں میں ہوتا۔

خطیب امام زہریؒ سے نقل کرتے ہیں قال بلغني انه كان في منزل يعقوب اربعون لحافا اعدّها لمن كان يبيت عنده من الوراقين الذين يبيضون المسند. قال ولزمه على ما خرج منه عشرة آلاف دينار (امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یعقوب بن شیبہ کے گھر چالیس بستر اُن کاتبین احادیث کے لئے بنوائے گئے جو مسند کے تبییض کے سلسلہ میں وہاں راتیں گزارتے تھے اور اس کی تخریج پر آپؒ پر دس ہزار دینار کا خرچہ لازم ہوا۔

خطیبؒ فرماتے ہیں اور اس کے مسانید جو منظر عام پر آئے "مسند عشرۃ مبشرہ، مسند ابن مسعود، مسند عمار، مسند عباس اور مسند بعض الموالی وغیرہ۔ علامہ ذهبیؒ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ قلت بلغني ان مسند علی [illegible] مجلدات (مجھے یہ معلوم ہوا کہ آپؒ کا "مسند علی" پانچ جلدوں پر مشتمل تھا۔ اور صاحب کشف الظنون مذکورہ قول کے بعد ذکر کرتے ہیں کہ "مسند علی" میں آپؒ کا طور طریقہ یہ تھا کہ ایک صحابی کا ذکر کرنے کے بعد اس کے حالات بمعہ اسانید بیان کرتے پھر اس کے احادیث کو ذکر کر کے [illegible] کا تذکرہ کر دیتے الخ۔ آپؒ کی وفات ربیع الاول ۲۶۲ھ میں ہوئی۔

(تذكرة الحفاظ جديد ج ۲ ص ۵۷۷، شذرات الذهب ج ۲ ص ۱۴۶، کشف الظنون ج ۲ ص [illegible] الرسالة [illegible] ص ۵۶)

(۷۲) مسند عمر بن شبه

[illegible] مسند امام ابو زید عمر بن شبہ عبیدہ بن زید بن رائطہ النمیری البصری النحوی نزیل بغداد کی تصنیف ہے۔ [illegible] نسبت نمیر بن عامر بن صعصعہ کی طرف ہے یہ ایک بڑا قبیلہ تھا۔ آپؒ عمر بن علی المقدمی، مسعود [illegible] عبدالوہاب الثقفی، ابو داود الطیالسی، ابن مهدی، قطان، غندر وغیرهم ائمہ حدیث سے روایت [illegible] اور آپؒ سے ابن ماجہؒ، ابن ابی الدنیا، اسمعیل بن العباس الوراق، محمد بن احمد الاثرم، محمد بن [illegible] جیسے ائمہ کرام روایت کرتے ہیں۔ بہت سے ائمہ کرام (دار قطنی، ابن حبان، خطیب [illegible]) نے آپ کی توثیق کی ہے۔ خطیبؒ فرماتے ہیں کہ ابو زید عمر بن شبہ، معتمد، ثقہ اور [illegible] کے بڑے عالم تھے۔ بصرہ کی تاریخ اور اخبار مدینہ کے متعلق ایک تصنیف [illegible] المرزبانیؒ فرماتے ہیں کہ عمر بن شبہ ایک ادیب، فقیہ، صدوق، ثقہ، کثیر [illegible] کہ میرے باپ کا نام تو زید تھا اور اس کا لقب شبہ تھا اور اسی کے [illegible] ۲۶۲ھ میں ہوئی۔

([illegible] ج ۷ ص ۴۶۰، شذرات الذهب ج ۲ ص ۱۴۶، تذكرة الحفاظ ج ۲ ص ۵۱۷، الرسالة [illegible]

(۷۳) مسند ابی زرعة الرازی

یہ مسند امام حافظ العصر عبید اللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ القرشی الرازی کی مشہور تصنیفات میں ہے۔آپ ؒ ابو عاصم، ابو نعیم، قبیصہ بن عقبہ، مسلم بن ابراھیم، ابو الولید الطیالسی، عبداللہ بن صالح العجلی ابراھیم بن موسیٰ وغیرھم جیسے ائمہ سے روایتِ حدیث کرتے ہیں اور آپ ؒ سے روایت کرنے والے امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، اسحٰق بن موسی الانصاری اور یہ آپ ؒ کے شیوخ میں سے ہیں۔ ابو حاتم، ابو زرعہ دمشقی، ابراھیم الحربی، ابو عوانہ اسفرائینی وغیرھم جیسے ائمہ کرام ہیں۔آپ کا شمار اپنے زمانہ میں ان محدثین میں سے تھا جو حفظ، ذہانت، دین، اخلاص، علم وعمل میں ایک خاص مقام رکھتے تھے، ابو حاتم ؒ فرماتے ہیں کہ آپ ؒ نے واقعی اپنے بعد علم، فقہ، صدق، دیانت میں اپنے مثل کسی کو بھی نہیں چھوڑا اور یہ بھی کہا کہ مجھے تو مشرق ومغرب میں آپ جیسے فہم وفراست کے مالک معلوم نہیں۔

امام اسحٰق بن راہویہ تو کہا کرتے کہ امام ابو زرعہ ؒ جس حدیث کے حافظ نہیں وہ بے اصل ہی ہے قال صالح بن محمد سمعت ابازرعة یقول کتبت عن ابراهیم بن موسی الرازی مائة الف حدیث (صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ میں نے ابو زرعہ سے سنا کہ وہ فرماتے کہ میں نے ابراھیم بن موسیٰ رازی سے ایک لاکھ احادیث لکھی ہیں)

نیز ابو زرعہ ؒ خود فرمایا کرتے کہ مجھے ایک لاکھ احادیث تو ایسے یاد ہیں جیسے قل هو الله احد سورہ (اخلاص) اور یہ بھی کہا کرتے کہ مجھے قرأت کے بارے میں دس ہزار حدیثیں یاد ہیں۔

امام بیہقی ؒ ابن وارہ ؒ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم شیخ اسحٰق کے پاس نیساپور میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے کہا میں نے امام احمد ؒ سے سنا ہے کہ اس نے فرمایا کہ صحیح احادیث سات لاکھ سے کچھ زائد ہیں اور اس نوجوان (ابو زرعہ) نے چھ لاکھ احادیث حفظ کی ہوئی ہیں۔

(امام بیہقی ؒ فرماتے ہیں کہ امام احمد ؒ کا مقصد سات لاکھ احادیث صحیحہ سے مراد تمام وہ احادیث جو خود حضور ﷺ سے منقول ہوں یا اقوال صحابہ ؓ اور فتاویٰ تابعین ہوں۔اسی طرح بہت سے ائمہ کرام (علی بن الجنید، ابو یعلیٰ الموصلی، ابو بکر بن ابی شیبہ، عبدالواحد بن غیاث) سے آپ ؒ کے متعلق توصیفی

کلمات منقول ہیں۔آپ ؒ کی ولادت ۲۰۰ھ اور وفات ۲۶۴ھ میں ہوئی۔

(تذکرة الحفاظ قدیم ج ۲ ص ۱۲۴، شذرات الذهب ج ۲ ص ۱۴۸، تهذیب التهذیب ج ۷ ص ۲۸، الرسالة المستطرفة ص ۵۵)

(۷۴) مسند ابی بکر الرمادی

یہ مسند امام ابوبکر احمد بن منصور بن سیار بن المعارک البغدادی الرمادی کی تصنیف ہے۔آپ ؒ ابو النصر ہاشم بن القاسم، ابو داؤد الطیالسی، عبدالمجید بن ابی رواد، سعید بن ابی مریم، عبدالرزاق جیسے ائمہ حضرات سے روایت کرتے ہیں اور آپ ؒ سے ابن ماجہ، ابن شریح الفقیہ، ابن ابی حاتم، ابو عوانہ، اسماعیل الصفار، المحاملی وغیرھم جیسے ائمہ کرام روایت کرتے ہیں۔خطیب بغدادی ؒ فرماتے ہیں کہ آپ ؒ نے علم اور احادیث کے حاصل کرنے کے لئے بہت سے ممالک کے اسفار کیے اور اس دوران مشائخ سے کتابت اور سماعِ حدیث بھی کی۔اور ایک بہترین مسند بھی تصنیف کیا ہے۔

[illegible] سے مشہور ائمہ کرام (ابو حاتم، دارقطنی، ابن حبان، خلیلی، مسلمہ بن قاسم وغیرھم) نے آپ ؒ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ربیع الآخر ۲۶۵ھ میں ۸۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔(تهذیب قدیم ج ۱ ص [illegible]، شذرات الذهب ج ۲ ص ۱۴۹، الرسالة المستطرفة ص ۵۵)

(۷۵) مسند عمار بن رجاء

یہ مسند [illegible] عمار بن رجاء الاستر بادی کی تصنیف ہے۔آپ ؒ نے یزید بن ھارون، محمد بن [illegible]، یزید بن الحباب، یحییٰ بن آدم جیسے ائمہ کرام سے روایت حدیث کی ہے۔اور آپ ؒ سے [illegible] احمد بن محمد بن مطرف، محمد بن الحسین الادیب، بندار بن ابراھیم القاضی جیسے [illegible] کرتے ہیں۔

[illegible] کی حدیث کو جمع اور تصنیف وتالیف کی صورت میں مرتب کیا تھا۔ابو سعید [illegible] بڑے فاضل متدین، متقی زاہد کثیر العبادۃ تھے اور اس کی قبر کی [illegible] کی وفات جرجان میں ۲۶۷ھ میں ہوئی۔

(تذکرة الحفاظ ج۲ ص ۱۲۸، الرسالة المستطرفة ص ۵۵)

(۷۶) مسند احمد بن مهدی

یہ مسند حافظ کبیر ابو جعفر احمد بن مہدی بن رستم الاصبہانی کا مرتب کردہ ہے۔ آپؒ نے ابونعیم، قبیصہ، ابوالیمان، سعید بن ابی مریم، مسلم بن ابراہیم وغیرھم سے سماع حدیث کی ہے اور آپؒ سے محمد بن یحییٰ بن مندہ، احمد بن ابراہیم، احمد بن معبد وغیرھم روایت کرتے ہیں۔ آپؒ بڑے زاہد، عابد، صاحب مسند اور مالدار شخص تھے۔ آپؒ نے علماء پر تین لاکھ درھم خرچ کیئے۔ محمد بن یحییٰ بن مندہ کہتے ہیں کہ ہمارے علاقہ میں چالیس سال کے عرصہ میں آپؒ سے زیادہ کسی معتمد محدث نے روایت اور تدریس حدیث نہیں کی ہے۔ اس نے مسند کی تصنیف بھی کی ہے۔ اس چالیس سال کے عرصہ میں ہمیں اس کے آرام کرنے کے لئے کسی قسم کا بستر وغیرہ معلوم نہیں ہوا۔ آپؒ کی وفات ۲۷۲ھ میں ہوئی۔

(تذکرة الحفاظ ج۲ ص ۱۵۸، شذرات الذهب ج۲ ص ۱۶۲، الرسالة المستطرفة ص ۵۸، کشف الظنون ج۲ ص ۱۶۸۴)

(۷۷) مسند ابی امیة الطرطوسی

یہ مسند ایک بہت بڑے حافظ ابوامیہ محمد بن ابراہیم بن مسلم بغدادی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے یزید بن ہارون، ابوداؤد طیالسی، عبداللہ بن بکر السہمی، عبدالوہاب بن عطاء، روح بن عبادہ، جعفر بن عون، ابومسہر وغیرھم سے سماع حدیث کی ہے اور آپؒ سے ابوعوانہ اسفرائینی، ابن جوصاء، ابوبکر بن زیاد نیساپوری، ابوعلی الحصاری اور عثمان بن محمد سمرقندی جیسے حضرات روایت کرتے ہیں۔

آپؒ بڑے ثقہ مصنفین میں سے تھے۔ فقیہ ابوبکر الخلالؒ نے آپ کے متعلق فرمایا امام فی الحدیث رفیع القدر جدا (کہ آپؒ حدیث کے بڑے جلیل القدر امام تھے) علامہ امام ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ کے حدیث کے دو اجزاء سند عالی سے ہمیں معلوم ہوئے ہیں لیکن یہ ان روایات کے علاوہ جو [illegible] میں واقع ہیں۔ آپ کی وفات جمادی الاخریٰ ۲۷۳ھ میں ہوئی۔ (تذکرة الحفاظ ج۲ ص [illegible] شذرات الذهب ج۲ ص ۱۶۴، الرسالة ص ۵۸، تهذیب التهذیب ج۹ ص ۱۴)

(۷۸) سنن ابی بکر بن هانئی

یہ سنن علامہ فقیہ حافظ احمد بن محمد بن ھانئ الطائی البغدادی الاسکاف کی تصنیف ہے۔ آپؒ الاثرم کے لقب سے مشہور ہیں آپؒ نے احمد بن حنبل، عبیداللہ بن محمد العیشی، عفان، ابونعیم وغیرھم جیسے ائمہ عظام سے روایت کی ہے اور آپؒ سے امام نسائی، موسیٰ بن ھارون، امام بغوی ابن صاعد، محمد بن جعفر الراشدی وغیرھم جیسے ائمہ نے سماع حدیث کی ہے۔

آپؒ کی ایک کتاب "العلل" بھی مشہور ہے۔ آپؒ نے امام احمد بن حنبل سے فقہ اور علل احادیث وغیرہ میں مکمل استفادہ کرکے مہارت حاصل کی ہے۔

ابوبکر الخلالؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ عظیم الشان حافظ حدیث تھے۔ امام یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا کہ یہ کہا جاتا ہے کہ اثرم تو امام ابوزرعہ رازیؒ سے بھی زیادہ حافظ حدیث ہیں اور یہ بھی سنا گیا کہ اس کے [illegible] میں سے ایک جن تھا۔

امام [illegible] فرماتے ہیں کہ اس کی کتاب سنن ایک قیمتی اور نفیس کتاب ہے جو آپؒ کے کمال علمی، حافظہ کی [illegible] اور جید ہونے پر دال ہے۔

ابن حبانؒ نے "ثقات" میں کہا ہے۔ اصله خراسانی حدثنا عنه جماعة و کان من خیار عباد الله (کہ [illegible] اصل میں خراسانی تھے ایک بڑی جماعت نے ان سے ہمیں روایت بیان کی ہے اور آپؒ اللہ کے [illegible] بندوں میں سے تھے) ابن قانعؒ کہتے ہیں کہ آپؒ کی وفات ۲۷۳ھ میں ہوئی۔ (تذکرة الحفاظ [illegible] ج۲ ص ۱۳۵، تهذیب التهذیب ج۱ ص ۶۷، الرسالة المستطرفة ص ۳۱)

(۷۹) کتاب السنة للشیبانی

یہ کتاب [illegible] احمد بن محمد بن حنبل بن اسحٰق بن حنبل بن ہلال بن اسد شیبانی کی تصنیف شدہ ہے، آپؒ کے [illegible] ابونعیم، عفان، محمد بن عبداللہ الانصاری، سلیمان بن حرب، حمیدی، مسدد وغیرھم جیسے محدثین [illegible] آپؒ سے روایت کرنے والے تلامیذ ابن صاعد، ابوبکر الخلال۔ محمد بن مخلد، عثمان بن سماک، [illegible] جیسے [illegible] کرام ہیں۔

آپؒ امام احمد بن حنبل کے چچازاد بھائی اور تلمیذ ہیں۔ خطیب بغدادیؒ نے آپؒ کو ثقہ، ثبت قرار دیا ہے۔ آپؒ نے ایک بہترین تاریخ بھی لکھی ہے۔ امام ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کی کتاب الفتن کا ایک جزء اور کتاب المحنۃ کے احادیث کے اجزاء بھی سماع کیے ہیں۔ آپؒ کی وفات تقریباً اسّی سال کی عمر ہوکر ۲۷۳ھ میں ہوئی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۱۶۰، شذرات ج۲ ص ۲۷۳، الرسالۃ ص ۳۳)

(۸۰) مسند بقی بن مخلد

یہ مسند حافظ شیخ الاسلام ابوعبدالرحمٰن بقی بن مخلد الاندلسی کا تصنیف کردہ ہے۔ آپؒ نے یحییٰ بن یحییٰ اللیثی، ابومصعب الزھری، یحییٰ بن بکیر، ابراھیم بن المنذر الحزامی، زھیر بن عباد، صفوان بن صالح، ابن نمیر، ابن ابی شیبہ وغیرھم ائمہ کرام سے روایت کی ہے اور آپؒ سے احمد بن عبداللہ اموی، اسلم بن عبدالعزیز، حسن بن سعید، عبداللہ بن یونس القبیر وی وغیرھم جیسے حضرات روایتِ حدیث کرتے ہیں آپؒ عظیم الشان محدث صاحب تصانیف علماء میں سے تھے۔ امام ذھبیؒ آپؒ کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ کے امام، مقتدیٰ، مجتھد، ثقہ، حجت، صالح، عابد، تہجد گزار اور عدیم النظیر بزرگ تھے۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''تفسیر کبیر'' اور ''مسند کبیر'' مشہور ہیں۔ علامہ ابن حزمؒ آپ کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں۔

لم یؤلف فی الاسلام مثل تفسیرہ اصلا (کہ مسلمانوں میں (اس وقت تک) اس جیسی تفسیر مرتب نہیں ہوئی ہے) علامہ یاقوت الحمویؒ اپنی کتاب معجم الادباء میں ابومحمد علی بن احمد سے اس مسند کے بارے میں یہ نقل کرتے ہیں۔ ومنھا فی الحدیث کتاب مصنف الکبیر الذی رتبہ علی اسماء الصحابۃ فروی فیہ عن الف وثلاث مائۃ صاحب ونیف ثم رتب حدیث کل صاحب علی اسماء الفقہ وابواب الاحکام فھو مصنَّف" ومسند" وما اعلم ھذہ الرتبۃ لاحد قبلہ مع ثقتہ وضبطہ واتقانہ واحتفالہ فی الحدیث وجودۃ شیوخہ فانہ روی عن مائۃ رجل واربعۃ وثمانین (۱۸۴) رجلا لیس فیھم عشرۃ ضعفاء وسائرھم اعلام مشاھیر

(معجم الادباء ج۲ ص ۳۶۸)

(بقی بن مخلد کی تصانیف میں سے مصنف کبیر کتب حدیث میں سے ہے۔ جس کو آپؒ نے اسماء صحابہؓ پر مرتب کیا ہے جس میں تیرہ سو سے زائد صحابہ کی روایات ذکر کی گئی ہیں۔ پھر ہر صحابی کی احادیث کو فقہی ابواب واحکام پر مرتب کیا ہے تو (گویا آپ کا مرتب کردہ مجموعہ) مصنَّف بھی ہے اور مسند بھی اور مجھے تو آپؒ سے پہلے ایسے درجہ کے مؤلف کا علم نہیں اور آپؒ کا ثقہ، ضبط، اتقان کی صفات سے موصوف ہونا اور جید مشائخ سے روایات کو جمع کرنا اور اس کے علاوہ بھی زائد خصوصیات ہیں کیونکہ آپؒ نے ایک سو چوراسی (۱۸۴) ایسے جید مشاہیر اعلام مشائخ سے روایت کی ہے۔ جس میں دس راوی بھی ضعیف نہ ہوں گے)

احقر الانام اس سلسلہ میں یہ کہتا ہے کہ یاقوت حمویؒ نے تو اس قول (فروی فیہ عن الف وثلاث مائۃ صاحب ونیف الخ) کی نسبت ابومحمد علی بن احمد کی طرف کی ہے لیکن اصول حدیث کی مشہور کتاب ''الباعث الحثیث'' کے ص ۱۸۶ میں بحوالہ نفح الطیب ج۱ ص ۵۸۱ اور ج۲ ص ۱۳۱ میں مذکورہ بالا قول کی نسبت علامہ ابن حزم کی طرف کی گئی ہے۔ ہاں اس کے بعد یہ بھی لکھتے ہیں کہ ہمیں اسلامی ممالک کے کتب خانوں میں اس کے (مسند بقی بن مخلد) موجود ہونے کے متعلق کوئی علم نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اندلس کی ویرانی اور بربادی سے بچ جانے والے کتب میں موجود ہو۔

نیز علامہ کتانیؒ نے بھی الرسالۃ المستطرفہ کے ص ۶۳ میں اسی قول کی نسبت ابن حزم کی طرف کی ہے لیکن اس قول تک کہ" فھو مسند و مصنف لیس لاحد مثلہ" انتھی

علامہ کتانیؒ نے مصنف بقی بن مخلد کا تذکرہ اپنے الرسالۃ المستطرفہ میں ان الفاظ سے کیا ہے ومصنف بقی بن مخلد القرطبی ذکر فیہ فتاوی الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم قال ابن حزم اربی فیہ علی مصنف ابن ابی شیبۃ وعلی مصنف عبدالرزاق وعلی مصنف سعید بن منصور (الرسالۃ ص ۳۶)
(بقی بن مخلد قرطبیؒ کے مصنف میں صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ وغیرھم کے فتاویٰ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ علامہ ابن حزمؒ اسکے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں مذکورہ (احادیث اقوال صحابہ آثار موقوفہ وغیرھم) بہ نسبت مصنف ابن ابی شیبہؒ، مصنف عبدالرزاقؒ، اور مصنف سعید بن منصورؒ کے بہت زیادہ ہیں)

آپؒ کی وفات ۲۷۶ھ میں ہوئی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۱۸۴، معجم الادباء طبع مصر ج۲ ص ۳۶۸، الباعث الحثیث ص ۱۸۶، شذرات ج۲ ص ۱۶۹، الرسالۃ ص ۳۶)

(۸۱) کتاب الفوائد لابی بشر سمویہ

یہ کتاب حافظ ابوبشر اسماعیل بن عبداللہ بن مسعود العبدی الاصبہانی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے حسین بن حفص، بکر بن بکار، ابونعیم، سعید بن ابی مریم، علی بن عیاش وغیرھم سے سماع حدیث کی ہے اور آپؒ سے محمد بن احمد بن یزید، ابوبکر بن ابی داؤد، عبداللہ بن جعفر بن احمد بن فارس وغیرھم جیسے ائمہ حدیث روایت کرتے ہیں۔

آپؒ سمویہ، الطّواف کے لقب سے مشہور تھے۔ ابوالشیخؒ فرماتے ہیں۔

آپؒ حافظ متقن تھے اور احادیث کا مذاکرہ کیا کرتے تھے۔ اور حافظ امام ابونعیمؒ نے فرمایا کہ سمویہ حفاظ اور فقہاء میں سے تھے آپؒ نے ۲۷۷ھ میں وفات پائی اور آپ کی یہ کتاب الفوائد آٹھ اجزاء پر مشتمل ہے۔ امام ذہبیؒ اس سلسلہ میں نقل کرتے ہیں کہ جو کوئی بھی آپ کے فوائد مرویہ میں پورا پورا تأمل کرے گا تو وہ مصنف ابوبشرؒ کے ان فوائد کا اتنا زیادہ اہتمام کرنے کو خود ہی معلوم کرلے گا۔

(تذکرۃ الحفاظ قدیم ج۲ ص ۱۳۲، الرسالۃ ص ۸۰)

(۸۲) مسند الحنینی

یہ مسند محدث ابوجعفر محمد بن الحسین الحنینی الکوفی کی تصنیف ہے آپؒ کے مشائخ واساتذہ میں عبیداللہ بن موسیٰ، ابوعبید وغیرھم جیسے ائمہ کرام تھے آپؒ کی بہت سے ائمہ کرام سے توثیق نقل کی گئی ہے آپ کی وفات ۲۷۷ھ میں ہوئی۔ (شذرات الذہب ج۲ ص ۱۷۱، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۵۹)

(۸۳) مسند ابی سعید السجستانی

یہ محدث ہرات صاحب التصانیف ابوسعید عثمان بن سعید بن خالد السجستانی کا مرتب کردہ مسند ہے

آپؒ نے ابوالیمان البہرانی، سعید بن ابی مریم، سلیمان بن حرب، یحییٰ الوحاظی وغیرھم ائمہ حدیث سے روایت کی ہے اور آپؒ سے ابوعمرو احمد بن محمد الحیری، محمد بن یوسف الھروی، احمد بن محمد بن عبدوس، ابوالنضر محمد بن محمد الفقیہ وغیرھم جیسے ائمہ روایت کرتے ہیں۔ ابوحامد اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے آپؒ اور امام ذہلیؒ جیسے (علم وفضل) میں کسی کو بھی نہیں دیکھا۔ یعقوب بن الفراتؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے عثمان بن سعید جیسا شخص (علم وفقہ) میں دیکھا اور نہ خود اس نے اپنے مشابہ (مثل) کسی کو دیکھا ہے۔ امام اسنویؒ آپ کے متعلق کہتے ہیں کہ آپؒ ان حفاظ اور اعلام محدثین میں سے تھے۔ جو دنیا کے اطراف میں علم حدیث کے حصول کے لئے بہت بڑے طویل وعریض سفر کرچکے ہیں اور امام بویطیؒ سے علم فقہ میں خصوصی مہارت حاصل کی تھی۔ آپؒ نے ۲۸۰ھ میں وفات پائی۔

تذکرۃ الحفاظ میں ہے وله مسند كبير وتصانيف في الرد على الجهمية (کہ آپؒ کی فرقہ جہمیہ کی تردید میں تصانیف کے علاوہ ایک مسند کبیر بھی ہے) (تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۱۷۸، شذرات ج۲ ص ۱۷۶، الرسالۃ ص ۵۵)

(۸۴) مسند حارث بن محمدؒ

یہ مسند امام حافظ ابومحمد الحارث بن محمد بن ابواسامہ داھر التمیمی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے یزید بن ہارون، عبدالوہاب الخفاف، علی بن عاصم، روح بن عبادہ، عبداللہ بن بکر وغیرھم ائمہ کرام سے روایت کی ہے اور آپؒ سے ابوجعفر الطبری، ابوبکر النجاد، عبداللہ بن الحسین النضری، ابوبکر الشافعی وغیرھم حضرات روایت کرتے ہیں۔ بہت سے ائمہ کرام نے آپؒ کی توثیق کی ہے۔ امام دارقطنیؒ کہتے ہیں کہ آپؒ صدوق تھے اور ان کے متعلق جو یہ منقول ہے کہ وہ روایت حدیث پر دراھم وغیرہ لیا کرتے (تو اس کا جواب علماء کرام نے یہ لکھا ہے) کہ آپؒ چونکہ فقیر تھے اور عیال میں بیٹیاں بہت تھیں تو اس مجبوری کی بنا پر وہ تعلیم حدیث پر اجرت لیا کرتے۔ امام ذہبیؒ نے تو یہ لکھا ہے کہ آپؒ نے اس مسند کو مرتب نہیں کیا تھا، امام برقانیؒ نے جب دارقطنیؒ سے پوچھا کہ کیا ان کی احادیث کو میں صحاح میں داخل کردوں تو آپ نے کہا کیوں نہیں ضرور داخل کردیں۔ آپؒ کی وفات ۲۸۲ھ میں ہوئی اور کل

عمر ستانوے سال تھی۔(تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۱۷۵ ،شذرات ج۲ ص ۱۷۸ ،الرسالۃ ص [illegible])

(۸۵) کتاب الاخلاص لابن ابی الدنیا

یہ کتاب محدث کبیر حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان بن ابی الدنیا القرشی الاموی البغدادی کی تصنیف ہے آپؒ نے سعید بن سلیمان، علی بن الجعد، سعید بن محمد الجرمی، خلف بن ہشام، خالد بن خداش وغیرھم سے روایت حدیث کی ہے اور آپؒ سے حارث بن اسامہ، احمد بن محمد اللبنانی، الحسین بن صفوان، ابوبکر النجاد، احمد بن خزیمہ اور ابوبکر الشافعی وغیرھم جیسے ائمہ روایت کرتے ہیں۔
آپؒ نے اس کے علاوہ بھی بہت سی مفید تصنیفات کی ہیں۔ علامہ خطیبؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ بہت سے خلفاء (مملکت اسلامیہ) کی اولاد کے مؤدب اور اتالیق رہے ہیں قال ابن کامل ھو مؤدب المعتضد (مؤرخ ابن کامل فرماتے ہیں کہ آپؒ معتضد باللہ کے مؤدب اور استاد تھے۔ آپؒ کی ولادت ۲۰۸ھ اور وفات ۲۸۱ھ میں ہوئی۔(تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۲۲۴، الرسالۃ ص ۳۹)

(۸۶) سنن ابی اسحق القاضی

یہ سنن علامہ ابواسحٰق اسمٰعیل بن اسحٰق القاضی الازدی البصری کی تصنیف ہے، آپؒ اپنے زمانہ میں شیخ المالکیہ تھے۔ آپؒ نے قرأت، حدیث، فقہ، احکام القرآن، اصول وغیرہ میں کئی تصانیف کی ہیں [illegible] آپؒ اپنے وقت میں عربیت کے امام تھے۔ امام مبردؒ فرماتے ہیں ھو اعلم بالتصریف منی (آپؒ علم التصریف کو مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپؒ کی وفات ۲۸۲ھ میں ہوئی۔
(شذرات الذھب ج۲ ص ۱۷۸ ،الرسالۃ المستطرفۃ ص ۳۳)

(۸۷) سجدات القرآن لابی اسحق الحربی

یہ ایک بڑے عالم ابراھیم بن اسحٰق بن بشر ابواسحٰق الحربی کی تصنیف ہے۔ آپؒ اعلام محدثین میں سے تھے۔ آپؒ نے امام احمد بن حنبل سے تفقہ حاصل کیا۔ علم وعمل میں یکتا تھے۔ المرداوی نے اپنی کتاب الانصاف میں کہا ہے کہ آپؒ سارے علوم کے ماہر امام، متقن، مصنف، عابد، زاہد تھے۔ آپؒ سے امام [illegible]

[illegible] سے بہت جید بہترین مسائل نقل کیے ہیں اسی طرح بہت سی تصنیفات کے مرتب بھی ہیں۔ آپؒ کی وفات ۲۸۵ھ میں ہوئی۔ (شذرات الذھب ج۲ ص ۱۹۰ ،الرسالۃ المستطرفۃ ص ۴۱)

(۸۸) مستخرج احمد بن سلمۃؒ

یہ مستخرج حافظ امام ابوالفضل احمد بن سلمہ نیساپوری البزاز المعدل کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے امام قتیبہ بن سعید، ابن راھویہ، عبداللہ بن معاویہ، ابوکریب، عثمان بن ابی شیبہ وغیرھم ائمہ کرام سے روایت حدیث کی ہے، اور آپؒ سے امام ابوزرعہ، ابن وارہ (اور یہ دونوں آپ کے مشائخ بھی ہیں) ابوحامد بن الشرقی، ابوالفضل محمد بن ابراھیم وغیرھم نے روایت کی ہے۔ آپؒ بلخ اور بصرہ کے علمی اسفار میں امام مسلمؒ کے رفیق سفر تھے۔ امام ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ احمد بن سلمہؒ کا مستخرج صحیح مسلم کے مشابہ ہے شیخ ابوالقاسم النصر آبادی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعلی ثقفی کو خواب میں دیکھا تو آپؒ نے فرمایا کہ احمد بن سلمہ کے کتاب (مستخرج) کو لازم پکڑلے۔ آپؒ کی وفات ۲۸۶ھ میں ہوئی۔
(تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۱۹۰، شذرات ج۲ ص ۱۹۲، الرسالۃ ص ۲۶)

(۸۹) مستخرج محمد بن رجاء

یہ امام ابوبکر حافظ محمد بن محمد بن رجاء بن السندی نیساپوری الاسفرائینی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے امام [illegible] احمد بن حنبل، علی ابن المدینی، ابن نمیر، ابوبکر بن شیبہ، جیسے حضرات سے روایت حدیث کی [illegible] ہے، اور آپؒ سے ابوعوانہ، ابوحامد ابن الشرقی، محمد بن صالح، ابن الاخرم، ابوالنضر [illegible] ائمہ کرام روایت کرتے ہیں۔ آپؒ امام مسلمؒ کے ساتھ اکثر مشائخ میں شریک [illegible] فرماتے ہیں کہ آپؒ متدین، ثبت اور اپنے زمانہ میں بہت سے مشائخ پر مرتبہ میں [illegible] ائمہ کرام نے بھی آپ کو حافظ، ثبت، قابل حجت قرار دیا ہے آپؒ کی صحیح [illegible] احمد فرماتے ہیں کہ آپؒ کی وفات ۲۸۶ھ میں ہوئی ہے۔
([illegible] ج۲ ص ۲۸۶، شذرات ج۲ ص ۱۹۳ ،الرسالۃ المستطرفۃ ص ۲۵)

(۹۰) مسند ابی الحسن البغوی

یہ مسند امام ومحدث ابوالحسن علی بن عبدالعزیز بن المرزبان بن سابور البغوی کی تصنیف ہے۔آپؒ نے ابونعیم، عفان، القعنبی، مسلم بن ابراھیم، ابوعبیدؒ وغیرھم سے روایتِ حدیث کی ہے اور آپ سے ابوالقاسم البغوی، ابوعلی حامد الوفاء، عبدالمومن بن خلف النسفی وغیرھم جیسے ائمہ روایت کرتے ہیں۔آپؒ حافظ، صدوق، فقیہ اور شیخ الحرم تھے۔امام دار قطنیؒ اور ابن ابی حاتمؒ نے بھی آپؒ کو ثقہ مامون، صدوق قرار دیا ہے۔آپؒ کی وفات ۲۸۶ھ میں ہوئی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ جدید ج۲ ص ۶۲۲، شذرات ج۲ ص ۱۹۳، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۵۵)

(۹۱) کتاب السنۃ لاحمد بن عمرو النبیل

یہ کتاب امام حافظ ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم النبیل الشیبانی البصری کی مرتب شدہ ہے۔آپؒ بڑے جلیل القدر امام، فقیہ، حافظ، صالح، متقی، صاحب التصانیف اور اصبھان کے قاضی تھے۔ابوموسیٰ المدینیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ علم، فہم، حفظ، زہد اور فقہ کی جامع شخصیت تھے۔آپؒ فرمایا کرتے کہ جب میری کتب ضائع ہوگئیں تو میں نے اپنی یادداشت سے پچاس ہزار احادیث املاء کروائیں۔اسی طرح صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ آپؒ نے ایک ایسی مسند کبیر تصنیف فرمائی ہے کہ جو تقریباً پچاس ہزار احادیث پر مشتمل ہوگی۔

(شذرات الذھب ج۲ ص ۳۴، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۳۴، کشف الظنون ج۲ ص ۴۳۰)

(۹۲) مسند محمد بن زیاد

یہ امام ابوعلی حسین بن محمد زیاد العبدی النیساپوری القبانی کا مرتب کردہ مسند ہے۔آپؒ نے اسحٰق بن راھویہ، منصور بن ابی مزاحم، احمد بن منیع، عمرو بن زرارہ، ابی بکر بن ابی شیبہ وغیرھم جیسے ائمہ سے روایت حدیث کی ہے۔اور آپؒ سے ابوعبداللہ بن الاخرم، ابوزکریا العنبری، محمد بن صالح، دعلج بن احمد وغیرھم جیسے حضرات روایت کرتے ہیں۔آپؒ قبانی کے لقب سے مشہور تھے اور اس کی وجہ آپ خود یہ بیان

کرتے ہیں۔

کان لجدی زیاد قبان وماکان وزانا وکان یعیرہ فشھر بہ وقد کان استصحبہ معہ من بلاد فارس (میرے دادا زیاد کا قبان (بھاری وزن کا کانٹا) تھا اور یہ خود وزن کرنے والے نہ تھے لیکن لوگوں کو وہ عاریت پر دیا کرتے اس لئے اس کے ساتھ مشہور ہوگئے اور یہ قبان وہ فارس کے علاقہ سے ساتھ لائے تھے) آپؒ شیوخ وحفاظ اور مصنفین حدیث کے ارکان میں سے تھے آپ نے علم حدیث کی تحصیل کے لئے بہت طویل اسفار کر کے بڑے بڑے شیوخ حدیث سے سماع حدیث کی۔کہا جاتا ہے کہ امام مسلمؒ کے بعد آپؒ کے حلقہ حدیث میں محدثین کا بہت بڑا اجتماع ہوا کرتا اور پھر اس محفل علمی میں احادیث کے مذاکرے ہوا کرتے۔قال الحاکم ھو احد ارکان الحدیث وحفاظ الدنیا رحل وصنف المسند والابواب والتاریخ والکنیٰ (امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ شیوخ حدیث کے ارکان اور دنیا کے حفاظ میں سے ایک تھے۔آپ نے تحصیل علم کے لئے اسفار کیئے اور احادیث کو مسند اور ابواب کے طرز پر نیز تاریخ اور کنیتوں کو تصنیف وتالیف کے پیرایہ میں مرتب کیا) آپؒ کی وفات ۲۸۹ھ میں ہوئی۔ (شذرات ج۲ ص ۲۰۱، تھذیب ج۲ ص ۳۱۷، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۶۸۰، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۵۹)

(۹۳) مسند اسحٰق العنبری

یہ مسند حافظ علامہ ابواسحٰق ابراھیم بن اسمٰعیل الطوسی کی تصنیف ہے۔آپؒ نے یحییٰ بن یحییٰ، اسحٰق بن راھویہ، قتیبہ، ھشام بن عمار، حرملہ، ابومصعب جیسے مشائخ سے روایت حدیث کی ہے اور آپ سے ابوالنضر الفقیہ، ابوالحسن بن زھیر، محمد بن صالح بن ھانئ وغیرھم جیسے ائمہ کرام روایت کرتے ہیں۔بہت سے ائمہ کرام سے آپؒ کی توثیق منقول ہے۔امام حاکمؒ آپؒ کا تذکرہ ان الفاظ سے کرتے ہیں ھو محدث عصرہ بطوس وزاھد ھم بعد شیخہ محمد بن اسلم واخصھم بصحبتہ (آپؒ علاقہ طوس میں شیخ محمد بن اسلم کے بعد اپنے زمانہ کے محدث اور زاھد تھے اور اس کی مجلس کے مخصوص ترین حضرات میں سے تھے)

اسی طرح ابو النضرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے آپؒ کے مسند کو اس کے اپنے خط سے ہی دو سو اجزاء سے زائد میں لکھا ہے۔ آپؒ ۲۹۰ھ سے پہلے وفات ہوئے ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۲۵، کشف الظنون ج ۲ ص ۴۳۴، الرسالۃ ص ۵۹)

(۹۴) مسند تمیم بن محمد

یہ مسند معتمد حافظ تمیم بن محمد بن معاویہ الطوسی کی تصنیف ہے۔

آپؒ امام احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ، علی بن حجر وغیرہم سے روایت حدیث کرتے ہیں اور آپؒ سے محمد بن زہیر، ابو عبداللہ ابن الاخرم، محمد بن العباس البخاری جیسے حضرات روایت کرتے ہیں۔ امام حاکمؒ آپ کے متعلق کہتے ہیں۔ محدث ثقة كثير الحديث والرحلة والتصنيف جمع المسند الكبير ورائيته عند جماعة من اشياخنا (تمیم بن محمدؒ ایک معتمد کثیر الحدیث محدث اور مصنف ہیں۔ آپؒ مسند کبیر کے جامع ہیں میں نے اپنے مشائخ کی ایک بڑی جماعت کی مجالس میں آپؒ کو کئی بار دیکھا ہے) آپ کی وفات ۲۹۰ھ کے بعد ہوئی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۲۲، الرسالہ المستطرفة ص ۵۵)

(۹۵) مسند البزار

یہ مسند مشہور حافظ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البصری البزار کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے ہدبہ بن خالد، عبدالاعلی بن حماد، حسن بن علی بن راشد اور عبداللہ بن معاویہ جمحی جیسے مشائخ سے علم حدیث حاصل کیا اور آپؒ سے عبدالباقی بن قانع، محمد بن العباس النجیح، عبداللہ بن الحسن، ابوالشیخ وغیرہم جیسے ائمہ کرام نے روایتِ حدیث کی ہے۔

آپؒ نے آخری عمر میں اصبہان، عراق، شام اور اس کے گرد و نواح میں روایتِ احادیث کے ذریعے اپنے علم کو خوب پھیلایا۔ امام دارقطنیؒ نے بھی آپ کا تذکرہ بڑے حسین انداز میں کیا ہے اور کہا کہ آپ چونکہ اپنے حفظ و یادداشت پر زیادہ اعتماد کر کے روایت حدیث کیا کرتے اس لئے بعض اوقات آپ سے خطا بھی واقع ہو جاتی تھی۔

اس مسند کو المسند الکبیر المعلل بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں ہر حدیث کے علل اور اسباب جرح و تعدیل کا بیان کیا جاتا ہے۔ علامہ کتانیؒ الرسالۃ المستطرفہ میں لکھتے ہیں وله مسند الكبير المعلل وهو المسمى بالبحر الزاخر يبين فيه الصحيح من غيره (اور آپؒ کی ایک "مسند الکبیر المعلل" کتاب بھی ہے جو البحر الزاخر کے نام سے مسمیٰ ہے۔ اس میں آپؒ حدیث صحیح کو غیر صحیح سے ممتاز کر دیتے ہیں)

امام عراقیؒ فرماتے ہیں کہ ایسے بہت قلیل مواضع میں آپؒ نے اس پر عمل کیا ہے البتہ بعض رواۃ حدیث کے تفرد اور کسی دوسرے راوی کی اس پر متابعت کے سلسلہ میں تکلم کیا ہے۔ اس مسند بزار کے شروع میں مسند ابی بکر کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ کی وفات ۲۹۲ھ رملہ میں ہوئی ہے

(کشف الظنون ج ۲ ص ۱۶۸۲، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۰۴، شذرات ج ۲ ص ۲۰۹، الرسالۃ ص ۵۸، ترجمہ بستان المحدثین ص ۵۸)

(۹۶) سنن ابی مسلم الکجی

یہ حافظ ابو مسلم ابراہیم بن عبداللہ بن مسلم بن ماعز البصری الکشی کی تصنیف ہے آپؒ نے سماع حدیث [illegible] الاصمعی، مسلم بن ابراہیم، بدل بن المحبر جیسے ائمہ کرام سے کی ہے اور آپؒ سے [illegible] حبیب القزاز، النجاد، ابوبکر القطیعی وغیرہم حضرات نے سماع حدیث کی ہے۔

آپ [illegible] سے مشہور ہیں۔ الکشی منسوب ہے، کش (بفتح الكاف و تشديد الشين) کی طرف جو [illegible] کی مسافت پر ایک پہاڑی بستی ہے اور الکجی منسوب ہے کج کی طرف جس کے [illegible] ہوتے ہیں اور چونکہ آپؒ بصرہ میں گھر بناتے وقت یہ کہا کرتے کہ 'ھا توا [illegible] اس لئے آپ کا لقب کجی مشہور رہا۔

[illegible] کہ جب آپ نے روایتِ حدیث شروع کی تو دس ہزار درہم صدقہ کیے۔ نیز امام [illegible] فرماتے ہیں لما فرغنا من سماع السنن منه عمل لنا مادبة انفق فيها الف دينار (جب [illegible] کی جملہ احادیث مکمل کر کے فارغ ہوئے تو ہم سب محدثین، علماء، صلحاء اور [illegible] کی ضیافت کا انتظام و اہتمام فرمایا جس پر ایک ہزار دینار خرچ کیے۔

خطیب بغدادیؒ نے اپنی تاریخ میں بشری الفاتنی سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن جعفر الختلیؒ سے سنا ہے کہ جب ابو مسلم الکجی بغداد تشریف لائے تو رحبہ غسان میں سماع حدیث اور حصول سند کے لئے اتنی کثیر تعداد میں محدثین اور علماء وغیرہ حاضر ہوئے کہ آپ کی آواز پہنچانے کے لئے سات مستملی (املاء کرانے والے) مقرر ہوئے تا کہ ایک دوسرے تک آپ کی آواز پہنچا کر دوسرے سامعین تک پہنچائی جائے اور اس مجلس اجتماع کا اندازہ سامعین اور ناظرین کے علاوہ صرف قلم دوات سے لکھنے والوں کا چالیس ہزار سے زائد افراد سے لگایا گیا (واللہ اعلم)

اس لئے بہت سے ائمہ کرام اور محدثین عظامؒ سے منقول ہے کہ آپؒ حافظ الحدیث جلیل القدر محدث اور مصنف تھے۔

صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں ولابی مسلم ابراهیم بن عبدالله بن مسلم الکجی البصری المتوفی اثنتین وتسعین ومائتین (۲۹۲)

(علامہ چلپیؒ جہاں سنن کا تذکرہ فرمارہے ہیں یہ لکھتے ہیں کہ ابو مسلم ابراہیم بن عبداللہ بن مسلم الکجی کی ایک تصنیف السنن ہے اور آپ کی وفات ۲۹۲ھ میں ہوئی ہے)

(کشف الظنون جدید ج۲ ص ۱۰۰۷، تذکرۃ الحفاظ جدید ج۲ ص ۶۲۰، شذرات الذهب ج۲ ص ۲۱۰، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۳۱)

(۹۷) مسند ابی بکر المروزی

یہ مسند حافظ ابو بکر احمد بن علی بن سعید المروزی القاضی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے علی بن الجعد، ابو النصر التمار، کامل بن طلحہ، یحیٰی بن معین، احمد بن حنبل، سوید بن سعید جیسے مشائخ سے روایت حدیث کی ہے اور آپؒ سے ابو عبدالرحمٰن نسائی، ابو عوانہ، ابن جوصاء، ابو علی ابن معروف، ابو القاسم الطبرانی، ابو احمد المفسر وغیرہم جیسے ائمہ کرام روایت کرتے ہیں۔

حافظ ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ ثقات محدثین میں سے تھے اور آپ نے بہت سی مفید تصانیف مرتب کی ہیں۔

علامہ ابن حجرؒ "تھذیب التھذیب" میں لکھتے ہیں قلت وکان فاضلا له تصانیف وقع لنا منها کتاب العلم وکتاب الجمعة ومسند ابی بکر وعثمان وعائشة وغیر ذلک وکان مکثرا شیوخا وحدیثا

(میں کہتا ہوں کہ ابو بکر مروزیؒ بڑے فاضل اور مصنف تھے ہمیں ان کی تصانیف میں سے "کتاب العلم"، "کتاب الجمعة" مسند ابی بکر، عثمان، عائشہ وغیرہ معلوم ہو سکی ہیں آپؒ کے مشائخ بہت تھے اور آپ بہت احادیث کے روایت کرنے والے بھی تھے۔ آپؒ نے ذی الحجہ ۲۹۲ھ میں وفات پائی۔

(تھذیب التھذیب ج۱ ص ۵۴، تذکرۃ الحفاظ قدیم ج۲ ص ۲۱۱، شذرات ج۲ ص ۲۰۹، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۵۹)

(۹۸) مسند عبدالرحمن بن محمد الرازی

یہ حافظ کبیر ابو یحیٰی عبدالرحمٰن بن محمد بن سلم الرازی کی تصنیف ہے۔ آپؒ جامع اصفہان کے امام اور صاحب تفسیر اور مسند کے مصنف بھی تھے۔ آپؒ نے سھل بن عثمان، عبدالعزیز بن یحیٰی، الحسین بن عیسٰی الزھری اور ان کے طبقہ کے حضرات ائمہ کرام سے روایت حدیث کی ہے۔ اور آپؒ سے ابو احمد العسال، ابو الشیخ، امام طبرانیؒ وغیرہم جیسے ائمہ حدیث روایت کرتے ہیں بہت سے ائمہ کرام نے آپؒ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ آپؒ کی وفات ۲۹۱ھ میں ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ قدیم ج۲ ص ۲۲۴، جدید ج۲ ص ۲۹۰، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۶۰)

(۹۹) کتاب فضائل القرآن لابن الضریس

یہ کتاب حافظ ابو عبداللہ محمد بن ایوب بن یحیٰی البجلی الرازی کی تصنیف ہے۔ آپؒ ابن الضریس سے مشہور تھے اور آپؒ علاقہ رےّ کے بڑے محدث اور کتاب فضائل القرآن کے مصنف تھے۔ آپؒ نے امام قعنبی، مسلم بن ابراہیم، ابو الولید الطیالسی، محمد بن کثیر العبدی اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے روایت حدیث کی ہے اور آپؒ کے تلامذہ میں احمد بن اسحٰق بن نیخاب، اسمٰعیل بن نجید، عبداللہ بن محمد ابن عبدالوہاب الرازی وغیرہم جیسے حضرات ہیں آپؒ کو بہت سے ائمہ کرام نے ثقہ قرار دیا ہے۔ امام خلیلیؒ فرماتے ہیں کہ وہ محدث ابن محدث ہیں اور ان کے دادا یحیٰی تو سفیان ثوریؒ کے اصحاب وتلامذہ

میں سے تھے۔ بعض علماء کرام محمد بن ایوب سے نقل کرتے ہیں کہ میں جب آخری مرتبہ بصرہ آیا تو میں نے ورّاقین (کاتبین روایت) کی اجرت دس ہزار درھم ادا کی۔

امام ذھبیؒ "تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں قلت سمعنا باجازۃ عن روح الھروی من عوالیہ (کہ ہم نے امام روح الھرویؒ کے اجازت سے ابن الضریس کے عوالی (یعنی معتمد اور عالی روایات سنی ہیں) یہ بھی منقول ہے کہ سب سے پہلے فضائل القرآن کے مصنف امام شافعیؒ ہیں آپؒ کی وفات رے میں عاشوراء کے دن ۲۹۴ھ میں ہوئی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۱۹۶، شذرات ج۲ ص ۲۱۶، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۵۰)

(۱۰۰) مسند ابراھیم بن معقل النسفی

یہ مسند علامہ حافظ ابو اسحٰق ابراھیم بن معقل بن الحجاج نسفی کی تصنیف ہے آپؒ نسف شہر کے قاضی اور مسند کبیر، تفسیر اور دیگر مختلف کتب کے مصنف ہیں۔ آپؒ نے قتیبہ بن سعید، جبارہ بن المغلس، ہشام بن عمار جیسے ائمہ کرام سے روایت حدیث کی ہے اور آپؒ سے محمد زکریا، عبدالمومن بن خلف نسفی وغیرہ حضرات نے سماع حدیث کی ہے۔ امام مستغفریؒ کہتے ہیں کہ آپ بہت بڑے فقیہ، زاہد، متقی، احادیث کے حافظ اور علماء کے مختلف فیہ مسائل میں صاحب بصیرت تھے نیز آپؒ صحیح بخاری کے رواۃ میں سے بھی ہیں۔

جیسے کہ علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں یہ نقل کردیا کہ ومن رواۃ الجامع ایضا ممن اتصلت الینا بالاجازۃ ابراھیم بن معقل النسفی وفاتہ قطعۃ من آخرہ رواھا بالاجازۃ (کہ جامع صحیح بخاری کے راویوں میں سے جن کی سند ہم تک بالاجازۃ پہنچی، ابراھیم بن معقل نسفی بھی ہیں البتہ اس سے کچھ آخری حصہ رہ گیا تھا جس کو روایت بالاجازۃ کیا تھا)

صاحب کشف الظنون نے مسندات کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ ولا براھیم بن معقل النسفی المتوفی سنۃ خمس وتسعین ومائتین (کہ ایک مسند ابراھیم بن معقل نسفی المتوفی ۲۹۵ھ کا بھی ہے۔

(کشف الظنون جدید ج۲ ص ۱۶۸۵، مقدمہ فتح الباری ج۱ ص ۴۹۳، شذرات ص ۲۱۸،

الرسالۃ ص ۶۰، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۲۳۱)

(۱۰۱) سنن یوسف بن یعقوب القاضی

یہ سنن امام حافظ ابو محمد یوسف بن یعقوب بن حماد بن زید بن درھم الازدی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے مسلم بن ابراھیم، سلیمان بن حرب، مسدد، شیبان بن فروخ وغیرھم سے روایت حدیث کی ہے، اور آپؒ سے ابوعمرو بن السماک، ابن قانع، دعلج، ابوبکر الشافعی، طبرانی، ابن ماسی اور علی بن محمد بن کیسان جیسے ائمہ کرام روایت کرتے ہیں۔ آپؒ نے صغر سنی میں ہی علم کی طلب وتلاش شروع کردی تھی اور اس سلسلہ میں آپؒ نے بہت سے مشائخ سے سماع حدیث کی۔ آپؒ ۲۷۶ھ میں بصرہ، واسط اور جانب شرقی کے قاضی مقرر ہوئے۔ خطیبؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ ثقہ، صالح، عفیف، بارعب اور صحیح احکام (نافذ کرنے) والے تھے۔ آپ کی ولادت ۲۰۸ھ میں اور وفات رمضان المبارک ۲۹۷ھ میں ہوئی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۲۰۹، شذرات ج۲ ص ۲۲۷، الرسالۃ ص ۳۳)

(۱۰۲) مسند ابی جعفر المطیّن

یہ امام کبیر ابوجعفر محمد بن عبداللہ الحضرمی الکوفی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے احمد بن یونس، یحییٰ الحمانی، یحییٰ بن بشر الحریری، سعید بن عمر الاشعثی وغیرھم جیسے مشائخ حدیث سے روایت کی ہے اور آپؒ سے ابوبکر النجاد، ابوالقاسم الطبرانی، ابوبکر الاسماعیلی، علی بن عبدالرحمٰن البکائی وغیرھم جیسے ائمہ کرام نے روایت حدیث کی ہے۔ لفظ مطیّن بروزن مکرّم ہے۔ آپؒ اس لقب سے مشہور تھے۔ چنانچہ اس کی وجہ تسمیہ یہ لکھتے ہیں کہ مطیّن کا معنیٰ کیچڑ آلودہ چیز چونکہ آپؒ بچپن میں لڑکوں کے ساتھ پانی اور کیچڑ میں کھیلا کرتے تو لڑکے آپؒ کی پیٹھ پر کیچڑ مل لیتے تھے۔

اتفاقاً امام ابونعیم فضل بن دکینؒ نے آپ کو کہا "یا مطین لم لا تحضر مجلس العلم (اے مطیّن (کیچڑ آلودہ) آپ سبق میں کیوں حاضر نہیں ہوتے) تو اسی دن سے آپ مطیّن کے لقب سے مشہور ہوگئے امام ابوبکر بن دارمؒ فرماتے ہیں میں نے آپؒ سے ایک لاکھ احادیث لکھی ہیں امام ذہبیؒ فرماتے ہیں قد صنف المسند وغیر ذلک ولہ تاریخ صغیر وکان من اوعیۃ العلم (آپؒ

مسند، تاریخ صغیر اور دوسری کتب کے مصنف ہیں اور آپؒ گویا علم کے برتن اور مشکیزہ یعنی کثیر العلم تھے) امام دار قطنیؒ نے فرمایا کہ آپؒ ثقہ اور علم کے پہاڑ تھے، آپؒ کی ولادت ۲۰۲ھ اور وفات ربیع الآخر ۲۹۷ھ میں ہوئی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ قدیم ج ۲ ص ۲۱۰، شذرات ج ۲ ص ۲۲۶، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۵۴)

(۱۰۳) کتاب المجالسۃ وجواھر العلم

یہ کتاب ابوبکر احمد بن مروان بن محمد الدینوری القاضی المالکی کی تصنیف ہے، آپؒ نزیل مصر تھے اور کتاب الفضائل بھی آپؒ کی تصنیفات میں ہے۔

الدینوری کی نسبت بوجہ دینور کے ہے جو موصل اور آذربائیجان کے درمیان ایک شہر ہے۔ آپؒ نے "کتاب المجالسۃ وجواھرا لعلم" میں بہت سے علوم تفسیر، عظمت اللہ، احادیث، آثار صحابہؓ وغیرہ کو جمع کردیا اور یہ چھبیس (۲۶) اجزاء پر مشتمل ایک جلد میں ہے۔ بعض حضرات نے اس کا منتخب مجموعہ المسمی "نخبۃ الموانسۃ من کتاب المجالسۃ" کے نام سے تصنیف کیا ہے۔ آپ کی وفات ۲۹۸ھ میں ہوئی ہے (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۴۶)

(۱۰۴) جزء القناعۃ لابی العباس الطوسیؒ

یہ امام ابوالعباس احمد بن محمد بن مسروق الطوسی البغدادی کی تصنیف ہے، آپؒ بڑے زاہد، صوفیاء کے سادات اور محدثین میں سے تھے۔ آپؒ عظیم المرتبہ شخص تھے اور اپنے زمانہ کے ابدال سے شمار کیے جاتے تھے۔ آپؒ رسالہ قشیریہ کے رجال میں سے تھے۔ امام جعفر الخلدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے عقل کے بارے میں کسی مسئلہ کے متعلق سوال کیا، تو آپؒ نے فرمایا یا ابا محمد من لم یحترز بعقلہ من عقلہ لعقلہ ھلک لعقلہ (جس نے اپنی عقلمندی سے اپنے آپ کو تاوان (دیت وغیرہ) کی اد[illegible] میں قید وبند (گرفتاری) سے نہ بچایا تو وہ اپنے عقل ودماغ (کی کمزوری) کے باعث ہلاک ہوا۔ واللہ علم (شذرات ج ۲ ص ۲۲۷، الرسالۃ المستطرفہ ص ۷۵)

القرن الرابع

سابقہ صفحات میں بعض ان کتب کا تذکرہ ہوا جو قرن ثانی اور ثالث میں تصنیف کی گئی تھیں۔ یہاں سے بعض ان کتب کا ذکر کیا جاتا ہے جو قرن رابع (چوتھی صدی) میں تصنیف کی گئی ہیں۔

(۱۰۵) مسند ابی اسحق الرازی

یہ مسند امام ابو اسحٰق ابراھیم بن یوسف بن خالد بن اسحٰق الرازی الھسنجانی کی تصنیف ہے۔

الھسنجان (بکسر الھاء و سکون النون قریۃ بالری) (یعنی ھسنجان علاقہ ریّ کی ایک بستی کا نام ہے۔

آپؒ نے طالوت ابن عباد، عبدالواحد بن غیاث، ھشام بن عمار وغیرھم مشائخ سے روایتِ حدیث کی ہے اور آپؒ سے ابوبکر الاسماعیلی، ابوالحسن النیسابوری، ابواحمد بن عدی، العباس بن الصفار وغیرھم ائمہ کرام روایت کرتے ہیں۔

بہت سے ائمہ کرام سے یہ منقول ہے کہ آپؒ ایک بڑے عالم اور ثقہ محدث تھے نیز یہ کہ آپؒ کا مسند ایک سو (۱۰۰) اجزاء سے زائد پر مشتمل تھا۔ صاحب کشف الظنون بھی لکھتے ہیں کہ وھو فی مائۃ جزء (مسند ابی اسحٰق سو اجزاء میں ہے) آپؒ کی وفات ۳۰۱ھ میں ہوئی۔

(شذرات الذھب ج ۲ ص ۲۳۵. کشف الظنون قدیم ج ۲ ص ۴۳۴، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۶۹۲، الرسالۃ ص ۶۰)

(۱۰۶) کتاب العیدین لابی بکر الفریابی

یہ کتاب اپنے زمانہ کے شیخ حافظ ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الترکی کی تصنیف ہے آپؒ صاحب التصانیف اور دینور کے قاضی تھے۔ آپؒ نے سماع حدیث، امام علی بن المدینی، ابوجعفر النفیلی، قتیبہ، اسحٰق، ھدبہ بن خالد، ھشام بن عمار وغیرھم جیسے مشائخ سے کی ہے اور آپؒ سے ابوعلی بن الصواف، ابوبکر الشافعی، ابن عدی، ابوالفضل الزھری وغیرھم ائمہ حدیث روایت کرتے ہیں۔

آپؒ ترک سے مصر منتقل ہوگئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو علم وعمل، معرفت، فہم مستقیم کی دولت سے

نوازا تھا۔ آپؒ نے علم کی تحصیل اور مشائخ حدیث سے سماع روایت کے سلسلہ میں مشرق ومغرب کے اسفار کیے۔ آپؒ نے کتابت حدیث کی ابتداء ۲۲۴ھ سے کردی تھی۔ ابوالفضل زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں جب ۲۹۸ھ میں شیخ فریابیؒ سے سماع حدیث کیا کرتا تو آپؒ کی مجلس میں (دوسرے سامعین کے علاوہ) احادیث لکھنے والوں کی تعداد تقریباً دس ہزار ہوا کرتی تھی جن میں اس وقت میرے سوا کوئی بھی باقی نہ رہا۔

امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ ہم شیخ فریابیؒ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تو اس میں دس ہزار یا اس سے بھی زیادہ اشخاص موجود ہوتے۔

آپؒ کے متعلق یہ بھی منقول ہے کہ آپؒ کا بغداد تشریف لے آنے پر بڑا شاندار استقبال کیا گیا اور جب اس کے بعد آپؒ سے سماع حدیث کے لئے لوگ حاضر ہوتے تو ان کا اندازہ تیس ہزار نفوس سے لگایا گیا اور اس میں مستملین کی تعداد تین سو سولہ (۳۱۶) تھی۔ آپؒ کی ولادت ۲۰۷ھ میں اور وفات محرم ۳۰۱ھ میں ہوئی۔

(شذرات الذهب ج ۲ ص ۲۳۵، تذكرة الحفاظ قديم ج ۲ ص ۲۳۶، الرسالة المستطرفة ص ۴۱)

(۱۰۷) خصائص علیؓ للنسائی

یہ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار النسائی کی تصنیف ہے آپؒ نے قتیبہ بن سعید، اسحٰق بن راھویہ، ھشام بن عمار، محمد بن نصر المروزی، ابوکریب وغیرھم ائمہ کرام سے سماع حدیث کی ہے اور آپؒ سے ابوبشر الدولابی، حمزہ الکنانی، ابوبکر بن السنی، ابوالقاسم الطبرانی، الحسن بن الخضر السیوطی وغیرھم حضرات سے روایت حدیث کی ہے۔ آپؒ کا مولد نساء (صوبہ خراسان) تھا پھر آپؒ نے مصر میں سکونت اختیار کرلی تھی اور اپنے زمانے میں علم حدیث کے امام تھے اور اس سلسلہ میں کچھ حالات ومناقب پہلے (سنن نسائی) کے تذکرے میں ذکر ہوچکے ہیں۔

صاحب کشف الظنون نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب امام نسائی سے یہ سوال کیا گیا کہ آپؒ نے فضائل

شیخین میں کوئی کتاب کیوں تصنیف نہیں کی (بعد میں تو فضائل صحابہؓ پر مستقل کتاب لکھی) تو آپؒ نے فرمایا کہ جب میں دمشق آیا تو حضرت علیؓ سے برگشتہ لوگ انتہائی زیادہ تھے تو میں نے "خصائص علی" اس امید پر لکھی کہ شاید اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اس کے ذریعہ سے ہدایت نصیب فرماویں۔

لیکن یہ کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے آپ کے اس عمل پر اظہار ناراضگی کرتے ہوئے پہلے تو آپؒ کو مسجد اور پھر دمشق سے "رملہ" کی طرف نکل جانے پر مجبور کردیا اور آپؒ کی وفات رملہ میں ہوئی۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ جب امام نسائی کو مارا گیا تو آپؒ نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ مجھے مکہ معظمہ پہنچادو، چنانچہ اس کو وہاں لے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا اور صفا مروہ کے درمیان دفن کیے گئے (واللہ اعلم)۔

اس کے علاوہ آپ کی ایک کتاب "عمل اليوم والليلة" بھی ہے اس کے متعلق علامہ چلپیؒ نے کشف الظنون میں یہ ذکر کیا ہے کہ ان العلماء قد صنفوا فی عمل اليوم والليلة والدعوات والاذكار كتبا كثيرة ومن احسنها للامام النسائی (علماء کرام نے ذکر، دعاؤں اور دن رات کے اعمال کے متعلق بہت سی کتابیں لکھی ہیں ان میں سے بہترین کتاب امام نسائی کی الیوم واللیلۃ ہے)

اور اسکی مشہور کتاب المجتبیٰ (سنن الصغریٰ) کا ذکر تو پہلے ہی صحاح ستہ کے تذکرے میں ہوچکا ہے۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے المجتبیٰ (سنن صغریٰ) ابوزرعہ المقدسی کے طریق سے سماع کی ہے۔ آپؒ نے پندرہ سال کی عمر میں امام قتیبہ سے سماع حدیث کے لئے سفر کیا اور اس کے پاس ایک سال دو ماہ تک تحصیل روایت حدیث کرتے رہے۔ آپؒ کی ولادت ۲۱۵ھ میں اور وفات ۳۰۳ھ میں ہوئی

(تهذيب ج ۱ ص ۳۲، تذكرة الحفاظ ج ۲ ص ۲۹۸، كشف الظنون قديم ج ۱ ص ۴۶۳، ایضا ج ۲ ص ۱۳۶)

(۱۰۸) مسند ابی محمد البربری

یہ مسند حافظ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن ناجیۃ بن نجبہ البربری بغدادی صاحب المسند کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے سوید بن سعید، ابومعمر الھذلی، عبدالواحد بن غیاث، ابوبکر بن شیبہ وغیرھم جیسے ائمہ حدیث سے

روایت کی ہے اور آپؒ سے ابوبکر الشافعی، ابن الجعابی، ابوالقاسم بن النحاس، محمد بن المظفر، عمر بن الزیات وغیرھم جیسے حضرات روایتِ حدیث کرتے ہیں۔ امام ذھبیؒ بحوالہ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ آپؒ ثقہ، ثبت تھے اور اس کی ایک مسند کبیر بھی تھی۔ حافظ علامہ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں ناولنی خلف بن القاسم مسند ابن ناجیة وهو فی مائة واثنین وثلاثین جزأ بروایته عن مسلم بن الفضل عنه (مجھے خلف بن قاسم نے ابن ناجیہ کا مسند دیا اور وہ ایک سو بتیس اجزاء میں تھا جو بروایت خلف بن القاسم بواسطہ مسلم بن الفضل ابن ناجیہؒ سے روایت شدہ تھا) آپؒ رمضان المبارک ۳۰۱ھ میں فوت ہوئے۔ (تذکرة الحفاظ قدیم ج۲ ص ۲۳۹ شذرات ج ۲ ص ۲۳۵، الرسالة المستطرفة ص ۶۰)

(۱۰۹) مسند ابی العباس بن سفیان

یہ مسند حافظ امام ابوالعباس الحسن بن سفیان بن عامر الشیبانی النسائی کی تصنیف ہے۔ آپؒ شیخ خراسان سے مشہور تھے۔ مسند الکبیر کے علاوہ "الاربعین" اور دیگر مسانید بھی آپ کی تصنیفات میں شمار کی جاتی ہیں۔

آپؒ نے امام اسحٰق، یحییٰ بن معین، شیبان بن فروخ، قتیبہ، عبد الرحمٰن بن سلام الجمحی، سھل بن عثمان، حبان بن موسیٰ جیسے شیوخ حدیث سے روایت کی ہے اور آپؒ سے ابن خزیمہ، یحییٰ بن المنصور القاضی، حافظ ابوعلی، محمد بن ابراھیم الھاشمی، ابوحاتم بن حبان، ابواحمد بن الغطریف جیسے ائمہ کرام روایتِ حدیث کرتے ہیں۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ اپنے زمانہ میں علم وفضل، فہم، ادب، فقہ اور کثرتِ روایت حدیث میں سب شیوخ پر مقدم شمار ہوتے تھے، ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے علم کی تحصیل کے لئے بہت سے اسفار کیے اور بہت سے ائمہ حدیث سے روایات کی سماع کی ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ کی تصانیف کو خود اس سے سماع کیا اور مسند کا اکثر حصہ امام اسحٰقؒ سے اور کتاب السنن کو ابوثورؒ سے سماع کیا اور تفسیر کی سماع محمد بن ابی بکر المقدمی سے کی۔ آپ کی قوت حفظ، یاداشت کے متعلق امام ذھبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں۔

قال الحاکم سمعت محمد بن داؤد بن سلیمان یقول کنا عند الحسن بن سفیان فدخل ابن خزیمة

وابوعمرو وابن الحیری واحمد بن علی الرازی وهم متوجهون الی فراوة فقال الرازی کتبت هذا الطبق من حدیثک! قال هات! فقرأ ثم ادخل اسنادًا فی اسناد فرده الحسن ثم بعد قلیل فعل ذلک فرده فلما کان فی الثالثة قال له الحسن ماهذا قد احتملتک مرتین وانا ابن تسعین سنة فاتق الله فی المشائخ فربما استجیبت فیک دعوة! وقال له ابن خزیمة! مه لاتؤذ الشیخ قال انما اردت ان تعلم ان اباالعباس یعرف حدیثه

(امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن داؤد بن سلیمان سے یہ سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم حسن بن سفیان کی مجلس میں تھے کہ امام ابن خزیمہ، ابوعمرو بن الحیری اور احمد بن علی الرازی وہاں آئے (اور وہ فراوہ کی طرف جارہے تھے) تو اس دوران احمد بن علی الرازی نے کہا کہ میں نے یہ طبق (مجموعہ) آپ ہی کی احادیث کا لکھا ہے (یعنی آپ کو سنانا چاہتا ہوں) حسن بن سفیان نے کہا کہ شروع کرو تو احمد بن علی رازی نے جب پڑھنا شروع کیا تو روایات کی اسناد میں خلط ملط کر کے پڑھا تو شیخ حسن نے اس کی تردید کردی پھر تھوڑے وقت کے بعد اسی طرح پڑھنا شروع کیا پھر اس کی تردید کر کے روک دیا جب تیسری بار ایسا پڑھا تو حسن بن سفیان فرمانے لگے کہ میں نے آپ کی اس غلط حرکت کو دو دفعہ باوجود نوے سال عمر ہونے کے برداشت کرلیا۔ مشائخ کے بارے میں کچھ اللہ ہی سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو بددعا نہ لگ جائے تو اس وقت ابن خزیمہ نے بھی کہا کہ شیخ حسن کو تکلیف نہ دے (یہ سنتے ہی) احمد بن علی رازی نے (ابن خزیمہؒ کو مخاطب کرتے ہوئے) کہا کہ میرا مقصد تو یہی تھا کہ آپ یقین کرلیں کہ ابوالعباس (حسن بن سفیان) اپنی احادیث مرویہ کو خوب جانتا ہے)

آپؒ نے رمضان المبارک ۳۰۳ھ میں بستی بالور میں وفات پائی۔ ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ میں اس کے دفن کرنے کے وقت حاضر تھا اور اس وقت وہاں اس کی قبر زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔

(تذکرة الحفاظ قدیم ج ۲ ص ۲۴۳ شذرات الذهب ج ۲ ص ۲۴۱، الرسالة ص ۶۰)

(۱۱۰) مسند ابویعقوب البشتی

یہ امام حافظ ابویعقوب اسحٰق بن نصر نیساپوری کی تصنیف ہے جو البشتی سے معروف ہیں۔ بشتی منسوب

بہ بشت (بضم الباء) ہیں۔ علاقہ نیساپور کے اطراف میں ایک شہر ہے جس کی طرف امام ابو یعقوب کی نسبت کی گئی۔

آپؒ نے قتیبہ بن سعید، اسحٰق، ھشام بن عمار، عبداللہ بن عمران العابدی وغیرھم مشائخ حدیث سے روایت کی ہے اور آپؒ سے محمد بن صالح بن ھانئ، محمد ابراھیم الھاشمی، محمد بن یحییٰ وغیرھم ائمہ کرام نے روایت حدیث کی ہے۔

امام ذھبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ آپؒ نے مسند تصنیف کیا ہے اور یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپؒ کی وفات کب ہوئی۔ ہاں ۳۰۳ھ تک تو زندہ رہے۔

یاقوت حموی نے اپنے ''معجم'' میں آپؒ کا تذکرہ تو کیا ہے لیکن سن وفات کا ذکر نہیں کیا۔

(تذکرۃ الحفاظ قدیم ج۲ ص ۲۴۴، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۶۰)

(۱۱۱) فوائد الحدیثیۃ لابی محمد بن موسیٰ

یہ کتاب حافظ صاحب التصانیف ابو محمد عبداللہ بن احمد بن موسیٰ بن زیاد الاھوازی الجوالیقی کی تصنیف ہے۔ آپؒ کے متعلق منقول ہے کہ آپؒ علم حدیث کے حصول اور روایت حدیث کے لئے اٹھارہ مرتبہ تو بصرہ گئے۔ اور یہ بھی کہ آپؒ کو ایک لاکھ احادیث یاد تھیں۔

الفوائد الحدیثیہ کے نام کی کتب تو کثیر تعداد میں ہیں ان میں سے بعض کا تذکرہ ''صلۃ الخلف'' میں ہوا۔ اصحاب شوق اس کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔ (شذرات ج۲ ص ۲۴۹، الرسالۃ ص ۸۱)

(۱۱۲) کتاب المنتقی لابن الجارود

یہ کتاب امام ابو محمد عبداللہ بن علی بن الجارود نیساپوری مجاور مکہ کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے ابوسعید الاشج، محمد بن آدم، علی بن خشرم، یعقوب بن ابراھیم الدورقی، حسن بن محمد الزعفرانی، احمد بن الازھر، محمد بن یحییٰ، اسحٰق الکوسج جیسے مشائخ حدیث سے روایت کی ہے اور آپؒ سے ابوحامد ابن الشرقی، محمد بن نافع المکی، یحییٰ بن منصور، ابوالقاسم الطبرانی وغیرھم جیسے ائمہ کرام نے روایت کی ہے۔

آپؒ بڑے ثقہ، متقن اور جید علماء میں سے تھے۔ امام ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ امام حاکم کا یہ ذکر

کرنا کہ آپؒ کی سماع اسحٰق بن راھویہ، علی بن حجر، احمد بن منیع سے ثابت ہے۔ یہ تو مجھے کسی کتاب وغیرہ میں نہیں ملا اور میرا تو خیال ہے کہ ان کی آپس میں ملاقات بھی نہیں ہوئی ہوگی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۱۵)

علامہ محمد بن جعفر الکتانی نے رسالہ المستطرفہ ص ۲۳ میں ذکر کیا ہے کہ یہ ایک جلد لطیف میں تقریباً آٹھ سو (۸۰۰) احادیث پر مشتمل ہے اور وہ مانند ''مستخرج صحیح ابن خزیمۃ'' کے ہے۔ اور میں نے پوری تتبع اور تلاش کے بعد یہی معلوم کیا کہ اس میں آپؒ بخاری ومسلم سے چند مواضع میں منفرد ہوئے ہیں۔ المنتقی کی ایک شرح ابوعمرو الاندلسی نے المرتقی فی شرح المنتقی کے نام سے کی ہے۔

احقر الانام کہتا ہے کہ میں نے المنتقی طبع شدہ ۱۳۰۹ھ حیدرآباد دکن کو ایک ضخیم جلد میں دیکھا ہے جس کے شروع میں اس کے جامع لکھتے ہیں۔ اخبرنی بکتاب المنتقی من السنن المسندۃ من سیلنا رسول اللہ ﷺ تالیف ابی محمد عبداللہ بن علی بن الجارود النیسابوریؒ من عدۃ طرق منھا من طریق ابی الحسن محمدبن نافع الخزاعی الخ (مجھے ابومحمد عبداللہ بن علی الجارود کی کتاب المنتقی کی خبر مختلف طرق سے روایت شدہ کی خبر ہوئی ان میں سے بطریق ابوالحسن محمد بن نافع الخزاعی بھی ہے) پھر کتاب کی ابتداء میں جامع نے متعدد طرق کا تذکرہ کیا ہے اس کے بعد وہ سند متصل کے ساتھ عبداللہ نیساپوری سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ باب فرض الوضوء. قال اللہ عز وجل یا ایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ الایۃ الدلیل علی ان ھذا علی بعض القائمین دون البعض ثم ذکر الحدیث (یہ باب وضوء کے فرائض میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ایمان والو جب تم نماز کو کھڑے ہو الخ۔ تو یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ یہ فرضیت وضوء بعض کھڑے ہونے والوں (جن کے پہلے وضوء نہ ہوں) پر ہے نہ بعض دوسرے کھڑے ہونے والوں پر (جن کے پہلے سے وضوء ہوں) اس کے بعد پھر جامع نے مکمل حدیث بیان کردی۔ نیز اس نسخہ المنتقی کی طباعت قرآن مجید کی طرح ہے کہ اس کی ہر حدیث پر اعراب لکھا گیا ہے اور پھر حاشیہ میں احادیث مرویہ کے رموزات واشارات ذکر کیے گئے۔ مثلاً ص ۲۵۵ میں لکھتے ہیں۔ حدثنا ابن المقری عن ابن عجلان عن سعید عن ابی ھریرۃؓ ان النبی ﷺ حرم مابین لابتی المدینۃ لا یعضد شجرھا ولا ینفر صیدھا۔ اس حدیث

کے متعلق حاشیہ میں اشارہ (حم خ) لکھ دیا اور پھر رموزات کی تشریح آخر کتاب میں اس طرح کردی ہے کہ (طا) مؤطا امام مالک (حم) مسند امام احمد (خ) صحیح بخاری (م) مسلم (د) ابوداؤد (ت) ترمذی (س) نسائی کیلئے ہیں اور یہ بھی بتایا کہ میں بعض اوقات (ع) صحاح ستہ کے لئے اور (۴) سنن اربعہ کے لئے لکھ دیتا ہوں (واللہ اعلم)

(۱۱۳) مسند ابی بکر الرویانی

یہ مسند امام حافظ ابوبکر محمد بن ھارون الرویانی کا مرتب شدہ ہے۔ آپؒ حافظ الکبیر اور صاحب المسند سے یاد کیے جاتے تھے۔ آپؒ نے الربیع الزھرانی، اسحٰق بن شاہین، ابوکریب، محمد بن حمید، الفلاس، یحییٰ المقوم، ابوزرعہ وغیرھم مشائخ حدیث سے روایت کی ہے اور آپؒ سے ابوبکر الاسماعیلی، ابراھیم بن احمد القرمیسینی، جعفر بن عبداللہ ابن فنا کی وغیرھم جیسے ائمہ کرام روایت حدیث کرتے ہیں۔ آپؒ کی توثیق ابویعلیٰ خلیلی اور دوسرے ائمہ کرام نے کی ہے امام خلیلیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ علم فقہ میں آپ کی کئی تصانیف ہیں۔ علامہ ابن حجرؒ آپ کے مسند کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ رتبہ میں سنن سے کم نہیں۔ آپ کی وفات ۳۰۷ھ میں ہوئی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۸۶، شذرات ج ۲ ص ۲۵۱، الرسالۃ ص ۶۱)

(۱۱۴) مسند ابی سعد الاصبھانی

یہ امام حافظ ابوسعد عبدالرحمٰن بن الحسن الاصبھانی نیساپوری کی تصنیف ہے۔ امام ذھبیؒ نے اپنی تاریخ میں آپؒ کو الحافظ کے لقب سے ذکر کیا ہے لیکن طبقات الحفاظ میں آپؒ کا تذکرہ نہیں ہے۔ اسی طرح آپؒ کتاب شرف المصطفیٰ کے مصنف بھی ہیں۔ آپؒ کی وفات ۳۰۷ھ میں ہوئی۔

(الرسالۃ المستطرفۃ ص ۶۱)

(۱۱۵) مسند ابی یعلی الموصلی

یہ مسند مشہور محدث حافظ احمد بن علی بن المثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ھلال التمیمی کی تصنیف ہے آپؒ نے

علی بن الجعد، یحییٰ بن معین، محمد بن المنہال الضریر، غسان بن ربیع، شیبان بن فروخ یحییٰ الحمانی وغیرھم جیسے ائمہ حدیث سے روایت کی ہے اور آپؒ سے ابوحاتم بن حبان، ابوعلی النیسابوری، ابوبکر الاسمٰعیلی، ابوعمرو بن حمدان، ابوبکر بن المقری وغیرھم جیسے حضرات محدثینؒ روایت کرتے ہیں۔ آپؒ ثقہ، صالح، متقن اور صاحب مسند الکبیر تھے اور آپ کی توثیق، حلم، صدق اور دیانت وامانت کی صفات سے موصوف ہونا بہت بڑے بڑے ائمہ حدیث (ابن حبانؒ، حاکمؒ، ابوعمرو الحیری، یزید بن محمد الازدی وغیرھم) سے منقول ہے۔

چنانچہ جب ابوعمرو الحیری کے سامنے آپؒ کا ذکر ہوا تو اس نے محدث الحسن بن سفیان پر آپؒ کو فضیلت اور برتری دی جب ابوعمرو کو یہ کہا گیا کہ آپ ابویعلیٰ کو حسن بن سفیان پر کیسے فضیلت دیتے ہیں حالانکہ حسن بن سفیان کا مسند آپؒ کے مسند سے بڑا ہے اور اس کے شیوخ بھی ابویعلیٰ کے شیوخ سے مرتبہ میں اعلیٰ ہیں تو ابوعمرو الحیریؒ نے فرمایا کہ انّ ابایعلیٰ کان یحدث احتسابا والحسن کان یحدث اکتسابا اھ (کہ ابویعلیٰ تو حصول ثواب کی نیت سے احادیث بیان کرتا ہے اور حسن بن سفیانؒ تو بطور اکتساب (حصول مال وجاہ) بیان کرتا ہے (واللہ اعلم)

مسند ابی یعلیٰ کا مرتبہ

امام سمعانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حافظ اسماعیل بن محمد بن الفضلؒ سے سنا ہے کہ وہ کہا کرتے کہ میں نے بہت سے مسانید مثلاً مسند عدنی، مسند احمد بن منیع وغیرہ پڑھے ہیں لیکن وہ نہریں ہیں اور مسند ابی یعلی سمندر اور دریا کے مانند جو کہ نہروں کا مجتمع ہوتا ہے۔

بستان المحدثین میں ہے کہ مسند ابویعلیٰ کی ترتیب ابواب اور اسماء صحابہؓ ہر دونوں پر رکھی گئی ہے اور اس کا شروع کتاب الایمان سے ہے۔ پھر آپؒ نے اس کا تذکرہ اس عنوان سے کیا کہ "فی احادیث الایمان من مسند ابی بکر" اور یہ مسند چھتیس اجزاء میں ہے۔ پھر اس کا شروع اس حدیث سے کیا کہ حدثنا سلمۃ بن شبیب قال حدثنا ھشیم قال حدثنا کوثر بن حکیم عن نافع عن ابن عمر عن ابی بکر الصدیق قال قلت یا رسول اللہ ما نجاۃ ھذا الامر الذی نحن فیہ قال من شھد ان لا الہ الا اللہ

فهو لـه نـجـاة١ھ (آپؒ بسند متصل حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اس امر میں نجات کیسے ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا جس نے دل سے وحدانیت اور رسالت کی شہادت دی تو یہ اس کے لئے نجات کا ذریعہ ہوگی)

اسی طرح آپ نے ایک معجم اسماء شیوخ کی ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ معجم شیوخ تین اجزاء میں ہے۔ بستان المحدثین میں ہے کہ اس معجم کا شروع اس طرح ہے حدثنا محمد بن منهال قال حدثنا يزيد بن زريع قال حدثنا عمارة بن ابى حفصة عن عكرمة عن عائشةؓ قلت يا رسول الله اخبرنى عن ابن عمرو بن جدعان قال النبى ﷺ وما كان قالت كان ينحر الكوماء ويكرم الجار ويقرى الضيف ويصدق الحديث ويوفى بالذمة ويصل الرحم ويفك العانى ويطعم الطعام ويؤدى الامانة قال هل قال يوما واحدا اللهم انى اعوذبك من نار جهنم قلت لا وما كان يدرى وما جهنم قال فلا اذاً۔

حافظ ذھبیؒ لکھتے ہیں کہ آپ کی پیدائش شوال ٢١٠ھ میں ہوئی اور آپؒ نے جب روایت حدیث اور تحصیل علوم کے لئے سفر کیا تو آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی آپؒ کی وفات ٣٠٧ھ میں ہوئی۔

(تذكرة الحفاظ قديم ج٢ ص ٢٤٨، شذرات ج٢ ص ٢٥٠، الرسالة المستطرفة ص ٦١، ترجمه بستان المحدثين ص ٦٠)

(١١٦) تهذيب الآثار لابى جعفر الطبرى

یہ کتاب علامہ ابوجعفر محمد بن جریر بن خالد الطبری الآملی کی تصنیف ہے۔ آمل علاقہ طبرستان کے ایک شہر کا نام ہے اسلئے آپؒ کی نسبت الطبری اور الآملی دونوں ذکر کی جاتی ہے۔ آپؒ صاحب التفسیر اور صاحب التاریخ ہونے کے ساتھ بہت سے کتب کے مصنف و مرتب بھی ہیں۔ آپؒ خود مجتہد تھے کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔

امام ابن خزیمہؒ فرماتے ہیں۔ ما اعلم على وجه الارض اعلم من محمد بن جرير (روئے زمین پر مجھے محمد بن جریر سے زیادہ عالم معلوم نہیں ہے) فقیہ ابوحامد الاسفرائینیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص

محمد بن جریر طبری کی تفسیر کے علوم حاصل کرنے کے لئے چین تک (طویل ترین) سفر بھی کرلے تو یہ کوئی بڑی مشکل چیز نہیں (یعنی اس کے لئے بڑی سے بڑی تکلیف اٹھالینا بھی معمولی بات ہے)

نیز علامہ حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی آپؒ کی تفسیر کی مدح اور تعریف کی ہے۔ تهذیب الآثار کے متعلق علامہ کتانیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ علامہ طبری کی کتب میں یہ کتاب ایک عجیب طرز کی مرتب کردہ کتاب ہے۔ آپؒ نے اس کی ابتداء ابوبکر صدیقؓ کی ان مرویہ احادیث سے کی ہے جو آپؒ کے نزدیک صحیح سند سے روایت شدہ تھیں پھر آپؒ نے اس حدیث شریف کے علل، طرق اسناد، مسائل مستنبطہ، علماء کے اختلاف اور اس میں دوسرے معانی اور مطالب غریبہ پر خوب بحث کی ہے۔ چنانچہ اس طور و طرز پر عشرہ مبشرہ، اہل بیت، الموالی کے مسندات تو مکمل طور پر اور ابن عباسؓ کے مسند کا بڑا حصہ پایہ تکمیل کو پہنچایا لیکن پوری کتاب کو اس طرز پر مکمل کرنے سے آپؒ پہلے ہی فوت ہو چکے۔

(شذرات الذهب ج٢ ص ٢٦٠، الرسالة المستطرفة ص ٣٨)

(١١٧) كتاب الكنىٰ والاسماء للدولابىؒ

یہ کتاب حافظ ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الرازی الدولابی الوراق کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے احمد بن ابی شریح الرازی، ہارون بن سعید الایلی، موسیٰ بن عامر الدمشقی، زیاد بن ایوب وغیرھم جیسے مشائخ سے روایت حدیث کی ہے اور آپؒ سے عبدالرحمن بن ابی حاتم، عبداللہ بن عدی، ابن حبان، الحسن بن رشیق، سلیمان الطبرانی، ابوبکر ابن المقری وغیرھم جیسے ائمہ کرام نے روایت کی ہے۔ آپؒ کی تصنیفات میں سے یہ ایک نفیس کتاب ہے اور اس کی ترتیب بھی ایک عجیب انداز میں ہے یعنی یہ کہ اس کے مصنفؒ پہلے یہ ذکر کردیتے ہیں کہ یہاں ان راویوں کا ذکر ہوگا جن کی کنیت کا پہلا حرف یہ ہوگا پھر اس کے بعد ان اسماء کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جن کی کنیت کے شروع میں وہی حرف مذکور ہو۔ اس کے بعد ان سے منقولہ احادیث کا تذکرہ کرتے ہیں بشرطیکہ ان سے کوئی روایات موجود ہوں مثلاً ج ا ص ١٢ میں لکھتے ہیں کہ یہاں ان صحابہؓ کا ذکر ہوگا جن کی کنیت الف سے شروع ہوتی ہے جیسے ابو امامة اسعد بن زرارة، ابو امامة الحارثى اياس بن ثعلبة من الاوس من بنى

حارثة بن الحارث، ابو امامة الباهلی صدی بن عجلان، ابو آمنةالفزاری، ابوامیة الضمری، ابوامیة المخزومی، ابوامیة القشیری، ابوامیة الجعدی، ابوامامة سهل بن حنیف واسمه اسعد بن سهل، ابو اوفی والد عبدالله بن ابی اوفیٰ۔ دیکھو ان سب ناموں کا شروع الف سے ہوتا ہے۔

اس کے بعد مصنف ؒ نے ''ابوامامة ایاس بن ثعلبة'' کا عنوان قائم کرکے یہ ذکر کیا سمعت احمد بن عبدالله بن عبدالرحیم الزهری یقول ابوامامة الحارثی اسمه ایاس بن ثعلبة یقال انه من الاوس من بنی حارثة بن الحارث

حدثنا ابراهیم بن سعید الجوهری قال حدثنا ابواسامة قال ثنا الولید بن کثیر عن محمد بن کعب انه سمع اخاه عبدالله بن کعب بن مالک یحدث ان ابالمامة الحارثی حدثه انه سمع رسول الله ﷺ یقول لا یقتطع رجل حق امری بیمینه الاحرم الله علیه الجنة واوجب له النار فقال رجل من القوم وان کان شیئاًیسیراوان سواک من اراک اھ۔

اسی طرح مصنف ؒ نے شروع کتاب میں محمد ﷺ کے ناموں کا تذکرہ بھی عجیب انداز میں کیا ہے لکھتے ہیں کہ قال الله تعالیٰ محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم قال جلّ وعزّوما محمد الّا رسول قد خلت من قبله الرسل الخ

مصنف ؒ کی یہ کتاب ایک جلد میں دو اجزاء پر مشتمل ہے۔ پہلے جزء کی انتہا حرف سین پر ہوتی ہے اور دوسرے جزء کا اختتام حرف یاء پر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے آخر میں مصنف ؒ فرماتے ہیں من کان من کنیته ابویزید اھ ۔ آپ ؒ کی ولادت ۲۴۴ھ اور وفات ذی قعدہ ۳۱۰ھ میں ہوئی۔ (تذکرة الحفاظ جدید ج۲ ص ۲۷۰)

(۱۱۸) صحیح ابی عبدالله ابن خزیمةؒ

یہ امام حافظ شیخ الاسلام ابوبکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہ بن المغیرہ السلمی النیساپوری کی تصنیف ہے آپ ؒ محمود بن غیلان، عتبہ بن عبداللہ، محمد بن ابان، اسحٰق بن موسیٰ الخطمی، علی بن حجر، احمد بن منیع، ابوقدامہ السرخسی وغیرہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ ؒ سے احمد بن المبارک، ابراہیم بن ابی طالب، ابوعلی نیساپوری، محمد بن احمد ابن ابی نصر وغیرہم جیسے حضرات نے روایت حدیث کی ہے۔

بہت سے ائمہ کرام نے آپ ؒ کو حافظ، ثبت اور صاحب التصانیف قرار دیا ہے۔ امام ابوعلی الحافظ ؒ فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہ فقہی احادیث کو ایسے یاد کیے ہوئے تھا جیسے کہ قاری سورت قرآن کو یاد کیے ہوتے ہیں۔ ابن حبان ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے متن اور اسناد حدیث کے حفظ میں ابن خزیمہ ؒ جیسا شخص نہیں دیکھا۔

امام دار قطنی ؒ کہتے ہیں کہ ابن خزیمہ ایک بے نظیر امام اور عالم دین تھے۔ ابوبکر محمد بن جعفر ؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن خزیمہ ؒ سے سنا جب کہ ان سے یہ پوچھا گیا کہ تجھے یہ علم کہاں سے حاصل ہوا تو آپ نے فرمایا۔

قال رسول الله ﷺ ماء زمزم لما شرب له وانی لما شربت ماء زمزم سألت الله علمانافعاً (حضور ﷺ نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس مقصد کے لئے پیا جائے وہی حاصل ہوتا ہے اور میں نے جب زمزم کا پانی پیا تھا تو اللہ تعالیٰ سے علم نافع کی درخواست کی تھی)

آپ ؒ یہ بھی فرمایا کرتے کہ جب بھی میں کوئی تصنیف کرنا چاہتا تو اس کے لئے نماز استخارہ پڑھتا اور پھر ذہن میں اس کی ترتیب کی جو صورت بھی آجاتی تو میں اسی سے ابتدا کر دیتا تھا۔ آپ ؒ کی ولادت ۲۲۳ھ اور وفات ذی قعدہ ۳۱۱ھ میں ہوئی۔ کل عمر ۸۹ سال تھی۔ (شذرات الذهب ج۲ ص ۲۶۲، تذکرة الحفاظ ج۲ ص ۲۶۰، الرسالة المستطرفة ص ۱۸، کشف الظنون ج۲ ص ۷۷)

درجہ کتاب

علامہ سیوطی ؒ نے تدریب الراوی ص ۵۴ اور علامہ خولی ؒ نے مفتاح السنہ ص ۱۰۷ میں لکھا ہے کہ صحیح ابن خزیمہ درجہ میں صحیح ابن حبان سے زیادہ اعلیٰ ہیں حالانکہ ابن حبان ؒ اس سلسلہ میں بڑے تیقظ اور تحری سے کام لیتے ہیں تا آنکہ اگر سند میں کوئی معمولی کلام بھی ہوتا ہے۔ تو اس کی تصحیح کرنے میں توقف کرکے یہ الفاظ کہہ دیتے ہیں کہ ان صح الخبر او ان ثبت کذا ونحو ذلک۔ (کہ اگر خبر صحیح ہو اور یا یہ ثابت ہو جاوے اور اس جیسے الفاظ)

مقدمہ فتح الملہم ص ۱۰۲ میں ہے ومن الکتب المصنفة فی الصحیح المجرد صحیح الامام ابی بکر

محمد بن اسحق ابن خزیمة وهو شیخ ابن حبان وصحیحه اعلیٰ مرتبة (اور صحاح میں کتب مصنفہ سے صحیح ابن خزیمہ بھی ہے (اور ابن خزیمہ ابن حبانؒ کے شیخ ہیں) اور آپؒ کی یہ صحیح تو بڑے عظیم الشان مرتبہ کی کتاب ہے) المصباح ص ۴۲ میں ہے کہ صحیح مسلم کے بعد صحیح ابن خزیمہ کا درجہ ہے اور وہ مرتبے میں صحیح ابن حبان پر مقدم ہے۔

(تدریب الراوی ص ۵۴، مفتاح السنة ص ۱۰۷، مقدمہ فتح الملہم ص ۱۰۲، المصباح ص ۴۲)

(۱۱۹) مسند ابی عبداللہ البلخی

یہ مسند امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن عقیل البلخی کی تصنیف ہے۔ آپؒ بلخ کے شیخ اور محدث تھے آپؒ کی تصنیفات میں "المسند"، "تاریخ الابواب" مشہور ہیں۔ آپؒ نے حدیث کی سماع وروایت علی بن خشرم، حُم بن نوح، عباد بن الولید العنبری، علی بن اشکاب وغیرھم مشائخ سے کی ہے اور آپؒ سے روایت کرنے والے محمد بن عبداللہ الھندوانی، عبدالرحمٰن بن ابی شریح وغیرھم محدثین کرام ہیں۔

چنانچہ علامہ ذھبیؒ نے بسند متصل آپؒ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ

اخبرنا حم بن نوح عن سلم بن سالم عن ابی جعفر الرازی عن الاعمش عن ابی وائل عن حذیفة ان رسول اللہ ﷺ اتی سباطة قوم فبال قائما ثم توضأ ومسح علی الخفین هذا حدیث غریب (حضور ﷺ نے ایک کوڑا کرکٹ کے ڈھیر کے قریب (بوجہ) کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ پھر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ یہ حدیث غریب ہے)

(تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۱۳، شذرات الذهب ج۲ ص ۲۷۴، الرسالة المستطرفة ص ۶۱)

(۱۲۰) مسند ابی العباس الاصبهانی

یہ حافظ ابوالعباس الولید بن ابان بن توبہ الاصبھانی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے علوم کی تحصیل کے لئے بہت اور مختلف سفر کیے اور "المسند"، "کتاب التفسیر" بھی لکھی۔

آپؒ نے احمد بن عبدالجبار العطاردی، عباس بن محمد الدوری، احمد بن الفرات، اسید بن عاصم، یحییٰ بن عبداللہ القزوینی جیسے مشائخ حدیث سے روایت کی ہے اور آپؒ سے ابوالشیخ، الطبرانی، احمد بن

عبداللہ بن محمود، محمد بن عبدالرحمٰن بن مخلد وغیرھم جیسے ائمہ کرام روایت کرتے ہیں آپؒ کی وفات ۳۱۰ھ میں ہوئی۔ علامہ ذھبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں آپؒ کے مشائخ اور تلامذہ کا ذکر کرنے کے بعد اسناد متصلہ کے ساتھ دو روایتیں بھی نقل کی ہیں اور فرمایا کہ ویقع لی حدیثه فی کتب ابی الشیخ

(تذکرۃ الحفاظ جدید ج۳ ص ۷۸۴، شذرات الذهب ج۲ ص ۲۶۱، الرسالة المستطرفة ص ۶۱)

(۱۲۱) مسند ابی جعفر الحیریؒ

یہ مسند حافظ زاہد ابوجعفر احمد بن حمدان بن علی بن عبداللہ بن سنان الحیری کی تصنیف ہے۔ حیرۃ نیساپور کا ایک مشہور محلہ ہے اسی نسبت سے آپؒ کو الحیری کہتے ہیں۔ آپؒ نے عبداللہ بن ھاشم الطوسی، عبدالرحمٰن بن بشر بن الحکم، محمد بن یحییٰ الذھلی، احمد بن الازھر، عبداللہ بن ابی میسرۃ وغیرھم جیسے اساتذہ ومشائخ سے روایت کی ہے۔ اور آپؒ سے ان کے دونوں بیٹوں ابوالعباس محمد شیخ خوارزم، ابوعمرو محمد اور حسان بن محمد الفقیہ، الحافظ ابوعلی، عبداللہ بن سعد وغیرھم ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔

آپؒ بڑے زاھد مستجاب الدعوۃ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شب بیداری کی دولت سے سرفراز تھے۔ ابوعثمانؒ فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ سے خوف کرنے والے کو دیکھنا چاہے تو وہ ابوجعفر الحیری کو دیکھ لے امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ نے امام مسلمؒ کی شرائط کے مطابق ایک صحیح تصنیف کی تھی۔ آپؒ کی سب اولاد بھی زاھدین سے تھے۔ آپؒ کی وفات ۳۱۱ھ میں ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۲۹۳، الرسالة المستطرفة ص ۲۵، شذرات الذهب ج۲ ص ۲۶۱)

(۱۲۲) کتاب السنة لابی بکر الخلال

یہ امام فقیہ ابوبکر احمد بن محمد بن ھارون بغدادی الخلال کی تصنیف ہے۔ آپؒ ساری عمر امام احمدؒ کے مذھب کے جمع کرنے اور اس کی تصنیف وتالیف کرنے میں مصروف رہے۔

آپؒ کی تصنیفات میں "کتاب السنة، کتاب العلل، کتاب الجامع" مشہور ہیں۔

ابن ناصر الدینؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ وسیع العلم رحال (علوم کی تحصیل کے لئے طویل اسفار کرنے

والے) اور احادیث وآثار کے جمع وتالیف کے سلسلہ میں بڑے اہتمام کرنے والے تھے۔ آپؒ کی کتاب السنۃ تین بڑی جلدوں میں ہے اور کتاب العلل مختلف اسفار کے بیان میں اور کتاب الجامع تو ایک بڑی عظیم الشان کتاب ہے آپؒ کی وفات ۳۱۱ھ میں ہوئی۔

(شذرات الذهب ج۲ ص ۲۶۱، الرسالة المستطرفة ص ۳۳)

(۱۲۳) مسند ابی علی الخراسانیؒ

یہ مسند حافظ امام ابوعلی الحسن بن علی بن نصر الخراسانی الطوسی کی تصنیف ہے۔ آپ نے محمد بن رافع، محمد بن بشار، اسحٰق الکوسج، زبیر بن بکار، محمد بن المثنی الزمن وغیرھم جیسے حضرات سے روایت حدیث کی ہے اور آپؒ سے محمد بن جعفر البستی، احمد بن محمد بن عبدوس، ابوسھل الصعلوکی، ابواحمد الحاکم وغیرھم جیسے ائمہ نے روایت کی ہے۔ آپؒ ابوحاتم رازی کے مشائخ میں سے ہیں۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ علاقہ کردوش میں (علم وعمل) میں مشہور تھے۔ امام خلیلیؒ فرمایا کرتے کہ میں نے اس کے دس اصحاب وتلامذہ سے سماع حدیث کی اور اس کی شہرت علمی کے لئے اس کی مختلف تصانیف کافی ہیں۔ البتہ ابواحمد حاکمؒ کہتے ہیں کہ اس کی کتاب النسب مرویہ عن الزبیر کے متعلق بعض لوگ کچھ تنقید کرتے ہیں۔ آپؒ کی وفات ۳۱۲ھ میں ہوئی۔

(تذكرة الحفاظ ج۳ ص ۹، شذرات ج۲ ص ۲۶۴، الرسالة المستطرفة ص ۲۸)

(۱۲۴) كتاب الامثال لابی الحسن العسكریؒ

یہ امام حافظ ابوالحسین علی بن سعد بن عبداللہ العسکری نزیل رَیّ کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے ابوحفص الفلاس، محمد بن المثنی، یعقوب الدورقی، زبیر بن بکار وغیرھم جیسے مشائخ سے سماع حدیث کی ہے۔ اور آپؒ سے ابوالشیخ الحافظ، ابوبکر القباب، ابوعمرو بن حمدان، ابوعمرو بن مطر، میمون الرازی وغیرھم ائمہ کرام نے روایت کی ہے۔ بہت سے ائمہ کرامؒ نے آپ کی توثیق کی ہے۔

آپؒ کی وفات ۳۱۳ھ میں ہوئی۔ آپؒ کی یہ "کتاب الامثال" ایک ہزار احادیث پر مشتمل ہے جو نبی کریم ﷺ کے امثال پر مشتمل ہیں۔ امام ذہبیؒ کہتے ہیں کہ ان کی ایک "کتاب

اسرار" بھی ہمیں معلوم ہوئی ہے۔ (تذكرة الحفاظ ج۲ ص ۲۸۳، الرسالة المستطرفة ص ۴۷)

(۱۲۵) مسند ابی العباس السراجؒ

یہ مسند امام حافظ ابوالعباس محمد بن اسحٰق بن ابراہیم بن مھران السراج ثقفی نیساپوری کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے قتیبہ بن سعید، اسحٰق بن راھویہ، محمد بن بکار، ابوکریب، عمرو بن زرارہ، محمد بن عمرو، ابوھمام السکونی جیسے مشائخ اور ائمہ حدیث سے روایت کی ہے اور آپؒ سے امام بخاری ومسلم نے (غیر صحیحین میں) اور ابوحاتم، ابن ابی الدنیا، ابوعمرو ابن السماک، ابواسحٰق المزکی وغیرھم ائمہ حدیث روایت کرتے ہیں۔

آپ خراسان کے شیخ اور کتاب "التاریخ" اور "المسند" کے مصنف تھے۔ محمد بن احمد الدقاقؒ فرماتے ہیں کہ ابوالعباس السراج ہر ہفتہ یا پھر دو ہفتوں میں حضور ﷺ کی طرف سے قربانی کرکے محدثین اور مشائخ کو بھی جمع کر دیتے تھے۔ ابواسحٰق المزکیؒ نے فرمایا کہ میں نے ابوالعباس سراج سے سنا ہے کہ وہ فرمایا کرتے کہ میں نے حضور ﷺ کی طرف سے بارہ ہزار ختم قرآن مجید اور بارہ ہزار قربانیاں کی ہیں۔ حسان بن محمد الفقیہ کہتے ہیں کہ ابوالعباس سراج کسی وقت ابوعمرو الخفاف کے پاس گئے تو اس نے ابوالعباس کو کہا کہ "من این جمعت ھذا المال"

(کہ اے ابوالعباس اتنا مال کہاں سے جمع کیا) تو ابوالعباس نے جواباً فرمایا کہ اس مال کے حاصل اور جمع کرنے میں تو میں اور میرے دونوں بھائی ابراھیم، اسماعیل نے بہت وقت تک بڑی مشقت بھی اٹھائی اور کھانے پینے اور پہننے میں سادگی بھی اختیار کی۔

(اور چونکہ ابوعمرو الخفاف بہت مالدار تھے) اس لئے ابوالعباس سراج نے اس کو کہا "لکن انت یا ابا عمرو من این جمعت ھذا المال" (کہ اے ابوعمرو آپ بتلاؤ کہ آپ نے اتنا مال کثیر کہاں سے جمع کیا) اور پھر ابوالعباس نے یہ رباعی پڑھی۔

اذا کنت اذ لحافک جلد شاۃ — و اذ نعلاک من جلد البعیر

فسبحان الذی اعطاک ملکا — وعلمک الجلوس علی السریر

(کہ کیا تجھے وہ وقت بھی یاد ہے کہ جب آپ کی لحاف (رضائی) تو بکری کے چمڑے سے اور جوتے اونٹ کے چمڑے سے ہوا کرتے۔ پس حمد وتعریف کے لائق وہی ذات ہے جس نے تجھے بادشاہی عطا کی اور تخت پر بیٹھنا بھی سکھلایا) آپؒ کا یہ مسند ابواب پر مرتب شدہ ہے۔

البتہ اس میں موجود صرف کتاب الطہارۃ وغیرہ کے چودہ (۱۴) اجزاء ہیں۔ آپ کی ولادت ۲۱۸ھ اور وفات ۳۱۳ھ میں ہوئی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۶۸ ،شذرات ج ۲ ص ۲۶۸ ،کشف الظنون قدیم ج ۲ ص ۱ ۴۳، الرسالۃ ص ۶۳)

(۱۲۶) مستخرج ابی عوانۃ

یہ امام کبیر حافظ یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم بن یزید اسفرائینی نیشاپوری کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے یونس بن عبدالاعلیٰ، علی بن الحرب، احمد بن الازہر، الزعفرانی، عمر بن شبہ، علی بن اشکاب وغیرہم جیسے ائمہ کرام سے روایت حدیث کی ہے۔ اور آپؒ سے حافظ احمد بن علی الرازی، ابوعلی النیساپوری، یحییٰ بن منصور القاضی، ابن عدی الطبرانی، الاسماعیلی وغیرہم جیسے حضرات روایت کرتے ہیں۔

آپؒ کی یہ کتاب صحیح مسلم پر ایک مستند مستخرج ہے اور اس میں خود مصنفؒ کی طرف سے متعدد زیادات بھی شامل کیئے گئے ہیں آپؒ نے مختلف ممالک (شام، حجاز، یمن، مصر، عراق، اصفہان، فارس، جزیرۃ العرب) کے طویل ترین اسفار میں متعدد علماء اور مشائخ سے احادیث روایت کر کے جمع کر دیں۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ ابوعوانہ بڑے ثقہ عظیم الشان محقق اور اعلام محدثین میں سے تھے اور آپؒ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسفرائن میں امام شافعیؒ کے مذہب اور کتب کو داخل کر کے شہرت دی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲، شذرات ج ۲ ص ۲۷۴، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۲۵)

مسند ابی عوانہ کے متعلق اس کے جامع کی رائے

مسند ابی عوانہ کے جامع لکھتے ہیں کہ ایک تو مصنفؒ نے اس میں مختلف اسانید اور متعدد روایات کو بطریق تحویل اور شواہد کے ایسے انداز میں لایا کہ جو خود اس کی صحت پر دلالت کر رہے ہیں۔ پھر متن

دیث کے اختلاف کی بحث اور بیان میں ایسے عجیب اقوال اور آثار صحیحہ کو جمع کر دیا کہ کہیں بھی کتب زاولہ میں ہماری نظر سے نہیں گذرے۔ پھر آپؒ نے اس کتاب کو ابواب فقہیہ، فصول جدیدہ اور صول متنوعہ کے طرز پر ذکر کر کے اس کے محاسن میں اور بھی زیادتی کر دی۔

جیسے کہ آپؒ اس کے ص ۵۸ پر فرماتے ہیں۔ بیان الاخلاق والاعمال المحمودۃ التی جعلها رسول الله ﷺ من الایمان ونسبها الی اهل الحجاز ومایلیها والاخلاق والاعمال لملعومة التی نسبها الی الکفر وانهامن قبل المشرق ۔ (کہ اس باب میں ایسے پسندیدہ اخلاق واعمال کا بیان ہوگا جنہیں اللہ کے رسول ﷺ نے (علامت) ایمان گردانا ہے اور ان کو اہل حجاز وغیرہ کی طرف منسوب کیا ہے اور ایسے گندے اور ناپسندیدہ اعمال واخلاق کے بیان میں جنہیں آپؐ نے کفر کی طرف منسوب کیا اور یہ اہل مشرق کی جانب سے ہوں گے)

اسی طرح ص ۴۲ میں ہے۔ بیان التشدید فی الذی یقتل نفسه الخ (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ یہ باب (۱) خودکشی کرنے والے شخص کی شدت عذاب کے بیان میں اور (۲) مومن پر لعنت کرنے اور اس کے مال کو ناجائز اٹھانے والے کی سزا کے بیان میں اور (۳) اس بات کی دلیل کہ ناحق قتل کرنے والا جب بغیر توبہ کے مرجائے تو اس کو اس کا اسلام اور دوسرے نیک کارنامے کوئی نفع نہ دیں گے اور وہ ہمیشہ دوزخی ہوگا (اس کی تاویل مشائخ حدیث بیان کرتے رہتے ہیں) اور (۴) کہ جس شخص کو ایسی معصیت کرنے میں قتل کیا جائے جس کی وجہ سے اس کے لئے دوزخ لازمی ہو چکا تھا تو یہ قتل کر دینا اس کی معصیت کا کفارہ نہ ہوگا (یعنی اگر اس معصیت پر دل سے توبہ نہ کی ہو) (۵) اور اس بات کے بیان میں کہ جو شخص تیرے قتل کا قصد اور ارادہ کرلے تو اس کو قتل کرنا مباح ہے (۶) اور اس بات کے بیان میں کہ اگر ایک شخص اپنے مال کے (اٹھانے اور چوری وغیرہ کرنے پر) منع کرنے پر قتل کیا گیا تو وہ بھی شہید ہے (۷) اور اس کا بیان ہے کہ جنت کو صرف مومن ہی داخل ہوں گے (۸) اور یہ کہ ایمان اور اسلام کے درمیان فرق نہیں۔ اور اسی قسم کے عجیب وغریب ابواب کا بیان ہے۔

اسی طرح آپؒ کے اقوال میں یہ حسن اور خوبی بھی ہے کہ آپ حدیث کے معنی کی تعبیر وتشریح صحیح اور بلیغ انداز میں کر دیتے ہیں جیسے کہ ص ۴۸ میں اس حدیث کہ ”لایدخل الجنة الا المومنون“ کے متعلق

لکھتے ہیں کہ قال ابوعوانة سألت المزنی فی اول ماوقع الخبر الینا ان الاختلاف بین اهل الحدیث فی هذه المسئلة فسألته عن الایمان والاسلام فقال هما والله واحد کان بلغنا عن احمد بن حنبل انه فرق بینهما وزعم ان حماد بن زید فرق بینهما (ابوعوانہؒ کہتے ہیں کہ جب شروع میں محدثین کے درمیان مسئلہ ایمان واسلام کے اختلاف کی خبر ہم تک پہنچی تو میں نے امام مزنیؒ سے ایمان اور اسلام کے متعلق پوچھا تو امام مزنیؒ نے فرمایا قسم بخدا یہ دونوں ایک ہی ہیں ہمیں امام احمد بن حنبل کی طرف سے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ ان دو کے درمیان فرق کرتے ہیں اور ان کا یہ خیال بھی ہے کہ حماد بن زید نے ان کے درمیان فرق کیا ہے)

جامع اور مؤلف یہ بھی لکھتے ہیں کہ ومن اهم ما اودع المصنف فی هذ الکتاب انه جمع المسانید بحیث تشهد فی سیرته علیه السلام وخلقه وهدیه وسمته الخ (اور ان اہم چیزوں میں سے جو کہ مصنفؒ نے یہاں اس کتاب میں ودیعت کی ہیں یہ کہ آپؒ نے مسانید کو ایسے انداز میں مرتب کیا ہے کہ آپ کی سیرت، اخلاق، عادات وغیرہ پر ہر پہلو سے دلالت کر رہے ہیں۔ (مسند ابی عوانہ ج ا ص ۴۲۳) آپؒ کی وفات ۳۱۶ھ میں ہوئی۔

احقر الانام کہتا ہے کہ مسند ابی عوانہ ۱۳۶۲ھ میں حیدرآباد دکن سے دو جلدوں میں طبع ہو چکا ہے۔ اس کے شروع میں ہے "بیان الفرائض التی اذا اداها بالقول والعمل دخل الجنة والدلیل علی انه لا ینفعه الاقرار حتی یستیقن قلبه ویرید به وجه الله (یعنی ایسے فرائض کے بیان میں کہ جب کوئی انسان قول وعمل سے اس کو پورا کر دے تو جنت میں داخل ہوگا اور اس بات کی دلیل کہ جتنے تک قلبی یقین اور اخلاص نیت نہ ہو۔ صرف اقرار لسانی کوئی نفع وفائدہ نہیں دیتا) اور اس کے آخر میں ہے بیان الجهر بالقرائة فی صلوة الکسوف وقدر القیام والقرأة فیها (یعنی چاند گرہن کی نماز میں جہراً قرأت اور قیام اور اس میں قرأت کی مقدار کا بیان)

(۱۲۷) کتاب الطهور لابی بکر السجستانی

یہ امام حافظ ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد سلیمان بن اشعث بن اسحٰق بن بشیر الازدی سجستانی کی تصنیف ہے

آپؒ نے عیسیٰ بن حماد، احمد بن صالح، ابن السرح، علی بن خشرم، محمد بن اسلم، ابوسعید الاشج وغیرہم مشائخ سے سماع حدیث کی اور آپؒ سے ابن المظفر، الدارقطنی، ابواحمد الحاکم، ابوحفص بن شاہین، ابومسلم الکاتب وغیرہم جیسے حضرات نے روایت حدیث کی ہے۔ آپؒ نے سماع حدیث کے سلسلہ میں خراسان، عراق، حرمین شریفین، مصر، شام، جزیرۃ العرب کے طویل وعریض اسفار کیے اور احادیث جمع کر کے تصنیفات بھی کیں۔ آپؒ کے پاس ابوسعید الاشج کی مرویات تیس ہزار احادیث موجود تھیں چنانچہ علامہ ذھبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں آپؒ سے نقل کرتے ہیں دخلت الکوفة ومعی درهم واحد فاشتریت به ثلاثین مدا باقلاء فکنت آکل منه واکتب عن الاشج فما فرغ الباقلاء حتی کتبت عنه ثلاثین الف حدیث مابین مقطوع ومرسل (جب میں کوفہ گیا تو میرے پاس ایک ہی درہم تھا اس کے بدلے میں نے تیس مد باقلا (ایک قسم کی دال) خریدی تو میں ابوسعید الاشج سے احادیث بھی لکھا کرتا اور اس باقلاء سے کھایا بھی کرتا۔ چنانچہ میں نے اس سے تیس ہزار احادیث مقطوعہ اور احادیث مرسلہ لکھیں اور وہ باقلاء ابھی ختم نہیں ہوئے تھے) امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعلی الحافظ سے سنا وہ فرماتے کہ میں نے ابوبکر (یعنی عبداللہ بن ابی داؤد) سے سنا کہ وہ فرمایا کرتے کہ میں نے اصبہان میں اپنی یادداشت سے چھتیس ہزار (۳۶۰۰۰) احادیث بیان کیں جس میں انہوں نے صرف سات احادیث پر مجھے وہم ہو جانے کا الزام دیا جب میں واپس ہوا تو اپنی کتاب سے پانچ احادیث کو تو ویسے ہی پایا جیسے میں نے ان کو بیان کیا تھا) (البتہ دو میں واقعی وہم ہوا تھا) آپؒ کی پیدائش ۲۳۰ھ میں اور وفات ۳۱۶ھ میں ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ جلید ج ۲ ص ۷۶۷، شذرات الذهب ج ۲ ص ۲۷۳، الرسالة المستطرفة ص ۴۰)

(۱۲۸) کتاب الامثال والاوائل لابی عروبة

یہ کتاب حافظ محدث ابوعروبہ الحسین بن محمد بن ابی معشر مودود السلمی الحرانی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے محمد بن الحارث الرافقی، اسماعیل بن موسیٰ الفزاری، عبدالجبار بن العلاء، المسیب بن واضح، محمد بن وہب بن ابی کریمہ وغیرہم جیسے مشائخ سے روایت حدیث کی ہے اور آپؒ سے ابوحاتم بن حبان،

ابواحمد بن عدی، ابن المقرئی، ابواحمد الحاکم، القاضی ابوبکر الابھری، عمر بن علی القطان جیسے ائمہ کرام نے روایت کی ہے۔

ابن عدیؒ فرماتے ہیں کان عارفاً بالرجال وبالحدیث وکان مع ذلک مفتی اھل حران شفانی حین سالته عن قوم من المحدثین (آپؒ احادیث اور اسماء الرجال کے ماہر ہونے کے ساتھ اھل حران کے مفتی بھی تھے جب میں نے محدثین کرام کے بارے آپؒ سے پوچھا تو مجھے اس کے جواب سے تشفی ہوئی)

آپؒ نے سماع حدیث وغیرہ کا سلسلہ ۲۳۶ھ میں شروع فرمایا۔ امام ابواحمدؒ اور دیگر ائمہ نے بھی آپ کی حدیث، فقہ، علم الکلام میں حسن معرفت کی تعریف کی ہے۔

مؤرخ ابن عساکرؒ نے آپؒ کے متعلق کہا "کان ابوعروبة غالیا فی التشیع" کہ ابوعروبہ شیعیت میں غالی تھے لیکن امام ذھبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں اس قول کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ قلت کل من احب الشیخین فلیس بغال بلیٰ من تکلم فیھما فھو غال مغتر فان کفّرھما والعیاذ باللہ جاز علیہ التکفیر واللعنة الخ

(میرے خیال میں جس شخص کو شیخین ابوبکرؓ وعمرؓ سے محبت ہو وہ تشیع میں غالی نہیں (اور ابوعروبہ کو تو شیخین سے محبت ہے تو وہ کیسے شیعیت میں غالی ہوا) البتہ جو ان پر اعتراضات وغیرہ کرے تو وہ غالی ہے اور اگر معاذ اللہ ان کی تکفیر کرے تو پھر تکفیر کرنے والے پر بھی کفر کا حکم لگانا اور اس کو ملعون کہنا جائز ہے) یعنی جو شخص حضرت علیؓ اور اہل بیت کے ساتھ محبت اور فضیلت کے باوجود حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ سے محبت رکھے اور ان پر اعتراضات اور سب وشتم نہ کرے تو اسے شیعیت میں غالی نہیں کہا جاسکتا (واللہ اعلم)

(تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۷۷۴، شذرات الذھب ج۲ ص ۲۷۹، الرسالة ص ۴۸)

(۱۲۹) معانی الآثار للامام الطحاوی

یہ کتاب امام حافظ علامہ ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الازدی الطحاوی الفقیہ الحنفی کی تصنیف ہے۔

طحا مصر میں ایک گاؤں کا نام ہے جس کی طرف علامہ مذکور کی نسبت کی گئی ہے۔ آپؒ نے ھارون بن سعید الایلی، عبدالغنی بن رفاعہ، یونس بن عبدالاعلیٰ، عیسیٰ بن مثرود، بحر بن نصر وغیرہ محدثین کرام سے روایت کی ہے اور آپؒ سے احمد بن القاسم الخشاب، ابوبکر بن المقرئی، الطبرانی، یوسف المیانجی، احمد بن عبدالوارث الزجاج، قاضی الصعید وغیرھم جیسے ائمہ کرام نے روایت حدیث کی ہے۔ آپؒ نے ۲۶۸ھ میں شام کا سفر اختیار کیا اور وہاں قاضی ابوخازم ودیگر فقہاء کرام سے تفقہ حاصل کیا۔ شیخ ابن یونس فرماتے ہیں کہ آپؒ ثقہ، ثبت، اور علم فقہ وحدیث میں یکتائے زمانہ تھے۔ شیخ ابواسحٰق شیرازیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ مصر میں حنفی مذھب کے شیخ اور رئیس شمار ہوتے تھے۔ آپؒ ابتدا میں شافعی المذھب تھے اور علامہ مزنیؒ (جو آپؒ کے ماموں تھے) کے شاگرد تھے۔ چونکہ آپؒ ذکی اور ذہین نہ تھے اور باریک مسائل جلدی ذہن میں نہ اترتے۔ ایک دن امام مزنیؒ نے آپ سے کہا واللہ لاجاء منک شیئ (کہ قسم بخدا تجھ سے علم کی کوئی خدمت نہ ہوسکے گی) تو آپ نے ناراض ہوکر ابوجعفر بن عمران حنفی کی شاگردی اختیار کر کے تعلیمی سلسلہ شروع کیا اور بالآخر ایک متبحر عالم اور فقیہ شمار ہونے لگے اور جب آپؒ نے تصنیفات کا سلسلہ بھی شروع کردیا تو فرمانے لگے رحم اللہ ابراھیم لو کان حیا لکفر عن یمینه (اللہ تعالیٰ ابراھیم مزنی پر رحم فرمائے کہ اگر زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ دیتے)

علامہ ابن کثیرؒ بدایہ میں لکھتے ہیں کہ ۳۲۱ھ میں بہت سے اعیان اور حفاظ فوت ہوئے جن میں امام احمد بن محمد طحاوی حنفی بھی ہیں جو بڑے فقیہ، ثقہ، حافظ، اور معتبر رواۃ حدیث اور بہت سی مفید تصنیفات کے مؤلف ومصنف ہیں۔ انتھی

مقدمہ امانی الاحبار ص ۴۶ میں امام طحاویؒ کی مدح وتوصیف میں اقوال کا ذکر کرتے ہوئے شیخ محمد یوسف الدھلویؒ لکھتے ہیں وقال البدر العینی فی نخب الافکار کما فی طحاوی اما الطحاوی فانه مجمع علیه فی ثقته ودیانته وامانته وفضیلته التامة الخ (امام بدرالدین عینیؒ نے "نخب الافکار" میں کہا ہے جیسا کہ علامہ کوثری کی الحاوی میں ہے کہ امام طحاویؒ کی دیانت، امانت، ثقہ اور صاحب فضیلت ہونا متفق علیہ ہے اور آپؒ کو حدیث اس کے علل اور ناسخ ومنسوخ کے علم میں بھی ید طولیٰ حاصل ہے

اور آپؒ کا اس سلسلہ میں اپنے زمانہ میں کوئی ہم پلہ نہ تھا اور متقدمین و متأخرین اہل حدیث و تاریخ میں سے جن مصنفین نے بھی آپؒ کا تذکرہ کیا ہے تو آپؒ کی مدح و ثناء کا ذکر کیا ہے جیسے امام طبرانیؒ، ابوبکر الخطیبؒ، ابوعبداللہ الحمیدی، حافظ ابن عساکرؒ، حافظ ابوالحجاج المزی، ابن کثیر، حافظ ذھبیؒ وغیرھم۔ نیز امام طحاویؒ کا اپنے معاصرین علماء و محدثین اصحاب السنن و صحاح پر قرآن و احادیث نبوی سے استنباطِ احکام اور فقہی مہارت میں زیادہ اثبت ہونے میں کسی بھی ایسے عقلمند منصف کو شک وشبہ نہیں ہوا جس نے آپؒ اور دوسرے محدثین کے کلام اور تصنیفات میں خوب غور وفکر کر کے موازنہ کیا ہو باقی رہا مسئلہ روایتِ حدیث، اسماء رجال کی معرفت اور کثرت شیوخ کا تو وہ بالکل ظاہر ہے کہ آپؒ بھی دوسرے مشہور محدثین امام بخاریؒ اور مسلمؒ کی طرح ایک بڑے عظیم امام قابل حجت ثقہ اور کثیر الروایت محدث ہیں۔

یہ چند اقوال امام طحاویؒ کے متعلق مختصر طور پر ذکر کردیئے اگر تفصیل مطلوب ہو تو شیخ محمد یوسف الدھلویؒ کے مقدمہ امانی الاحبار کی طرف رجوع کیا جائے (واللہ اعلم)

معانی الآثار کی وجہ تالیف

طحاوی (معانی الآثار) کے مؤلف فرماتے ہیں کہ بعض علماء احنافؒ نے مجھ سے یہ درخواست کی کہ میں ایک ایسی تالیف اور کتاب لکھوں جس میں ان احکام کے بارے میں حضور ﷺ کی احادیث ماثورہ کا ذکر کروں جن کے متعلق ملحدین اور ضعیف الاعتقاد مسلمان بوجہ کم علمی اور ناسخ و منسوخ سے لاعلمی کے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ان احکام کے بارے میں تو احادیث متعارض وارد ہوئی ہیں اور ان علماء کی یہ بھی خواہش تھی کہ کتاب اور باب کا عنوان دے کر اس میں احادیث کو ایسے انداز میں ذکر کردوں جس میں ناسخ، منسوخ، علماء کی تاویلات، اور ان کے آپس میں مختلف فیہ مسائل کے دلائل و احتجاجات کے ساتھ ساتھ ان میں سے جس کا قول میرے نزدیک صحیح ہو اس پر ایسی حجت اور دلیل قائم کی جائے جس کی تائید قرآن و سنت اجماع اور صحابہؓ و تابعین و اقوال متواترہ سے ہوتی ہو۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں چنانچہ ان کی خواہش کے مطابق میں نے اس میں پورے غور و غوض اور بحث

تمحیص کے بعد ایسے ابواب کی تخریج کر کے ان کو کتاب کا عنوان دیکر ہر کتاب کے تحت اسی قسم کی احادیث کو ذکر کردیا (معانی الآثار ص ۷)

معانی الآثار کا مرتبہ

علامہ کتانیؒ نے رسالۃ المستطرفہ ص ۳۸ میں لکھا ہے ھو کتاب جلیل مرتب علی الکتب والابواب ذکر فیہ الآثار الماثورۃ عن رسول اللہ ﷺ فی الاحکام التی یتوھم ان بعضھا ینقض بعضا و بین ناسخھا من منسوخھا و مقیدھا من مطلقھا و ما یجب العمل منھا و مالا

(کہ یہ ایک عظیم الشان کتاب ہے جس کی ترتیب ابواب اور کتب کے عنوانات پر رکھی گئی ہے اس میں حضور ﷺ سے ان احادیث ماثورہ کا ذکر ہے جو ان احکام کے متعلق ہیں جن کے متعلق یہ شبہ ہے کہ وہ آپس میں متعارض ہیں آپؒ نے اس میں ناسخ کو منسوخ سے، مقید کو مطلق سے اور واجب العمل کو غیر واجب العمل سے ممتاز کر کے بیان کردیا) اس کی ایک شرح بدرالدین عینی نے کی جس میں اس کے رجال کو علیحدہ علیحدہ کردیا اور اس شرح کا نام "معانی الاخبار فی شرح معانی الآثار" رکھا۔

علامہ بدرالدین عینیؒ عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۷ میں لکھتے ہیں۔ واما الطحاوی الذی ھو العمدۃ فی بیان اختلاف العلماء فی الفقہ (کہ کتاب طحاوی علماء کے فقہی اختلافات کے بارے میں ایک عمدہ کتاب ہے) امانی الاحبار ص ۶۴ میں ہے کہ علامہ کوثریؒ نے اپنی کتاب الحاوی میں یہ کہا ہے کہ امام طحاویؒ کی تصنیفات میں مفید ترین کتاب معانی الآثار ہے۔ جو مختلف فیہ مسائل کے ادلّہ کے درمیان محاکمہ کا فیصلہ کرتی ہے۔ یعنی یہ کہ جن احادیث سے ائمہ کرام اپنے مسالک میں استدلال کرتے ہیں ان کو بسندہ ذکر کر کے ان پر اسناداً اور متناً بحث و تنقید کے بعد ایک ایسی روایت اور نظر نکالتے ہیں کہ جس سے ایک منصف مزاج بحث کنندہ (جو اندھی تقلید سے بیزار ہو) کی تشفی ہوجاتی ہے۔ اور اس کتاب طحاوی کی فقہ کو سمجھنے اور تفقہ کی تعلیم کے طرق اور علم فقہ میں ملکہ کے زیادہ ہونے میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے اور علماء کرام نے اس کی تدریس و تعلیم روایت اور تلخیص و تشریح وغیرہ کا پورا اہتمام کیا ہے اگرچہ بعض متعصبین نے اپنے تعصب کی وجہ سے اس کی بھرپور مخالفت کی ہے۔

معانی الآثار کے متعلق علامہ بدرالدین کی رائے

اسی طرح علامہ بدرالدین عینیؒ نخب الافکار میں فرماتے ہیں جیسے کہ الحاوی میں ہے کہ امام طحاویؒ کی تصانیف خصوصاً معانی الآثار ایک بہترین کتاب اور بہت سے فوائد پر مشتمل ہے اس لئے کہ منصف مزاج شخص جب امام طحاویؒ کی کتاب ''معانی الآثار'' کے احادیث اور اس کی عجیب وغریب ترتیب میں تأمل کرے گا تو اس کو بہت سے مشہور کتب حدیث سے راجح قرار دے گا اور اس کتاب ''الطحاوی'' کا سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ سے راجح ہونا تو بالکل واضح ہے اور اس میں کوئی بھی عاقل شک وشبہ نہیں کرے گا۔ کیونکہ معانی الآثار (طحاوی) میں وجوہ استنباطات کی زیادتی اور احادیث متعارضہ کے وجوہ کا اظہار اور ناسخ ومنسوخ کی تمیز کرنا اور اس جیسے دوسرے اہم امور پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس کی ترجیح باقی کتب پر واضح ہوجاتی ہے اور یہی معرفت حدیث وکتب حدیث کا عمدہ اصل اور قاعدہ ہے۔

ایک سوال وجواب

نیز یہ بھی واضح ہو کہ اگر ''معانی الآثار'' کے متعلق یہ اعتراض کیا جاوے کہ اس میں بعض ضعیف راویوں کا تذکرہ ہے اور اس کے رجال سند میں حذف واسقاط بھی کیا گیا جس سے اس کا مرجوح ہونا لازم آتا ہے تو اس کا جواب ظاہر ہے کہ سنن مذکورہ (سنن ابن ماجہ، سنن ابی داؤد وغیرہ) بھی تو ایسی قسم کی روایات سے بھری ہوئی ہیں بلکہ ان کے متعلق تو یہ بھی کہا گیا کہ اس میں بعض احادیث موضوعہ باطلہ تک ہیں اور احادیث ضعیفہ کی تو کثرت ہی ہے (یعنی جیسے ان کتب میں بعض روایات ضعیفہ کی موجودگی ان کتب کی صحت کے خلاف نہیں ہے تو اسی طرح اگر طحاوی (معانی الآثار) میں بھی بعض ایسی روایات موجود ہیں تو اس سے اس کا مرجوح ہونا لازم نہیں ہے) باقی معانی الآثار کا تقابل سنن الدارقطنی، سنن الدارمی، سنن بیہقی وغیرھا سے (تو بقول صاحب الحاوی) وہ اس میدان میں نہ معانی الآثار سے مقابلہ کرسکتی ہیں اور نہ وہ کسی حیثیت میں اس کے ساتھ برابر ہوسکتی ہیں (واللہ اعلم)

معانی الآثار علمی معارف کا معدن ہے

باقی اکثر لوگوں کے نزدیک اس کتاب (معانی الآثار) کی ترجیح دوسرے کتب پر اسلئے بھی ظاہر نہ ہوسکی کہ یہ کتاب چونکہ علمی معارف کا ایک مخفی خزانہ اور چھپی ہوئی معدن کے مانند ہے اور چونکہ ان خفیہ عجائب وغرائب کے استنباط اور استخراج کے لئے کوئی صاحب ذہن ثاقب متوجہ نہ ہوا۔ اسلئے یہ کتاب ویسے ہی پردہ اختفاء میں رہی اور اس کی وجہ یہی ہے کہ متاخرین کی کوتاہ فہمی نے اس اہم مفید کتاب کو چھوڑ کر دوسرے اس باب میں غیر مفید کتب میں مشغول ہوجانا ہے۔ نیز مخالفین متعصبین بھی اس اہم کتاب کے معالم وآثار کو مٹادینے کی پوری پوری کوشش کرتے رہے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ حق کو غالب اور باطل کو ملیامیٹ کرنے کے لئے ایسے اشخاص پیدا فرمادیتے ہیں جو اس کے حقوق کی کماحقہ حفاظت کرتے ہیں اور ان کے معالم کو زندہ اور روشن کرتے ہیں تو اسلئے اس کتاب کو اپنے مثل دوسری کتب پر تفوق اور برتری حاصل ہوئی (واللہ اعلم) مقدمہ فیض الباری ص ۵۷ میں ہے۔ **وبقربہ (ای بابی داؤد) عندی کتاب الطحاوی المشہور بشرح معانی الآثار فان رواتہ کلھم معروفون وان کان بعضھم متکلم فیہ ایضا** (میرے نزدیک کتاب الطحاوی جو معانی الآثار سے مشہور ہے درجہ میں ابوداؤد کے قریب ہی ہے اسلئے کہ اس کے راوی سب ہی مشہور ہیں اگرچہ بعض روات پر کچھ تنقید بھی ہوئی ہے)

امام طحاویؒ کی مختلف تصنیفات

اسی طرح ابومحمد عبدالقادر بن ابی الوفاء محمد القرشی المتوفی ۶۹۶ھ نے اپنی کتاب الجواہر المضیہ ج ۱ ص ۱۰۴ میں لکھتے ہیں کہ امام طحاویؒ نے مختلف تصانیف کی ہیں ان میں سے ''احکام القرآن'' بیس سے زائد اجزاء پر مشتمل ہے اور ''معانی الآثار'' اس کی پہلی تصنیف اور ''بیان مشکل الآثار'' اس کی آخری تصنیف ہے اور ایک کتاب ''المختصر'' کے نام سے فقہ میں ہے اور اس کی کئی شروح بھی ہیں اور جامع کبیر اور صغیر کی شروح بھی آپ کی تصنیفات میں اہم کتب ہیں۔

معانی الآثار کی امتیازی خصوصیات

شیخ محدث مولانا محمد یوسف دھلویؒ اپنی کتاب امانی الاحبار کے مقدمہ ص ۶۴ میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ کہ کتاب معانی الآثار کی بہت سی خصوصیات ہیں اور اس پر ہر گہری اور تحقیقی نظر کرنے والا اس کو معلوم بھی کر لے گا۔ البتہ ہم اس کی بعض خصوصیات کا یہاں تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) یہ کتاب ایسی کثیر احادیث پر مشتمل ہے جو دیگر کتب میں نہیں ہیں۔

(۲) امام طحاویؒ اسانیدِ حدیث میں کثرت سے سرد کرتا ہے اور اس لئے بہت سے احادیث مرویہ دوسری کتب کی یہاں اس میں اہم زیادات کے ساتھ ذکر کی جاتی ہیں۔ مثلاً ایک ہی روایت کو یہاں متعدد اسانید کے ساتھ ذکر کر دینا جس کی وجہ سے اس حدیث کی قوت بڑھ جاتی ہے یا یہ کہ ایک حدیث دوسری کتب میں تو بطریق مدلس منقول ہو یعنی تصریح بالسماع نہ کی ہو اور آپ کی کتاب میں تصریح بالسماع موجود ہو۔ یا یہ کہ کبھی دوسری کتب میں ایک روایت ضعیف سند سے موجود ہوتی ہے اور وہی روایت طحاوی میں قوی سند سے ذکر کر دی جاتی ہے۔ اور کبھی وہ حدیث دوسری کتب میں ایک طریق سے مروی ہوتی ہے اور اس میں اسی حدیث کو دوسرے طرق سے بھی نقل کر دیا جاتا ہے اور یہ تو کھلی اور ظاہر بات ہے کہ متعدد اسانید کی وجہ سے محدث کو بہت سے فوائد اور نکات ظاہر ہو جاتے ہیں اور کبھی معانی الآثار کے علاوہ دوسری کتب میں ایک روایت ایسے شخص کے طریق سے مروی ہوتی ہے جس سے اختلاط (عقل) کے بعد روایت کی گئی اور اس میں وہی روایت ایسے شخص کے واسطہ سے مروی ہو جس نے اسی شخص سے قبل اختلاط روایت کی تھی۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسری کتب میں تو ایک حدیث بطریق مرسل، منقطع اور موقوف کے ذکر کی گئی ہو اور آپؒ اسی روایت کو اپنی کتاب میں بصورت متصل یا مرفوع کے ثابت کر دیتے ہیں اور کبھی آپؒ کی کتاب (طحاوی) میں ایک نسبت ذکر کر دی جاتی ہے اور اس کے علاوہ کتب میں اس نسبت کا تذکرہ نہیں پایا جاتا۔

اسی طرح امام طحاویؒ مبہم کو مسمیٰ، مشتبہ کی تمیز، مجمل کی تفسیر، بیان سبب، اضطراب یا شک راوی کا تذکرہ، کسی راوی کی سند میں زیادتی یا سماع راوی کا صحابی سے دوبار ایک بار بطریق مرفوع اور دوسری

دفعہ بطریقہ موقوف یا سماع راوی کا تابعی سے دوبار ایک دفعہ بطور وصل اور ثانیاً بطور ارسال کے ذکر کر دینا (وغیر ذلک من الفوائد)

(۳) اس طرح معانی الآثار کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ اگر دوسری کتب میں فوائد وغیرہ کا تذکرہ اختصار کے ساتھ ہو تو اس میں وہ مفصل بیان کر دیتے ہیں۔ اور اگر ان کتب میں مجملاً ذکر ہوں تو یہاں ان کا تذکرہ مفسر اور مفصل طریقہ پر کر دیا جاتا ہے اور اگر وہاں مطلق ذکر ہوتا ہے تو یہاں طحاوی میں اس کو مقید طریقہ پر ذکر کیا جاتا ہے۔

(۴) امام طحاویؒ کی یہ کتاب صحابہؓ، تابعین اور ان کے بعد کے ائمہ کرام کے آثار واقوال کثیرہ پر مشتمل ہے۔ بخلاف دوسرے ائمہ اہل عصر کی کتابیں۔

(۵) آپؒ کی کتاب میں احادیث اور رجال حدیث کے متعلق ائمہ کرام کے مباحث کا تذکرہ بصورت تصحیح، ترجیح اور تضعیف کثرت سے پایا جاتا ہے۔

(۶) یہ کہ امام طحاویؒ اپنی کتاب میں مسائل فقہیہ کو عنوان اور ترجمۃ الباب قرار دیتے ہیں پھر اس میں احادیث کا ذکر کر کے ان سے دقیق وعزیز استنباطات پر تنبیہ کر دیتے ہیں۔

(۷) آپؒ نے اپنی کتاب طحاوی کو چونکہ کتب فقہ کی ترتیب پر مرتب کیا ہے اس لئے مسئلہ فقہیہ کو عنوان تو بنا دیتے ہیں لیکن اس میں ایسی احادیث کا تذکرہ ہوتا ہے جن کا بظاہر اس مسئلہ سے تعلق نہیں ہوتا لیکن امام طحاویؒ اس میں ایک لطیف وعجیب مناسبت بیان کر کے اس حدیث کا تعلق اس مسئلہ سے بتا دیتے ہیں جیسے کہ باب المیاہ کے عنوان کے تحت حدیث ''المسلم لا ینجس'' اور حدیث بول الاعرابی فی المسجد کو اس میں ذکر کر دیا یا احادیث قرأۃ فی الفجر کو باب فی وقت الفجر کے تحت ذکر کر دیا۔

(۸) امام طحاویؒ مذہب احناف کے اثبات اور دلائل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مخالفین کے دلائل کا بھی ذکر کرتے رہتے ہیں۔ انتہی

علامہ عبدالرشید نعمانی اپنی کتاب ''ما تمس الیہ الحاجۃ ص ۳۵ میں لکھتے ہیں واحق بان یعد فی الاصول

کتاب معانی الآثار للامام الجلیل ابی جعفر الطحاوی فانه عدیم النظیر فی بابه نافع کبیر (امام ابوجعفرؒ طحاوی کی کتاب معانی الآثار کوحدیث کی بنیادی کتابوں میں شمار کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ یہ بڑی نافع اور اپنے باب میں بے مثل ہے)

معانی الآثار کے شروح وتلخیصات

شیخ مولانا محمد یوسف دھلویؒ مقدمہ امانی الاحبار ص ۶۵ میں لکھتے ہیں کہ معانی الآثار کے شارحین میں سے حافظ ابومحمد المنجی ہیں۔ جو کہ "اللباب فی الجمع بین السنة والکتاب" کے مؤلف بھی ہیں اور اس کے اس شرح کا کچھ حصہ مکتبہ ایا صوفیا آستانہ میں ہے اور اس شرح کا نام "ما تمس الیه الحاجة" ہے۔

(۲) اس کی ایک شرح حافظ عبدالقادر قرشی نے کی ہے جو کہ "الحاوی فی تخریج احادیث معانی الآثار للطحاوی" کے مصنف ہیں۔ علامہ کوثریؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کا ایک حصہ دار الکتب المصریة میں موجود ہے پھر آپؒ نے حافظ عبدالقادر قرشی کے طریقہ تخریج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ معانی الآثار کے احادیث پر بحث کرتے ہوئے اس کے احادیث اور اسناد کی نسبت صحاح ستہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور دوسرے حفاظ کرام کی کتب احادیث کی طرف کر دیتے ہیں تو گویا اس نے اس باب میں بڑی عظیم خدمت سرانجام دی ہے۔

(۳) طحاوی کے شارحین میں سے علامہ حافظ بدرالدین العینیؒ بھی ہیں آپؒ نے اس کی دو ضخیم عظیم الشان (ظاہری اور معنوی خوبیوں کی حامل) شرحیں لکھی ہیں۔ (۱) نخب الافکار فی شرح معانی الآثار کے نام سے ہے اس میں آپ نے اس کی تشریح احادیث کے ضمن میں اسماء الرجال کی بحث بھی کی ہے جیسے کہ علامہ عینیؒ نے یہی طرز صحیح بخاری کی شرح میں اختیار کیا ہے اور یہ شرح مؤلف کے خط سے "دارالکتب المصریة" میں آٹھ جلدوں کی صورت میں محفوظ ہے اور اس کے بعض اجزاء مکتبہ عموجہ حسین پاشا آستانہ میں بھی موجود ہیں۔

(۲) اور اس کی دوسری (۲) شرح کا نام "مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار" ہے اور وہ بھی

دارالکتب المصریة میں بخط مؤلف چھ جلدوں میں محفوظ ہے۔ البتہ اس نقص کا تدارک اس نسخہ سے کیا جاسکتا ہے جو مکتبہ رواق الاتراک ازہر شریف میں موجود ہے۔

بہرحال ان دونوں شروح سے علامہ عینیؒ نے جو خدمت معانی الآثار کی فرمائی ہے وہ ان کی صحیح بخاری کی شرح کرنے سے کسی درجہ میں بھی کم نہیں (کذا فی الحاوی)

(۴) معانی الآثار کی تلخیص حافظ ابن عبدالبرؒ نے بھی کی ہے اور امام طحاویؒ کی اس تصنیف سے علامہ ابن عبدالبرؒ کے دل میں اس کی عظمت کا سکہ بیٹھا اور اس سے اپنی کتابوں میں کثرت سے نقل بھی کی ہے۔ خصوصاً اپنی کتاب "التمهید" میں۔

(۵) نیز علامہ حافظ زیلعیؒ مصنف نصب الرایہ نے بھی اس کی تلخیص کی ہے اور اس کا یہ ملخص ازہر شریف مکتبہ رواق الاتراک اور مکتبہ الکوبریلی آستانہ میں بھی موجود ہے۔

(۶) معانی الآثار کے اطراف کو علامہ ابن حجرؒ نے بڑے اہتمام سے اپنی کتاب "اتحاف المهرة باطراف العشرة" میں جمع کیا ہے اور میں نے اس کا ایک پرانا نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن ہندوستان میں دیکھا ہے اور ایک دوسرا نسخہ کتب خانہ پیر جھنڈا اور حیدرآباد سندھ پاکستان میں بھی ہے (انتھی) اور کشف الظنون ج ۲ ص ۴۶۰ میں بھی ہے کہ ابوالحسین محمد بن محمد الباھلی التوفی ۳۲۱ھ اور بدرالدین العینی التوفی ۸۵۷ھ نے بھی معانی الآثار کی شروح لکھی ہیں۔

نیز شیخ قاسم بن قطلوبغا الحنفی ۸۷۹ھ کی ایک کتاب اس کے اسماء الرجال کے بارے میں ہے جس کا نام "الایثار برجال معانی الآثار" ہے۔ معانی الآثار (طحاوی) کے متعلق مختصر خصوصیات کا تذکرہ کیا گیا اگر مزید تفصیل مطلوب ہو تو مقدمہ امانی الاحبار کا مطالعہ کریں (واللہ اعلم) (تذکرة الحفاظ ج۳ ص ۲۹، العبر ج ۲ ص ۱۸۶، شذرات الذهب ج ۲ ص ۲۸۸، الجواهر المضیه ج ۱ ص ۱۰۴، عمدة القاری ج ۳ ص ۷۳، مقدمه فیض الباری ص ۵۷، معانی الآثار ص ۷، الرسالة ص ۳۸، ماتمس الیه الحاجة للنعمانی ص ۳۵، کشف الظنون ج ۲ ص ۴۶۰، مقدمه امانی الاحبار مختلف صفحات)

(۱۳۰) مشکل الآثار

یہ کتاب بھی علامہ ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی کی مشہور تصانیف میں سے ہے۔

وجہ تالیف

آپؒ اس کے مقدمہ ج ا ص ۳ میں اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
کہ میں نے حضور ﷺ سے منقولہ ان آثار مرویہ میں نظر و تأمل کیا جو کہ اسانید مقبولہ کے ذریعہ ایسے رواۃ سے نقل کیے گئے تھے (جو تثبت، امانت اور حسن اداء سے موصوف تھے) تو اس میں ایسی (اہم چیزیں) موجود تھیں جن کی علم و معرفت سے اکثر لوگ ناواقف تھے اس لئے دلی تمنا ہوئی کہ ان میں تأمل اور فکر و نظر کر کے ان میں سے جتنے مشکل آثار و مسائل کی وضاحت ہو سکے وہ کھل کر بیان کر دوں اور ان میں جو احکام موجود ہیں ان کی تخریج کر دوں۔ نیز ان پر اعتراضات واردہ کو بھی دور کر دوں اور یہ بھی خواہش تھی کہ ان کو ابواب کی شکل میں مرتب کر کے اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور فیض کے جو کچھ حاصل ہو جائے ان کو وضاحت کے ساتھ ذکر کر دوں۔

مشکل الآثار کی خصوصیت

شیخ مولانا محمد یوسف دہلویؒ مقدمہ امانی الاحبار ص ۶۰ میں بحوالہ "الاثمار الجنیة" لکھتے ہیں۔ ومنها مشکل الآثار فی نفی التضاد عن الاحادیث واستخراج الاحکام منها وهو آخر تصانیفه کماقال القاری فی الاثمار الجنیة (کہ امام طحاویؒ کی تصانیف میں سے اس کی آخری تصنیف مشکل الآثار ہے جس میں احادیث متعارضہ کے تضاد کو دور کیا جاتا ہے اور ان احادیث سے احکام شرعیہ کا استنباط اور استخراج کیا جاتا ہے جیسے کہ ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب الاثمار الجنیہ میں یہی فرمایا ہے)
نیز علامہ کوثریؒ اپنی کتاب "الحاوی" میں فرماتے ہیں کہ مشکل الآثار استنبول کے مکتبہ فیض اللہ شیخ الاسلام" کے مخطوطات میں سات ضخیم جلدوں (از جلد ۲۷۳ تا ۲۷۹) میں موجود ہے اور یہ ایک نسخہ صحیحہ مقروءہ بروایت ابوالقاسم ہشام بن محمد بن ابی خلیفہ الرعینی از امام طحاویؒ ہے۔ جس کی تصحیح اور تقابل اس

کے مترجم ابن السابق نے کی ہے اور اس کی ایک قسم حیدر آباد میں چار اجزاء میں ناقص طباعت کے ساتھ شائع ہوئی اور وہ غالباً اصل کتاب کی نصف بھی نہ ہوگی۔
(علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں) کہ جن علماء نے امام شافعیؒ کی "اختلاف الحدیث" اور ابن قتیبہ کی "مختلف الحدیث" کا مطالعہ کیا ہو اور پھر امام طحاویؒ کی اس کتاب (مشکل الآثار) کا بھی مطالعہ کریں تو اس پر امام طحاویؒ اور اس کی اس کتاب کی قدر و قیمت خود بخود عیاں ہو جائے گی (واللہ اعلم)

مشکل الآثار کے مختصرات

اس کتاب مشکل الآثار کا بہت سے ائمہ کرام نے اختصار کیا ہے ان میں سے ایک اختصار ابوالولید بن رشد نے کیا اور پھر اپنی طرف سے اس پر بعض اعتراضات بھی کیے ہیں اور یہ مختصر دار الکتب المصریہ میں محفوظ ہے اسی طرح اس کا اختصار قاضی القضاۃ جمال الدین یوسف بن موسے الملطی نے بھی کیا ہے جو علامہ بدر الدین کے مشائخ میں سے ہیں اور جس کا نام "المعتصر من المختصر" رکھا اور اس کی یہ تلخیص بڑی بہتر اور جید ہے اس مختصر میں اس نے ابن رشد کے اعتراضات کے جوابات بھی دیے ہیں

ولادت اور وفات

تذکرۃ الحفاظ میں علامہ ذہبیؒ نے ابن یونس سے نقل کیا ہے کہ آپ کی ولادت ۲۳۷ھ اور وفات شروع ذی قعدہ ۳۲۱ھ میں ہوئی۔ کل عمر اسّی (۸۰) سال سے کچھ زائد تھی۔
(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۱۰، مقدمہ مشکل الآثار ج ۱ ص ۳، مقدمہ امانی الاحبار ص ۶۰)

(۱۳۱) کتاب المجتنیٰ لابن درید

یہ کتاب ابوبکر محمد بن الحسن بن درید بن عتاھیہ لغوی الازدی البصری کی تصنیف ہے۔ شذرات الذهب میں آپؒ کے حالات اور کچھ اشعار کا تفصیل سے ذکر ہے۔ امام احمد بن یوسف ازرقؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن درید سے زیادہ حافظ کسی کو بھی نہیں دیکھا ابن خلکان آپ کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ میں لغت، ادب اور اشعار فائقہ کے امام تھے۔ متقدمین علماء کہا کرتے کہ ابن درید اعلم الشعراء

واشعر العلماء (کہ ابن درید شعراء میں زیادہ عالم اور علماء میں زیادہ شاعر ہیں)

امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ بعض محدثین اس پر تنقید وتکلم کرتے ہیں۔ آپؒ کی یہ کتاب المجتنی بہترین اخبار، الفاظ، اشعار، معانی، عجیب حکمتوں اور احادیث مع الاسانید کے مجموعہ پر مشتمل ہے۔

آپؒ کی وفات ۳۲۱ھ میں ہوئی۔ (العبر ج ۲ ص ۱۸۷، شذرات الذهب ج ۲ ص ۲۸۹، الرسالة المستطرفة ص ۴۵)

(۱۳۲) مستخرج ابی عمران الجوینی

یہ مستخرج ابو عمران موسیٰ بن العباس بن محمد الجوینی نیساپوری کی تصنیف ہے۔ الجوینی منسوب الی الجوین ہے، جوین بسطام سے نیساپور کو جانے والے قافلوں کے راستہ میں ایک بستی ہے۔ آپؒ نے عبداللہ بن ھاشم، احمد بن الازھر، محمد بن یحییٰ، احمد بن یوسف السلمی، یونس بن عبدالاعلیٰ، احمد بن منصور الرمادی وغیرھم۔ مشائخ حدیث سے روایت کی ہے اور آپ سے حسن بن سفیان، ابو سہل الصعلوکی، ابو احمد الحاکم، ابو محمد المخلدی وغیرھم جیسے ائمہ کرام روایت کرتے ہیں۔

ابن ناصر الدینؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ نے صحیح مسلم پر یہ مستخرج اسی طرز ہی کا لکھا ہے۔ آپؒ ایک ماہر ثقہ جید حافظ حدیث تھے۔ حسن بن احمدؒ فرماتے ہیں کہ ابو عمران الجوینی ہمارے گھر ہوتے رات کو نماز بھی پڑھتے اور (اللہ تعالیٰ کے خوف سے) بہت رویا کرتے۔ آپؒ جوین میں ۳۲۳ھ میں فوت ہوئے

(شذرات ج ۳ ص ۳۰۰، الرسالة المستطرفة ص ۲۶، تذکرة الحفاظ ج ۳ ص ۸۱۸)

(۱۳۳) صحیح ابی حامد النیساپوری

یہ حافظ ابو حامد احمد بن محمد بن الحسن نیساپوری کی تصنیف ہے۔ علامہ ذھبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو ابن الشرقی کے عنوان سے ذکر کیا ہے۔ آپؒ امام مسلم کے خصوصی تلمیذ تھے اور آپؒ نے محمد بن یحییٰ، احمد بن الازھر، احمد بن حفص بن عبداللہ السلمی وغیرھم اساتذہ سے تو اپنے شہر میں سماع حدیث کی اور پھر علم کے لئے سفر میں امام ابو حاتم سے رَیّ میں، عبداللہ بن ابی میسرہ سے مکہ میں، اور ابوبکر الصاغانی وغیرہ سے بغداد میں اور ابو حازم احمد بن ابی غرزہ وغیرہ سے کوفہ میں روایت حدیث کرتے رہے اور آپؒ سے

ابو العباس بن عقدہ، ابو احمد العسال، ابو علی الحافظ، زاھر بن احمد وغیرھم۔ جیسے ائمہ کرام روایت کرتے ہیں۔ علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں۔ صنف الصحيح وكان فريد عصره حفظا واتقانا ومعرفة، حج مرات (کہ آپؒ نے صحیح تصنیف کی اور اپنے زمانہ میں حفظ، اتقان اور معرفت حدیث میں یکتا تھے، کئی حج کیے) آپؒ کو بہت سے ائمہ کرام (ابن عدی، دارقطنی، خطیب، ابن خزیمہ وغیرھم) نے ثقہ، حافظ، مامون اور متقن قرار دیا ہے۔ آپ کی ولادت ۲۴۰ھ میں اور وفات ۳۲۵ھ میں ہوئی۔

(العبر ج ۲ ص ۱۰۴، شذرات الذهب ج ۲ ص ۳۰۶، تذکرة الحفاظ ج ۳ ص ۸۲۱، الرسالة ص ۲۳)

(۱۳۴) مسند عبدالرحمن بن ابی حاتم

یہ مسند امام ابو محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم محمد بن ادریس بن المنذر بن داؤد بن مھران التمیمی الحنظلی الرازی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے ابو سعید الاشج، علی بن المنذر الطریقی، حسن بن عرفہ، احمد بن سنان، ابو زرعہ وغیرھم سے روایت حدیث کی ہے۔

اور آپؒ سے یوسف المیانجی، ابو الشیخ بن حیان، ابو احمد الحاکم، علی بن محمد القصار وغیرھم جیسے ائمہ کرام روایت کرتے ہیں۔

ابو یعلی خلیلیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ علوم اور رجال حدیث کی معرفت میں ایک سمندر کے مانند تھے آپ نے اپنے والد اور امام ابو زرعہ کے علوم سے خوب اخذ واکتساب کیا اور فقہ واختلاف صحابہ وتابعین میں تصنیف وتالیف بھی کی۔ آپؒ زاہد تھے اور ابدال میں سے شمار ہوتے تھے۔

علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں كتابه في الجرح والتعديل يقضى له بالرتبة المنيفة في الحفظ وكتابه في التفسير عدة مجلدات وله مصنف كبير في الردّ على الجهمية يدل على امامته (اس کی کتاب جرح وتعدیل میں اس کے قوت حفظ میں بلند مرتبہ پر ہونے کی دلیل ہے اور اس کی کتاب تفسیر میں بھی کئی جلدوں پر مشتمل ہے اور فرقہ جہمیہ کے تردید میں آپ کا مصنف کبیر تو آپ کی امامت اور علو شان پر دال ہے)

ابن الاہدلؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ صاحب جرح وتعدیل اور احادیث کو فقہی ابواب پر مرتب کرنے والے تھے اور آپؒ کا مسند ایک ہزار اجزاء پر مشتمل تھا۔ تذکرۃ الحفاظ میں آپؒ (عبدالرحمٰن بن ابی حاتم) سے منقول ہے کہ ہم تحصیل علوم کے لئے مصر میں تھے۔ سات ماہ تک ہم نے سالن نہیں کھایا کیونکہ دن کو ہم سب رفقاء مشائخ کی خدمت میں علوم حدیث کے لئے جایا کرتے اور رات کو ہم احادیث کی کتابت اور تقابل کیا کرتے۔ ایک دن میں اور میرا ساتھی ایک شیخ کے پاس احادیث پڑھنے آئے تو کہا گیا کہ وہ تو بیمار ہیں اس دوران راستہ جاتے ہوئے مجھے ایک مچھلی پسند آئی تو اسے ہم نے خرید لیا جب ہم قیامگاہ پہنچے تو دوسرے شیخ کی مجلس علم کا وقت ہو گیا تو ہم وہاں چلے گئے تا آنکہ وہ تین دن پڑی رہی اور اس کے پکانے کی نوبت نہ آئی اور نہ ہم اس کے لئے فارغ ہوئے۔ مجبوراً اسے ہم نے کچا ہی کھالیا۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ جسم کو سہولیات اور عیش پرستی میں رکھنے سے علم حاصل نہیں ہوسکتا آپؒ نے علوم کی تحصیل کے لئے بہت سے اسفار کیے اور اس میں بڑی محنت ومشقت سے شب وروز مصروف رہے۔ علامہ ذہبیؒ نے اس سلسلہ میں بہت واقعات لکھے ہیں۔ آپؒ کی وفات محرم ۳۲۷ھ میں ہوئی۔ (العبر ج۲ ص ۲۰۸، شذرات ج۲ ص ۳۰۸، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۸۲۹، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۶۱)

(۱۳۵) نوادر الاصول فی احادیث الرسول

یہ کتاب امام ابوعبداللہ محمد بن علی بن الحسن بن بشر المؤذن الصوفی کی تصنیف ہے آپؒ صاحب التصانیف تھے اور حکیم الترمذی کے لقب سے مشہور تھے۔ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ نے تقریباً نوے (۹۰) سال عمر پائی اور آپؒ کی یہ کتاب دوسو اکیانوے (۲۹۱) اصول پر تین اسفار (بڑی کتب) میں تھی۔ اور کشف الظنون ج۲ ص ۱۹۷۹ میں ہے وعلیہ زوائد لجلال الدین السیوطی وقد ذکر الترمذی ثلاث مائۃ اصل الا اثنی عشر وھو الملقب بسلوۃ العارفین وبستان المحدثین (کہ نوادر الاصول پر علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے زوائد لکھے ہیں۔ اور حکیم ترمذی نے (۲۸۸) اصول لکھے ہیں اور آپ کا لقب سلوۃ العارفین اور بستان المحدثین تھا۔

نیز آپؒ سے یہ منقول ہے کہ ماصنفت حرفا عن تدبر ولا لینسب الی شئی منہ ولکن اذا اشتد علیّ وقتی التسلی بہ (کہ میں نے کوئی حرف بھی سوچ سمجھ اور تدبر سے تصنیف نہیں کیا اور نہ اسلئے کہ میری طرف کسی تصنیف کی نسبت کی جائے بلکہ جس وقت پریشان حالی ہو جاتی تو اس شغل میں اپنے آپ کو تسلی دیا کرتا) صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ آپؒ کی تصانیف میں خصوصاً اس کتاب نوادر الاصول میں آپؒ کے قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ نہ اس کا کوئی خطبہ مذکور ہے اور نہ کوئی خاص ترتیب رکھی گئی۔ اور یہ کتاب (۲۸۸) اصول پر مشتمل ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ اصول (۳۶۰) تھے اور وہ ان کتب میں جو شرف الطوسی کو وراثت میں پہنچیں (کذا قال القشیری فی فہرست ھذا الکتاب) (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۴۹، کشف الظنون ج۲ ص ۱۹۷۹)

(۱۳۶) کتاب الشکر لابی بکر الخرائطی

یہ حافظ ابوبکر محمد بن جعفر محمد بن سھل بن شاکر الخرائطی السامری کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے الحسن بن عرفہ، عمر بن شبہ اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے سماع حدیث کی ہے۔ آپؒ کتاب "مکارم الاخلاق"، "مساوی الاخلاق"، "اعتدال القلوب" وغیرھا کے مصنف بھی ہیں۔ آپؒ کی وفات فلسطین میں ربیع الاول ۳۲۷ھ میں ہوئی۔ (العبر ج۲ ص ۲۰۹، شذرات ج۲ ص ۳۰۹، الرسالۃ ص ۴۴)

(۱۳۷) جزء ابی العباس النمیری

یہ جزء محدث ابوالعباس محمد بن جعفر بن محمد بن ھشام بن نسیم بن ملاس النمیری الدمشقی کی تصنیف ہے آپؒ نے موسیٰ بن عامر، ابواسحٰق جوزجانی وغیرھم سے روایت حدیث کی ہے۔ آپؒ محدثین کے گھرانے سے تھے۔ آپؒ کی وفات ۳۲۸ھ میں ہوئی۔

(العبر ج۲ ص ۲۱۳، شذرات الذھب ج۲ ص ۳۱۴، الرسالۃ ص ۷۳)

(۱۳۸) کتاب الامالی لابی عبداللہ المحاملی

یہ ابوعبداللہ قاضی حسین بن اسماعیل بن محمد المحاملی الضبی البغدادی کی تصنیف ہے۔ آپؒ ۲۳۵ھ کے

شروع میں پیدا ہوئے اور سماع حدیث کی افتتاح ۲۴۴ھ میں ابوھشام رفاعی سے کرلی تھی۔آپؒ نے ابوحذافہ احمد بن اسماعیل السھمی، عمرو بن علی الفلاس، زیاد بن ایوب، یعقوب بن ابراھیم الدورقی، احمد بن المقدام العجلی جیسے مشائخ سے روایت اور سماع حدیث کی ہے اور آپؒ سے دعلج، دار قطنی، ابن جمیع، ابن الصلت الاھوازی، ابوعمرو بن مہدی وغیرھم روایت کرتے ہیں۔آپؒ ثقہ، مامون اور بغداد کے محدث وشیخ تھے۔آپؒ ساٹھ سال تک کوفہ کے قاضی رہے اور ۳۲۰ھ سے پہلے ہی مستعفی ہوگئے تھے۔ابوبکر داؤدیؒ کہتے ہیں کہ آپؒ کی مجلس (علمی) کو دس ہزار (۱۰۰۰۰) اشخاص حاضر ہوتے تھے۔۲۷۰ھ میں ایک مجلس فقہی اپنے گھر قائم کی جس میں مختلف اہل علم ونظر آیا کرتے تھے۔اپنی عادت کے مطابق ۱۲ ربیع الآخر ۳۳۰ھ کو مجلس املاءِ حدیث منعقد کی۔اس کے بعد بیمار ہوئے اور گیارہ دن کے بعد ۲۳ ربیع الآخر ۳۳۰ھ کو وفات پائی۔(العبر ج۲ ص ۲۲۲، شذرات ج۲ ص ۳۲۶، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۸۲۴، الرسالۃ ص ۱۳۲)

(۱۳۹) مستخرج ابن ایمن القرطبی

یہ حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبدالملک بن ایمن بن فرح القرطبی کی تصنیف ہے۔آپؒ نے قاسم بن اصبغ کے ساتھ ۲۷۴ھ میں علم کی تلاش کے لئے سفر کیا۔آپؒ نے محمد بن وضاح، احمد بن ابی خیثمہ، اسمٰعیل القاضی، محمد بن الجہم السری، جعفر بن محمد بن شاکر، یحیٰی بن ھلال وغیرھم مشائخ سے روایت حدیث کی ہے اور آپؒ سے عباس ابن اصبغ، احمد بن محمد بن عبدالملک وغیرھما نے سماع حدیث کی۔آپؒ علم الفقہ میں ماہر مفتی اور علامہ تھے۔نیز احادیث کے حافظ اور اس میں اچھی معرفت حاصل تھی۔آپؒ نے سنن میں ایک کتاب سنن ابی داؤد پر مستخرج کی حیثیت سے تصنیف کی ہے۔آپؒ کو امام مالکؒ کے مذہب ومسائل پر عبور حاصل تھا۔آپؒ کی وفات شوال ۳۳۰ھ میں ہوئی۔(العبر ج۲ ص ۲۲۲، شذرات ج۲ ص ۳۲۷، الرسالۃ ص ۲۸، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۸۳۶)

(۱۴۰) جزء ابی عبداللہ العطار

یہ حافظ ابوعبداللہ محمد بن مخلد بن حفص الدوری العطار کی تصنیف ہے۔آپؒ نے ابوحذافہ السھمی، الحسن

بن عرفہ، یعقوب الدورقی، مسلم بن الحجاج، احمد بن عثمان الاودی، محمد بن اشکاب وغیرھم محدثین کرام سے روایتِ حدیث کی ہے اور آپؒ سے دار قطنی، ابن الجعابی، ابوعمرو بن مھدی، ابن الصلت الاھوزی وغیرھم حضرات نے روایت کی ہے۔

آپؒ طلب حدیث کے لئے بڑے کوشاں رہتے اور ثقہ وصلاح سے مشہور تھے۔جب امام دار قطنیؒ سے آپ کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا ثقة مامون (ثقہ اور مامون ہے) آپؒ کی کئی تصانیف بھی ہیں۔اور یہ جزء لطیف تقریباً نوے (۹۰) احادیث پر مشتمل ہے۔آپؒ کی وفات ۳۳۱ھ جمادی الاخریٰ میں ہوئی۔(تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۸۲۸، العبر ج۲ ص ۲۲۷، شذرات ج۲ ص ۳۳۱، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۷۶)

(۱۴۱) طرق حدیث من کنت مولاہ

یہ اپنے زمانہ کے مشہور محدث حافظ علامہ ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید الکوفی کی تصنیف ہے آپؒ ابن عقدہ سے مشہور تھے۔آپؒ ابوجعفر بن عبداللہ، یحیٰی بن ابی طالب، احمد بن عبدالحمید الحارثی، الحسن بن مکرم وغیرھم مشائخ حدیث سے روایت کرتے ہیں۔اور آپؒ سے الجعابی، الطبرانی، ابن عدی، دار قطنی، ابوحفص الکتانی، ابوعمرو بن مھدی وغیرھم ائمہ کرام روایت حدیث کرتے ہیں۔

تذکرۃ الحفاظ میں امام ذھبیؒ لکھتے ہیں۔کتب العالی والنازل والحق والباطل حتی کتب عن اصحابہ وکان الیہ المنتھی فی قوۃ الحفظ وکثرۃ الاحادیث وصنف وجمع والف الابواب والتراجم ورحلتہ قلیلۃ الخ (آپؒ نے عالی اور نازل حق وباطل لکھا تا آنکہ اپنے تلامذہ سے بھی روایات لکھیں اور حفظ اور کثرت احادیث کے نقل کرنے میں آپ کی طرف ہی منتھی تھا۔احادیث جمع کرکے اس کو ابواب اور تراجم کے عنوان سے مرتب کرکے تصنیفات کی ہیں البتہ احادیث کے لئے آپ کے اسفار بہت قلیل ہیں الخ)

امام دار قطنیؒ کہتے ہیں کہ اہل کوفہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ابن مسعودؓ کے زمانہ سے ابن عقدہؒ کے زمانہ تک ان سے زیادہ حافظ نہیں دیکھا گیا۔آپؒ یہ فرمایا کرتے کہ "احفظ مائة الف حديث باسانيدها

واذاکر بثلاث مائة الف حدیث "(مجھے ایک لاکھ احادیث تو اسانید کے ساتھ یاد ہیں اور تین لاکھ احادیث کا مذاکرہ کرتا ہوں)

ابوسعید المالینی ؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار ابن عقدہؒ نے اپنی جگہ سے منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو آپؒ کی کتابیں چھ سو اونٹوں پر لادی گئیں۔ آپؒ کی کتاب کا پورا نام "طرق حدیث من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ" ہے اس کے طرق کو امام ذھبیؒ نے جمع کیا ہے جیسے: کہ "حدیث الطیر" کے طرق بھی امام ذھبیؒ نے جمع کیے ہیں۔ بعض حضرات ابن عقدہؒ پر شیعیت کا الزام لگاتے ہیں۔ لیکن امام ذھبیؒ نے ابن عقدہؒ سے املاءً بواسطہ سفیان یہ روایت نقل کی ہے لا ینجمع حب علیّ وعثمان الافی قلوب نبلاء الرجال اس کے بعد لکھتے ہیں قلت مایملی ابن عقدة مثل هذا الاوهو غير غال في التشيع الخ (یعنی ابن عقدہؒ جب اس قسم کی روایت نقل کرتے ہیں تو وہ شیعیت میں غالی نہیں ہیں (واللہ اعلم)

آپؒ کی ولادت ۲۴۹ھ میں اور وفات ذی قعدہ ۳۳۲ھ میں ہوئی۔

(تذکرة الحفاظ جدید ج۳ ص ۸۳۹، العبر ج۲ ص ۲۳۰، شذرات ج۲ ص ۳۳۲، الرسالة ص ۹۴)

(۱۴۲) کتاب التقریب فی علم الغیب

یہ کتاب قاضی نورالدین ابوالثناء محمود بن احمد بن محمد الھمدانی الشافعی کی تصنیف ہے۔ آپؒ حموی المولد ہیں اور ابن الخطیب کے ساتھ مشہور ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ آپؒ کی یہ کتاب مؤطا اور صحیحین (بخاری مسلم) سے لغت کے لحاظ سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ کی وفات ۳۳۴ھ میں ہوئی ہے۔ (الرسالة المستطرفة ص ۱۲۹)

(۱۴۳) مسند ابی سعید الھیثم بن کلیب

یہ مسند حافظ محدث ابوسعید الھیثم بن کلیب بن شریح بن معقل الشاشی کی تصنیف ہے الشاشی یہ شاش کی طرف نسبت ہے یہ ماوراء النھر ترک کی سرحدات میں سے ایک بستی کا نام ہے جس کی طرف آپؒ منسوب ہیں۔

آپؒ نے عیسیٰ بن احمد العسقلانی، ابوعیسیٰ الترمذی، زکریا بن یحییٰ ابن اسد المروزی، عباس الدوری وغیرھم جیسے مشائخ سے روایت کی ہے۔ اور آپؒ سے ابوعبداللہ بن مندہ۔ منصور بن نصر الکاغذی، علی بن احمد الخزاعی وغیرھم جیسے ائمہ کرام روایت کرتے ہیں۔ آپؒ ماوراء النھر کے محدث اور مسند کبیر کے مصنف ہیں آپ کی وفات ۳۳۵ھ میں ہوئی۔ (تذکرة الحفاظ قدیم ج۳ ص ۶۳، العبر ج۲ ص ۲۴۲، شذرات ج۲ ص ۳۴۲، الرسالة ص ۶۲)

(۱۴۴) مستخرج ابی محمد الطوسیؒ

یہ حافظ واعظ ابومحمد احمد بن محمد بن ابراھیم طوسی البلاذری کی تصنیف ہے۔ آپؒ بڑے ثقہ اور متدین محدثین میں سے تھے۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں کان واحد عصره في الحفظ والوعظ خرج صحيحاً على وضع كتاب مسلم (کہ آپؒ اپنے زمانہ میں حفظ اور وعظ میں یکتا اور منفرد تھے آپؒ نے ایک صحیح کا استخراج امام مسلمؒ کے طرز و طریقہ پر کیا ہے) آپؒ کی وفات ۳۳۹ھ میں ہوئی (العبر ج۲ ص ۲۴۹، شذرات ج۲ ص ۳۴۹، الرسالة ص ۲۶)

(۱۴۵) کتاب الامالی لابی القاسم الزجاجیؒ

یہ کتاب امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن اسحٰق النھاوندی النحوی الزجاجی کی تصنیف ہے آپؒ نے ابواسحٰق الزجاج، ابن درید، علی بن سلیمان الاخفش جیسے مشائخ حدیث سے کسب علوم کیا آپؒ کی کتاب الجمل سے بے شمار لوگ مستفید ہوتے رہے۔ آپؒ کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ آپ کافی مدت تک مکہ شریف قیام پذیر رہے اور اس دوران تصنیفات بھی کرتے رہے آپؒ نے یہ معمول بنا رکھا تھا کہ جب بھی آپؒ کسی کتاب کے ایک باب کو پایہ تکمیل تک پہنچاتے تو بیت اللہ شریف کا طواف کر کے دعائے مغفرت اور یہ دعا کہ اللہ تعالیٰ اس کی اس کتاب سے مستفید ہونے والوں کو خیر و نفع پہنچائے۔ بعض اہل مغرب نے کہا ہے کہ اس کی کتاب کے ہمارے پاس ایک سو بیس (۱۲۰) شروح ہیں اور ایک ضخیم جلد میں بہت سے امالی بھی ہیں جس میں احادیث کا تذکرہ بمعہ اسانید کے موجود ہے۔ آپؒ کی وفات ۳۴۰ھ میں ہوئی۔ (العبر ج۲ ص ۲۵۴، شذرات ج۲ ص ۲۵۷، الرسالة المستطرفة ص ۱۳۲)

(۱۴۶) مسند الامام الحارثی

یہ مسند امام فقیہ شیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث بن الخلیل الحارثی کی تصنیف ہے آپؒ نے عبدالصمد بن الفضل، عبداللہ بن الواصل اور ان کے طبقہ سے روایت کی ہے۔ امام ذھبیؒ نے اپنی کتاب ''العبر فی اخبار من غبر'' میں لکھا ہے کہ آپؒ ماوراء النہر میں احناف کے شیخ اور فقیہ تھے اور الاستاذ عبداللہ کے ساتھ مشہور تھے بلکہ محدثین اور فقہاء کے رأس و رئیس شمار ہوتے تھے آپؒ نے کئی تصانیف فرمائی ہیں۔ امام عبدالقادر قرشیؒ نے اپنی کتاب ''الجواہر المضیہ'' میں یہ ذکر کیا ہے کہ آپؒ کا تذکرہ علامہ سمعانیؒ نے مکثرین فی الحدیث میں کیا ہے اور آپؒ نے احادیث کی روایات کے سلسلہ میں عراق، حجاز وغیرہ رحلت کی ہے۔ امام قرشیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپؒ کی تصنیفات میں ایک کتاب بنام ''کشف الآثار'' امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں اور ایک مسند ابی حنیفہؒ بھی موجود ہیں۔ اور جب آپؒ نے مناقب ابی حنیفہ کی املاء کرائی تو چار سو (۴۰۰) مستملی موجود تھے۔ بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ آپؒ نے احادیث مرویہ از ابوحنیفہؒ کا اہتمام کر کے ان کو ایک جلد میں شیوخ ابی حنیفہ کی ترتیب پر مرتب کیا ہے (واللہ اعلم)

(العبر ج ۲ ص ۲۵۳، الجواهر المضيه ج ۱ ص ۲۸۹ مناقب ابی حنیفه لابی زهرة)

(۱۴۷) مسند ابی الحسن الصغار

یہ امام حافظ ابوالحسن احمد بن عبید بن اسماعیل البصری الصغار کی مرتب کردہ مسند ہے۔ آپؒ نے امام کدیمی، محمد بن الفرج الازرق، محمد بن غالب تمتام، ابواسماعیل الترمذی جیسے مشائخ سے روایت حدیث کی ہے۔ اور آپؒ سے دارقطنی، قاضی ابوعمر والہاشمی، علی بن القاسم النجاد، علی بن احمد بن عبدان الشیرازی وغیرھم جیسے حضرات نے روایت کی ہے۔ آپؒ کی بہت سے ائمہ کرام نے توثیق کی ہے۔ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ نے بہترین مسند تصنیف کیا ہے۔

علامہ ذھبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں مصنف السنن الذی یکثر ابوبکر البیهقی من التخریج منه فی سننه (وہ ابوالحسن الصفار جو اس سنن کے مصنف ہیں جس سے امام بیہقیؒ بھی اپنی سنن

بیہقی میں احادیث کی تخریج کرتے ہیں۔ آپؒ کی وفات ۳۴۱ھ میں ہوئی اور علامہ ذھبیؒ کہتے ہیں کہ اسی سال آپؒ سے ابن عبدانؒ کی سماع حدیث ہوئی۔

تنبیہ !

علامہ ذھبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۷۷ میں یہ بھی ذکر کر دیا کہ ایک دوسرے احمد بن عبید بن احمد الصفار بھی ہیں جو ابوبکر الرعینی الحمصی سے مشہور ہیں اس کے مشائخ میں احمد بن علی بن سعید، حسن بن مسروق وغیرھم اور تلامذہ میں ابن مندہ، حافظ عبدالغنی ازدی، ابوالعباس بن الحجاج وغیرھم ہیں۔ اور اس کی وفات ۳۵۲ھ میں ہوئی۔ اس کا تذکرہ میں نے یہاں صرف ان کے درمیان فرق کرنے کے لئے کر دیا (وہ صاحب مسند نہیں ہیں)

(تذکرہ الحفاظ ج۳ ص ۸۷۶، شذرات ج۲ ص ۳۵۸، الرساله ص ۶۲)

(۱۴۸) مستخرج ابی الولید الاموی

یہ حافظ فقیہ علامہ ابوالولید حسان بن محمد بن احمد بن ھارون القزوینی الاموی نیساپوری کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے ابوعبداللہ محمد بن ابراھیم البوشنجی، الحسن بن سفیان، محمد بن نعیم وغیرھم محدثین سے روایت حدیث کی ہے اور آپؒ سے امام حاکم، ابوطاہر بن محمش، ابوبکر الحیری القاضی وغیرھم ائمہ کرام روایت کرتے ہیں۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ یہ اھل خراسان کے امام اور ان سب میں زھد وعبادت میں ممتاز تھے اور یہ کہ آپؒ نے صحیح مسلم پر مستخرج کی تصنیف وتالیف اور امام شافعیؒ کے مذہب پر احکام کی تصنیف بھی کی ہے۔ آپؒ ۷۲ سال کی عمر میں ربیع الاول ۳۴۴ھ میں فوت ہوئے۔ آپؒ کی وفات پر ابوطاہر بن محمش الزیادی نے ساٹھ اشعار کا قصیدہ بطور مرثیہ کہا۔ آپؒ کی انگوٹھی کا نقش (اللہ ثقة حسان بن محمد) تھا۔ (تذكرة الحفاظ قديم ج۳ ص ۱۰۴، الرسالة ص ۴۵)

(۱۴۹) مستخرج ابی النصر الطوسی

یہ امام ابوالنصر حافظ شیخ الاسلام محمد بن محمد بن یوسف الطوسی الشافعی کی تصنیف ہے، آپؒ نے تمیم بن محمد

، حسین بن محمد القبانی، محمد بن عمرو الحرشی واحمد بن سلمہ وغیرھم مشائخ حدیث سے روایت کی ہے اور آپؒ سے عبداللہ الحاکم اور اس کے طبقہ کے ائمہ کرام نے روایت کی ہے۔ آپؒ مفتی خراسان اور شیخ الشافعیہؒ سے مشہور تھے۔ آپؒ نے اہتمام حدیث کے لئے بہت سے اسفار کئے اور امام مسلمؒ کے طور وطرز پر ایک کتاب تصنیف کی۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے آپؒ سے پوچھا کہ اتنے فتاوی دینے کے باوجود آپؒ تصنیف کے لئے کیسے فارغ ہو جاتے ہیں آپؒ نے فرمایا کہ میں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے ایک تہائی تصنیف وتالیف میں مصروف رکھتا ہوں اور ایک تہائی میں تلاوت قرآن کریم کرتا ہوں اور ایک تہائی میں آرام کے لئے سوجاتا ہوں۔

حافظ احمد بن منصورؒ فرماتے ہیں کہ تقریباً ستر (۷۰) سال سے آپؒ لوگوں کو فتاوی دینے کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں آپ کے کسی فتوی پر گرفت نہیں کی گئی۔ آپؒ بڑے عابد، زاھد، قائم اللیل، صائم الدھر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے پابند اور اپنے زائد مال از حاجت کو صدقہ کردینے والوں میں سے تھے آپ کی وفات شعبان ۳۴۴ھ میں ہوئی۔

(تذکرة الحفاظ ج۳ ص ۸۹۳، العبر ج۲ ص ۲۶۴، شذرات ج۲ ص ۳۶۸، الرسالة ص ۲۶)

(۱۵۰) مستخرج ابی عبداللہ الشیبانی

یہ حافظ ابوعبداللہ محمد بن یعقوب بن یوسف بن الاخرم الشیبانی کی تصنیف ہے آپؒ نے ابوالحسن الھلالی، یحییٰ الذھلی اوران کے طبقہ کے لوگوں سے روایت کی ہے آپؒ محدث نیساپور سے معروف ومشہور ہیں۔ آپؒ اعلیٰ درجہ کے محدث اور علل حدیث واسماء الرجال کے ماہر ہونے کے باوجود اس بات میں دوسرے محدثین سے ایک حد تک ممتاز معلوم ہوتے ہیں کہ آپؒ نے اپنے شہر نیساپور سے تحصیل علوم وروایت حدیث وغیرہ کے لئے رحلت اور سفر نہیں کیا۔

آپؒ نے ''مسند کبیر'' اور ''مستخرج علی الصحیحین'' (بخاری ومسلم) کی تصنیف کی ہے اور آپؒ کی وفات ۳۴۴ھ میں ہوئی ہے۔

(العبر ج۲ ص ۲۶۵، شذرات ج۲ ص ۳۶۸، الرسالة ص ۲۶)

(۱۵۱) فضائل الصحابة لابی الحسن الطرابلسی

یہ کتاب حافظ ابوالحسن خیثمہ بن سلیمان بن حیدرة الطرابلسی کی تصنیف ہے آپؒ نے العباس بن الولید البیروتی، محمد بن عیسیٰ المدائنی اور اس طبقہ کے دوسرے مشائخ حدیث سے روایت کی ہے۔ اور آپؒ سے ابوالحسن الصید اوی، تمام الرازی، ابوعبداللہ بن مندة، ابونصر بن ھارون وغیرھم ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔ آپؒ محدثِ شام الحافظ الرحالة سے یاد کیے جاتے تھے، خطیبؒ اور دوسرے ائمہ کرام نے آپؒ کی توثیق کی ہے۔ قال ابن مندة: کتبت عنه بطرابلس الف جزء (ابن مندہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن خیثمہ سے ایک ہزار جزء لکھے ہیں) آپؒ کی ولادت ۲۵۰ھ میں اور آپؒ کی وفات ذی قعدہ ۳۴۳ھ میں ہوئی ہے۔ (العبر ج۲ ص ۲۶۲، شذرات ج۲ ص ۳۶۵، الرسالة ص ۵۰، تذکرة الحفاظ ج۳ ص ۸۵۸)

(۱۵۲) سنن ابی بکر محمد بن یحییٰ الھمدانی

یہ امام ابوبکر محمد بن یحییٰ الھمدانی الشافعی کی مرتب کردہ سنن ہے۔ بہت سے ائمہ کرامؒ نے آپؒ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ قال شیرویه کان سننه لم یسبق الی مثلها (علامہ شیرویہؒ فرماتے ہیں کہ ابوبکر محمد بن یحییٰ کی مرتب کردہ سنن کی طرح اس سے پہلے کسی دوسرے شخص نے سبقت نہیں کی ہے)

آپؒ کی وفات ۳۴۷ھ میں ہوئی ہے (الرسالة المستطرفہ ص ۳۲)

(۱۵۳) سنن ابی بکر النجاد البغدادیؒ

یہ فقیہ حافظ شیخ العلماء ابوبکر احمد بن سلیمان بن الحسن بن اسرائیل البغدادی الحنبلی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے سماع حدیث یحییٰ بن جعفر بن الزبرقان، احمد بن ملاعب، الحسن بن مکرم، ابوداؤد السجستانی، ابوبکر بن ابی الدنیا، ھلال بن العلاء وغیرھم مشائخ حدیث سے کی ہے اور آپؒ سے ابوبکر القطیعی، الدار القطنی، ابن شاھین، حاکم، ابن مندہ، علی بن شاذان وغیرھم جیسے ائمہ کرام نے روایت کی ہے۔ بہت سے ائمہ کرام نے آپؒ کی توثیق کی ہے۔ قال الخطیب کان صدوقا عارفا صنف کتابا کبیرا فی

السنن وکان له بجامع منصور حلقة قبل الجمعة للفتوی وحلقة بعدها للاملاء (آپؒ کے متعلق خطیبؒ فرماتے ہیں کہ آپ بڑے صدوق (احادیث وفقہ) کے عارف آپؒ نے سنن میں ایک بڑی عظیم الشان کتاب تصنیف کی ہے آپ کا جامع منصور میں ایک حلقہ جمعہ سے پہلے فتویٰ دینے کے لئے قائم ہوا کرتا اور ایک حلقہ بعد الجمعہ املاء احادیث کے لئے ہوتا تھا) ابواسحٰق الطبریؒ فرماتے ہیں کہ ابوبکر النجاد صائم الدھر تھے ہر رات ایک روٹی پر افطار کیا کرتے اور اس میں ایک لقمہ چھوڑ دیا کرتے اور جب جمعہ کی رات ہوتی تو وہ سالم روٹی (برائے افطار) صدقہ کر دیا کرتے اور آپؒ سابق متروکہ لقموں (ٹکڑوں) پر گزارہ کر لیتے۔

امام ذھبیؒ فرماتے ہیں۔ وقد صنف النجاد کتابا فی الفقه والاختلاف (کہ امام ابوبکر النجاد نے ایک کتاب فقہ اور اختلافی مسائل میں بھی لکھی ہے) آپؒ کی ولادت ٢۵٣ھ میں اور ذی الحجہ ٣۴٨ھ میں وفات ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ جدید ج٣ ص ٨٦٨، الرسالۃ المستطرفۃ ص ٣٢)

(١۵۴) کتاب المنتقی لقاسم بن اصبغ

یہ کتاب ابومحمد حافظ امام قاسم بن اصبغ بن محمد بن یوسف البیانی القرطبی المالکی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے بقی بن مخلد، محمد بن وضاح، اصبغ بن خلیل، محمد بن اسمٰعیل الصائغ، جعفر ابن محمد بن شاکر، ابن ابی الدنیا وغیرھم محدثین حضرات سے سماع حدیث کی ہے اور آپؒ سے قاسم بن محمد، عبدالوارث بن سفیان، ابوعثمان سعید بن نصر، عبداللہ بن محمد الباجی وغیرھم حضرات نے روایت کی ہے۔ آپؒ محدث اندلس سے مشہور تھے۔ البیانی یہ نسبت بیانہ کی طرف ہے یہ اندلس کی ایک دیہات ہے اس کے اور قرطبہ کے درمیان تیس میل کا فاصلہ ہے۔ آپ کو حدیث اور رجال حدیث میں مہارت کاملہ حاصل تھی۔ عربیت کے امام اور احکام فقہیہ میں مشاور کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپؒ صاحب التصانیف تھے۔

چنانچہ علامہ ذھبیؒ تذکرۃ الحفاظ ج٣ ص ٨۵۴ میں لکھتے ہیں وفاته ابوداؤد وصنف سننا علی منوال سننه وصنف مسند مالک، وکتاب برّ الوالدین، وکتاب الصحیح علی هیئة مسلم، وله مصنف فی الانساب بدیع الحسن وله کتاب المنتقی فی الآثار وغیر ذلک (امام قاسم بن اصبغ سے ابوداؤد

سے سماع حدیث رہ گئی اور آپؒ نے ایک سنن اس کے طور وطریقہ پر تصنیف کیا اور آپؒ نے مسند مالک، کتاب برالوالدین اور کتاب الصحیح مسلم شریف کی ہیئت (طرز) پر بھی تصنیف کئے اور آپ کی ایک بہترین مصنف انساب میں ہے اور احادیث وآثار کے سلسلہ میں کتاب المنتقی بھی آپ کی تصنیف ہے اور العبر ج٢ ص ٢۵۴، شذرات ج٢ ص ٣۵٧ میں ہے۔ صنف کتاباً علی وضع سنن ابی داؤد لکونه فاته لقیه الخ (کہ امام قاسمؒ نے ایک کتاب سنن ابی داؤد کے طور وطرز پر تصنیف کی کیونکہ آپؒ سے ابوداؤد کی ملاقات وسماع رہ گئی تھی)

اشکال!

احقر الانام کہتا ہے کہ "تذکرۃ الحفاظ" اور "العبر" وغیرہ کی عبارت مذکورہ سے تو بظاہر یہی معلوم ہو رہا ہے کہ ان حضرات کی مراد ابوداؤد سے مشہور صاحب سنن ابی داؤد السجستانی مراد ہیں۔ لیکن ابوجعفر کتانیؒ نے رسالۃ المستطرفہ ص ٢٣ میں یہ لکھا ہے۔ ان کتاب المنتقی لقاسم بن اصبغ هو علی نحو کتاب المنتقی لابن الجارود وکان قد فاته السماع منه ووجده قد مات فألفه علی ابواب کتابه باحادیث خرجها عن شیوخه قال ابومحمد بن حزم وهو خیر انتقاء منه۔

(قاسم ابن اصبغ کی کتاب المنتقی بطرز کتاب المنتقی لابن الجارود کے ہے اور قاسم بن اصبغ کی سماع ابن الجارودؒ سے رہ گئی تھی کیونکہ وہ فوت ہو چکے تھے تو قاسم بن اصبغ نے اپنی کتاب کو اس کے ابواب پر مرتب کر کے وہ احادیث ذکر کیں جن کی تخریج آپؒ نے اس کے شیوخ سے کی۔ علامہ ابن حزمؒ نے فرمایا کہ قاسم بن اصبغ کی منتقی اس سے بہتر ہے)

تو علامہ کتانیؒ کی عبارت میں تو یہ تصریح ہے کہ اس سے مراد ابن الجارود صاحب المنتقی ہے (جو کہ عبداللہ بن علی بن الجارود والمتوفی ٣٠٧ھ ہیں) نہ کہ ابوداؤد سجستانی ہیں۔

تطبیق!

ہاں اگر یہ کہا جائے کہ قاسم بن اصبغؒ کی کتاب المنتقی تو بطرز کتاب المنتقی لابن الجارود ہے اور قاسم بن اصبغ کی کوئی کتاب السنن بطرز سنن ابی داؤد ہو۔ لیکن یہ توجیہ کچھ بعید معلوم ہوتی ہے کیونکہ ابوداؤد

کی وفات تو ۲۷۵ھ میں ہوئی ہے۔

اورآپ ؒ کی وفات جمادی الاولیٰ ۳۴۰ھ میں ہوئی۔ (واللہ اعلم بالصواب) (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۵۴، العبر ج ۲ ص ۲۵۴، شذرات ج ۲ ص ۳۵۷، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۲۳)

(۱۵۵) صحیح ابی علی بن السکن ؒ

یہ حافظ کبیر ابو علی سعید بن عثمان بن سعید السکن المصری البغدادی کی تصنیف ہے۔ آپ ؒ نے ابوالقاسم البغوی، سعید بن عبدالعزیز الحلبی، ابوعروبہ الحرانی، محمد بن یوسف الفربری، ابن جوصاء وغیرہم مشائخ سے سماع حدیث کی ہے اور آپ ؒ سے ابوعبداللہ بن مندہ، عبدالغنی بن سعید، علی بن محمد الدقاق، ابوجعفر ابن عون اللہ وغیرہم جیسے ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔ آپ ؒ صاحب التصانیف ہیں اور آپ ؒ کی اس کتاب کو "صحیح المنتقی" اور "السنن الصحاح الماثورۃ عن رسول اللہ ﷺ" سے بھی مسمّی کیا جاتا ہے۔ ہاں یہ ایسی کتاب ہے جس کی اسانید حذف کردی گئی ہیں اور مصنف ؒ نے ضروری احکام کے عنوانات سے اس کے ابواب قائم کیے ہیں اور پھر ان کے تحت ایسے احادیث صحیحہ ماثورہ کا تذکرہ کیا جن کی صحت آپ ؒ کے نزدیک ثابت ہوچکی ہوتی تھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں وما ذکرتہ فی کتابی ھذا مجملاً فھو ما اجمعوا علی صحتہ وما ذکرتہ بعد ذلک مما یختارہ احد من الائمۃ الذین سمیتھم فقد بینت حجتہ فی قبول ما ذکرہ ونسبتہ الی اختیارہ دون غیرہ وما ذکرتہ مما ینفرد بہ احد من اھل النقل للحدیث فقد بینت علتہ ودللت علی انفرادہ دون غیرہ اھ (اور جو کچھ میں نے اس کتاب میں اجمالی طور پر ذکر کیا ہے تو اس کی صحت پر تو سب (محدثین) کا اجماع ہوا ہے اور جو کچھ اس کے بعد میں نے ایسی احادیث کا تذکرہ کیا جن کو ائمہ میں سے کسی ایسے امام نے پسند کیا جن کے نام میں پہلے ذکر کرچکا تو اس کے مذہب مختار کے قبول کرنے کی دلیل کی وضاحت کے ساتھ میں نے وہ قول اس کی پسند کو منسوب کیا نہ کہ دوسروں کو۔ اور جو کچھ میں نے ان احادیث کا تذکرہ کیا جن میں ناقلین حدیث میں سے کوئی منفرد ہوا ہے تو اس کی علت کو بھی بیان کردیا ہے اور اس کے منفرد ہونے پر بھی دلالت کردی ہے انتہی۔ آپ ؒ کی ولادت ۲۹۴ھ اور وفات محرم ۳۵۳ھ میں ہوئی

(تذکرۃ الحفاظ جلید ج ۳ ص ۹۳۸، العبر ج ۲ ص ۲۹۷، شذرات ج ۳ ص ۱۲، الرسالۃ ص ۲۳، ۲۴، بحوالہ شفاء السقام للسبکی۔

(۱۵۶) صحیح ابی حاتم ابن حبان ؒ

یہ ایک بہت بڑے علامہ ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن معاذ التمیمی البُستی الشافعی کی تصنیف ہے۔ آپ ؒ نے حسین بن ادریس ہروی، ابوخلیفہ الجمحی، ابوعبداللہ النسائی، حسن بن سفیان، ابویعلی الموصلی، ابوبکر بن خزیمہ وغیرہم جیسے مشائخ حدیث سے روایت وسماع کی ہے۔ آپ ؒ کتاب الانواع میں فرماتے ہیں کہ ہم نے تقریباً دو ہزار شیوخ سے علم حدیث کو لکھا ہے۔ اور آپ ؒ سے امام حاکم، منصور بن عبداللہ الخالدی، ابوالحسن الزوزنی، محمد بن احمد بن منصور النوقانی وغیرہم جیسے حضرات نے روایت حدیث کی ہے

آپ ؒ کبار حفاظ میں سے ہیں۔ مختلف تصانیف کی ہیں۔ آپ ؒ علم حدیث، فقہ، لغت وعظ ونصیحت، طب، نجوم، علم کلام میں مہارت کاملہ کے مالک تھے۔ ابن سمعانی ؒ فرماتے ہیں کہ آپ ؒ اپنے زمانہ کے بڑے امام اور مقتدیٰ تھے ایک مدت تک سمرقند کے قاضی بھی رہے اور بہت سے لوگوں نے آپ ؒ سے علوم فقہیہ حاصل کئے۔

تذکرۃ الحفاظ میں ہے قال ابوسعد الادریسی صنف المسند الصحیح، والتاریخ وکتاب الضعفاء وفقہ الناس بسمرقند (کہ آپ ؒ نے المسند الصحیح، تاریخ اور کتاب الضعفاء تصنیف کی ہے اور بہت سے لوگ سمرقند میں آپ سے فقیہ ہوئے)۔

اس صحیح ابن حبان کو کتاب الانواع والتقاسیم بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی ترتیب ایک جدید اور نئے انداز میں ہوئی نہ تو اس کی ترتیب ابواب پر ہے اور نہ مسانید صحابہ ؓ اور معاجم شیوخ کی طرح بلکہ اس میں اول اقسام کا ذکر کیا جاتا ہے اور پھر انواع کو بیان کرتے ہیں۔ اور اسی کو امام سیوطی ؒ نے تدریب الراوی ص ۵۴ میں ان الفاظ سے ذکر کردیا کہ "صحیح ابن حبان ترتیبہ مخترع لیس علی الابواب ولا علی المسانید ولھذا سماہ التقاسیم والانواع انتھی۔

اس کے بعد امام سیوطی ؒ فرماتے ہیں کہ اس کا سبب یہ ہوا کہ چونکہ آپ ؒ علم کلام، نحو اور فلسفہ میں ماہر تھے

اور احادیث وآثار میں بھی اسی حیثیت سے بحث وتنقید کیا کرتے چنانچہ اسی وجہ سے بعض لوگوں نے الحاد وزندقہ کی طرف بھی آپ کو منسوب کرنا شروع کردیا اور قریب تھے کہ آپؒ کے قتل کردینے کا حکم کردیتے اور اسی لئے بجستان سے سمرقند کی طرف ملک بدر کیے گئے ۔۔اور آپ کی اس کتاب کی حقیقت حال کو ظاہر اور واضح کرنا مشکل ترین مسئلہ تھا۔ البتہ بعض متأخرین نے اس کو ابواب پر مرتب کیا ہے، نیز حافظ ابوالفضل العراقیؒ نے اس کے اطراف کو ترتیب وتالیف دی ہے اور حافظ ابوالحسن الھیثمیؒ نے اس کے زوائد علی الصحیحین کی تجرید ایک جلد میں کی ہے۔

وجہ تالیف صحیح ابن حبان

مقدمہ صحیح ابن حبان ص ۵۸ میں مصنفؒ سے منقول ہے کہ جب میں نے اخبار، احادیث اور آثار کے طرق اسناد کی کثرت کو دیکھا اور یہ بھی کہ لوگوں کو احادیث صحیحہ کی معرفت بھی بہت کم ہے کیونکہ وہ احادیث موضوعہ، مقلوبہ اور غلط احادیث کے لکھنے اور یاد کرنے میں مشغول ہیں تا آنکہ احادیث صحیحہ والے اجزاء کو ایسا متروک کیا گیا کہ ان کی کتابت وغیرہ کا اہتمام بھی نہیں کیا جارہا بلکہ اس کے بالمقابل منکر، مقلوب احادیث کو عجیب وغریب اور مستحسن جانا جاتا تھا اور جن پسندیدہ علماء نے سنن کی جمع وترتیب کی تھی اور جن فقہاء، محدثین وغیرہ نے اس میں تکلم اور بحث وتمحیص کی تھی انہوں نے بھی زیادہ تر احادیث کے طرق اسناد ہی میں امعان ونظر سے کام لیا اور احادیث کو زیادہ تر تکرار سے لائے باایں غرض کہ اس کے الفاظ یاد کرنا ان حفاظ کے لئے آسان ہوجائے جو اس کو یاد کرنا چاہتے ہیں تو یہی بات ایک متکلم کے لئے کتاب پر اعتماد کرنے کا سبب ہوا اور جو اس سے مقصود خطاب واحکام تھے اس کو متروک کردیا گیا۔ اسلئے میں نے ذخیرہ احادیث میں احادیث صحیحہ کے اخذ ومعلوم کرنے کے لئے تدبر اور غور وفکر کیا تاکہ متعلمین پر ان کا حفظ کرنا آسان ہوجائے اور اس سے استنباط مسائل میں بھی کوئی مشکل پیش نہ ہو۔ تو اس سلسلہ میں میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ پانچ اقسام پر بغیر کسی منافات کے تقسیم ہوتے ہیں۔

(۱) ایسے اوامر جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے (۲) ایسے منہیات کہ اللہ تعالیٰ نے

اپنے بندوں کو اس سے روکا ہے۔ (۳) ایسے احادیث واخبار جن کی معرفت ضروری ہے (۴) ایسے مباحات کہ جن کا کرنا جائز ومباح ہو (۵) حضور ﷺ کے ایسے افعال جن کے کرنے میں وہ منفرد ہوئے ہیں (یعنی آپ ﷺ کی خصوصیات)

صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم کا فرق

مشہور مؤرخ مصطفیٰ بن عبداللہ کاتب چلپی کشف الظنون ج ۲ ص ۷۷ میں لکھتے ہیں۔ قال ابن حجر فی النکت وفیہ تساھل اقل من تساھل الحاکم فی المستدرک قیل وھذا غیر مسلم ولیس عند البستی تساھل وانما غایتہ انہ یسمی الحسن صحیحا فانہ وفیٰ بالتزام شروطہ ولم یوف الحاکم ذکرہ البقاعیؒ انتھی (صاحب کشف الظنون علامہ بقاعی کے فرق کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حجرؒ "النکت" میں فرماتے ہیں کہ صحیح ابن حبان میں تساھل حاکم کے مستدرک میں تساھل کرنے سے کم ہے۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ یہ بات قابل تسلیم نہیں کیونکہ ابن حبان بُستی کے صحیح میں تساھل نہیں ہوا (ہاں زیادہ سے زیادہ یہی ہوا کہ وہ کبھی حدیث حسن کو صحیح کہہ دیتے ہیں) کیونکہ اس نے اپنے صحیح کے لئے جو شرائط ذکر کیے ہیں اس کو پورا کیا ہے اور امام حاکمؒ نے مستدرک کے لئے بیان کردہ شرائط کو پورا نہیں کیا)

علامہ محمد بن اسماعیل الصنعانی نے اپنی کتاب توضیح الافکار ج ۱ ص ۶۴ میں علامہ عراقی کی شرح الفیہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ ابن النحوی نے "البدر المنیر" میں یہ فرمایا ہے۔ غالب صحیح ابن حبان منتزع من صحیح شیخہ امام الائمۃ محمد بن خزیمۃ الا انہ قال ابن الصلاح صحیح ابن حبان یقارب مستدرک الحاکم فی حکمہ ونقل ابن حجر الھیثمی فی فھرستہ انہ قال الحاکم ان ابن حبان ربما یخرج من مجھولین لاسیما ومذھبہ ادراج الحسن فی الصحیح (صحیح ابن حبان کا اکثر حصہ اس کے شیخ محمد ابن خزیمہ کی صحیح سے لیا گیا ہے مگر علامہ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ صحیح ابن حبان حکم اور درجہ میں مستدرک حاکم کے قریب ہیں اور ابن حجر الھیثمی نے اپنی کتاب فہرست میں نقل کیا ہے کہ امام حاکم فرماتے ہیں کہ ابن حبانؒ مجھول رواۃ سے بھی کبھی نقل کرلیتے ہیں اور اس کا مذہب یہی

ہے کہ حدیث حسن کو صحیح میں درج کرتے ہیں)

صحیح ابن حبان کی ترتیب اور درجہ

علامہ سیوطیؒ کی تدریب الراوی کے حوالہ سے یہ پہلے ذکر ہو چکا کہ صحیح ابن حبان کی ترتیب نہ ابواب پر اور نہ مسانید ومعاجم کے طرز پر ہے بلکہ ایک اختراعی ترتیب "تقاسیم وانواع" کے طریقہ پر ہوئی ہے۔ چنانچہ متاخرین میں سے امیر علاؤ الدین ابو الحسن علی بن بلبان بن عبد اللہ الفارسی الحنفی الفقیہ المتوفی ۷۳۹ھ نے اس کو ابواب پر بہترین ترتیب سے مرتب کیا ہے اور اس کا نام "الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان" رکھا ہے جیسے کہ مرتب موصوف نے معجم الطبرانی الکبیر کو بھی ابواب پر مرتب کیا ہے

صاحب رسالۃ المستطرفہ مندرجہ بالا تفصیل کے بعد لکھتے ہیں

اور صحیح ابن حبان موجودہ ترتیب (پانچ جلدوں میں) سے مکمل موجود ہے بخلاف صحیح ابن خزیمہ کے کہ اس کا اکثر حصہ موجود نہیں ہے جیسے کہ علامہ سخاوی کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بخاری ومسلم کے بعد اصح ترین تصنیف ابن خزیمہؒ کی ہے اور پھر بعد میں صحیح ابن حبان کی۔

صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ اس کا اختصار سراج الدین عمر بن علی بن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ نے کیا ہے اور اس کو ابواب پر مرتب کیا ہے انتہی۔

آپؒ کی وفات شوال ۳۵۴ھ میں ہوئی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۹۲۰، کشف الظنون ج ۲ ص ۳۵، ج۲ ص۷۷، العبر ج۲ ص ۳۰۰ شذرات ج۳ ص ۱۶، الرسالۃ ص ۱۹، تدریب الراوی ص ۲۴، مفتاح السنۃ ص ۱۰۸، مقدمہ صحیح ابن حبان ص ۵۸، توضیح الافکار ج۱ ص ۶۴)

(۱۵۷) المعجمات الثلاثہ للطبرانی

یہ کتاب حافظ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر الشامی اللخمی الطبرانی کی تصنیفات ہیں۔ آپؒ ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۳ھ میں یعنی تیرہ سال کی عمر میں آپؒ نے طلب حدیث کے لئے حرمین الشریفین، یمن، شام، مصر، بغداد، کوفہ، بصرہ، اصبہان اور جزیرۃ العرب اور دوسرے اسلامی

ممالک کے لئے اسفار کیے۔ اور بقول علامہ ذہبیؒ "وحدث عن الف شیخ اویزیدون" (آپؒ نے ہزار مشائخ سے بھی زائد سے روایت حدیث کی ہے) بلکہ آپؒ کو مسند الدنیا کہا جاتا تھا۔ امام ابوبکر ذکوانی کہتے ہیں کہ امام طبرانیؒ سے جب اتنی کثرت حدیث کے نقل کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "کنت انام علی البواری ثلاثین سنۃ" (کہ میں تیس سال تک تو چٹائیوں پر سوتا رہا یعنی مجھے اس تیس سال علم کے حاصل کرنے میں چارپائی پر آرام کرنا نصیب نہ ہوا۔

آپؒ وسیع الحفظ احادیث کے علل اور اسماء رجال کے ماہر اور بہت سی کتابوں کے مصنفؒ تھے علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں بڑی تفصیل سے وہ نقل کی ہیں ان میں سے بعض کا تذکرہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ آپؒ نے معجم الکبیر کی تصنیف کی اور یہ مسند ابوہریرہؓ کے علاوہ مسند ہے اور معجم الاوسط اور یہ چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جس میں آپؒ نے اپنے شیوخ کے عجیب وغریب روایات ذکر کی ہیں (مصنفؒ نے اپنے ایک ہزار شیوخ کی مرویات کو اس میں علیحدہ علیحدہ لکھا ہے اور مصنفؒ کو بجا طور پر اس تصنیف پر فخر اور ناز تھا کیونکہ اس میں کثرت سے ایسی حدیثیں بھی ہیں جن کا دوسرے محدثین کو ان کی روایت کرنے کا اعزاز نصیب نہیں ہوا (لباب المعارف ج ۱ ص ۷۴)

علامہ ذہبیؒ کے الفاظ یہ ہیں وکان یقول ھذا الکتاب روحی (کہ امام طبرانیؒ فرماتے کہ یہ کتاب تو میری روح ہے) اس کے بعد علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ فانه تعب علیه وفیه کل نفیس وعزیز ومنکر (کہ اس کی جمع وترتیب میں اس کو تکالیف شاقہ برداشت کرنی پڑی البتہ اس میں احادیث وروایات نفیس، عزیز اور منکر بھی ہیں) اور آپؒ نے معجم الصغیر بھی تصنیف کیا اور وہ بہت مختصر ہے اس میں ہر شیخ سے ایک ایک حدیث نقل کی گئی ہے ان کے علاوہ اور بھی بہت اہم تصنیفات ہیں جن میں سے

(۱) کتاب الدعاء (۲) کتاب المناسک (۳) کتاب عشرۃ النساء (۴) کتاب السنۃ (۵) کتاب الطوالات (۶) کتاب النوادر (۷) کتاب دلائل النبوۃ (۸) کتاب مسند شعبۃ (۹) کتاب مسند سفیان (۱۰) مسند ابوہریرۃؓ (۱۱) کتاب حدیث الشامیین (۱۲) تفسیر کبیر (۱۳) مسند عائشۃ وغیرھا زیادہ مشہور ہیں۔

پھر مذکورہ بالا کتب کی ذرا تفصیل اسی طرح بیان کی ہے کہ آپؒ کی معجم (غالباً معجم کبیر مراد ہوگی) دوسو

اجزاء ہے اور معجم الاوسط تین جلدیں (شاید ہر جلد دو جلدوں پر مشتمل ہو کیونکہ پہلے اس کے متعلق چھ جلدوں کا تذکرہ ہو چکا ہے) معجم الصغیر ایک جلد، مسند العشرۃ تیس اجزاء، مسند الشامیین کئی جلدیں، النوادر ایک جلد، مسند ابی ھریرۃ ایک بڑی جلد، مسند عائشہ، تفسیر کبیر، دلائل النبوۃ ایک ایک جلد میں، کتاب الدعاء، کتاب السنۃ الطوالات، مسند شعبہ بھی ایک ایک جلد میں اور کتاب عشرۃ النساء ایک جزء میں ہیں۔

علامہ ذھبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام طبرانیؒ کے کثرت علم حدیث اور وسعت حفظ کا واقعہ نقل کیا ہے۔ افادہ کے لئے اس کا ذکر کرنا بہتر ہوگا۔ قال ابن فارس صاحب اللغة سمع الاستاذ ابن العمید یقول :ماکنت اظن فی الدنیا کحلاوۃ الوزارۃ والریاسة التی انافیها حتی شاهدت مذاکرۃ الطبرانی وابی بکر الجعابی بحضرتی وکان الطبرانی یغلبه بکثرۃ حفظه وکان ابوبکر یغلبه بفطنته حتی ارتفعت اصواتهما الیٰ ان قال الجعابی عندی حدیث لیس فی الدنیا الا عندی فقال هات:قال : اخبرنا ابوخلیفة انا (اخبرنا) سلیمان بن ایوب (وحدث بحدیث)فقال (الطبرانی) انا سلیمان ابن ایوب ومنی سمعه ابوخلیفة فاسمعه منی عالیا فخجل الجعابی فوددت ان الوزارۃ لم تکن وکنت انا الطبرانی وفرحت کفرحه انتهی .(تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۹۱۵)

(لغت کے امام ابن فارس کہتے ہیں کہ اس نے استاذ ابن العمید (صاحب بن عباد) سے سنا (یہ عہد دیالمہ کا ایک مشہور فاضل اجل اور علم پرور وزیر تھا) کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ وزارت ایک ایسا جلیل القدر منصب ہے جس کے مقابلہ میں تمام دنیاوی حظوظ (نعمتیں) ہیچ سمجھے جاسکتے ہیں لیکن ایک دن جبکہ امام طبرانیؒ اور ابوبکر چغابی (جعابی) مذاکرہ حدیث میں مشغول تھے دونوں اپنے تبحر کی وجہ سے اپنے عصر کے یگانہ روزگار تھے اور ہر ایک ان سے اپنے حریف پر علمی فتح حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کر رہا تھا کہ یکا یک ابوبکر چغابی نے ایک حدیث بیان کرنی شروع کی (اور یہ بھی کہا کہ میرے پاس ایک ایسی حدیث ہے جو دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے)

حدثنا ابو خلیفة حدثنا سلیمان بن ایوب (اور پھر حدیث بیان کی) ابھی وہ تیسرے راوی کا نام نہیں لینے پائے تھے کہ طبرانی جھٹ بول اٹھے۔ سلیمان بن ایوب میں ہی تو ہوں اور ابوخلیفہ میرا شاگرد

ہے۔ اگر تمہیں اس حدیث کی روایت کرنی منظور ہے تو بہتر ہے کہ تم مجھی سے اس کی روایت کرو تا کہ تمہیں علاوہ روایت حدیث کے علو اسناد کا فخر بھی حاصل ہو" اس وقت بھری مجلس میں (جو ہزاروں خواص وعوام کا مجمع تھا) جو ندامت ابوبکر چغابی (جعابی) کو عارض ہوئی اور جس مسرت کے ساتھ اس کے مقابلے میں طبرانیؒ کو اپنی فتح کی خوشی محسوس ہوگی اس کا اندازہ خارج از حد امکان ہے میں (ابن عمید) نے اس وقت یہ آرزو کی کہ کاش میں طبرانی ہوتا (اور یہ وزارت اور ریاست وغیرہ نہ ہوتی) اور مجھے بھی آپ جیسے فرحت اور خوشی حاصل ہوتی) (لباب المعارف العلمية ج ۱ ص ۴۷)

ایک وضاحت:

تذکرۃ الحفاظ کی مندرجہ بالا عبارت کا ملخص ترجمہ از لباب المعارف العلمیہ اس لئے نقل کیا تا کہ میری اس حقیر کاوش "المصنفات فی الحدیث" میں میرے مربی محسن مخدوم حضرت الاستاذ العلماء والمشائخ مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ فاضل دارالعلوم دیوبند مہتمم مدرسہ عربیہ نجم المدارس کلاچی کا تذکرہ بھی تبرکا حسین انداز میں ہو جاوے۔ اور وہ اس طرح کہ مؤلف لباب المعارف العلمیہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب قدس سرہ صاحب تصانیف کثیرہ وسابق ناظم مکتبہ مشرقیہ دارالعلوم الاسلامیہ پشاور صوبہ سرحد۔ کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک دینی اور علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے اور ہمارے مخدوم استاذنا المکرم کے درجات ابتدائیہ (کافیہ وغیرہ) کے استاد تھے اور مدرسہ عربیہ نجم المدارس کے ابتدائی دور میں اس کے تعلیمی، تدریسی اور انتظامی امور کے مداح تھے۔ فرحمه الله رحمة واسعة آمین۔ بہر حال امام طبرانیؒ نے روایت حدیث کے ساتھ کثرت تصانیف کا سلسلہ جاری رکھا اور مندرجہ بالا کتب کے کثیر اجزاء اور مسانید تصنیف کی ہیں۔ تفصیل کے لئے تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۱۴ ملاحظہ فرماویں۔

ترجمہ بستان المحدثین ص ۸۷ میں ہے کہ مسند کبیر کے آخر میں یہ حدیث ہے۔ حدثنا عبید بن غنام حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة حدثنا وکیع عن الاعمش عن ابی اسحق عن عبدالرحمن بن زید الفایسی عن بنت خباب قالت خرج ابی فی غزاۃ فی عهد النبی ﷺ وکان رسول الله

يتعاهدنا فيحلب عنزاً لنا و كان يحلبها في جفنة فتمتلئ فلما قدم خباب كان يحلبها فعاد حلابها الاول ۔(امام طبرانیؒ بسند متصل بنت خباب سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں میں اور میرے والد ایک غزوہ میں شریک ہوئے آپؐ ہماری دیکھ بھال کیا کرتے۔ چنانچہ آپؐ بکری کا دودھ ایک بڑے پیالے میں جب نکالتے تو وہ بھر جاتا پھر جب میرے والد خبابؓ آتے اور وہ اس کا دودھ نکالتے تو اس کا دودھ تھنوں میں پہلے کی طرح ہوتا تھا)

احقر الانام کہتا ہے کہ مصنفؒ کی معجم الصغیر کو میں نے بھی ایک چھوٹی لطیف جلد میں دیکھا ہے کہ وہ حروف معجم کے طور پر مرتب کی گئی ہے اور اس میں ابواب اور شیوخ کا تذکرہ ہے اور اس میں طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ شروع میں ”باب الالف“ کا عنوان قائم کر کے اس میں ان شیوخ کے مرویات کا تذکرہ کرتے ہیں جن کے شروع میں الف کا لفظ ہو جیسے کہ خود مؤلف کتاب یہ ذکر کرتے ہیں کہ ”ھذا اول كتاب فوائد مشائخي الذين كتبت عنهم بالامصار خرجت عن كل واحد منهم حديثا واحد وجعلت اسماء هم على حروف المعجم (کہ یہ پہلی کتاب میرے ان مشائخ کے فوائد کے بیان میں ہے جن سے میں نے شہروں میں حدیث لکھی ہیں۔ ہر ایک شیخ سے ایک حدیث نقل کی ہے اور ان مشائخ کے ناموں کو حروف معجم پر مرتب کیا ہے)

اس کا ایک نمونہ:

مؤلف نے شروع میں یہ فرمایا کہ ”باب الالف من اسمه احمد“ حدثنا احمد بن عبدالوهاب بن نجدة الحوطي ابو عبدالله بمدينة جبلة ۲۷۹ تسع وسبعين ومائتين . ثنا جنادة بن مروان الازدي الحمصي ثنا مبارك بن فضالة عن الحسن عن انس بن مالك رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ سألت ربي عزوجل ثلاث خصال فاعطاني اثنين ومنعني واحدة سألته ان لا يسلط على امتي عدوا من غيرهم فاعطانيها وسألته ان لا يقتل امتي بالسنة فاعطانيها وسألته ان لا يلبسهم شيعا فابى علىّ لم يروه عن مبارك بن فضالة الا جنادة (حضرت انس بن مالکؓ سے بسند متصل روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تین خصلتوں کا سوال کیا۔ مجھے دو کی اجازت

دے دی اور ایک کو منع کر دیا۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سوال یہ کیا کہ میری امت پر اغیار دشمنوں کا تسلط نہ ہو۔ یہ قبول کر لی گئی اور دوسرا یہ سوال کیا کہ میری امت قحط سالی سے ہلاک نہ ہو۔ یہ بھی قبول ہوا اور تیسرا سوال یہ کیا کہ ان میں تفرقہ بازی نہ ہو۔ یہ سوال منظور نہیں ہوا۔ یہ روایت مبارک بن فضالہ سے حضرت جنادہ کے علاوہ کوئی بھی نہیں کرتا)

اور اس کے آخر میں ہے۔ سمعت صليحة بنت ابي نعيم الفضل بن دكين تقول سمعت من ابي يقول القرآن كلام الله غير مخلوق ۔(صلیحہ بنت فضل بن دکین فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے یہ سنا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے)

آپؒ کی پیدائش صفر ۲۶۰ھ میں اور وفات ذی قعدہ ۳۶۰ھ بقول امام ذھبیؒ کل عمر ایک سو سال اور دس ماہ (تذكرة الحفاظ جديد ج ۳ ص ۹۱۲، ترجمه بستان المحدثين ص ۸۷، لباب المعارف العلميه ج ۱ ص ۷۴)

(۱۵۸) عمل اليوم والليلة للدينوريؒ

یہ کتاب حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحٰق بن ابراھیم بن اسباط دینوری ھاشمی کی تصنیف ہے۔ آپؒ ابن السنی سے مشہور تھے اور سنن نسائی کے راوی بھی ہیں آپؒ نے امام نسائی، ابوخلیفہ الجمحی، زکریا الساجی، عمر بن ابی غیلان، ابویعقوب المنجنیقی، ابوعروبہ الحرانی وغیرھم جیسے اساتذہ حدیث سے روایت کی ہے۔ اور آپؒ سے حمد بن عبداللہ الاصبھانی، محمد بن علی العلوی، علی بن عمر الاسدابادی، احمد بن الحسین الکسار وغیرھم جیسے ائمہ کرام نے روایت حدیث کی ہے۔

تذکرۃ الحفاظ میں ہے قال القاضي ابوزرعة روح بن محمد سبط ابن السني سمعت عمي علي بن احمد بن محمد يقول كان ابي يكتب الحديث فوضع القلم في انبوبة المحبرة ورفع يديه يدعوا الله تعالى فمات (قاضی ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا علی بن احمد سے سنا کہ وہ کہا کرتے کہ میرے باپ حدیث لکھ رہے تھے تو قلم کو دوات کی نالی میں رکھا اور ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے اور فوت ہو گئے)

علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ ابن السنی متدین، صدوق اور پسندیدہ شخصیت تھے آپ نے السنن کا اختصار کر کے اس کا نام ''المجتبیٰ'' رکھا آپؒ نے اسّی (٨٠) سال سے زائد عمر پائی۔ آپؒ کی وفات ٣٦٤ھ میں ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج٣ ص ٩٣٩، شذرات الذھب ج٢ ص ٤٧)

(١٥٩) الاجزاء القطیعات لابی بکر القطیعی

یہ امام ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک بن شبیب البغدادی کی تصنیف ہے آپؒ کو اپنے زمانہ میں مسند العراق کہا جاتا تھا۔ آپؒ نے عبداللہ بن احمد بن حنبل سے المسند، التاریخ، کتاب الزھد کی روایت کی ہے اور مسائل واحکام تو اس کے باپ (احمد بن حنبل) کے تھے۔ اور یہ اجزاء القطیعات پانچ اجزاء میں ہیں۔ آپؒ کی وفات ٣٦٨ھ میں ہوئی۔ (شذرات ج٣ ص ٦٥، الرسالۃ ص ٧٨)

(١٦٠) مستخرج ابی بکر الاسمعیلی

یہ حافظ شیخ الاسلام احمد بن ابراھیم بن اسمٰعیل بن العباس الاسمٰعیلی الجرجانی کی تصنیف ہے۔ آپؒ اپنے علاقہ میں شوافع کے بڑے امام شمار ہوتے تھے۔ آپؒ نے ابراھیم بن زھیر الحلوانی، حمزہ بن محمد الکاتب، یوسف بن یعقوب القاضی، احمد بن محمد بن مسروق، جعفر بن محمد الفریابی وغیرھم مشائخ سے روایت حدیث کی ہے اور آپؒ سے الحاکم البرقانی، حمزۃ السھمی، الحسین بن محمد الباسانی، عبدالواحد بن منیر المعدل وغیرھم ائمہ کرام نے سماع حدیث کی ہے۔

امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ ابوبکر اسمٰعیلی اپنے زمانہ میں (علم عمل) میں یکتا اور شیخ المحدثین والفقہاء تھے۔ نیز مروت، سخاوت اور سیادت میں سب بڑے اور علماء وعقلاء کے نزدیک مسلم ومعتمد علیہ تھے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ کی ایک معجم مروی شدہ ہے اور ایک صحیح اور دوسری تصنیفات بھی ہیں ان میں حضرت عمرؓ کا مسند دو جلدوں میں ہے میں (امام ذھبیؒ) نے اس کا مطالعہ بھی کیا اور اس سے کافی استفادہ لیا اور آپؒ کے وسعت علم وحفظ سے حیرانگی ہوئی اور مجھے یقین ہوا کہ متأخرین حضرات کبھی متقدمین کے حفظ اور علم ومعرفت کو نہیں پہنچ سکتے۔

امام حمزۃ السھمیؒ فرماتے ہیں کہ مصر میں مجھ سے وزیر ابوالفضل جعفر بن الفضل نے امام اسمٰعیلیؒ اور اس کی سیرت وتصانیف کے متعلق پوچھا تو میں نے جب آپؒ کی تصانیف اور مسانید وغیرہ اور آپؒ کی بخاری شریف پر تخریج اور سیرت پر جامع کتاب کا تذکرہ کیا تو وہ بڑے متعجب ہوئے اور فرمایا کہ آپؒ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا علم، مرتبہ اور شہرت نصیب ہوئی ہے۔ اور بستان المحدثین میں ہے کہ آپؒ کے اسناد عوالی میں سے یہ حدیث (من کذب علیّ متعمدا الخ) بھی ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں اخبرنا ابو خلیفۃ قال حدثنا عبدالوارثؒ عبدالعزیز بن حبیب عن انس بن مالک قال ما منعنی ان احدثکم حدیثا کثیرا الا انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من یتعمد الکذب علیّ فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ (بسند متصل حضرت انس بن مالک سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھے کثرت احادیث کی روایت کرنے سے کوئی اور مانع نہیں مگر یہ کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا کہ آپؐ فرماتے جو قصداً میرے اوپر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ بنالے) آپؒ کی وفات رجب ٣٧١ھ میں ہوئی اور آپؒ چورانوے (٩٤) سال کے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ جدید ج٣ ص ٩٤٧، الرسالۃ المستطرفہ ص ٢٤، ترجمہ بستان المحدثین ص ٦٤)

(١٦١) سنن ابی الحسن الدارقطنی

یہ کتاب السنن مشہور حافظ شیخ الاسلام ابوالحسن علی بن عمر بن احمد ابن مھدی بغدادی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے امام بغوی، ابن ابی داؤد، ابن صاعد، ابن نیروز، محمد بن القاسم المحاربی، ابوجعفر احمد بن البھلول، ابن زیاد نیساپوری وغیرھم مشائخ سے سماع حدیث کی ہے اور آپؒ سے امام حاکم، ابوحامد الاسفرائینی، ابوبکر البرقانی، ابوذر الھروی، ابونعیم الاصبھانی، ابوالقاسم السھمی وغیرھم جیسے ائمہ کرام روایت کرتے ہیں۔

قاضی ابوالطیب طبریؒ فرماتے ہیں الدار قطنی امیر المومنین فی الحدیث (کہ ابوالحسن دارقطنیؒ احادیث کے سلسلہ میں امیر المومنین ہیں) علامہ خطیب نے دارقطنی کے ترجمہ اور حالات میں کہا کہ میں نے امام برقانیؒ سے پوچھا کہ کیا ابوالحسن دارقطنیؒ آپ پر علل احادیث یاداشت سے املاء کرواتے

تھے تو اس نے کہا کہ ہاں اور میں نے ہی ان کو جمع کیا ہے اور لوگوں نے اس کی قرأت میرے نسخہ سے کی ہے۔ آپؒ نے مختلف ممالک مصر، شام، بغداد، بصرہ، واسط وغیرہ تحصیل علوم کے لئے سیاحت کی۔ چنانچہ آپؒ حدیث کے علاوہ مذاہب فقہاء علم نحو، فن تجوید وقرأت، شعر وادب خصوصاً معرفت علل حدیث اور اسماء رجال میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔

العبر ج ۳ ص ۲۸ میں ہے۔ قال الحاکم! صار اوحد عصره فی الحفظ والفهم والورع واماما فی القرأة والنحاة وقال الخطیب کان فرید عصره ...وامام وقته انتهی الیه علم الاثر والمعرفة بالعلل واسماء الرجال ۱ھ (امام حاکمؒ اور خطیب فرماتے ہیں کہ آپؒ حفظ، فہم مستقیم، ورع وتقویٰ کے ساتھ ساتھ قرأت ونحو وغیرہ میں امام زمانہ تھے اور علل واسماء رجال کی معرفت میں آپ مرجع شمار ہوتے تھے (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۹۳ میں ہے کہ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ میں امام دار قطنیؒ کی مجلس میں حاضر تھا کہ ابو الحسن بیضاویؒ ایک مسافر شخص کی معیت میں تشریف لائے اور شیخ الاسلام دار قطنیؒ سے عرض کیا کہ چند احادیث کی املاء کرا دیجیے۔ تو آپؒ نے اسی مجلس میں حفظ سے بیس سے زائد احادیث بیان کیں (جن کی اسناد مختلف ہونے کے باوجود) سب کا مضمون متن یہ تھا کہ "نعم الشئی الهدیة امام الحاجة" (کہ ھدیہ ضرورت کے وقت بہترین چیز ہے) وہ مسافر شخص چلے گئے پھر کچھ زمانہ کے بعد آپؒ کے پاس ھدیہ لیکر جب آئے تو پھر اس وقت بھی یاداشت سے سترہ (۱۷) احادیث بیان کی۔ جن کے متون "اذاجاء کم کریم قوم فاکرموه" (جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کی عزت کیا کرو) پر مشتمل تھے۔ آپؒ کی ولادت ۳۰۶ھ اور وفات ۳۸۵ھ میں ہوئی۔

سنن دار قطنی کے متعلق

علامہ ابن صلاحؒ اپنے مقدمہ میں اس بات کے لکھنے کے بعد کہ امام ترمذی کو "حدیث حسن" کی معرفت اور پہچان میں اصل اور بنیاد کی حیثیت حاصل ہے یہ فرمایا کہ ونص الدارقطنی فی سننه علی کثیر من ذلک ۱ھ (کہ امام دار قطنیؒ نے اپنی کتاب "السنن" میں بہت سے مواضع میں اس کی تصریح کی ہے)

علامہ سیوطیؒ "تدریب الراوی میں لکھتے ہیں "من مظان الحسن ایضا سنن الدار قطنی فانه نص علی کثیر منه (کہ حدیث حسن کے مواضع میں سے (دوسرے کتب کے علاوہ) سنن دار قطنی بھی ہے کیونکہ ایسے بہت سے مواضع پر آپؒ نے تصریح فرمائی ہے)

الرسالۃ المستطرفہ میں علامہ کتانی ذکر کرتے ہیں کہ آپؒ نے سنن دار قطنی میں غرائب السنن اور زیادہ تر اس میں احادیث ضعیفہ، منکرہ بلکہ موضوعہ کا ذکر کیا ہے۔ علامہ عبد العزیز خولیؒ نے مفتاح السنۃ میں لکھا ہے کہ حافظ ابو الحسن علی بن احمد بغدادی دار قطنی المتوفی ۳۸۵ھ کی "السنن" ھندوستان میں شمس الحق ابو الطیب محمد بن احمد بن علی کے تعلیقات وحواشی کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

احقر الانام کہتا ہے کہ "سنن دار قطنی بھی باقی صحاح خمسہ کی طرح دو اجزاء پر مشتمل ہے اس کا پہلا حصہ "کتاب الصوم" اور دوسرا حصہ "کتاب السبق بین الخیل " پر ختم ہوتا ہے اسی طرح اس کے ابواب کی ترتیب خطی صحیح مسلم کے ابواب کی طرح ہے کہ حاشیہ میں باب کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے۔ نیز اگر حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہو تو اس کا اظہار بھی کر دیتے ہیں۔ جیسے کہ اس کے شروع میں بسند متصل یہ مذکور ہے "عن عبدالله بن عمر قال سئل رسول الله ﷺ عن الماء یکون بارض الفلاة وماینوبه من السباع والدواب فقال اذا کان الماء قلتین لم ینجسه شئی. وقال ابن ابی السفر لم یحمل الخبث وقال ابن عبادة مثله ۱ھ۔

کہ مذکورہ حدیث میں ابن عمرؓ کی روایت سے آپؐ کے الفاظ "لم ینجسه شئی " کے ہیں اور ابن ابی السفر اور ابن عبادہ کے الفاظ "لم یحمل الخبث " کے ہیں (والله اعلم بالصواب) (العبر ج ۳ ص ۲۸، تدریب الراوی ص ۹۸، مقدمه ابن صلاح ص ۱۵، الرسالة ص ۳۱، مفتاح السنة ص ۱۱۴)

(۱۶۲) کتاب السنة لابی حفص ابن شاهین

یہ سنن حافظ ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان البغدادی الواعظ المفسر کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے محمد بن محمد ابن الباغندی، محمد بن ھارون بن المجدر، ابو خبیب العباس بن البرتی، ابو القاسم البغوی، شعیب بن محمد

الذارع وغیرھم مشائخ حدیث سے روایت کی ہے اور آپؒ سے ابوسعد المالینی ، ابوبکر البرقانی ، ابوالقاسم التنوخی ، ابومحمد الخلال، ابومحمد الجوھری، ابوالحسین ابن المھتدی باللہ وغیرھم جیسے حضرات نے سماع حدیث کی ہے۔آپؒ کثیر العلم کثیر التصانیف تھے بہت سے ائمہ کرام (دارقطنیؒ ، ابن ماکولا ، ازھری، ابن ابی الفوارس، محمد بن عمر الداؤدی) سے آپؒ کی توثیق منقول ہے۔

تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۹۸۸ میں ہے ابوالحسین ابن المھتدی باللہ فرماتے ہیں کہ ابن شاھینؒ نے یہ فرمایا۔ صنفت ثلاث مائة وثلاثين مصنفا منها التفسير الكبير الف جزء ومنها المسند الف وثلاث مائة جزء والتاريخ مائة وخمسون جزءاً والزهد مائة جزء اھ (کہ میں نے تین سوتیس (۳۳۰) مصنفات لکھی ہیں جن میں سے تفسیر کبیر ایک ہزار (۱۰۰۰) جزء میں المسند ایک ہزار تین سو (۱۳۰۰) اجزاء میں اور التاریخ ایک سو پچاس (۱۵۰) اجزاء میں اور کتاب الزھد ایک سو (۱۰۰) اجزاء میں ہیں)

علامہ ذہبیؒ اس پر مزید یہ لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ عماد الدین حزامیؒ نے واسط میں ہمارے سامنے آپؒ کی تفسیر کا تذکرہ تیس جلدوں میں کیا تھا۔

احقر الانام کہتا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ ان تفسیری اجزاء کو تیس ضخیم جلدوں میں جمع کر دیا ہو۔

نیز ابن ابی الفوارس سے منقول ہے کہ ابن شاھین ثقہ، مامون ہے اور آپؒ کے مانند کسی نے بھی اتنی کثرت سے احادیث کی جمع اور تصنیف وتالیف نہیں کی ہے۔ عجالہ نافعہ کی شرح ''الفوائد الجامعۃ'' میں ابن الجوزیؒ کی کتاب المنتظم ج۷ ص۱۸۲ سے بسند متصل ابن شاھین سے نقل کرتے ہیں۔

اول ما كتبت الحديث بيدي سنة ثمان وثلاث مائة وكان لي احد عشرة سنة ويوماً حسبت ما اشتريت من الحبر الى هذا الوقت فكان سبع مائة درهم قال الداؤدي (محمد بن عمر) وكنا نشتري الحبر اربعة ارطال بدرهم (انتهى)

(آپؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ۳۰۸ھ میں احادیث لکھنے کی ابتداء کردی تھی اور اس وقت میری عمر گیارہ سال کی تھی پھر یہ بھی کہا کہ میں نے ایک دن اس سیاہی جس سے احادیث لکھا کرتا تھا کی قیمت کا حساب لگایا تو اس وقت تک میں سات سو درہم کی سیاہی خرید چکا تھا۔ محمد بن عمر داؤدی فرماتے ہیں

کہ اس وقت ایک درھم کی سیاہی چار رطل ملتی تھی۔

آپؒ کی ولادت ۲۹۷ھ اور وفات ذی الحجہ ۳۸۵ھ میں ہوئی۔

(العبر ج۳ ص ۲۹، شذرات ج۲ ص ۱۱۷، الرسالة ص ۳۴، الفوائد الجامعة ص ۸۶، بحواله کتاب المنتظم لابن الجوزی ج۷ ص ۱۸۲، تذکرة الحفاظ جدید ج۳ ص ۹۸۷)

(۱۶۳) کتاب معرفة السنن والآثار للخطابی

یہ امام ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراھیم بن خطاب البستی الفقیہ کی تصنیف ہے۔آپؒ نے ابوسعید بن الاعرابی سے مکہ میں۔ اسماعیل بن محمد الصفار اور اس کے طبقہ کے لوگوں سے بغداد میں، ابوبکر بن داسہ سے بصرہ میں اور ابوالعباس الاصم وغیرہ سے نیساپور میں سماع حدیث کی ہے اور آپؒ سے امام حاکمؒ ، ابوحامد الاسفرائینی ، ابونصر، محمد بن احمد بلخی، ابوعبید الھروی اللغوی وغیرھم ائمہ حدیث روایت کرتے ہیں۔آپ صاحب التصانیف تھے اور سماع احادیث کے لئے چونکہ اسفار کثیرہ کیے تھے اسلئے المحدث الرحال سے مشہور تھے۔ایک مدت تک نیساپور میں مقیم رہ کر تصنیف وتالیف کرتے رہے۔ چنانچہ کتاب غریب الحدیث، کتاب معالم السنن، کتاب شرح اسماء الحسنیٰ، کتاب العزلة، کتاب الغنیة عن الکلام واھلہ وغیر ذلک کو اس دوران تصنیف فرمایا۔ اور الخطابی کی نسبت اپنے دادے خطاب مذکور کی وجہ سے ہے اور یہ کہا جاتا کہ آپؒ زید بن الخطاب (حضرت عمرؓ کے بھائی) کی نسل سے ہیں۔

بعض حضرات (الثعالبی) نے آپؒ کا نام حمد کی بجائے احمد ذکر کیا ہے لیکن یہ ابومنصور الثعالبی کا وہم ہے جو غلط ہے۔ آپؒ کی وفات شہر بُست میں ربیع الثانی ۳۸۸ھ میں ہوئی۔

(تذکرة الحفاظ ج۳ ص ۱۰۱۹ ، العبر ج۳ ص ۱۳۹، الرساله ص ۳۹)

القرن الخامس

اس پانچویں صدی بھی بہت سے علماء کرام نے چھوٹی بڑی بہت کتب مختلف انداز میں لکھی ہیں ان میں سے احقر الانام نے مسودہ میں تقریباً اسی (۸۰) کتابیں درج کر دی تھیں لیکن مقالہ کے طویل ہو جانے اور بروقت استاد متعلقہ کے حوالہ نہ ہونے کی وجہ سے ان میں سے یہاں بعض ذکر کردی گئیں۔

(۱۶۴) كتاب الملخص لابی الحسن القابسی

یہ فقیہ ابوالحسن علی بن محمد بن خلف المعافری القیروانی القابسی کی تصنیف ہے۔ القابسی یہ قابس کی طرف منسوب ہے جو افریقہ میں مہدیہ کے قریب ایک شہر ہے۔ آپؒ حافظ، صالح، متقی، اصول وفروع میں فائق اور احادیث وعلل احادیث کے ماہر تھے۔ شیخ المالکیہ سے مشہور تھے اور کئی بہترین تصانیف مرتب کی تھیں۔ آپؒ نے کتاب الملخص میں امام مالکؒ کی احادیث ومرویات کو جمع کیا جو بروایت عبدالرحمٰن بن القاسم المصری مؤطا میں اسناد متصل سے مذکور ہیں۔

ابوعمرو الدانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب پانچ سو بیس (۵۲۰) احادیث پر مشتمل ہے۔ دوسرے ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ یہ کتاب باوجود چھوٹے حجم ہونے کے بھی اپنے باب میں بہترین اور جید کتاب ہے آپؒ کی وفات ۴۰۳ھ میں ہوئی ہے۔

(العبر ج۳ ص ۸۵، شذرات ج۳ ص ۱۶۸، الوسالة المستطرفة ص ۱۳)

(۱۶۵) صحیح ابی عبدالله الحاکم النیسابوریؒ

یہ کتاب حافظ الکبیر امام المحدثین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم الضبی الطہمانی النیسابوری کی تصنیف ہے۔ آپؒ ابن البیع سے معروف تھے۔ آپؒ نے اپنے والد اور ماموں کی تاکید اور اہتمام سے صغرسنی ہی میں ۳۳۰ھ کو طلب حدیث کی ابتدا کر دی تھی اور آپؒ نے بیس سال کی عمر میں طلب علم کے لئے عراق کا سفر کیا اور حج کر کے بہت سے شہروں خراسان، ماوراء النہر سمیت تقریبا دو ہزار (۲۰۰۰) شیوخ سے سماع حدیث کرتے رہے۔ چنانچہ آپؒ نے اپنے والد صاحب اور محمد بن علی بن عمر المذکر، ابوالعباس الاصم، محمد بن عبداللہ الصفار، ابوعبداللہ بن الاخرم، الحسن ابن یعقوب البخاری وغیرھم جیسے کثیر محدثین سے روایت حدیث کی ہے اور آپؒ سے امام دار قطنیؒ ابوالفتح بن ابی الفوارس، ابوالعلاء الواسطی، ابوذر الھروی، ابویعلیٰ الخلیلی، ابوبکر البیھقی، ابوالقاسم القشیری، ابوصالح المؤذن وغیرھم جیسے ائمہ کرام روایت کرتے ہیں۔ بہت سے ائمہ کرام سے آپؒ کی وسعت علمی، معرفت حدیث وعلل حدیث، فن قرأت، اسماء رجال میں مہارت اور کثیر التصانیف ہونا منقول ہے۔

خلیل بن عبداللہ الحافظ فرماتے ہیں۔ هو ثقة واسع العلم بلغت تصانيفه قريباً من خمسمائة جزء (کہ آپؒ ثقہ، معتمد وسیع العلم تھے اور آپؒ کی تصانیف تقریباً پانچ سو (۵۰۰) جزء تک پہنچی ہوں گی) بلکہ علامہ ذھبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں یہ بھی لکھ دیا واتفق له من التصانيف ما لعله يبلغ قريبا من الف جزء من تخريج الصحيحين، والعلل، والتراجم، والابواب، والشيوخ ثم المجموعات مثل معرفة علوم الحديث ومستدرك الصحيحين وتاريخ نيسابور وكتاب مزكي الاخبار، والمدخل الى علم الصحيح وكتاب الاكليل وفضائل الشافعي وغير ذلك (کہ اس کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار اجزاء کے قریب ہوگی۔ یعنی تخریج الصحیحین (بخاری ومسلم) کتاب العلل، التراجم، ابواب الشیوخ، معرفۃ علوم الحدیث، مستدرک الصحیحین، تاریخ نیساپور، کتاب مزکی الاخبار، المدخل، الاکلیل، فضائل شافعیؒ وغیرھم۔

حافظ ابوحازم العبدویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوعبداللہ الحاکم سے سنا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آب زمزم پیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ مجھے اچھے انداز میں تصنیف وتالیف کی توفیق نصیب فرمادیں۔ بعض حضرات نے آپؒ کو رافضیت اور شیعیت کی طرف بھی منسوب کیا ہے لیکن علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں۔ اما انحرافه عن خصوم عليٌّ فظاهر واما امر الشيخين فمعظم لهما بكل حال فهو شيعي لا رافضي اھ۔

(امام ابوعبداللہ حاکم کا حضرت علیؓ کے مخالفین سے انحراف وہ تو ظاہر بات ہے لیکن حضرات شیخین (ابوبکر صدیقؓ وعمرؓ) کا معاملہ تو امام حاکمؒ ان کی تو بہر صورت تعظیم وتکریم ہی کرتے ہیں اسلئے وہ شیعہ ہیں لیکن رافضی نہیں ہیں۔

علامہ ذھبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں آپؒ کے حالات سات صفحات میں لکھے ہیں ان میں سے ایک عجیب حدیث کا ذکر مناسب سمجھتا ہوں۔ قال الحاكم في علوم الحديث في اواخره اخبرني خلف نا خلف نا خلف نا خلف (کہ مجھے خبر دی خلف نے وہ فرماتے ہیں مجھے خلف نے خبر دی وہ کہتے ہیں مجھے خلف نے خبر دی وہ کہتے مجھے خلف نے خبر دی وہ کہتے مجھے خلف نے خبر دی الخ)

اور اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ ان میں پہلا خلف تو امیر خالف بن احمد السجزی ہیں اور دوسرے خلف

ابو صالح خلف بن محمد بخاری ہیں جو خیام سے مشہور ہیں اور تیسرے خلف تو وہ خلف بن سلیمان النسفی صاحب المسند ہیں اور چوتھے خلف تو وہ خلف بن محمد الواسطی کردوس ہیں اور پانچویں خلف تو وہ خلف بن موسیٰ بن خلف ہیں۔ انتھی

امام ابن ناصر الدینؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ کی تصنیفات تو بہت ہیں جن میں یہ مستدرک علی الصحیحین بھی ہے۔ آپؒ کی وفات بھی عجیب ترین قسم کی تھی۔ حافظ ابو موسیٰؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ نے حمام میں داخل ہوکر غسل فرمایا تہبند باندھ لیا ابھی تک قمیص نہیں پہنی تھی کہ آہ فرمایا اور آپؒ کی روح قبض کردی گئی۔ فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

ربیع الاول ۳۲۱ھ میں آپؒ کی ولادت ہوئی اور صفر ۴۰۵ھ میں فوت ہوئے اور آپؒ کی نماز جنازہ قاضی ابو بکر الحیری نے پڑھائی۔

مستدرک حاکمؒ کی وجہ تالیف

مستدرک حاکم کے مقدمہ میں اس کے مؤلف اور جامع سے منقول ہے کہ مجھ سے اس شہر اور دوسرے شہروں کے بڑے بڑے علماء کی جماعتوں نے یہ درخواست کی کہ میں ایک ایسی کتاب کی تصنیف وتالیف کروں جو ایسی اسانید سے مرویہ احادیث پر مشتمل ہو کہ ان جیسے روات کی اسناد سے امام بخاریؒ اور مسلم بھی احتجاج کرتے ہوں (اگرچہ صحیحین میں وہ روایت نہ بھی ہو) اسلئے کہ ایسے معتمد روات سے صحیح روایت کو تخریج کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ شیخین (بخاری ومسلم) نے بھی اس سلسلہ میں اپنے لئے کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ شیخین اور ان کے زمانہ کے بعد بہت سے علماء کرام نے بخاری ومسلم کی ایسی احادیث کی تخریج کی جو کہ معلول تھیں اور میں نے اپنی کتاب "المدخل الی الصحیح" میں شیخین کی طرف سے ایسی مدافعت کی جسے محدثین اہل فن نے پسند کیا ہے۔

اور میں اس مستدرک کی تالیف میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت چاہتا ہوں کہ مجھے ایسے ثقہ روات سے تخریج کرنے کی توفیق دیں جن کے مثل سے شیخین یا ان میں سے ایک نے ان کو حجت اور دلیل بنایا ہو اور اس شرط پر تو سب فقہاء اور محدثین متفق ہیں کہ اسانید اور متون میں ثقات کی زیادتی مقبول ہے

انتھی (واللہ اعلم)

تو مندرجہ بالا مقدمہ کی عبارت کا خلاصہ یہی نکلا جسے شذرات الذہب وغیرہ میں ان الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے کہ وصحیحہ هذا هو المعروف بالمستدرک علی کتاب الصحیحین مما لم یذکراه وهو علی شرطهما او شرط احدهما اولا علی شرط واحد منهما (کہ امام حاکمؒ کا یہ صحیح وہی ہے جو مستدرک علی الصحیحین کے نام سے مشہور ہے اور اس میں آپؒ نے ایسی صحیح احادیث کی تخریج کی ہے کہ ان کا ذکر بخاریؒ ومسلمؒ نے صحیحین میں تو نہ کیا ہو لیکن وہ ان دونوں یا ان میں سے ایک کی شرائط پر پورے ہوں یا پھر ان دونوں کی شرائط پر نہ بھی ہوں (لیکن صحیح اسناد سے مروی ہوں)

مستدرک حاکم کے متعلق آراء

علامہ عبد العزیز خولیؒ اپنی کتاب مفتاح السنۃ میں فرماتے ہیں۔ کہ امام حاکم نیساپوریؒ نے اپنی اس کتاب مستدرک میں ان احادیث کا ذکر کیا ہے جو صحیحین (بخاری ومسلم) میں تو موجود نہیں لیکن آپؒ کے خیال میں وہ احادیث صحیحین کے شرط یا ان دونوں میں سے ایک کی شرط پر منطبق ہیں (علامہ نوویؒ اس سلسلہ میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ محققین کے اس قول کی "علی شرطهما او علی شرط احدهما" سے مراد یہ ہے کہ ان احادیث میں مذکور رجال اسناد یا تو صحیحین میں یا ان دونوں میں سے کسی ایک میں موجود ہوں کیونکہ نہ تو ان دونوں حضرات کی کوئی شرط اپنی کتابوں میں ہے اور نہ اس کا ذکر کسی دوسری کتابوں میں ہے) اور یا پھر مستدرک میں ایسے احادیث ذکر ہیں جو آپؒ کے اجتہاد میں صحیح ہیں اگرچہ ان دونوں میں سے کسی کی شرط پر بھی نہ ہوں (اور یہ اسلئے کہ "مستدرک" میں آپؒ کی طرز عبارت اس کی نشان دہی کر رہی ہے) اور وہ یہ کہ مثلاً پہلے قسم کے احادیث کے متعلق تو آپؒ فرما دیتے ہیں کہ "هذا حدیث علی شرط الشیخین او علی شرط البخاری او علی شرط مسلم" (کہ یہ حدیث بخاری ومسلم دونوں کی شرط پر ہے اور یہ حدیث صرف بخاری کی شرط پر ہے اور یہ حدیث صرف مسلم کی شرط پر ہے)

اور دوسری قسم کے متعلق یہ اشارہ کر دیتے ہیں کہ "هذا حدیث صحیح الاسناد" (کہ یہ حدیث سند

کے لحاظ سے صحیح ہے) اور کبھی مستدرک میں ایسے احادیث بھی ذکر کر دیتے ہیں جو آپؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہوتے لیکن اس پر تنبیہ بھی کر دیتے ہیں۔ اور آپ تصحیح کے معاملہ میں متساہل ہیں۔ ہاں امام ذھبیؒ المتوفی ۷۴۸ھ نے مستدرک حاکم کی تلخیص کی ہے اور اس میں ضعیف منکر کو ظاہر کر دیا جو کچھ زیادہ بھی ہیں اور جو احادیث موضوعہ اس میں موجود تھیں اس کا بھی ایک جزء جمع کر دیا جو سو احادیث کے لگ بھگ ہوں گے۔

چنانچہ امام ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ "مستدرک حاکم میں ایسی احادیث کافی مقدار میں ہیں جو بخاری و مسلم دونوں یا ان میں سے ایک کی شرط پر ہوں اور ان کا مجموعہ نصف ہوگا اور اس میں چوتھائی ایسے احادیث کی ہے جن کی سند تو صحیح ہے لیکن اس میں کچھ چیز (تنقید وغیرہ کا پہلو) موجود ہے اور باقی چوتھائی میں ایسی مشکوک احادیث ہیں جو از قبیل ضعیف و منکر کے ہیں اور اس میں بعض احادیث موضوعہ بھی ہیں۔

امام ذھبیؒ کہتے ہیں کہ یہ تو بڑے تعجب اور حیرانگی کی بات ہے کیونکہ ابو عبداللہ حاکم تو اس فن کے ماہرین حفاظ میں سے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس کی توجیہ و تطبیق میں یہی کہا جاتا ہے کہ غالباً اس کا سبب یہ ہوا کہ یہ مستدرک چونکہ آپؒ نے عمر کے بالکل آخری حصہ میں لکھا ہے اور اس وقت آپؒ پر غفلت اور نسیان طاری ہو چکا تھا۔

علامہ حافظ ابن حجرؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ امام حاکمؒ کو اپنی کتاب مستدرک میں یہ تساھل اسلئے پیش ہوا کہ آپؒ نے اس کا مسودہ تنقیح و تبییض کی غرض سے تیار کر لیا تھا لیکن اجل موت کے آجانے کی وجہ سے اس کی تصحیح و تنقیح کی نوبت نہ آئی (واللہ اعلم) اور بہت سے محدثین کرامؒ اس سلسلہ میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ جن احادیث کی تصحیح میں امام حاکمؒ منفرد ہوئے ہیں تو ان احادیث کی تحقیق و تمحیص کے بعد ان کی صحت، حسن یا ضعف کا فیصلہ دیا جائے گا۔

علامہ ابن کثیرؒ اختصار علوم الحدیث میں مستدرک حاکمؒ کے متعلق لکھتے ہیں کہ شیخ ابو عمرو بن الصلاحؒ نے ابو عبداللہ حاکمؒ پر اس کے مستدرک کے بارے میں یہ تنقید کی ہے کہ آپؒ احادیث صحیحہ کی شرط تعین اور وضاحت میں متساھل واقع ہوئے ہیں اسلئے یہی بہتر ہے کہ اس میں اعتدال سے کام لیا جائے یعنی

یہ کہ جن احادیث کے متعلق دوسرے ائمہ کرام سے ان پر صحت کا حکم نہ ہوا ہو تو پھر اگر وہ صحیح نہ ہوں تو پھر وہ حدیث حسن ہے اور قابل حجت ہے ہاں اگر اس میں کوئی ایسی علت ظاہر ہو جائے جس سے اس کا ضعف لازم ہو۔ علامہ ابن کثیرؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں بہت سی انواع حدیث موجود ہیں اس میں صحیح مستدرک تھوڑے ہیں اور ایسے احادیث صحیحہ بھی ہیں جن کی امام بخاری و مسلم دونوں یا ان میں سے ایک نے تخریج کی ہے لیکن امام حاکمؒ کو ان کا علم نہ ہو سکا اور اس میں حسن، ضعیف اور موضوع تک احادیث موجود ہیں اور اس کی شرح "الباعث الحثیث" میں یہ بھی ذکر ہے کہ حافظ عراقیؒ نے بدر الدین بن جماعہؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ مستدرک کی احادیث پر تحقیق و تتبع کے بعد ان پر کوئی حکم حسن، صحت، ضعف، موضوع وغیرہ کا لگایا جا سکے گا۔ اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ دوسری طرف بعض حضرات نے انتہائی مبالغہ کرتے ہوئے اس خیال کا اظہار کیا کہ مستدرک حاکم میں کوئی ایسی صحیح حدیث جو بخاری و مسلم کی شرط پر ہو سرے سے موجود ہی نہیں۔ لیکن امام ذھبیؒ نے ان کے اس قول کو اسراف اور غلو [illegible] کر کے غلط قرار دیا ہے۔

اس کے برعکس بعض حضرات نے مستدرک حاکم میں سب احادیث مندرجہ کی تصحیح کا قول کیا ہے اور یہ بھی ان کا ایک بڑا تساھل ہے۔ حق مذہب وہی ہے جو علامہ ابن حجرؒ سے منقول ہے کہ انما وقع للحاکم التساهل لانه سوّد الكتاب لينقحه فعاجلته المنية ولم تيسر له تحريره وتنقيحه اھ۔

صاحب کشف الظنون نے مستدرک حاکم پر سابقہ مباحث کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ واختصره ابوعبدالله محمد بن احمد الذهبى (ونبه فيه على تساهله تصحيحه) وعليه توضيح المدرک فی تصحيح المستدرک لجلال الدين السيوطى المتوفى ۹۱۱ھ الخ (اور مستدرک حاکم کا اختصار ابوعبداللہ محمد بن احمد ذھبیؒ نے کیا اور اس میں امام حاکم کے تساھل پر تنبیہ کی ہے اور مستدرک حاکم پر جلال الدین سیوطیؒ کی ایک کتاب توضیح المدرک فی تصحیح المستدرک بھی لکھی گئی ہے)

(تذکرۃ الحفاظ جدید ج۳ ص ۱۰۳۹، مفتاح السنۃ ص ۷۲، الباعث الحثیث ص ۲۹، العبر ج۳ ص ۹۱، شذرات الذهب ج۳ ص ۱۷۶، الرسالہ ص ۱۹، مقدمہ مستدرک حاکم ص ۳، کشف الظنون ج۲ ص ۱۶۷۲)

(۱۶۶) کتاب الاربعین لابی سعید المالینی

یہ کتاب حافظ ابوسعید احمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ الھروی الصوفی المالینی کی تصنیف ہے آپؒ الصوفی المالینی کے لقب کے علاوہ طاؤس الفقراء کے لقب سے بھی مشہور تھے آپؒ نے سماع اور روایت حدیث کے لئے کئی ممالک کے اسفار کیے۔ چنانچہ آپؒ نے حجاز، خراسان، شام، عراق، مصر، اصبھان اور ماوراء النھر کے اسفار میں بہت سے مشائخ حدیث سے سماع کی۔ آپ کے مشائخ میں عبداللہ بن عدی، ابوبکر القطیعی، محمد بن عبداللہ السلیطی، ابوالشیخ الحافظ، قاضی یوسف ابن القاسم المیانجی وغیرھم جیسے محدثین ہیں اور آپؒ سے حافظ عبدالغنی، تمام الرازي، ابوحازم العدوی، ابوبکر البیھقی، ابوبکر الخطیب، قاضی ابوالحسن الخلعی وغیرھم ائمہ کرام نے روایت حدیث کی ہے۔ آپؒ کبار صوفیہ میں سے تھے اور احادیث کثیرہ کے جامع اور بڑی ضخیم کتابیں لکھنے والوں میں سے تھے۔ ابوبکر الخطیب آپؒ کے متعلق فرماتے ہیں کان ثقة متقنا صالحا صاحب حدیث (آپؒ معتمد، متقن صالح اور محدث تھے) المالینی کی نسبت مالین کی طرف ہے اور ھرات کے علاقہ میں چند یکجا بستیوں کا نام ہے آپؒ اسی کی طرف منسوب ہیں آپؒ نے ۱۷ شوال بروز منگل ۴۱۲ھ میں وفات پائی۔

(تذکرة الحفاظ ج۳ ص ۱۰۷۰، العبر ج۳ ص۱۰۷، شذرات ج۳ ص ۱۹۵، الرسالة ص ۸۶)

(۱۶۷) کتاب الامالی لقاضی عبدالجبار

یہ کتاب قاضی عبدالجبار بن احمد ابوالحسن الھمدانی الاسدآبادی الشافعی المعتزلی کی تصنیف ہے آپؒ شافعی المذھب ہونے کے باوجود فرقہ معتزلہ کے شیخ اور بڑے تھے۔ قاضی ابن شھبة اپنی کتاب ''طبقات'' میں لکھتے ہیں کان شافعی المذھب وھو مع ذلک شیخ الاعتزال ولہ المصنفات الکثیرة فی طریقھم واصول الفقه

(آپ شافعی المذھب تھے اور معتزلہ کے شیخ بھی اور آپؒ کی مذھب معتزلہ اور اصول فقہ میں بہت سی تصنیفات ہیں) ابن کثیرؒ فرماتے ہیں آپ طویل العمر تھے بہت سے لوگ اطراف واکناف سے بھی استفادہ کے لئے آیا کرتے اور آپؒ کی تصنیفات میں ضخیم اور قابل قدر تصنیف ''دلائل النبوة'' ہے جو دو

جلدوں میں ہے اور اس میں آپؒ نے اپنے علم وبصیرت وکمال کا اظہار کیا ہے۔ آپؒ کی وفات ۴۱۵ھ میں ہوئی۔ (العبر ج۳ ص ۱۱۹، شذرات ج۳ ص ۲۰۲، الرسالة ص ۱۳۱)

(۱۶۸) مسند ابی بکر البرقانی الخوارزمی

یہ امام حافظ شیخ الفقہاء والمحدثین ابوبکر احمد بن محمد بن غالب الخوارزمی البرقانی الشافعی کی تصنیف ہے آپؒ نے روایت حدیث کے لئے بہت سے اسفار کیے۔ چنانچہ ابوالعباس ابن حمدان سے خوارزم میں ابوبکر بن الھیثم، ابوعلی بن الصواف سے بغداد میں اور ابوبکر اسماعیلی سے جرجان میں اور محمد بن عبداللہ بن خمیرویہ سے ہرات میں اور ابوعمر بن حمدان سے نیساپور میں اور ابوبکر بن ابی الحدید سے دمشق میں اور عبدالغنی ازدی سے مصر میں سماع حدیث کی ہے۔ اور آپؒ سے ابوعبداللہ الصوری، ابوبکر البیھقی، خطیب، ابواسحٰق شیرازی، یحییٰ بن بندار وغیرھم ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔ آپؒ کی کئی تصنیفات ہیں جن میں سے صحیحین (بخاری ومسلم) پر ایک تخریج بھی لکھی ہے۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ ثقہ، متقی، اور ثبت تھے میں نے اپنے مشائخ میں آپؒ سے زیادہ اثبت فی الاحادیث نہیں دیکھا۔ فقہ کے عارف اور باقی علوم عربیہ میں بھی پوری دسترس حاصل تھی۔ آپؒ کا یہ مسند بخاری اور مسلم کی احادیث پر مشتمل تھا آپ نے امام ثوری، شعبہ، عبیداللہ بن عمر، عبدالمالک بن عمیر، بیان بن بشر، مطر الوراق کے احادیث کو بھی ترتیب وتالیف کی زینت بخشی۔

بہت سے ائمہ کرام (ابوالقاسم الازھری، محمد بن یحییٰ الکرمانی، ابومحمد الخلال، خطیب، ابوالولید الباجی وغیرھم) نے آپؒ کو ثقہ، حافظ، اثبت اور زاہد قرار دیا ہے۔ شیخ ابواسحٰقؒ نے آپؒ کا ذکر طبقات الشافعیہ میں اس طرح کیا ہے۔ تفقه فی حداثته وصنف فی الفقه ثم اشتغل فی علم الحدیث فصار فیه اماما (کہ آپؒ نوجوانی میں فقیہ بنے اور فقہ میں تصنیف بھی کی پھر علم حدیث کے حاصل کرنے میں مشغول ہوئے تو اس میں مقتدیٰ بن گئے)

خود امام برقانیؒ فرماتے ہیں کہ میں اسفرائین گیا تو میرے پاس تین دینار اور ایک درہم تھا تو کسی وجہ سے دینار تو مجھ سے ضائع ہوگئے صرف ایک درہم باقی رہا وہ میں نے ایک خباز (تنوری) کو دے دیا

اس سے ہر روز دو روٹیاں لیا کرتا تھا ادھر شیخ بشر بن احمد سے ایک جزء لیکر اس کو لکھ دیتا اور شام تک اس کو فارغ کر دیتا تو اس دوران میں نے تیس جزء لکھے اور وہ درھم جو خباز کے پاس تھا وہ بھی ختم ہو گیا اسلئے میں نے وہاں سے سفر کیا اور واپس چلا گیا۔ آپؒ کے پاس کتب کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ آپؒ کی پیدائش ۳۳۶ھ وفات رجب ۴۲۵ھ میں ہوئی۔

(تذکرة الحفاظ جدید ج۲ ص ۱۰۷۴، کشف الظنون ج۲ ص ۴۳۳)

(۱۶۹) مستخرج ابی نعیم الاصفهانی

یہ حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن موسیٰ بن مھران الاصفہانی الصوفی الاحول کی تصنیف ہے۔ آپؒ حفظ، علم حدیث اور اس کے اصول وفنون میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا میں علو اسناد میں متفرد تھے اور بہت سی تصنیفات بھی کی ہیں جو کہ اطراف عالم میں مشہور ہوئیں۔ ابن النجارؒ فرماتے ہیں ھو تاج المحدثین واحد اعلام الدین (کہ آپؒ محدثین کے تاج اور بڑے علماء دین میں سے تھے) علامہ ذھبیؒ تذکرة الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ آپؒ کو دنیا کے مشائخ عظام نے چھ سال کی عمر میں اجازت سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ واسط سے معمر عبداللہ بن عمر بن شوذب اور نیساپور سے وہاں کے شیخ ابوالعباس الاصم نے اور شام کے شیخ خیثمہ بن سلیمان نے اور بغداد سے جعفر الخلدی، ابوسہل بن زیاد نے اجازت مرحمت فرمائی۔ امام ذھبیؒ اس کے بعد لکھتے ہیں تفرد فی الدنیا باجازتهم کما تفرد بالسماع من خلق ورحلت الحفاظ الیه لعلمه وحفظه وعلو اسناده (دنیا میں آپؒ ان مشائخ کی اجازت دینے میں منفرد ہیں جیسے کہ آپ بہت سے بے شمار مشائخ سے سماع حدیث میں بھی متفرد تھے آپؒ کے علم وحفظ اور علو اسناد کے پیش نظر دنیا کے حفاظ اطراف عالم سے رحلت (سفر) کرکے آپ کے در دولت پر سماع حدیث کے لئے حاضری دیا کرتے تھے)

علامہ ذھبیؒ نے تذکرة الحفاظ میں آپؒ کے مشائخ اور تلامذہ کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ حمزة بن العباس العلویؒ فرماتے ہیں کان اصحاب الحدیث یقولون بقی الحافظ ابونعیم اربع عشرة سنة بلانظیر لایوجد شرقا ولا غربا اعلیٰ اسنادا منه ولا احفظ منه وکانوا یقولون لما صنف کتاب الحلیة حمل

الکتاب فی حیاته الی نیسابور فاشتروه باربع مائة دینار (محدثین کرام فرمایا کرتے کہ حافظ ابونعیم چودہ سال تک بے نظیر محدث کی حیثیت سے ایسے رہے کہ مشرق ومغرب میں آپؒ جیسا زیادہ حافظ اور عالی السند کوئی نہ تھا اور محدثین یہ بھی کہتے ہیں کہ جب آپؒ نے کتاب الحلیہ تصنیف کی اور نیساپور لے گئے تو اس کو لوگوں نے چار سو دینار میں خریدی۔ (جو اس زمانہ میں بڑی دولت شمار ہوتی تھی)

آپؒ کی تصنیفات

مستخرج کے علاوہ بھی آپؒ کی بہت سی تصنیفات ہیں جن میں چند مشہور کتابیں درج ذیل ہیں

(۱) کتاب معرفة الصحابة (۲) دلائل النبوة (۳) مستخرج علی البخاری (۴) مستخرج علی المسلم (۵) کتاب تاریخ اصبهان (۶) صفة الجنة (۷) کتاب الطب (۸) کتاب فضائل الصحابة (۹) کتاب المعتقد (۱۰) کتاب الحلیة وغیرها

شاہ صاحبؒ بستان المحدثین میں فرماتے ہیں کہ اس کے ابتداء میں کتاب الایمان ہے اور اس کی پہلی حدیث یہ ہے۔

حدثنا احمد بن یوسف بن خلاد قال حدثنا الحارث بن ابی اسامة قال حدثنا ابوعبدالرحمن بن یزید المقری وحدثنا ابوعلی بن الطواف قال حدثنا بشر بن موسیٰ قال حدثنا ابوعبدالرحمن المقری قال حدثنا کهمس بن الحسن عن عبدالله بن بریدة الاسلمی عن یحییٰ بن یعمر القرشی قال کان اول من قال بالقدر معبد الجهنی بالبصرة فانطلقت انا وحمید بن عبدالرحمن الحمیری حجاجا الی آخر الحدیث المذکور فی اوائل صحیح مسلم

آپؒ کی پیدائش ۳۳۶ھ اور وفات ۲۰ محرم ۴۳۰ھ کو ہوئی کل عمر ۹۴ سال تھی۔

(تذکرة الحفاظ جدید ج۳ ص ۱۰۹۲، العبر ج۳ ص ۱۷۰، شذرات ج۳ ص ۲۴۵، الرسالة ص ۲۶، ترجمہ بستان المحدثین ص ۲۳۷)

(۱۷۰) دلائل النبوة

حافظ ابونعیم اصفہانیؒ کی یہ کتاب تین اجزاء میں دائرة المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن سے چھپ چکی

ہے۔ آپؒ نے اس میں منتشر و متفرق روایات بسلسلہ نبوت، معجزات، دلائل نبوت اور حقائق وخصائص نبی کریم ﷺ جمع کر دیئے ہیں اور یہ کتاب پینتیس (۳۵) فصول پر مشتمل ہے اس کے فصل اول میں حضور ﷺ کے وہ فضائل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں نازل فرمائے ہیں۔ چنانچہ مصنفؒ نے اس فصل میں یہ ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی بعثت کو سب کائنات کے لئے رحمت کا باعث بنایا جیسے کہ آیت وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورہ انبیاء آیت ۱۰۷) (اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو تمام جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے) میں بیان کر دیا اور اس سے آپ کے دشمن بھی آپؐ کے زندگی میں عذاب نازل نہ ہونے سے مطمئن ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (سورہ انفال آیت نمبر ۳۳) (اور اللہ ہرگز نہ عذاب کرتا ان پر جب تک تو رہتا ان میں) بھی اس پر دال ہے۔ چنانچہ ان لوگوں کے عذاب کے جلد آجانے کے مطالبہ کے باوجود ان کو عذاب نہ دیا گیا اور جب آپؐ ان لوگوں سے رب تعالیٰ کی طرف تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسے چیزیں (قتل اور قید و بند) نازل کر دیں جن کے ذریعہ ان کو عذاب دیا گیا۔ جیسے خود ارشاد خداوندی ہے۔ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ (سورہ زخرف آیت ۴۱) (اگر ہم تم کو (وفات دیکر) اٹھالیں تو ان لوگوں سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے)

(۱۷۱) کتاب العوالی لابی الفتح الرازی

یہ کتاب امام مفسر ابوالفتح سلیم بن ایوب بن سلیم الرازی فقیہ شافعی کی تصنیف ہے آپ صاحب التصانیف اور تفسیر میں بڑے امام تھے اور آپ علم و عمل کے پیکر تھے ابن قاضی شھبہ کہتے ہیں کہ آپؒ نے علم فقہ وغیرہ کی تحصیل بڑی عمر میں کی ہے آپؒ ابتداء میں دوسرے علوم لغت، نحو، معانی اور تفسیر میں مشغول رہے۔ کتاب العوالی کے علاوہ دوسری تصنیفات میں کتاب الترغیب، کتاب غریب الحدیث وغیرہ بھی ہیں اس کے پاس تین احادیث سباعی بھی تھیں۔ یعنی جو سات واسطوں سے حضور ﷺ تک پہنچی تھیں۔ آپ کی وفات ۴۴۷ھ میں ہوئی ہے۔ (العبر ج ۳ ص ۲۱۳ ،شذرات ج ۳ ص ۲۷۵، الرسالة ص ۱۳۵)

(۱۷۲) مسند کتاب الشھاب فی المواعظ والآداب

یہ کتاب قاضی شھاب الدین ابوعبداللہ محمد بن سلامة بن جعفر بن علی القاضی المصری کی تصنیف ہے۔ آپؒ دیار مصر کے قاضی اور کتاب الشھاب، کتاب مناقب الشافعی اور کتاب "انباء الانبیاء" کے مصنف تھے۔ ابن ماکولاؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ کو مختلف علوم میں مہارت حاصل تھی۔ میں نے مصر میں آپ جیسا عالم نہیں دیکھا۔ آپؒ کی یہ مسند ایک جلد میں دس اجزاء پر مشتمل ہے اس میں آپؒ نے کتاب الشھاب کے احادیث کو اسانید کے طرز پر ذکر کیا ہے اور کتاب الشھاب ایک ایسی لطیف کتاب ہے جس میں مصنفؒ نے حضور ﷺ کے احادیث سے دو ہزار دوسو (۲۲۰۰) ایسے مختصر احادیث جو وصایا اور حکمتوں پر مشتمل ہیں کا انتخاب کر کے ان کی اسانید کو محذوف کر کے کلمات پر مرتب کیا۔ پھر شیخ عبدالرؤف المناوی شافعیؒ نے اس کو حروف پر مرتب کیا۔ اور اس کے مخرجین کا بیان بھی کر دیا اور اس کا نام "اسعاف الطلاب بترتیب الشھاب رکھا۔

بستان المحدثین ص ۱۳۶ میں ہے کہ اس کا خطبہ الحمد للہ القادر الفرد الحکیم الفاطر الصمد الکریم الخ ہے اور آپؒ نے اپنی کتاب کا اختتام باب الدعاء سے کیا ہے اور اس میں یہ دعا نقل کر دی ہے اللھم انی اعوذبک من علم لاینفع وقلب لا یخشع ودعاء لایسمع ونفس لاتشبع اعوذبک من شر ھو لاء الاربعة الخ

(اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے اور ایسے دل سے بھی جس میں خشیت نہ ہو اور ایسی دعا سے جو مقبول نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو اور ان چاروں کے شر سے پناہ چاہتا ہوں)

بعض شعراء نے اس کے متعلق فرمایا

کتاب علی السبع الاقالیم نوره	هدی حِکَمٌ ماثورة وبیان
تطلع من افق النبی محمد	بالف حدیث بعدها مائتان
اذ التاج فی جوّ النبوة نوره	اشار بتصدیق له الثقلان

آپؒ کی وفات ۴۵۴ھ میں ہوئی۔ (العبر ج ۳ ص ۲۳۳ ،شذرات ج ۳ ص ۲۹۳ الرسالة ص ۶۴)

(۱۷۳) سنن الحافظ البیہقیؒ

یہ حافظ کبیر امام احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن موسی البیہقی کی تصنیف ہے کثرت محفوظات کی وجہ سے آپؒ کو الحافظ الکبیر کہتے ہیں آپؒ فنون حدیث اور علوم دینیہ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ آپؒ نے حدیث کی طلب کے لئے دور دراز سفر کیے۔ آپؒ اس سلسلہ میں عراق، حجاز، خراسان کے مشائخ وعلماء عصر سے تحصیل حدیث کرتے رہے آپؒ نے حدیث میں کثرت سے تصانیف کی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی تصانیف کی تعداد ہزار تک پہنچتی ہے۔ ابن خلکانؒ فرماتے ہیں وهو اول من جمع نصوص الشافعی فی عشر مجلدات وكان اكثر الناس نصراً لمذهب الشافعی (آپؒ پہلے وہ شخص ہیں جس نے امام شافعیؒ کے صریح اقوال کو دس جلدوں میں جمع کیا اور جس کے مذہب کی نصرت کے لئے سب لوگوں میں کارہائے نمایاں کیے) اور امام الحرمین کا قول ہے کہ مامن شافعی الا وللشافعی علیه الا البیہقی فان له علی الشافعی منة لتصانیفه فی نصرة مذهبه (ہر ایک شافعی المذہب امام شافعی کا ممنون احسان ہے مگر امام بیہقی کہ اس کا امام شافعیؒ پر احسان ہے کیونکہ اس نے امام شافعیؒ کے مذہب کی تائید ونصرت میں تصانیف کی ہیں)

علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۱۳۲ میں آپ کے مشائخ حدیث کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا وعنده عوال ومسانید وبورک له فی علمه لحسن قصده وقوة فهمه وحفظه (امام بیہقیؒ کے پاس اسانید عالیہ اور مسندات تھے اور آپؒ کے حسن نیت، قوت فہم وحفظ کی بدولت آپؒ کے علم میں خیر وبرکت ڈال دی گئی)

پھر امام ذہبیؒ نے ان کی کتب مصنفہ ذکر کرنے سے پہلے یہ لکھدیا کہ "وعمل كتباً لم يسبق الى تحريرها" (آپؒ نے ایسی کتب کی تصنیف کی کہ اس سے پہلے وہ تصنیف نہیں ہوئیں) ان میں سے آپؒ کی کتاب "الاسماء والصفات" دو جلدوں میں اور "سنن الکبیر" دس جلدوں میں اور "السنن والآثار" چار جلدوں میں اور "شعب الایمان" دو جلدوں میں "دلائل النبوۃ" تین جلدوں میں "السنن الصغیر" دو جلدوں میں اور کتاب الزھد، البعث، المعتقد، الآداب، المدخل، الدعوات، الترغیب

والترھیب، مناقب الشافعی، مناقب احمد، کتاب الاسریٰ۔ ایک ایک جلد میں اور بھی بہت سی کتابیں ہیں جن کا تذکرہ میں نہیں کرتا الخ۔

علامہ ذھبیؒ نے آپؒ کی تصنیفات کے متعلق تین منامی مبشرات کا تذکرہ کیا ہے جس میں صرف ایک کا تذکرہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ محمد بن عبدالعزیز المروزیؒ فرماتے ہیں رائیت فی المنام كأنّ تابوتا علا فی السماء یعلوہ نور" فقلت ماهذا قال هذه تصنیفات احمد البیهقی اھ۔ (میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک تابوت آسمان کی طرف بلند ہوا جس پر نور چھایا ہوا ہے میں نے کہا یہ کیا ہے؟ تو کہا کہ یہ امام احمد بیہقیؒ کی تصنیفات ہیں)

امام ابو جعفر کتانی رسالۃ المستطرفہ ص ۲۹ میں لکھتے ہیں۔ سنن الصغری وهی فی مجلدین والکبری ویقال لها كتاب السنن الکبیر وهی عشر مجلدات وهما على ترتیب مختصر المزنی لم یصنف فی الاسلام مثلها والکبری مستوعبة لاكثر احادیث الاحکام اھ۔

(امام بیہقیؒ کی ایک کتاب سنن الصغریٰ ہے اور وہ دو جلدوں میں ہے اور ایک سنن الکبریٰ اور اس کو سنن الکبیر بھی کہتے ہیں وہ دس جلدوں (۱۲۰۲ اجزاء) میں ہے۔ یہ دونوں مختصر امام مزنیؒ کی ترتیب پر مرتب کی گئیں اور اسلام میں ان دونوں جیسی کتابیں تصنیف نہیں ہوئیں اور سنن الکبریٰ زیادہ تر احادیث احکام پر مشتمل ہے)

امام کتانیؒ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس پر شیخ علاؤ الدین عز الدین علی بن فخر الدین عثمان بن ابراھیم بن مصطفیٰ بن سلیمان الماردینی حنفی المتوفی ۷۵۰ھ (جو ابن ترکمانی سے مشہور ہیں) کا ایک حاشیہ ہے جو بڑی کتاب کی شکل میں ہے جس کا نام "الجوهر النقی فی الرّد علی البیهقی" ہے جس میں امام بیہقیؒ پر اعتراضات اور اس کے ساتھ مناقشات ومباحثات کا تذکرہ ہے۔ پھر اس کی تلخیص زین الدین قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ المتوفی ۸۷۹ھ نے کی اور اس کا نام "ترصیع الجوهر النقی" رکھا اور اس کی ترتیب معجم حروف پر رکھی اور اس میں صرف حرف میم تک پہنچے۔ رسالہ مستطرفہ میں یہ بھی ہے وللبیهقی کتب كثيرةٌ وقد التزم فی جمیعها انه لا یخرج فیها حدیثا یعلمه موضوعاً (کہ امام بیہقیؒ کی بہت کتابیں ہیں اور آپؒ نے سب کتب میں یہ التزام کیا ہے کہ ان میں کسی ایسی حدیث کی تخریج

نہیں کروں گا جس کا موضوع ہونا معلوم ہو جائے)

اسی طرح سنن بیہقی جلد اول کے آخر میں ص ۴۶۷ میں یہ لکھا ہے کہ حدیث کی یہ عظیم الشان مشہور کتاب دس جلدوں پر منقسم ہے۔ پہلی جلد کتاب الطھارۃ، کتاب الحیض، اور کتاب الصلوۃ کے متعدد ابواب پر مشتمل ہے۔ مصنفؒ نے اسانید کثیرہ، نئے اسلوب اور انداز سے جید احادیث کو ایسے ابواب ملیحہ، غریبہ پر مرتب کیا کہ آپؒ جیسے جدید طرق پر کسی نے بھی آپ سے پہلے ان کو مرتب اور مبوّب نہیں کیا اور پھر ان ابواب میں احادیث واردہ سے احکام فقہیہ کا استنباط بھی فرمایا۔ نیز اقوال قویہ اور ضعیفہ پر بھی بحث وتنقید کی ہے اس کے بعد اصول شافعیہ کو متنوع عبارات سے مستحکم کیا۔ تا آنکہ آپؒ کے متعلق کہا گیا کہ آپؒ نے اس تصنیف کے ذریعہ امام شافعیؒ پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ ملا کاتب چلپی کشف الظنون میں لکھتے ہیں کہ سنن کبریٰ کا اختصار ابراھیم بن علی المعروف بابن عبدالحق الدمشقی المتوفی ۷۴۴ھ نے پانچ جلدوں میں کیا۔ نیز اس کا اختصار علامہ حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذھبی المتوفی ۷۴۸ھ نے بڑے اچھے اور جید انداز میں مرتب کیا۔ شیخ عبدالوہاب ابن احمد الشعرانی المتوفی ۹۷۴ھ نے بھی سنن کبریٰ کا اختصار کیا ہے۔

امام بیہقیؒ آخری عمر میں اپنے گاؤں بیہق سے نیساپور منتقل ہو کر اپنی کتب کی تحدیث شروع کی تھی۔ آپؒ کا انتقال ۱۰ جمادی الاولیٰ ۴۵۸ھ نیساپور میں ۷۴ سال کی عمر میں ہوا۔ اور آپ کا تابوت وہاں سے منتقل کر کے بیہق لایا گیا اور خسروجرد میں دفن کیے گئے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۱۱۳۲، کشف الظنون ج۲ ص ۱۰۰۷، شذرات ج۳ ص ۳۰۴، الرسالہ ص ۲۹، سنن البیھقی ج۱ ص ۴۶۷)

(۱۷۴) الاسماء والصفات

یہ کتاب بھی علامہ حافظ کبیر ابوبکر البیھقی الشافعی کی تصنیف ہے اس کتاب کے متعلق محمد محی الدین الزینبی اس کے آخر ص ۳۶۲ میں لکھتے ہیں کہ کتاب لم تسمع اذن بمثلہ ولم تنسج قریحۃ علی منوالہ کتاب لیس فی بابہ مثیل ولا یغنی عنہ بدیل الخ (کہ یہ ایک ایسی عمدہ کتاب ہے کہ نہ کسی کان نے

اس جیسی کتاب کا نام سنا اور نہ کسی مؤلف نے اس کے طور وطرز پر ایسی کتاب تالیف کی ہے یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس جیسے عمدہ مسائل میں اس کی مثیل اور نظیر نہیں ہے اور نہ کوئی دوسری کتاب اس کا بدل اور عوض ہو سکتی ہے الخ) بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کی تصنیفات میں اس کتاب ''الاسماء والصفات'' کو انتہائی عمدہ اور نافع ترین کتب سے شمار کیا گیا ہے اور ان حضرات نے اپنے دعویٰ پر امام سبکیؒ کے اس قول کہ "لا اعرف لہ نظیرا (کہ مجھے اس جیسی (نافع ترین) کوئی دوسری کتاب معلوم نہیں) سے استشہاد کیا ہے۔

احقر الانام کہتا ہے کہ اس کے شروع میں یہ خطبہ ہے الحمدللہ الذی لاالہ الا ھو لہ الاسماء الحسنیٰ وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی الامی صاحب الخلق والمنزل الاسنیٰ اھ۔ پھر اس کے بعد مصنفؒ نے یہ عنوان قائم کیا "کتاب اسماء اللہ جل ثناءہ وصفاتہ" (بحوالہ کتاب الاسماء والصفات ص ۳۶۲)

(۱۷۵) تجرید التمہید لابن عبدالبرؒ

یہ حافظ علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمیری القرطبی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے خلف بن القاسم، عبدالوارث بن سفیان، عبداللہ بن محمد بن اسد الجھنی، احمد بن فتح الرسان، سعید بن نصیر وغیرھم جیسے مشائخ سے سماع حدیث کی ہے اور آپؒ سے ابوالعباس الدلائی، ابومحمد بن ابی قحافہ، ابوالحسن بن مفوز، ابوعلی الغسانی، ابوعبداللہ الحمیدی وغیرھم نے روایت کی ہے۔ ابوالولید الباجیؒ فرماتے ہیں کہ پورے اندلس میں ابوعمر جیسا محدث نہیں تھا آپؒ متدین، ثقہ، حجت، نزاھت وتقویٰ سے موصوف اور سنت پر عامل تھے۔ نیز علوم عربیہ، فقہ، احادیث اور متعلقات حدیث میں متبحر تھے۔ چنانچہ امام ابن خلکانؒ فرماتے ہیں ''کان امام عصرہ فی الحدیث والاثر وما یتعلق بھما'' آپؒ نے ہر موضوع پر اہم تصنیفات لکھی ہیں خصوصاً مؤطا امام مالکؒ کے متعلق مفید کتابیں مرتب کی ہیں۔

آپؒ کی تصنیفات

علامہ ذھبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں۔ ولہ توالیف لامثل لھا فی جمع معانیھا (کہ علامہ ابوعمر ابن

عبدالبرؒ کی ایسی تالیفات ہیں کہ معانی کے جامعیت (یعنی اپنے موضوع) میں ان کے مثل دوسری کتب نہیں ہیں)

پھر ان کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ جیسے "التمهيد لما في الموطا من المعاني والاسانيد" علامہ ابن حزمؒ "التمہید" کے متعلق کہتے ہیں کہ التمهيد لصاحبنا ابی عمر لا اعلم فی الکلام علی فقه الحديث مثله اصلاً فكيف احسن منه (کہ ہمارے ساتھی ابوعمر ابن عبدالبر کی کتاب "التمہید" کی مانند فقہ حدیث کی بحث میں کوئی کتاب نہیں چہ جائیکہ اس سے کوئی اچھی اور بہتر ہو)

علامہ ابن عبدالبرؒ کی مصنفہ کتب میں سے کتاب الاستذکار ہے جو التمہید کا اختصار ہے اور کتاب "الاستیعاب" اور "جامع بیان العلم" نیز کتاب بھجۃ المجالس (جو نوادر اور اشعار پر مشتمل ہے) کتاب التقصی لحديث المؤطا، کتاب الانتقاء لمذاهب الثلاثة العلماء (مالک، ابوحنیفہ، شافعی) کتاب الکنیؒ، کتاب المغازی، کتاب الشواهد فی اثبات خبر الواحد، کتاب الانصاف فی اسماء الله تعالیٰ، کتاب الفرائض وغیرها۔ آپؒ نے امام مالکؒ کے شیوخ کو حروف معجم پر مرتب کر کے ایک کتاب لکھی ہے۔ صاحب شذرات الذہب اس کے متعلق لکھتے ہیں لم يتقدمه احد الی مثله وهو سبعون جزء (کہ آپؒ سے پہلے کسی نے بھی ایسی کتاب نہیں لکھی اور وہ ستر اجزاء تھے)

وجہ تالیف تجرید التمهيد

مصنفؒ اس کی وجہ تالیف لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب ہم نے کتاب التمہید میں سنن وغیرہ کے معانی، دلائل اور علماء کے مذاہب کا تفصیل سے تذکرہ کر دیا جس کی وجہ سے یہ شرح کافی طویل ہوگئی اور ہمیں یقین ہوگیا کہ اکثر لوگوں کی ہمتیں کم ہوگئیں اس کے مطالعہ وغیرہ میں اہتمام اور انہماک انتہائی کمزور ہوگیا اور آرام طلبی اور تنگی معیشت وغیرہ جیسے اسباب اسی سے کم اور مختصر پر اکتفا کر لینے کے متقاضی ہوئے تو ہم نے کتاب التمہید سے ان سنن ثابتہ کی تجرید کر دی جنہیں اس کتاب میں بنیادی حیثیت حاصل ہے اور ان کو خود امام مالکؒ نے نقد و جرح اجتہاد و اعتماد کے بعد اپنی اس مؤطا میں نقل کر دیا جن کی نظیر اور مثل نہیں ہے اور نہ قرآن مجید کے علاوہ کوئی کتاب اس سے بڑھ کر ہے۔ اور ہم

نے کتاب "تجرید التمہید" میں ان سب احادیث کی تجرید کی ہے جو مؤطا میں موجود ہیں چاہے وہ احادیث مسندہ ہیں یا پھر مرسلہ اور چاہے متصلہ ہیں یا منقطعہ۔ اسلئے کہ یہی (جمیع احادیث و آثار) امام مالکؒ اور اس کے پیروکاروں کے نزدیک ایسی حجت و دلیل ہیں کہ جو عمل بھی واجب کر دیتے ہیں اور اختلاف کی صورت میں دوسرے فروعیات کو ان پر قیاس کر کے ان کا استنباط کر لیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اسلاف کرامؒ نے مراسیلِ ثقات کو قبول کرنے کا قول کیا ہے جیسا کہ ہم نے کتاب التمہید میں اس کی پوری وضاحت کر دی ہے اس کے علاوہ ہم نے مؤطا کے مراسیل کو کتاب التمہید میں ثقہ راویوں کے طریق و توسط سے موصول اور متصل کر دیا ہے اور اسی سے مراسیل مؤطا کے صحیح ہونے کی وضاحت اور بیان ہو جاتا ہے۔ اور میں نے اس کتاب کو امام مالکؒ کے شیوخ کے اسماء میں حروف معجم پر مرتب و مبوب کیا ہے تا کہ اس سے مسائل کا اخذ اور طلب آسان ہو جائے پھر میں نے اس کی ترتیب میں حدیث مسند متصل کو پہلے اور ان کے بعد کے مراتب کو اس کے بعد تا آنکہ ان کا یہ سلسلہ مرسل، مقطوع، بلاغ (بلغنی) تک پہنچ جائے تا کہ اس ترتیب کے لحاظ کرنے میں مکمل فائدہ ہو جائے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ہم نے مؤطا کی مختلف روایات میں سے یحییٰ بن یحییٰ کی روایت پر اعتماد کیا ہے۔

احقر الانام کہتا ہے کہ اس کتاب کے آخر میں بعض حضرات کا یہ قول نقل کیا گیا ہے وجميع احاديثه ثمان مائة حديث وثلاثة وخمسون حديثا (کہ تجرید التمہید کی کل احادیث کی تعداد آٹھ سو ترپن (۸۵۳) ہے لیکن جو احادیث اس میں مذکور ہیں اور ان پر نمبر بھی لکھے گئے ہیں تو ان کی تعداد آٹھ سو چوالیس (۸۴۴) ہے واللہ اعلم۔

(العبر ج ۳ ص ۲۵۵ شذرات الذهب ج ۳ ص ۳۱۴، تجريد التمهيد ص ۹، تذكرة الحفاظ ج ۳ ص ۱۱۲۸)

(۱۷۶) كتاب التقصی

یہ کتاب بھی علامہ ابن عبدالبرؒ کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے اس میں بھی مؤطا کی احادیث مرفوعہ (خواہ وہ

موصولہ ہوں یا منقطعہ) کو امام مالکؒ کے شیوخ پر مرتب کر کے جمع کیا ہے۔

اسی طرح آپؒ نے ایک اور کتاب بھی مرتب کی ہے جس میں آپؒ نے ان روایات کو جو مؤطا میں بصورت مرسل یا منقطع موجود تھیں ان کو دوسرے طریقہ سے موصول کردیا اور یہ بھی کہا کہ کل وہ روایات جو مؤطا میں بہ لفظ بلغنی یاعن الثقة کے الفاظ سے امام مالکؒ سے منقول ہیں اور آپؒ نے ان کو مسند نہیں کیا وہ اکسٹھ (۶۱) ایسی حدیثیں ہیں جو امام مالکؒ کے علاوہ دوسرے طریقہ سے مسند ہیں مگر صرف چار ایسی بھی ہیں جن کے مسند ہونے کا علم دوسرے طریقہ سے بھی نہ ہوسکا۔

(الرسالة المستطرفة ص ۱۴)

(۱۷۷) کتاب النجوم للخطیب البغدادی

یہ مشہور حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مھدی بغدادی کی تصنیف ہے آپؒ نے ابوالحسن بن الصلت الاھوازی، ابوعمر بن مھدی، ھلال الحفار وغیرھم سے بغداد میں اور ابوعمر القاسم بن جعفر، الحسن بن علی النیساپوریؒ سے بصرہ میں اور ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد، قاضی ابوبکر الحیری سے نیساپور میں اور ابوالحسن بن عبدکویہ، ابونعیم الحافظ سے اصفہان میں اور محمد بن عیسیٰ وغیرہ سے ھمدان میں اور ابونصر الکسار وغیرہ سے دینور میں اور بہت سے دوسرے مشائخ سے حرمین الشریفین، کوفہ، دمشق میں سماع حدیث کی ہے۔

اور آپؒ سے آپ کے شیخ امام برقانی، ابوالفضل بن خیرون، عبدالعزیز الکتانی، ابوعبداللہ الحمیدی، ابونصر بن ماکولا، ابوالقاسم النسیب، طاھر بن سھل الاسفرائینی وغیرھم جیسے ائمہ کرام نے روایت حدیث کی ہے۔

آپؒ کی تصنیفات

آپؒ کثیر التصانیف تھے۔ امام سمعانیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی چھپن (۵۶) تصانیف تھیں۔ تذکرۃ الحفاظ میں ان بعض کا ذکر کیا گیا ہے۔ التاریخ، الجامع، الکفایة، السابق واللاحق، شرف اصحاب الحدیث، المتفق والمفترق، تلخیص المتشابه، تالی التلخیص، الفصل والوصل، المکمل فی

المهمل، الموضح، التطفیل، الاسماء المبهمة، الفقیه والمتفقه، الرواة عن مالک، تمییز متصل الاسانید، البخلاء، کتاب البسملة وانها من الفاتحة، الجهر بالفاتحة، غنیة المقتبس فی تمییز الملتبس، روایة الابناء عن آبائهم، اقتضاء العلم، الاحتجاج بالشافعی، مبهم المراسیل، مقلوب الاسماء، العمل بشاهد ویمین، اسماء المدلسین، تقیید العلم، القول فی النجوم، ماروی الصحابة عن التابعین، من حدث ونسی، من وافقت کنیته اسم ابیه، الحیل، صلوة التسبیح، صوم یوم الشک، اجازة المجهول، المسلسلات، الرباعیات، طرق قبض العلم، غسل یوم الجمعة وغیرها

ابن ماکولاؒ آپؒ کے متعلق کہتے ہیں۔ لم یکن للبغدادیین بعد الدار قطنی مثل الخطیب (کہ بغدادیوں کے لئے امام دارقطنی کے بعد (علم وحفظ، ضبط، اتقان حدیث میں) خطیب بغدادی جیسا کوئی نہ تھا) ابن اھدلؒ فرماتے ہیں تصانیفه قریب من مائة مصنف فی اللغة وبرع فیها ثم غلب علیه الحدیث والتاریخ ۱ه (کہ آپؒ کی تصانیف لغت میں سو کے قریب تھیں اور آپ ان میں یکتا تھے پھر علم حدیث اور تاریخ آپؒ پر غالب ہوگئی (یعنی اس میں مشغول ہوکر تصنیف وتالیف کرتے رہے)

ماء زمزم کی خاصیت

مؤرخ ابن عساکرؒ نے ابوالفضل بن خیرون وغیرہ سے یہ نقل کیا ہے کہ خطیبؒ فرماتے تھے کہ جب میں نے حج کیا تو زمزم کے پانی کے تین گھونٹ پیتے ہوئے بہ نیت عمل بالحدیث (ماء زمزم لما شرب له) تین حاجتوں کا سوال کیا (۱) تاریخ بغداد کی تکمیل ہوجائے (۲) جامع منصور میں املاء حدیث کراؤں (۳) کہ میں مشہور بزرگ بشر حافیؒ کے پہلو میں دفن ہوجاؤں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کی یہ تینوں دعائیں قبول فرمادیں۔

خطیب بغدادی کی عظمت شان

عبدالحسن الشیحیؒ کہتے ہیں کہ میں نے خطیب بغدادیؒ کے ساتھ دمشق سے بغداد تک کا سفر اکٹھا کیا تو آپؒ ہر رات دن میں ایک ختم قرآن کرلیا کرتے تھے۔

علامہ ذھبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں ج ۳ ص ۱۱۴۵ میں لکھتے ہیں قال مکی الرمیلی کنت ببغداد نائماً فی لیلة

ثانی عشر فی ربیع الاول سنة ثلاث وستین فرأیت کاناعندالخطیب لقراءة تاریخه علی العادة والشیخ نصر بن ابراهیم المقدسی عن یمینه وعن یمین نصر رجل سألت عنه فقیل هذا رسول الله ﷺ جاء یسمع التاریخ فقلت فی نفسی هذه جلالة ابی بکر (مکی رمیلی" فرماتے کہ میں بارہ ربیع الاول ۴۶۳ھ کی رات بغداد میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ ہم حسب عادت خطیب بغدادی کی خدمت میں "کتاب التاریخ" کے پڑھنے کے لئے بیٹھے ہیں اور اس وقت خطیب" کے دائیں جانب شیخ نصر بن ابراهیم المقدسی" بیٹھے ہیں اور شیخ نصر کے دائیں جانب ایک شخص بیٹھے ہیں جب میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو کہا گیا کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ ہیں اور کتاب التاریخ سننے کے لئے تشریف فرما ہیں تو میں نے دل میں کہا کہ یہی تو ابوبکر الخطیب" کی عظمت شان ہے" سبحان اللہ اسی طرح امام غیث" فرماتے ہیں کہ ایک دن خطیب بغدادی" نے نفس کی مخالفت کے سلسلہ میں ہمارے سامنے یہ اشعار پڑھے۔

ان کنت تبغی الرشاد محضاً — لامر دنیاک والمعاد

فخالف النفس فی هواها — ان هوی جمع الفساد

(اگر تو امور دنیوی واخروی میں خالص رہنمائی چاہتا ہے تو خواہشات نفسانی کی مخالفت کیجیے کیونکہ خواہشات نفسانی شر وفساد کا منبع ہیں)

ابن خیرون" فرماتے ہیں کہ آپ" نے وصیت کی تھی کہ اس کے کپڑے بھی صدقہ کردیے جائیں اور آپ" کا جنازہ لے جاتے وقت ایک جماعت یہ اعلان کررہی تھی کہ "هذا الذی کان ینفی الکذب عن رسول الله ﷺ". هذا الذی کان یحفظ حدیث رسول الله ﷺ (یہ وہ شخص ہیں جو حضور ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی مدافعت کیا کرتے یہ وہ شخص ہیں جو آپ ﷺ کی احادیث کی حفاظت کیا کرتے تھے) اور آپ" کو دفن کرنے کے بعد آپ" کی قبر مبارک پر بہت ختم قرآن مجید پڑھے گئے۔

علامہ ذهبی" لکھتے ہیں اور عجائبات میں سے یہ بھی ہے کہ خطیب بغدادی جو حافظ المشرق سے مشہور تھے اور علامہ ابن عبدالبر" جو حافظ المغرب کہلاتے تھے ان دونوں کا انتقال ایک ہی سال میں ہوا۔ آپ" کی ولادت ۳۹۲ھ میں ہوئی اور وفات ۴۶۳ھ میں ہوئی۔

(العبر ج۳ص ۲۵۳، شذرات ج۳ص ۳۱۲، الرسالة ص ۴۵، تذکرة الحفاظ ج۳ص ۱۱۳۵)

(۱۷۸) مستخرج ابی القاسم الاصفهانی رح

یہ مستخرج بھی مشہور حافظ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد بن اسحٰق بن محمد بن یحییٰ بن مندة العبدی الاصفهانی کی تصنیف ہے۔ آپ" نے بہت سے محدثین کرام" سے سماع اور روایت حدیث کی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے والد اور ابراهیم بن محمد الجلاب ابوجعفر بن المرزبان الابهری، ابوفراین الطبرانی، ابن خزفة الواسطی، ابوالحسن بن جهضم الصوفی، ابوسعید الصیرفی وغیرهم جیسے محدثین سے روایت کرتے ہیں اور آپ" سے بھی بہت سے مشائخ حدیث نے روایت کی ہے۔ آپ" نے بہت سے شہروں کے اسفار سماع، تخریج احادیث اور تصنیف وتالیف کے سلسلہ میں کیے ہیں، علامہ ابن السمعانی" فرماتے ہیں کان کبیر الشان جلیل القدر کثیر السماع واسع الروایة (آپ" ایک بڑے جلیل الشان عالم اور بہت سے مشائخ سے احادیث کی سماع وروایت کثرت سے کرنے والے تھے)

زکریا یحییٰ بن عبدالوهاب" فرماتے ہیں قرأت علیه قول شعبة! من کتبت عنه حدیثا فانا له عبد. فقال امن کتب عنی حدیثا فانا له عبد (میں نے آپ" (عبدالرحمٰن الاصفهانی) کے سامنے امام شعبہ" کا یہ قول کہ جس شخص سے میں کوئی حدیث روایت کرکے لکھوں تو میں اس کا غلام ہوں تو اس کے جواب میں آپ" نے فرمایا کہ میں تو اس شخص کا بھی غلام ہوں جو مجھ سے حدیث لکھ لے (یعنی اپنے تلمیذ کا بھی)

ابوعبداللہ الدقاق" اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں۔ اول شیخ سمعت منه عبدالرحمن فرزقنی الله ببرکه وحسن نیته فهم الحدیث، وکان جلعا فی اعین المخالفین ولایخاف فی الله لومة لائم (میرے پہلے استاد و شیخ جس سے میں نے سماع حدیث کی وہ عبدالرحمٰن (اصفهانی) ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ" کی برکت اور حسن نیت واخلاص کے سبب مجھے حدیث پاک کی سمجھ عطا فرمائی۔ اور آپ" دین کے مخالف لوگوں کی آنکھوں میں شہتیر کی مانند تھے آپ" دین پر عمل پیرا ہونے میں کسی ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ گھبراتے) اور چونکہ بعض حضرات آپ" کو غلط عقائد کے ساتھ منسوب کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اکثر آپ" مبتدعین اور منحرفین فی الصفات کی تردید کیا کرتے تو اس سلسلہ میں

علامہ ذھبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں علامہ سمعانی سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسین بن عبدالملک سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن (اصفہانی) سے سنا کہ آپ فرمایا کرتے کہ مجھے اپنے حال پر (اپنے رشتہ داروں اور اجنبی لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں) حیرانگی اور تعجب ہو رہا ہے۔

(اس اجمال کی تفصیل یوں ہے) کہ مختلف ممالک کے اسفار میں اکثر جن لوگوں سے (چاہے وہ میرے موافق تھے یا مخالف) میری ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے اپنے اپنے اقوال وافعال پر میری موافقت، تصدیق، شہادت، پسندیدگی حاصل اور قبول کرنے کے اظہار کا تقاضا کرتے رہے۔ تو اب اگر میں ان کی تمام امور میں تصدیق کر دیتا تو پھر وہ مجھے اپنا موافق اور ہمنوا ہونے سے یاد کرتے اور اگر میں ان کے اقوال وافعال میں کسی چیز کے تسلیم کرنے میں توقف کر لیتا تو وہ مجھے اپنا مخالف سمجھتے اور اگر میں یہ کہہ دیتا کہ آپ لوگوں کا یہ قول یا فعل کتاب وسنت کے مخالف ہے تو وہ مجھے خارجی کہہ دیتے اور اگر میں کوئی توحید باری کے بارے میں حدیث بیان کرتا تو وہ مجھے مشبہ کہتے اور اگر وہ حدیث رویت باری تعالیٰ کے متعلق ہوتی تو وہ مجھے سالمی کہتے (معاذ اللہ)

حالانکہ میں قرآن وسنت پر عامل ہوں اور ان کے ہر اس الزام سے جو میری طرف وہ منسوب کرتے ہیں (یعنی شبہ، مثل، ضد، ند، جسم، اعضاء، آلات وغیرہ) سے برأت کا اظہار کرتا ہوں اور اس سے بھی کہ میں نے اللہ تعالیٰ یا اس کی صفات کے بارے میں ان اشیاء میں سے کسی کا قول کیا ہو یا کرتا ہوں یا اس کے متعلق اپنے خیال وہم میں سوچ سکتا ہوں (انتہی)

صاحب شذرات وغیرہ آپ کے مستخرج کے متعلق لکھتے ہیں واما مستخرجه فجمعه من كتب الناس واستخرجه للتذكرة جمع فاوعىٰ... وكثيراً ما ينقل عن مستخرجه المذكور الحافظ ابن حجر فى كتبه فيقول ذكر ابن مندة فى مستخرجه (اور وہ جو آپؒ کا مستخرج ہے تو اس کو آپؒ نے دوسرے ائمہ کرام کی کتب سے تذکرہ کے لئے نقل کر کے بہترین انداز میں جمع کیا ہے ---- اور بہت سے مواضع میں علامہ ابن حجرؒ اپنی کتابوں میں اس مستخرج مذکور سے نقل کیا کرتے ہیں اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ شیخ ابن مندہؒ نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔ آپؒ کی تصانیف میں مستخرج مذکور کے علاوہ "المسند" كتاب الوفيات، جزء فى اكل الطين وغيره مشہور ہیں۔ آپؒ کی ولادت ۳۸۳ھ اور

وفات ۴۷۰ھ میں ہوئی

(تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۱۱۶۵، العبر ج۳ ص ۲۷۴، شذرات ج۳ ص ۳۳۷، الرسالۃ ص ۲۸)

(۱۷۹) كتاب الجمع بين الصحيحين للحميدى

یہ کتاب حافظ ابوعبداللہ محمد بن ابی نصر فتوح ابن عبداللہ بن فتوح بن حمید بن یصل الازدی الحمیدی الاندلسی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے ابن حزمؒ، ابوعبداللہ القضاعی، ابوعمر ابن عبدالبر، ابوالقاسم الحنائی، عبدالصمد بن المامون، ابوبکر الخطیب، ابوجعفر بن المسلمۃ وغیرھم مشائخ سے سماع حدیث کی ہے۔ اور آپؒ سے یوسف بن ایوب الھمدانی الزاہد، محمد بن طرخان، ابوعامر العبدری، محمد بن علی الجلابی، الحسین بن الحسن المقدسی، صدیق بن عثمان تبریزی، ابواسحٰق بن نبھان الغنوی وغیرھم جیسے ائمہ کرام روایت کرتے ہیں۔

علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں کہ آپؒ نے اندلس، مصر، شام، عراق، حرم شریف اور بغداد میں سکونت اختیار کر کے سماع اور روایت حدیث کی ہے اور آپ ابن حزمؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ محدث شہیر الامیر ابن ماکولاؒ کہتے ہیں لم ار مثل صديقنا الحميدى فى نزاهته وعفته وورعه وتشاغله بالعلم صنف تاريخ الاندلس اھ۔

(میں نے نزہت، عفت، پرہیزگاری، علم میں مشغولیت میں اپنے دوست حمیدی کے مانند کسی کو نہیں دیکھا اس نے تاریخ اندلس بھی تالیف فرمائی ہے۔ ابراہیم سلماسیؒ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے امام حمیدیؒ جیسا شخص فضیلت، شرافت، علم کی پختگی اور علم کی اشاعت میں حریص نہیں دیکھا آپؒ ثقہ، متورع، علم حدیث اور علل وروات حدیث کے امام تھے اور علم ادب اور عربیت میں ماہر تھے پھر اس کی تصنیفات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی کتاب الجمع بين الصحيحين، تاريخ اندلس، تاريخ الاسلام، كتاب الذهب المسبوک فى وعظ الملوک، كتاب الترسيل، كتاب مخاطبات الاصدقاء، كتاب حفظ الجار، كتاب النميمة وغيره مشہور ہیں آپؒ نے مواعظ وامثال میں عجیب اشعار بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک رباعی درج ذیل ہے۔

لقاء الناس ليس يفيد شيئا — سوى الهذيان من قيل وقال

فاقلل من لقاء الناس الاّ — لاخذ العلم او اصلاح حال

(عام لوگوں کی ملاقات اور ملنے جلنے میں کوئی فائدہ نہیں بغیر بیہودہ گفتگو اور قیل وقال کے اسلئے لوگوں سے میل جول کم رکھ مگر علم اور اصلاح احوال حاصل کرنے کے لئے۔

بہرحال "جمع بین الصحیحین" میں آپؒ نے بخاری ومسلم شریف کی احادیث کو مسانید صحابہؓ پر مرتب اور مدون کیا ہے۔ چنانچہ علامہ چلپیؒ "کشف الظنون ج ا ص ۵۹۹ میں لکھتے ہیں رتب الاحاديث على حسب فضل الصحابي الراوي فقدم احاديث ابي بكر وباقي الخلفاء الاربعة ثم تمام العشرة (آپؒ نے "جمع بین الصحیحین" میں احادیث کو صحابی راوی کے مرتبہ کے مطابق مرتب کیا ہے اسلئے خلیفہ اول ابوبکر صدیقؓ کے مرویات کو سب سے پہلے اور باقی خلفاءؓ کے احادیث مرویہ کو اس کے بعد علی حسب المراتب ذکر کیا اور ان کے بعد عشرہ مبشرہ کے احادیث ذکر کی ہیں)

ایک سوال

البتہ صاحب کشف الظنون نے شرح الفیہ للعراقیؒ سے یہ اعتراض نقل کردیا کہ علامہ عراقیؒ "شرح الفیہ میں فرماتے ہیں کہ امام حمیدیؒ نے "جمع بین الصحیحین" میں ایسے الفاظ اور تتمات کا اضافہ کیا ہے کہ وہ صحیحین (بخاری ومسلم) میں نہیں ہیں اور ان کے درمیان امتیاز اور فرق بھی نہیں کیا گیا۔ علامہ عراقیؒ نے اس زیادتی پر اعتراض فرماتے ہوئے فرمایا "وهذا مما انكر عليه لانه جمع بين كتابين فمن اين تأتي الزيادة واما عبدالحق فانه اتى بالفاظ الصحيح انتهى"

جواب

اس سلسلہ میں شرح الفیہ کے حاشیہ میں علامہ بقاعیؒ نے امام حمیدیؒ سے یہ وضاحت نقل کی ہے آپؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے مواضع میں بطور تتمہ کے کچھ زیادات اور بعض الفاظ حدیث کی تشریح کی ہے جو مجھے ان حضرات کی کتب سے معلوم ہوئے جنہوں نے صحاح کی تخریج وغیرہ کا پورا پورا اہتمام کیا ہے جیسے امام اسمٰعیلیؒ اور علامہ برقانیؒ وغیرہما۔

پھر زیادتی اور اصل کے درمیان امتیاز بھی کیا ہے مثلاً حدیث بیان کرنے کے بعد یہ فرمادیتے ہیں الى هنا انتهت رواية البخاري مثلا ومن هنا زاده البرقاني (اس جگہ تک تو مثلاً بخاری کی روایت کا انتہا ہے اور اس جگہ سے امام برقانیؒ نے یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں)

اور یہ مندرجہ بالا صورت تو بالکل واضح ہے کبھی تو اس سے زیادہ خفی بات کی وضاحت اور تمیز کردیتے ہیں مثلاً پوری حدیث (اصل اور زیادتی کے ساتھ) ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس میں فلاں فلاں الفاظ یا جملے فلاں شخص نے زیادہ کیے ہیں تو گویا اس سے اجمال اور تفصیل دونوں کی وضاحت ہوجاتی ہے انتھی۔

جمع بین الصحیحین کے متعلق علامہ ابن الاثیر کی رائے

علامہ ابن الاثیرؒ "جامع الاصول" میں فرماتے ہیں واعتمدت في النقل من الصحيحين على ما جمعه الحميدي في كتابه فانه احسن في ذكر طرقه واستقصى في ايراد رواياته واليه المنتهى في جمع هذين الكتابين انتهى (میں نے صحیحین کی روایات نقل کرنے میں ان روایات پر اعتماد کیا ہے جنہیں امام حمیدیؒ نے اپنی کتاب میں جمع فرمایا ہے اسلئے کہ یہ طرق احادیث میں احسن ہے اور اس کی روایات کے نقل کرنے میں پورا استقصاء کیا ہے اور ان دونوں کتابوں کے جمع کرنے میں منتہی اس کی طرف ہی ہے)

اس کے شروح

امام حمیدیؒ کی اس کتاب کے بہت سے شروح ہیں ان میں سے ایک شرح عون الدین ابوالمظفر یحیٰ بن محمد المعروف بابن هبیرة الوزیر الحنبلی المتوفی ۵۶۰ھ کی ہے اور ایک شرح ابوعلی الحسن بن الخطیر النعمانی الظهیر الفارسی المتوفی ۵۹۸ھ کی ہے جس کا نام الحجة ہے اور اس کی تلخیص حافظ شهاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ نے کی ہے۔

صاحب تذکرة الحفاظ نے آپ کی ولادت ۴۲۰ھ سے پہلے ہونے کا ذکر کیا ہے اور وفات ۱۷ صفر ۴۸۸ھ کو ہوئی اور آپ کی تدفین "مقبرہ باب ابرز" میں شیخ ابواسحٰق شیرازیؒ کی قبر کے قریب کردی گئی

لیکن دوسال کے بعدان کو ''مقبرہ باب حرب'' میں منتقل کر کے بشر حافیؒ کے قریب دفن کیا گیا۔ تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ آپؒ کی میت کو جب ۴۹۱ھ میں مقبرہ باب حرب کو منتقل کرنے کے لئے نکالا گیا تو وہ بالکل تروتازہ اور کفن جدید کے ساتھ ہی تھی اور اس سے بہترین خوشبو پھیل رہی تھی (واللہ اعلم)
(تذکرۃ الحفاظ جدید ج۴ ص ۱۲۱۸، کشف الظنون ج۱ ص ۵۹۹)

(۱۸۰) الاجزاء الثقفیات لقاسم بن الفضل

یہ کتاب ابوعبداللہ القاسم بن الفضل بن احمد الثقفی کی تصنیف ہے۔ آپؒ اپنے زمانہ میں اصبھان کے رئیس اور مسند کے القاب سے یاد کیے جاتے تھے۔ آپؒ نے بہت سے مشائخ حدیث سے روایت کی ہے جن میں محمد بن ابراھیم الجرجانی آپؒ کے مشہور ومعروف شیخ تھے۔ یہ کتاب دس اجزاء پر مشتمل تھی آپ کی وفات ۴۸۹ھ میں ہوئی ہے (العبر ج۳ ص ۳۲۵، شذرات ج۳ ص ۳۹۳، الرسالۃ ص ۷۷)

(۱۸۱) بحر الاسانید فی صحاح الاسانید

یہ حافظ ابومحمد الحسن بن احمد بن محمد قاسم بن جعفر الکومیثی کی تصنیف ہے آپؒ صاحب التصانیف تھے آپؒ نے جعفر بن محمد المستغفری، عبدالصمد العاصمی، حمزۃ بن محمد الجعفری، ابوحفص بن مسرور، ابوعثمان العابونی وغیرھم مشائخ سے روایت حدیث کی ہے اور آپؒ سے اسمعیل بن محمد التیمی، وجیہ الشامی، ھبۃ الرحمٰن ابن القشیری، محمد بن جامع خیاط الصوف وغیرھم ائمہ حدیث نے سماع حدیث کی ہے۔

عبدالغافر فارسیؒ آپؒ کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ حفظ احادیث میں بے نظیر ہیں اس نے نیساپور کو وطن بنایا اور امام مستغفری (جعفر بن محمد) سے کثرت سے روایات حدیث کی ہیں۔ ابوسعد السمعانیؒ فرماتے ہیں۔

لم یکن فی زمانه فی فنه مثله فی الشرق والغرب له کتاب بحر الاسانید جمع فیه مائة الف حدیث لورتب وهذب لم یقع فی الاسلام مثله وهو ثمان مائة جزء (آپؒ کے زمانہ میں آپ جیسا اس فن حدیث میں نہ کوئی مشرق اور نہ مغرب میں تھا آپؒ کی ایک کتاب بحر الاسانید بھی ہے اس میں آپؒ نے ایک لاکھ احادیث جمع کردی ہیں اور وہ آٹھ سو اجزاء میں ہے اگر اس کو مرتب اور مہذب کیا جاتا تو

اس جیسی کتاب اسلامی دور میں کوئی دوسری نہ ہوتی) عمر بن محمد النسفی نے ''کتاب القند میں آپ کے متعلق فرمایا کہ ابومحمد سمرقندی نزیل نیساپور ایک عظیم الشان امام، حافظ اور سنت کے قائم کرنے والے تھے۔ آپؒ کی پیدائش ۴۰۹ھ میں اور وفات ذی قعدہ ۴۹۱ھ میں ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۴ ص ۱۲۳۰، مفتاح السنۃ ص ۱۱۲، کشف الظنون قدیم ج۱ ص ۱۸۵)

(۱۸۲) الاجزاء الخلعیات للقاضی ابی الحسن

یہ امام قاضی ابوالحسن علی بن الحسن بن الحسین بن محمد الشافعی المعروف بالخلعی کی تصنیف ہے۔ آپؒ کی پیدائش موصل میں ہوئی تھی اور پھر مصر میں سکونت اختیار کی تا آنکہ وفات بھی یہاں ہوئی۔ آپؒ خلعی سے اسلئے مشہور ہوئے۔ کہ آپؒ مصر میں شاہزادوں پر قیمتی جوڑے اور پوشاک بیچا کرتے تھے آپؒ بڑے صالح، فقیہ، صاحب کرامات وتصانیف تھے اور مصر میں اعلیٰ اسناد والے محدث تھے آپؒ کی یہ کتاب بیس اجزاء پر مشتمل تھی جسے آپؒ کے لئے ابونصر احمد بن الحسین شیرازی نے جمع کر کے آپؒ سے تخریج کی ہے اور اس کا نام ''الخلعیات'' رکھا آپؒ کی قبر شہر قرافہ میں ''قبر قاضی الجن والانس'' سے مشہور ہے اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی قبولیت بھی معروف ہے۔
(الرسالۃ المستطرفۃ ص ۷۷)

(۱۸۳) الاجزاء الطیوریات لابن الطیوری

یہ ابوالحسین المبارک بن عبدالجبار بن احمد بن القاسم الازدی الصیرفی کی تصنیف ہے آپؒ ابن الطیوری سے معروف تھے۔ آپؒ ثقہ تھے اور بہت سے ائمہ کرام سے بھی کثیر الروایت تھے آپؒ کی یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپؒ کی وفات ۵۰۰ھ میں ہوئی۔ (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۷۸)

القرن السادس

اس صدی میں بھی محدثین عظامؒ نے بہت سی تصنیفات کی ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔

(۱۸۴) کتاب الفردوس لابی الشجاع

یہ کتاب حافظ ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی الھمدانی کی تصنیف ہے آپؒ نے یوسف بن محمد بن یوسف المستملی، سفیان بن الحسین بن فنجویہ، عبدالحمید بن الحسن الفقاعی، احمد بن عیسیٰ الدینوری، عبدالوہاب بن مندة، ابوالقاسم بن السری وغیرھم ائمہ حدیث سے روایت کی ہے اور آپؒ سے اس کے بیٹے شہردار، محمد بن الفضل الاسفرائینی، حافظ ابوالعلاء احمد بن محمد بن الفضل، حافظ ابوموسیٰ المدنی وغیرھم ائمہ کرام سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

مشہور امام یحییٰ بن مندہ آپؒ کے متعلق کہتے ہیں ھو شاب کیس حسن الخلق والخلق ذکی القلب صلب فی السنة قلیل الکلام (وہ ایک ذہین، خوبصورت وسیرت روشن دل سنت پر کاربند اور خاموش طبع نوجوان تھے) علامہ ابن صلاحؒ نے تقریباً انہی الفاظ سے آپؒ کا تذکرہ کیا ہے اور ان جملوں کا اضافہ بھی کیا کہ کان محدثا واسع الرحلة صنف التصانیف اشتہرت منها کتاب الفردوس و کتاب فی حکایات المنامات (کہ آپؒ محدث، وسیع علمی اسفار والے اور کئی کتب کے مصنف تھے جن میں سے کتاب الفردوس اور حکایات المنامات زیادہ مشہور ہوئی ہیں) اس طرح آپ کی تصنیفات میں سے تاریخ ھمدان بھی ایک مشہور کتاب ہے۔

اسی طرح کتاب الفردوس کے متعلق علامہ ابوجعفر الکتانی المتوفی ۱۳۴۵ھ اپنے رسالۃ المستطرفۃ ص ۶۴ میں لکھتے ہیں کہ مصنفؒ نے اس میں دس ہزار (۱۰۰۰۰) مختصر احادیث کو بغیر اسناد کے تقریباً بیس حروف پر ایک یا دو جلدوں میں مرتب کیا ہے اور اس کا نام " فردوس الاخبار بما ثور الخطاب المخرج علی کتاب الشہاب " یعنی علامہ قضاعیؒ کی شہاب الاخبار پر ایک قسم کی تخریج تھی پھر مصنفؒ کے فرزند نے اس کے احادیث کو مسند طریقہ پر چار جلدوں میں مرتب کر دیا اور ہر حدیث کی سند کو اس کے تحت درج کیا اور اس کا نام ابانة الشبه فی معرفة کیفیة الوقوف علی مافی کتاب الفردوس من علامة الحروف" رکھا اور پھر اس کا اختصار علامہ ابن حجرؒ نے کیا اور اس کا نام "تسدیس القوس فی مختصر مسند الفردوس " رکھا۔ آپؒ کی وفات ۱۹ رجب ۵۰۹ھ کو ہوئی۔

(تذکرة الحفاظ ج۴ ص ۱۲۵۹، العبر ج۴ ص ۱۸، شذرات ج۴ ص ۲۳، الرسالة ص ۶۴)

(۱۸۵) کتاب المصابیح للبغویؒ

یہ کتاب مفسر ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی کی تصنیف ہے آپؒ نے قاضی الحسین، عبدالواحد بن احمد الملیحی، عبدالرحمٰن بن محمد الداودی، یعقوب بن احمد الصیرفی، علی بن یوسف الجوینی وغیرھم جیسے مشائخ سے روایت حدیث کی ہے اور آپؒ سے ابومنصور محمد بن اسعد العطاری المعروف بحفدة، ابوالفتوح محمد بن محمد الطائی وغیرھم ائمہ کرام نے سماع حدیث فرمائی۔ آپؒ کثیر التصانیف تھے جن میں سے معالم التنزیل، شرح السنة، التہذیب، اور المصابیح زیادہ مشہور ہیں۔ علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں وبورک له فی تصانیفه لقصده الصالح فانه کان من العلماء الربانیین کان ذا تعبد ونسک وقناعة بالیسیر (آپؒ کے حسن نیت اور اخلاص کے سبب اس کی تصنیفات باعث خیر و برکت ہیں کیونکہ آپؒ درویش، عبادت گزار، اور قلیل پر قناعت کرنیوالے علماء ربانیین میں سے تھے)

آپؒ کو لوگ رکن الدین کے لقب سے یاد فرماتے تھے۔ آپ اپنے زمانہ کے متبحر عالم حدیث و آثار تھے ہمیشہ درس حدیث کے وقت باوضو رہتے تھے۔ چونکہ آپؒ بغشور (جو کہ ہرات اور مرو کے درمیان واقع ہے) میں پیدا ہوئے تھے اس لئے اس کی طرف منسوب ہو کر آپؒ بغوی کہلاتے ہیں۔

کتاب المصابیح کا رتبہ

علامہ بغویؒ نے اپنی کتاب المصابیح میں صرف دو قسم کی احادیث (صحاح، حسان) کا ذکر کیا ہے اور احادیث حسان کے متعلق بھی اس نے اپنی رائے پر عمل کیا ہے، چنانچہ علامہ ابن صلاح اپنے مقدمہ میں الخامس کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں الخامس ماصار الیه صاحب المصابیح من تقسیم احادیثه الی نوعین الصحاح والحسان مرید ابا لصحاح ماورد فی احد الصحیحین اوفیهما وبالحسان ما اورده ابوداؤد والترمذی واشباههما فی تصانیفهم (پانچواں مبحث جس کی طرف صاحب مصابیح (امام بغویؒ) گئے ہیں کہ اس نے اس کے احادیث کو دو قسم پر تقسیم کیا ہے (۱) صحاح (۲) حسان۔ اور آپؒ کی صحاح سے مراد وہ احادیث جو یا تو صحیحین (بخاری و مسلم) میں ذکر ہوں یا ان میں سے ایک میں اس کا

ذکر ہو اور حسان سے مراد وہ احادیث ہیں جن کو ابوداؤد و ترمذی وغیرہما نے اپنی تصنیفات میں ذکر کیا ہو)

علامہ ابن صلاحؒ کی رائے

علامہ ابن صلاحؒ نے امام بغویؒ کے اس قول کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا فھذا اصطلاح لا یعرف ولیس الحسن عند اھل الحدیث عبارۃ عن ذلک وھذہ الکتب تشتمل علی حسن وغیر حسن کما سبق بیانہ (امام بغویؒ کی یہ اصطلاح غیر معروف ہے اور محدثینؒ کے نزدیک حدیث حسن اس سے تعبیر نہیں ہے اور یہ کتابیں (ابوداؤد، ترمذی وغیرہ) تو حسن اور غیر حسن سب پر مشتمل ہیں جیسے اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے)

امام نوویؒ کا خیال

علامہ نوویؒ اپنی کتاب التقریب ص ۹۴ میں اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام بغویؒ کی مصابیح کی احادیث کو حسان اور صحاح کی طرف تقسیم کرنا اور یہ کہ صحاح سے مراد وہ احادیث جن کا ذکر صحیحین میں ہو اور حسان سے مراد وہ احادیث جن کا ذکر سنن (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ) میں ہو تو ان کی یہ تقسیم درست نہیں ہے اسلئے کہ سنن میں تو صحیح، حسن، ضعیف اور منکر سب قسم کی احادیث کا ذکر ہوتا ہے۔

التاج التبریزی کا قول

البتہ علامہ سیوطیؒ نے تدریب الراوی میں یہ نقل کیا ہے کہ قال التاج التبریزی ولا ازال اتعجب من الشیخین یعنی ابن صلاح والنووی فی اعتراضھما علی البغوی مع ان المقرر انہ لا مشاحۃ فی الاصطلاح وکذا مشی علیہ علماء العجم آخرھم شیخنا العلامۃ الکافیجی فی مختصرہ (انتھی) (تاج تبریزیؒ نے فرمایا کہ مجھے امام بغوی پر شیخین (ابن صلاح، نووی) کے سابقہ اعتراض پر ہمیشہ تعجب ہوتا رہا کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ اصطلاح میں کوئی مناقشہ نہیں ہوا کرتا اور اس پر علماء عجم کا عمل بھی ہے ان کا آخری ہمارے شیخ علامہ کافیجیؒ کا قول اپنے مختصر میں ہے)

علامہ سیوطیؒ کی توجیہ

علامہ سیوطیؒ اس سلسلہ میں شیخ الاسلامؒ کا قول نقل کر کے لکھتے ہیں۔ اراد ابن الصلاح ان یعرف ان البغوی اصطلح لنفسہ ان یسمی السنن الاربعۃ الحسان لیغنی بذلک عن ان یقول عقب کل حدیث اخرجہ اصحاب السنن فان ھذا اصطلاح حادث لیس جاریا علی مصطلح العراقی اھ (ابن صلاحؒ کی غرض اس سے یہ بتلانا ہے کہ امام بغویؒ نے اپنے لئے ایک اصطلاح اور قانون بنا رکھا کہ سنن اربعہ کو وہ حسان سے اسلئے تعبیر کرتے ہیں تا کہ اس کی وجہ سے ہر وہ حدیث جس کی اصحاب السنن نے تخریج کی ہو اس میں اس کہنے سے کہ اخرجہ اصحاب السنن سے مستغنی ہو جاویں تو یہ ایک اصطلاح جدید ہے نہ کہ امام عراقیؒ کے مصطلحات کے مطابق ہے)

مصابیح کے احادیث کی تعداد

صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ بعض حضرات کے نزدیک اس کے احادیث کی تعداد چار ہزار سات سو انیس (۴۷۱۹) ہے جس میں جو بخاری شریف کے ساتھ مختص ہیں تین سو پچیس (۳۲۵) اور جو صرف مسلم شریف میں ہیں وہ آٹھ سو پچھتر (۸۷۵) ہیں اور جو متفق علیہ (یعنی بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں) وہ ایک ہزار اکیاون (۱۰۵۱) احادیث ہیں اور باقی دوسری کتب احادیث سے تخریج کی گئی ہیں اور اس کے شروع میں الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ الخ کا ذکر ہے۔

البتہ ابن الملکؒ اور دوسرے حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ مصابیح میں احادیث مذکورہ کی تعداد چار ہزار چار سو چوراسی (۴۴۸۴) ہے جس میں دو ہزار چار سو چونتیس (۲۴۳۴) احادیث صحاح اور دو ہزار پچاس (۲۰۵۰) حدیثیں حسان ہیں (واللہ اعلم)

مصابیح کا طریق ترتیب

مصنفؒ نے احادیث کی اسانید کو سابقہ ائمہ کرام (بخاری و مسلم ترمذی وغیرھم) کے نقل اسانید پر اعتماد کرتے ہوئے ترک کر دیا البتہ ہر باب کی احادیث کو صحاح اور حسان کی طرف تقسیم کر دیا اور جو ان

میں سے ضعیف یا غریب قسم کی احادیث تھیں تو ان کے ضعف اور غرابت کی طرف اشارہ کر دیا اور جو احادیث از قبیل منکر یا موضوع کے تھیں ان کے تذکرہ سے بالکلیہ اعراض کیا۔ یہی مذکورہ شرائط کا ذکر تو خطبہ میں ہے۔ لیکن اس کے باوجود ''باب مناقب قریش'' کے آخر میں ایک حدیث کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ھذا منکر (واللہ اعلم)

مصابیح کے شروح ومختصرات

علامہ چلپیؒ نے کشف الظنون میں اس کے شروح اور مختصرات کا تذکرہ تفصیل سے کثیر تعداد میں کیا ہے ان میں سے بعض کا تذکرہ کر دینا کافی ہے۔ چنانچہ اس کی شرح شیخ امام قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ نے تحفۃ الابرار کے نام سے کی ہے اور قاسم بن قطلو بغا الحنفی المتوفی ۸۷۵ھ نے بھی اس کی شرح کی ہے ایک شرح شہاب الدین فضل اللہ بن الحسین التوربشتی الحنفی المتوفی ۶۰۰ھ نے ''المیسر'' کے نام سے کی ہے۔ جس کے شروع میں الحمد للہ الذی شرع لنا الحق واوضح دلیلہ الخ ہے۔

نیز شمس الدین محمد بن مظفر الخلخالی ۷۴۵ھ نے بنام التوریر ایک شرح کی ہے اسی طرح شمس الدین محمد بن محمد الجزری المتوفی ۸۳۳ھ نے ''تصحیح المصابیح'' کے نام سے تین جلدوں میں اس کی شرح کی ہے۔ اور اس کا اختصار شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر بن عبداللہ السہر وردی المتوفی ۵۶۳ھ نے کیا ہے اور ایک مختصر علامہ تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی المتوفی ۷۵۶ھ نے بنام ضیاء المصابیح مرتب کیا ہے۔

(العبر ج۴ ص ۲۷، شذرات ج۳ ص ۴۹، مقدمہ ابن صلاح ص ۱۵، تدریب الراوی ص ۹۴، کشف الظنون قدیم ج۲ ص ۴۴۲)

(۱۸۷) الجمع بین اصول الستة لرزین الاندلسی

یہ کتاب امام ابوالحسن رزین بن معاویہ العبدری السرقسطی الاندلسی کی تصنیف ہے۔ آپؒ تجرید الصحاح کے مصنف بھی ہیں اور آپؒ نے کتاب البخاری کو ابومکتوم بن ابی ذرؒ اور کتاب مسلم کو الحسین الطبریؒ

سے روایت کیا ہے آپؒ ایک طویل عرصہ تک مکہ شریف میں رہے۔ آپؒ نے صحاح ثلاثہ (بخاری مسلم، مؤطا) اور سنن ثلاثہ (سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی) کے درمیان جمع کر دینے کی ایک اہم خدمت سرانجام دی ہے جس کا نام ''التجرید للصحاح والسنن'' ہے۔ آپؒ کی وفات ۵۳۵ھ میں ہوئی۔ (العبر ج۴ ص ۹۵، شذرات الذھب ج۴ ص ۱۰۶، الرسالة المستطرفة ص ۱۴۲)

(۱۸۸) کتاب الفائق للزمخشری

یہ مشہور مفسر ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر بن محمد بن عمر زمخشری خوارزمی معتزلی کی تصنیف ہے۔ زمخشر صوبہ خوارزم میں ایک گاؤں کا نام ہے جو علامہ موصوف کی جائے ولادت (مولد) ہے۔ چونکہ اس نے اپنا وطن چھوڑ کر مکہ معظمہ میں مستقل طور پر سکونت اختیار کر لی تھی اسلئے جاراللہ (اللہ کے پڑوسی) یعنی بیت اللہ کے پڑوسی سے مشہور ہوئے۔

آپؒ نے تحصیل علوم کے لئے بہت سے ممالک کے اسفار کیے اور وہ اپنے زمانہ میں علم تفسیر، حدیث، نحو، لغت، اور علم معانی وبیان کے امام شمار ہوتے تھے۔ البتہ وہ معتزلی مذہب علماء میں سے تھے اور فروع میں حنفی تھے۔ آپؒ نے تمام علوم متداولہ میں کوئی نہ کوئی تصنیف یادگار چھوڑی ہے۔ جس کی فہرست طویل ہے بعض مشہور تصنیفات میں تفسیر کشاف، الفائق فی غریب الحدیث، اساس البلاغة، لغت میں نکت الاعراب، اعراب غریب میں الکلم النوابغ فی المواعظ، نزاھة المستأنس، المفصل، شرح مفصل، کتاب الاسماء فی اللغة، القسطاس فی العروض، روح المسائل، ربیع الابرار، اطواق الذھب وغیرھا ہیں۔ علامہ ابن خلکانؒ نے اپنی تاریخ میں ان کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

ھو الامام الکبیر فی التفسیر والحدیث والنحو واللغة وعلم البیان ... صنف التصانیف البدیعة منها الکشاف فی تفسیر القرآن لم یصنف قبله مثله والفائق فی الحدیث واساس البلاغة فی اللغة وکتابه الفائق فی غریب الحدیث فی مجلد ضخم اومجلدین متوسطین اھ۔ (وہ تفسیر وحدیث، نحو، لغت، اور علم بیان کے بڑے امام تھے اور عجیب غریب تصنیفات کی ہیں جن میں تفسیر قرآن میں کشاف ہے اس جیسی تفسیر اس سے پہلے تصنیف نہیں ہوئی اور حدیث میں ''الفائق اور لغت میں اساس

البلاغۃ کتابیں ہیں۔اور آپ کی کتاب ''الفائق'' جو کہ غریب الحدیث کے متعلق ہے ایک بڑی جلد یا دو متوسط جلدوں میں ہے) الاثمار التکمیل میں تفسیر کشاف کے متعلق ہے کہ یہ بے نظیر تفسیر ہے کہتے ہیں کہ اپنے موضوع میں نہ اس سے پہلے کسی نے ایسی تفسیر لکھی ہے اور نہ ان کے بعد اور شاید قیامت تک کوئی ایسی تفسیر نہ لکھ سکے گا۔

زمخشری خود اپنی تفسیر کشاف کی مدح میں لکھتے ہیں۔

ان التفاسیر فی الدنیا بلاعدد   ولیس فیها لعمری مثل کشافی

(دنیا میں بے شمار تفسیریں موجود ہیں لیکن میری کشاف جیسے کوئی تفسیر نہیں ہے)

ان کنت تبغی الهدیٰ فالزم قراته   فالجهل کالداء والکشاف کالشافی

(اگر تو ہدایت تلاش کرتا ہے تو اس کے پڑھنے کو لازم کر لے اسلئے کہ جہالت بیماری کے مانند اور تفسیر کشاف اس کی دواء شافی ہے)

علامہ محمد یوسف بنوریؒ سے درس بخاری کے وقت سنا تھا آپؒ نے فرمایا کہ حضرت شیخ محمد انور شاہ کشمیریؒ تفسیر کشاف کے بارے میں فرمایا کرتے کہ

ما اعرف القرآن الا الاعرجان

احدهما من زمخشر والآخر من جرجان

(کہ قرآن مجید (کی تفسیر) کو نہیں پہچانا مگر دو لنگڑوں نے ایک زمخشر سے تھے (علامہ زمخشری) اور دوسرے جرجان سے (علامہ جرجانی) تھے)

ہاں اس کے لنگڑے ہو جانے کی بھی مختلف روایات ہیں۔بعض حضرات کہتے ہیں کہ کوئی زہریلا پھوڑا آپؒ کی ٹانگ پر نکل آیا تھا جس کی وجہ سے ٹانگ کاٹنی پڑی اور لکڑی کی ٹانگ بنوادی اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ بعض سفروں میں سخت سردی اور برف باری کی وجہ سے آپؒ کی ٹانگ ساقط ہو گئی تھی۔
صاحب اثمار التکمیل نے ان دو وجوہ کے نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ فقیہ دامغانیؒ نے آپؒ سے قطع رجل (پاؤں کے کٹ جانے) کا سبب پوچھا فقال الزمخشری دعاء الوالدة وذلک انی امسکت عصفوراً وانا صبی صغیر وربطت برجله خیطا فافلت من یدی ودخل خرقا فجذبته فانقطعت رجله

فالمت له والدتی وقالت قطع الله رجلک کما قطعت فلما رحلت الی بخاریٰ فی طلب العلم سقطت عن الدابة فی اثناء الطریق فانکسرت رجلی واصابنی من الالم ما اوجب قطعها، وکان اذا مشیٰ القی علی رجله من الخشب ثیابه الطوال فیظن من یراه انه اعرج اھ (تو زمخشریؒ نے فرمایا کہ والدہ کی بددعا اور یہ اس طرح کہ میں نے ایک چڑیا لڑکپن میں پکڑی اور دھاگے کے ساتھ اس کا پاؤں باندھ لیا اتفاقاً وہ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر سوراخ میں گھس گئی میں نے اس کو کھینچا تو اس کا پاؤں کٹ گیا اس سے میری والدہ پریشان ہوئی اور کہا کہ اللہ تیرا پاؤں بھی ایسا کاٹ دے جیسے آپ نے اس کا پاؤں کاٹا۔تو جب میں نے علم کی تلاش کے لئے بخاریٰ کا سفر کیا تو دورانِ سفر سواری سے گرا اور میرا پاؤں ٹوٹ گیا اور اس کے درد و تکلیف کے وجہ سے وہ پاؤں کاٹنا پڑا
اس کے بعد جب کبھی آپ کو کہیں جانا ہوتا تو لکڑی کے پاؤں پر لمبا کپڑا ڈال دیتے تھے تو دیکھنے والوں کا خیال ہوتا کہ آپ (قدرتی) لنگڑے ہیں)

آپؒ نے نصیحت وموعظت کے لئے بہت سے اشعار بھی کہے ہیں صرف ایک رباعی تمثیلاً ذکر ہے۔ فرماتے ہیں۔

العلم للرحمن جل جلاله   وسواه فی جهلاته یتغمم

ماللتراب وللعلوم وانما   یسعی لیعلم انه لا یعلم

(حقیقی علم تو صرف اللہ جل جلالہ ہی کے لئے ہے اور اس کے علاوہ تو سب اپنی جہالتوں میں ڈوبے ہوئے گڑگڑاتے ہیں۔علوم اور مٹی (نوع انسان) کی کیا مناسبت البتہ وہ یہ سعی (علم کی) اسلئے کرتا ہے تاکہ اس کو یہ یقین ہو جائے کہ وہ کچھ بھی نہیں جانتا)

معجم الادباء میں ہے کہ آپؒ کی پیدائش ۲۷ رجب ۴۶۷ھ بروز بدھ زمخشر میں ہوئی اور آپؒ کی وفات بشب عرفہ ۵۳۸ھ خوارزم میں ہوئی۔

(اثمار التکمیل ج ۱ ص ۱۷۴، العبر ج ۴ ص ۱۰۶، شذرات ج ۴ ص ۱۱۹، الرسالة ص ۱۲۸، لباب المعارف ج ۱ ص ۱۶)

(۱۸۹) السداسیات والخماسیات

یہ کتاب محدث امام ابوالقاسم زاہر بن طاہر الشحامی النیساپوری کی تصنیف ہے آپ مسند اور محدث خراسان سے منسوب تھے آپ نے تحصیل علوم وحدیث کے لئے ابتداء اور آخری عمر میں بھی اسفار کیے اور تقریباً ہزار علمی مجالس میں املاء بھی کرتے رہے۔ لیکن نمازوں میں کچھ خلل اور سستی کیا کرتے اسلئے جماعتی احباب نے اس کو چھوڑ دیا۔ آپ کی وفات ۵۳۳ھ میں ہوئی۔ (العبر ج ۴ ص ۹۱، شذرات ج ۴ ص ۱۰۲، الرسالة ص ۸۴)

(۱۹۰) کتاب الترغیب والترہیب

یہ حافظ کبیر ابوالقاسم اسمٰعیل بن محمد بن الفضل بن علی القرشی التیمی الطلحی الاصفہانی کی تصنیف ہے۔ آپ قوام السنة کے لقب سے مشہور تھے اور اس کتاب ترغیب وترہیب کے علاوہ بھی کئی تصانیف کی ہیں آپ نے ابن مندہ، عائشہ بنت الحسن، ابراہیم بن محمد الطیار، ابومنصور بن شکرویہ وغیرہم مشائخ حدیث سے روایت کی اور آپ سے ابوسعد السمعانی، ابوالقاسم بن عساکر، ابوموسیٰ المدینی، ابوالمجد زاہر الثقفی وغیرہم ائمہ کرام نے روایت حدیث کی ہے۔

ابوموسیٰ المدینی فرماتے ہیں ابو القاسم امام ائمة وقته واستاذ علماء عصره وقدوة اهل السنة فی زمانه (کہ شیخ ابوالقاسم اسمٰعیل اپنے زمانہ میں استاذ العلماء ائمہ کرام کے امام اور اہل سنت والجماعت کے مقتدیٰ تھے)

ابن سمعانی فرماتے ہیں کہ آپ میرے استاذ حدیث ہیں اور میں نے اتنی علوم کی بڑی مقدار بھی آپ ہی سے حاصل کی ہے۔ آپ تفسیر، حدیث، لغت، ادب کے امام اور متون واسانید احادیث کے ماہر ترین شیخ تھے۔ آپ نے جامع اصبہان میں تقریباً تین ہزار املاءِ حدیث کے مجالس قائم کی تھیں۔

اسی طرح امام ابوموسیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے شیخ ابوالقاسم اسمٰعیل نے تیس بڑی جلدوں میں تفسیر تصنیف کی ہے اور کتاب الایضاح چار جلدوں اور "الموضح" تین جلدوں میں تالیف کی ہے۔ نیز ابوموسیٰ فرماتے ہیں سمعت بعض اصحابه انه کان یملی شرح صحیح مسلم عند قبر ولده ابی

عبدالله ویوم تمامه عمل مائدة وحلاوة کثیرة اهـ

(میں نے آپ کے بعض اصحاب سے یہ سنا ہے کہ آپ اپنے بیٹے (جو کہ بڑے فصیح وبلیغ مصنف اور جمیع علوم خصوصاً لغت کے امام تھے) ابوعبداللہ کی قبر کے پاس شرح صحیح مسلم کی املاء کیا کرتے اور اس کی تکمیل اور اختتام کے وقت بڑی دعوت اور میٹھے کا اہتمام بھی فرمایا تھا)

آپ بڑے زاہد، عابد، تہجد گزار تھے۔ آخر میں آپ پر فالج کا حملہ ہوگیا تھا۔ آپ کے بھتیجے محمد بن الحسن، احمد الاسواری (جو کہ ثقہ معتمد اور آپ کے غاسل تھے) سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں نے جب امام ابوالقاسم کو غسل دیتے وقت اس کے فرج سے کپڑا دور کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اسے کھینچ کر اپنے فرج کو ڈھانپ لیا تو اس غاسل نے (تعجباً) کہا "احیاة بعد موت" (کہ کیا موت کے بعد یہ زندگی) والله اعلم

البتہ رسالہ مستطرفہ میں ہے وفی الترغیب والترهیب احادیث موضوعة (کہ اس کتاب میں احادیث موضوعہ بھی ہیں) آپ کی ولادت ۴۵۷ھ میں ہوئی اور وفات عید الاضحیٰ کے دن ۵۳۵ھ میں ہوئی۔ آپ کے نماز جنازہ میں بہت کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔

(تذکرة الحفاظ جدید ج ۴ ص ۱۲۷۷، العبر ج ۴ ص ۹۴، شذرات ج ۴ ص ۱۰۵، الرسالة المستطرفة ص ۴۹)

(۱۹۱) کتاب الشفاء للقاضی عیاض

یہ علامہ ابوالفضل قاضی عیاض بن موسی بن عیاض الیحصبی السبتی المالکی کی تصنیف ہے الیحصبی کی نسبت بوجہ قبیلہ حمیر کے ایک شخص یحصب بن مالک کے ہے اور السبتی کی نسبت بوجہ شہر سبت کے ہے جو اندلس میں ایک مشہور شہر ہے۔

آپ نے اپنے زمانہ کے مشہور مشائخ ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ التمیمی، قاضی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المسیلی، ابوعلی بن سکرة، ہشام بن احمد وغیرہم سے روایت حدیث کی اور بقول حافظ ذہبی کہ آپ سے بہت سے ائمہ کرام نے روایت حدیث کی ہے جن میں عبداللہ بن محمد الاشیری، ابوجعفر ابن القصیر الغرناطی،

ابوالقاسم بن بشکوال وغیرہم ائمہ حدیث نے کی ہے۔ قاضی شمس الدین ابن خلکانؒ فرماتے ہیں۔ ھو امام الحدیث فی وقته واعرف الناس بعلومه وبالنحو واللغة والکلام وایامهم وانسابهم (کہ آپؒ اپنے زمانہ میں علم حدیث کے امام اور اس کے فنون، نحو، لغت، اشعار عرب، انساب عرب، اور وقائع عرب ودیگر علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے)

ابن بشکوالؒ کہتے ہیں کہ آپؒ ذہین، تجربہ کار اہل علم میں سے تھے آپؒ ایک دراز مدت تک اندلس کے شہر سبتہ میں قضاء کے جلیل القدر عہدے پر ممتاز رہے پھر اس کے بعد کچھ وقت کے لئے غرناطہ میں بھی قاضی رہے۔ فقیہ محمد بن حمادہ سبتی کہتے ہیں کہ قاضی عیاض اٹھائیس سال کی عمر میں مناظر تھے اور پینتیس سال کی عمر میں عہدہ قضاء پر مقرر ہوئے۔ آپؒ مذہب مالکی کے جلیل القدر فقیہ تھے۔ آپؒ کثیر التصانیف تھے جن میں مشہور تصنیفات یہ ہیں۔

الشفاء فی شرف المصطفیٰ "ترتیب المدارک وتقریب المسالک فی ذکر فقهاء مذهب مالک "کتاب العقیدة" کتاب شرح حدیث ام زرع، جامع التاریخ، مشارق الانوار فی اقتضاء صحیح الآثار من المؤطا والصحیحین، التنبیهات، الاکمال فی شرح مسلم، الالماع وغیرها

آپؒ کی پیدائش ۴۷۶ھ اور آپؒ کی وفات ۵۴۴ھ میں ہوئی اور مراکش میں تدفین ہوئی

کتاب الشفاء کا مرتبہ

صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں وھو کتاب عظیم النفع کثیر الفائدة لم یؤلف مثله فی الاسلام (یہ کتاب بڑی نافع اور فوائد کثیرہ کی حامل ہے تمام دنیائے اسلام میں کوئی کتاب اس کے برابر تصنیف نہیں کی گئی) نیز بعض ادیب حضرات نے اسکی مدح بیان کرتے ہوئے کہا

عوضت جنات عدن یا عیاض — عن الشفاء الذی الفته عوض
جمعت فیه احادیثا مصححة — فهو الشفاء لمن فی قلبه مرض

(اے قاضی عیاض! کتاب الشفاء کی تالیف کے بدلے آپ کو جنات عدن کی خوشیاں نصیب ہوں کیونکہ آپؒ نے اسمیں احادیث صحیحہ جمع کی ہیں اور یہی شفاء ہے ان لوگوں کی جن کے دل امراض

باطنیہ (بداعتقادی وغیرہ) میں مبتلا ہیں) اسی طرح بستان المحدثین ص ۲۲۰ میں اس کی مدح میں مختلف حضرات سے طویل قصیدے ذکر ہیں۔ طوالت کے سبب ان کا تذکرہ یہاں نہیں کیا جاتا۔

امام طاش کبریٰؒ اپنی کتاب مفتاح السعادة میں لکھتے ہیں کہ یہ اپنے موضوع میں نہایت نفیس کتاب ہے اس باب میں اس جیسی کتاب تالیف نہیں ہوئی اور میں نے اپنے مشائخؒ سے سنا کہ وبائی امراض کے زمانہ میں اس کی تلاوت میں اشتغال انتہائی نافع اور مفید ہے اھ۔

علامہ احمد شہاب الدین الخفاجیؒ نے نسیم الریاض شرح شفاء میں اعلیٰ ادیبانہ الفاظ میں اس کی توصیف کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ "ان کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ کتاب قدره جلیل وھو علی جلالة مصنفه ادل دلیل الخ (کتاب شفاء ایک بڑی عظیم الشان قدر ومنزلت والی کتاب ہے اور وہ اپنے مصنف کی عظمتِ شان کی سب سے بڑی دلیل ہے)

ہاں علامہ کتانیؒ نے اپنے رسالہ المستطرفہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ "اس میں احادیث ضعیفہ ہیں جن کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ احادیث موضوعہ ہیں اور اس میں قاضی عیاضؒ نے خطیب ابوالربیع سلیمان بن سبع السبتی کی اتباع کی ہے۔ اس کے بعد علامہ کتانی لکھتے ہیں کہ ولم ینصف الذهبی فی قوله انه محشو بالاحادیث الموضوعة والتاویلات الواهیة (امام ذھبیؒ نے اپنے اس قول کہ "کتاب الشفاء" احادیث موضوعہ اور ضعیف تاویلات سے بھری ہوئی ہے" کوئی عدل وانصاف سے کام نہیں لیا (بلکہ ایک نامناسب زیادتی اور ظلم ہے) جیسے کہ بہت سے حضرات نے کہا ہے بل ھو کتاب عظیم النفع کثیر الفائدة لم یؤلف مثله فی الاسلام وقد جربت قرأته لشفاء الامراض المزمنة وتفریج الکروب ودفع الخطوب شکر الله سعی مؤلفه وجازاه علیه باتم جزاءه واعظمه آمین۔

(بلکہ یہ کتاب الشفاء تو عظیم نافع اور بہت سے فوائد پر مشتمل ایک ایسی کتاب ہے کہ دنیائے اسلام میں اس جیسے کتاب پہلے تالیف نہیں ہوئی اور اس کتاب کی تلاوت پرانی اور لاعلاج بیماریوں سے شفاء، رنج وغم سے نجات اور ناپسندیدہ معاملات کے دفعیہ میں مجرب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف کی کوشش کو مقبول گردانیں اور اس پر اس کو اجر جزیل عنایت فرماویں آمین۔

کتاب الشفاء کے شروح ومختصرات

اس کے شروح مختصرات ،تعلیقات کی تفصیل صاحب کشف الظنون نے تقریباً دوصفحات میں ذکر کی ہے۔جن میں سے بعض کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) ابوعبداللہ محمد بن علی بن ابی الشریف الحسنی التلمیسانی نے اسکی شرح بنام "المنھل الاصفی فی شرح ماتمس الحاجة الیه من الفاظ الشفاء" دوجلدوں میں کی ہے اور اس کی شروحات میں سے یہ بہترین شرح ہے اور اس کے مصنف بروز سوموار ۱۴ صفر ۹۱۷ھ کو اس کی ترتیب وتالیف سے فارغ ہوئے۔

(۲) اس کا اختصار شیخ محمد بن احمد الاسنوی الشافعی المتوفی ۷۶۳ھ نے کیا ہے۔(۳) اس کی ایک شرح شیخ شمس الدین محمد بن محمد الدلجی الشافعی المتوفی ۹۴۷ھ نے بنام "الاصطفا لبیان معانی الشفاء" سے کی ہے۔جس کا اتمام ۱۲ شوال ۹۳۵ھ میں ہوا جس کے شروع میں "محمدک یامن شرح صدورنا الخ ہے" (۴) "تلخیص الاکتفاء فی شرح الفاظ الشفاء" جس کے مصنف ابوالمحاسن عبدالباقی یمانی ہیں۔(۵) علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اس کے احادیث کی تخریج کی ہے جس کا نام "مناھل الصفافی تخریج احادیث الشفاء" (۶) حاشیہ مزیل الخفاعن الفاظ الشفا جس کے مصنف شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن محمد الشمنی المتوفی ۸۷۲ھ ہیں۔(۷) اس کی ایک شرح کمال الدین محمد بن ابی شریف القدسی المتوفی ۶۵۱ھ کی بھی مشہور ہے۔بعض حضرات نے کتاب الشفاء کی احادیث مسندہ (جو کہ ساٹھ ہیں) کو علیحدہ ایک جزء میں جمع کیا ہے۔(العبر ج۴ ص ۱۲۲، شذرات ج۴ ص ۱۳۸، مفتاح السعادة ج۲ ص ۱۹، نسیم الریاض ص ۲، الرسالة المستطرفة ص ۸۹، ترجمہ بستان المحدثین ص ۲۲۱، کشف الظنون ج۲ ص ۱۰۵۲، تذکرة الحفاظ ج۴ ص ۱۳۰۴، لباب المعارف العلمیة ج۱ ص ۶۰)

(۱۹۲) مشارق الانوار علی صحاح الآثار

یہ کتاب بھی علامہ ابوالفضل قاضی عیاض بن موسی المالکی کی تصنیف ہے۔محدثین اور مشائخ کرام کی رائے میں یہ ایک مفید عظیم الشان کتاب ہے اور یہ صحیحین (بخاری ومسلم) اور موطا کے لئے بمنزلہ شرح

کے ہے۔علامہ موصوفؒ نے اس میں الفاظ حدیث کی تشریح اور راویوں کے اسماء کا ضبط اور اسی طرح کے دوسرے امور کی وضاحت کی ہے۔

ابن فرحون مالکیؒ دیباج المذھب میں لکھتے ہیں۔

کتاب مشارق الانوار فی تفسیر غریب حدیث الموطا والبخاری ومسلم وضبط الالفاظ والتنبیه علی مواضع الاوھام والتصحیفات وضبط اسماء الرجال وھو کتاب لو کتب بالذھب اووزن بالجوھر لکان قلیلا اھ۔

(کتاب مشارق الانوار میں موطا، بخاری، مسلم کی احادیث غریبہ کی تفسیر اور اوھام کے مواقع پر تنبیہ کا ذکر ہے اور یہ ایک ایسی عظیم الشان کتاب ہے کہ اگر اسے سونے (کے پانی) سے لکھا جائے یا قیمتی ہیرے اور موتیوں سے وزن کیا جائے تو بھی کم ہے (یعنی کماحقہ اس کی قدر وقیمت نہ ہوگی)

بستان المحدثین میں حافظ ابوعمرو ابن الصلاحؒ سے اس کی مدح میں نقل ہے۔

مشارق انوار سنت بسبتة

وذاعجب کون المشارق بالغرب

(انوار کے مشارق سبتہ میں جاری ہوئے اور مشارق کا مغرب میں ہونا عجیب ہے چونکہ سبتہ اندلس (مغرب) کا ایک شہر ہے جو کہ مشارق الانوار کے مصنف (قاضی عیاض) کا مولد ہے اسی نسبت سے یہ شعر کہا گیا۔

اسی طرح ابوعبداللہ رشید نے فرمایا

ومرعی خصیب فی حدیب خلالھا

الافاعجبو اللخصیب فی منزل الجدب

(یہ (مشارق الانوار) ایک سرسبز چراگاہ ہے قحط زدہ علاقہ میں تعجب ہو، ایسی سرسبزی وشادابی کا غیر آباد اور بنجر علاقہ میں ہونا۔

خلیفہ چلپیؒ کشف الظنون میں لکھتے ہیں (وھو کتاب مفید جدا اوله الحمدلله مظھر دینه علی کل دین

(یہ ایک انتہائی مفید کتاب ہے جس کا شروع الحمدللہ الخ سے ہے (یعنی سارے محامد اس اللہ کے لئے

ہیں جو اپنے دین (اسلام) کو سب ادیان پر غالب کرنے والے ہیں) مؤرخ ابن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب صرف صحاح ثلاثہ (بخاری، مسلم، مؤطا) کی احادیث کی تفسیر وتشریح میں انتہائی مفید کتاب ہے۔

علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں علامہ قاضی عیاضؒ کی تصانیف میں ''مشارق الانوار'' کا اہمیت سے تذکرہ کیا ہے۔ ابن قرقول ابواسحٰق ابراھیم بن یوسف الوھرانی الحمز ی المتوفی ۵۶۹ھ نے اس کا اختصار بنام ''المطالع'' کیا ہے اور بعض چیزیں زیادہ بھی کی ہیں۔

(دیباج المذھب ص ۱۷۰ ترجمہ بستان المحدثین ص ۱۹۰، کشف الظنون ج ۲ ص ۴۳۵)

(۱۹۳) الاربعین لابی الفتوح الطائی ؒ

یہ امام ابوالفتوح محمد بن ابی جعفر محمد بن علی بن محمد الطائی الھمدانی کی تصنیف ہے آپؒ صاحب الاربعین سے مشہور تھے۔ آپؒ کی یہ ''الاربعین'' اپنے چالیس مشائخ کی احادیث مسموعہ سے منتخب شدہ ہے ہر حدیث ایک ایک صحابیؓ سے مروی شدہ ہے۔ آپؒ نے اس مجموعہ اربعین کا نام ''ارشاد السائرین الی منازل المتقین'' رکھا ہے۔

(العبر ج ۴ ص ۱۵۹، شذرات ج ۴ ص ۱۷۵، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۸۶)

ایک وضاحت

علامہ کاتب چلپیؒ نے کشف الظنون ج ۱ ص ۵۲ میں ''کتب الاربعینات فی الحدیث وغیرہ'' کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت لکھا ہے۔ فقد وردمن طرق کثیرۃ بروایات متنوعۃ ان رسول اللہ ﷺ قال من حفظ علی امتی اربعین حدیثا فی امر دینھا بعثہ اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ فی زمرۃ الفقھاء والعلماء (مختلف طرق سے مختلف الفاظ میں حضور ﷺ کی یہ روایت وارد ہوئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے میری امت پر چالیس احادیث امور دینیہ میں سے یاد کرا دیئے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن فقہاء، علماء کے گروہ میں مبعوث فرماویں گے)

اس کے بعد لکھتے ہیں واتفقوا علی انہ حدیث ضعیف وان کثرت طرقہ (اگرچہ یہ حدیث کئی طرق

سے منقول ہے لیکن ان کے باوجود محدثینؒ کا اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے (پھر مختلف تصنیف شدہ الاربعینات کی تفصیل ذکر کرنے سے پہلے تمہیداً یہ لکھا کہ علماء نے اس باب میں بے شمار تصنیفات کی ہیں اور ان کی تالیف وترتیب اور جمع میں مختلف اغراض ومقاصد ان کے پیش نظر تھے ان میں سے بعض حضرات نے تو صرف احادیث توحید وصفات کے ذکر کرنے پر اعتماد کیا اور بعض دوسرے حضرات نے احادیث احکام کو اربعین کی شکل میں مدوّن کیا اور بعض نے ان احادیث کو جمع کیا جو عبادات سے متعلق ہیں اور بعض نے تو احادیث مواعظ ورقاق کو اپنی ترتیب کے لئے منتخب کیا اسی طرح بعض نے ایسی احادیث کے جمع وتالیف کی کوشش کی جن کی اسناد صحیح اور طعن وتنقید سے سالم ہوں اور بعض حضرات نے پھر اسناد میں سے اسناد عالیہ کے ساتھ مرویہ احادیث کو اپنی جمع وتالیف کے لئے پسند کیا اور پھر ان حضرات میں سے ہر ایک نے اپنے اس مجموعہ کو الاربعین سے مسمی کیا (واللہ اعلم)

(کشف الظنون ج ۱ ص ۵۲)

(۱۹۴) کتاب النجم من کلام سید العرب والعجم

یہ کتاب امام ابوالعباس احمد بن معد بن عیسیٰ التجیبی الاندلسی اقلیشی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے ابوالولید بن الدباغ اور اس طبقہ کے لوگوں سے سماع حدیث فرمایا۔ آپؒ نے علوم وفنون کے ماہر، زاہد، عارف باللہ تھے اور زہد ومعرفت میں آپؒ کے اشعار بھی ہیں۔ اور آپؒ نے کتاب النجم کو دس ابواب پر مرتب کیا۔ خصوصاً دسویں باب کو حضور اکرم ﷺ سے ادعیہ ماثورہ کے ساتھ خاص کر دیا۔ اس کتاب کی شرح شیخ امام عفیف الدین ابوسعد سعید بن محمد بن مسعود الکازرونی نے کی ہے۔ آپؒ کی وفات ۵۵۰ھ میں ہوئی (العبر ج ۴ ص ۱۳۹، شذرات الذھب ج ۴ ص ۱۵۴، الرسالۃ ص ۱۴۸)

(۱۹۵) کتاب مطالع الانوار لابن قرقول

یہ کتاب امام ابواسحٰق ابراھیم بن یوسف الوھرانی الحمز ی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے بہت سے مشائخ سے سماع حدیث کی ہے اور شیخ عیاضؒ کے خصوصی تلامیذ میں سے تھے آپؒ اپنے زمانہ میں فقیہ، مناظر،

حدیث کے حافظ، اسماء الرجال میں صاحب بصیرت اور علوم وفنون کے ماہر تھے۔آپؒ نے اپنی اس کتاب مطالع الانوار کو شیخ قاضی عیاضؒ کی مشارق الانوار کے طرز پر اس سے اختصار بمعہ اضافات جدیدہ انہی کتب (صحیحین، مؤطا) کی احادیث غریبہ کی تفسیر وتشریح پر مرتب ومدون کیا۔آپؒ کی وفات ۵۶۹ھ میں ہوئی۔

(العبر ج۴ ص ۲۰۵، شذرات الذھب ج۴ ص ۲۳۱، الرسالة المستطرفة ص ۱۲۹)

(۱۹۶) مسلسل بالاولية لابی طاهر السلفی

یہ علامہ کبیر حافظ احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن ابراهیم بن سلفة الاصبهانی الجروانی کی تصنیف ہے۔لفظ سلفة (بکسر سین اور بفتح لام) آپؒ کے جد الجد ابراہیم کا لقب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آپؒ کے جد حقیقی احمد کا لقب ہے یہ عجمی لفظ ہے اور اس کا معنی عربی میں ثلاث شفاه (یعنی تین ہونٹوں والا) ہے کیونکہ ان کے ایک ہونٹ میں چیر آجانے سے وہ دو ہونٹ معلوم ہونے لگے اور تیسرا وہی اصلی ہوا۔

یہ کہا جاتا ہے کہ لفظ دراصل سلبة (بالباء) ہے پھر باء کو فاء سے تبدیل کیا گیا (والله اعلم) علامہ ابن سمعانیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ ثقہ، ورع، متقن، ثبت، حافظ اور عربی ادب اور مختلف روایات سے قرأت کے ماہر تھے۔امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے سلفی کے علاوہ ایسا محدث دنیا میں معلوم نہیں جس نے اسی (۸۰) سال سے بھی زیادہ روایت حدیث کی ہو۔آپؒ کی وفات ۵۷۶ھ میں ایک سو چھ سال کی عمر میں ہوئی۔(العبر ج۴ ص ۲۲۷، شذرات ج۴ ص ۲۵۵، الرسالة ص ۶۹)

(۱۹۷) فوائد ابی القاسم الخزرجی

یہ حافظ ابوالقاسم خلف بن عبدالملک بن مسعود الانصاری قرطبی کی تصنیف ہے آپؒ کو اندلس کے محدث اور مؤرخ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔آپؒ نے بہت سے مشائخ حدیث سے سماع وروایت کی ہے۔خصوصاً ابو محمد عبدالرحمٰن بن محمد ابن عتاب ابوبحر بن العاص ابوالولید بن طریف وغیرھم سے اور آپؒ سے بھی بڑی جماعت محدثین نے روایت حدیث کی ہے جن میں حافظ ابوبکر بن خیر، ابوالقاسم القنطری، ابوبکر بن سمعون، ابوالحسن ابن الضحاک، موسیٰ بن عبدالرحمٰن الغرناطی وغیرھم آپؒ کے

مشاہیر تلامذہ میں سے ہیں۔

علامہ ذہبیؒ نے تذکرة الحفاظ میں ابوعبداللہ الآبارؒ سے آپؒ کی مدح وتوصیف میں ایک طویل عبارت نقل کی ہے، جس کے بعض جملے اس طرح ہیں۔

كان متسع الرواية شديد العناية بها عارفا بوجوهها حجة مقدما على اهل وقته حافظا سمع العالى والنازل واسند عن شيوخه ازيد من اربعمائة كتاب بين صغير و كبير رحل اليه الناس واخذو اعنه والرواة عنه لايحصون الف خمسين تاليفا فى انواع العلم وولى باشبيلة قضاء بعض جهاتها اهـ۔

(آپؒ ایک وسیع الروایت شیخ تھے وجوہ اور طرق روایت کے عارف اور اس کا شدید اہتمام کرنے والے تھے۔حجت، حافظ اور اپنے زمانہ کے مشائخ پر مقدم تھے آپؒ نے اپنے مشائخ کی طرف چار سو سے زائد کتب (چھوٹی، بڑی) بطور مسند منسوب کی ہیں آپؒ کی طرف روایت حدیث کے اخذ کے لئے بہت سے لوگ آئے اور آپؒ سے روایت کرنے والے بے شمار ہیں آپؒ نے مختلف علوم میں پچاس کتابیں لکھی ہیں اور آپؒ "اشبیلہ" کے بعض اطراف کے قاضی بھی مقرر ہوئے)

آپؒ سلیم الطبع، متقی، گمنامی پسند شخصیت، معمولی معیشت پر قانع اور ہر ایسی خصلت جو آپؒ کی عزت اور وقار کی گراوٹ کا باعث بنتی اس سے بچا کرتے۔

آپؒ کی تصنیفات

آپؒ کی تصنیفات میں سے "صلة تاريخ ابن القرضی" دو جلدوں میں "غوامض الاسماء المبهمة" دس اجزاء میں کتاب "معرفة العلماء الافاضل" دو جلدوں میں کتاب "الحكايات المستغربة" ایک جلد میں کتاب "القربة الى الله بالصلوة على نبيه ﷺ" اور کتاب "طرق حديث المغفر" تین اجزاء میں اور کتاب "ذكر من روى الموطا عن مالك" دو اجزاء میں اور کتاب "اخبار الاعمش" تین اجزاء میں اور "ترجمة النسائی" ایک جزء میں اسی طرح آپؒ کی ایک کتاب "قضاء قرطبه" کے نام سے تین اجزاء میں ہے اور کتاب "اخبار ابن المبارک" دو اجزاء میں اسی طرح آپؒ کی دوسری کتب اخبار یعنی "اخبار ابی المطرف القنازعی، اور "حديث من كذب على متعمدا، جیسی

دیگر کتابیں مشہور ہیں۔

آپؒ کی ولادت ۴۹۴ھ میں اور وفات ۸ رمضان المبارک ۵۷۸ھ میں ۸۴ سال کی عمر میں ہوئی۔

(تذکرۃ الحفاظ جدید ج ۴ ص ۱۳۳۹، العبر ج ۴ ص ۲۳۴، شذرات ج ۴ ص ۲۶۲، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۸۰)

(۱۹۸) کتاب السیرۃ لابی القاسم السہیلی

یہ کتاب حافظ علامہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد السہیلی الاندلسی کی تصنیف ہے آپؒ نے ابی عبداللہ بن معمر، قاضی ابی بکر ابن العربی، شریح بن محمد اور ابوعبداللہ بن مکی وغیرھم مشائخ سے روایت حدیث کی ہے اور آپؒ سے ابوالحجاج ابن الشیخ، حافظ ابومحمد القرطبی، ابوالحسین ابن السراج، ابوالحسن الشاری وغیرھم ائمہ کرام نے سماع حدیث کی ہے۔ السہیلی کی نسبت بوجہ سہیل کے ہے جو کہ ایک بستی ہے جو مالقہ شہر کے قریب ہے اور وہ کوکب سہیل (سہیل ستارہ) کے ساتھ مسمی ہے کیونکہ یہ ستارہ سارے بلاد اندلس میں صرف جبل مطل (مطل پہاڑ) سے اسی بستی پر دیکھا جاسکتا ہے وہاں بھی دو درجہ کے قریب بلند ہوکر غائب ہوجاتا ہے ابوجعفر ابن الزبیرؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ وسیع العلم نحوی، لغوی اور تفسیر، حدیث، علم کلام، اصول فقہ، اسماء الرجال، الانساب کے عالم ماہر اور قدیم وجدید تاریخ کے حافظ تھے۔

آپؒ عجیب وغریب استنباطات واختراعات کے مالک تھے۔ آپؒ کثیر التصانیف تھے جن میں آپ کی مشہور کتاب ''الروض الانف'' جو کہ سیرت نبویہ کی بہترین شرح ہے آپؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کی تخریج ایک سوبیس (۱۲۰) مصنفات سے کی ہے اور یہ احادیث کے الفاظ غریبہ کی تشریح اور ان کے متعلق اور مشکل مقامات کی وضاحت پر مشتمل ہے۔

اور اس کا اختصار عزالدین محمد بن ابی بکر بن عزالدین بن جماعۃ الکنانی نے کیا جس کا نام نور الروض رکھا اور اس پر ایک حاشیہ شرف الدین قاضی القضاۃ یحیٰی بن محمد بن محمد المناوی المتوفی ۸۷۱ھ کا ہے جس کی تجرید زین العابدین عبدالرؤف المناوی نے کی ہے اسی طرح آپؒ کی تصنیفات میں کتاب '' الاعلام بما ابھم فی القرآن من الاسماء والاعلام '' اور کتاب الفرائض وغیرہ کا تذکرہ آتا ہے۔

آپؒ کی پیدائش ۵۰۸ھ اشبیلیہ میں ہوئی اور وفات ۲۵ شعبان ۵۸۱ھ مراکش میں ہوئی۔

(تذکرۃ الحفاظ جدید ج ۴ ص ۱۳۴۸، العبر ج ۴ ص ۲۴۴، شذرات ج ۴ ص ۲۷۱، الرسالۃ ص ۹۰)

(۱۹۹) جمع بین الصحیحین لعبدالحق الاشبیلی

یہ کتاب حافظ ابومحمد عبدالحق بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن الحسین بن سعید بن ابراھیم الازدی الاشبیلی کی تصنیف ہے جو کہ ابن الخراط سے بھی معروف ہیں۔ آپؒ نے شریح بن محمد، ابوالحکم ابن برجان، عمر بن ایوب، ابوبکر بن مدیر، اور طاھر بن عطیہ جیسے مشائخ حدیث سے روایت کی ہے اور آپؒ سے خطیب القدس ابوالحسن علی بن محمد المعافری، ابوالحجاج ابن الشیخ، ابوعبداللہ بن یقیمش وغیرھم ائمہ کرام روایت حدیث کرتے ہیں۔

حافظ ابوعبداللہ الأبار فرماتے ہیں۔ کان فقیھا حافظا عالما بالحدیث وعللہ عارفا بالرجال موصوفا بالخیر والصلاح والزھد والورع ولزوم السنۃ والتقلل من الدنیا الخ (کہ آپؒ فقیہ، حافظ، حدیث اور علل حدیث کے عالم، اسماء الرجال کے عارف، زھد، ورع، خیر وصلاح سے موصوف، عامل بالسنۃ اور دنیا سے لاغرض تھے) آپؒ سے خیر واصلاح اور موعظت کے بعض اشعار بھی منقول ہیں فرماتے ہیں۔

ان فی الموت والمعاد لشغلا وادکارا لذی النھی و بلاغا
فاغتنم خطتین قبل المنایا صحۃ الجسم یا اخی والفراغا

(بے شک موت اور معاد میں عقلمندوں کے لئے فکرمندی، نصیحت اور تبلیغ ہے اسلئے اے بھائی دو چیزوں کو موت سے پہلے غنیمت جانیئے یعنی صحت جسم اور فراغت کو)

تصنیفات

آپؒ کی تصنیفات حدیثیہ میں ''جمع بین الصحیحین'' کے علاوہ ''جمع بین الکتب الستۃ''، کتاب الرقاق، المعتل من الحدیث '' اور احکام کے متعلق ''الاحکام الکبریٰ، الاحکام الصغریٰ'' لغت میں

"کتاب الغریبین" اسی طرح کی اور بھی بہت سی اہم تصنیفات ہیں۔ آپؒ کی ولادت ۵۱۰ھ یا ۵۱۴ھ میں اور وفات ربیع الآخر ۵۸۱ھ میں ہوئی۔

(تذکرۃ الحفاظ جدید ج ۴ ص ۱۳۵۰، العبر ج ۴ ص ۲۴۳، شذرات ج ۴ ص ۲۷۱، الرسالۃ ص ۴۲)

(۲۰۰) کتاب الاعتبار للحازمی

یہ امام حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان بن موسی بن عثمان بن حازم الھمدانی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے سماع حدیث کے لئے بغداد، موصل، واسط، بصرہ، اصبھان، حرمین شریفین ودیگر بلاد کے اسفار کیے۔ چنانچہ آپؒ نے شہردار شیرویہ دیلمیؒ، ابوزرعہ مقدسی، عبداللہ بن عبدالصمد العطار، ابوالفضل الطوسی، ابوطالب المحتسب، محمد بن طلحہ المالکی، ابوالفتح الخرقی، ابوموسیٰ الحافظ وغیرھم مشائخ سے سماع حدیث کی اور آپؒ علم حدیث کی اشاعت تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ عبادت، ورع اور خلوت گزینی کو پسند کیا کرتے۔ چنانچہ جہاں آپؒ کی تصنیفات وتالیفات کا تذکرہ ہوتا ہے وہاں آپؒ کی زہادت اور تقویٰ کا ذکر ضرور ہوتا ہے۔

تذکرۃ الحفاظ میں ابن النجارؒ سے منقول ہے کان من الائمۃ الحفاظ العالمین بفقہ الحدیث ومعانیہ ورجالہ وکان ثقۃ حجۃ نبیلا زاھدا عابدا ورعا ملازما للخلوۃ والتصنیف وبث العلم اھ۔

نیز علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ نے حدیث میں کئی تصنیفات کی ہیں اور بہت سے مجالس میں اس کی املاء بھی کی ہے آپؒ کا مذاکرہ (گفتگو) انتہائی شیریں ہوا کرتا تھا اور احادیث کو محفوظ کرنے خصوصاً احادیث احکام کے حفظ کا زیادہ اہتمام تھا۔

صاحب شذرات الذھب "کتاب الاعتبار" کے متعلق لکھتے ہیں۔ وھو کتاب فی مجلد لطیف مفید جامع لبیان الناسخ والمنسوخ من الآثار اھ (کہ یہ ایک مفید کتاب ہے جو آثار واحادیث ناسخہ ومنسوخہ کے بیان کے لئے جامع ایک جلد کی صورت میں ہے)

نیز مقدمہ کتاب الاعتبار کے شروع میں اس کے مؤلف کہتے ہیں کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے

جس میں حضور ﷺ کی وہ احادیث ناسخہ ومنسوخہ جو مجھے معلوم ہوسکیں کا تذکرہ کروں گا۔ اسلئے کہ یہ عظیم الشان علم بوجہ دقت وپیچیدگی کے انتہائی گہری نظر کا متقاضی ہے، بہت سے بڑے باکمال لوگ اس کے پوشیدہ رموز میں کشف ووضاحت کے لئے پورے تأمل سے کام لیتے ہیں اور بہت سے ذہین اشخاص کے دماغ بھی اس سلسلہ میں چکرا جاتے ہیں الخ

آپ کی پیدائش ۵۴۸ھ اور وفات جمادی الاولیٰ ۵۸۴ھ میں ہوئی۔

(تذکرۃ الحفاظ جدید ج ۴ ص ۱۳۶۳، العبر ج ۴ ص ۲۵۴، شذرات ج ۴ ص ۲۸۲، مقدمہ کتاب الاعتبار ص ۱)

(۲۰۱) کتاب الامالی لابی الخیر القزوینی

یہ فقیہ ابوالخیر رضی الدین احمد بن اسمعیل بن یوسف بن محمد بن العباس القزوینی الحاکمی الشافعی کی تصنیف ہے۔ جو بغداد کے واعظ اور صوفی سے مشہور تھے۔ بہت سے مشائخ سے سماع حدیث کی ہے اور آپؒ سے بھی بہت سے تلامذہ نے روایت حدیث کی ہے اور جامعہ نظامیہ میں درس وتدریس بھی کرتے رہے۔ آپؒ تفسیر، اصول، وعظ اور اپنے مذہب کے مسائل خلافیہ میں امام شمار ہوتے تھے آپؒ ان سب اوصاف حمیدہ کے علاوہ عبادت ورع اور تقویٰ میں عدیم النظیر تھے۔

ابن شھبہؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ نے فرقہ جھمیہ، حلولیہ کی تردید میں ایک کتاب بنام "کتاب البیان فی مسائل القرآن" بھی تصنیف کی ہے آپؒ اپنے اصحاب اور رفقاء کے رئیس شمار ہوتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایسی مجالس میں ایک دن آپؒ کا بیان تکلم ہوتا اور دوسرے روز علامہ ابن جوزیؒ کا بیان ہوتا اور بہت سے لوگوں کے علاوہ خود اس زمانہ کے خلیفہ بھی پس پردہ حاضر ہوا کرتے۔ آپؒ کی وفات ۵۹۰ھ میں ہوئی۔ (العبر ج ۴ ص ۲۷۱، شذرات ج ۴ ص ۳۰۰، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۳۱)

(۲۰۲) اشراط الساعۃ لعبد الغنی المقدسی

یہ امام حافظ تقی الدین ابومحمد عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی بن سرور بن رافع بن حسن بن جعفر المقدسی الصالحی الحنبلی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے ابوالمکارم بن ھلال، ھبۃ اللہ بن ھلال، ابن البطی،

ابوطاہر السلفی، ابوالفضل الطوسی، عبدالرزاق بن اسماعیل القومسانی، حافظ ابوموسیٰ المدینی وغیرہم مختلف بلاد کے مشائخ سے سماع حدیث کی ہے اور آپؒ سے اپنے دونوں بیٹوں ابوالفتح ابوموسیٰ نے اور عبدالقادر الرہاوی، شیخ موفق الدین، عثمان بن مکی، عبداللہ بن علاق جیسے ائمہ کرامؒ نے روایت حدیث کی ہے۔

علامہ ابن نجارؒ فرماتے ہیں حدث بالکثیر وصنف فی الحدیث تصانیف حسنۃ وکان عزیز الحفظ من اھل الاتقان قیما بجمیع فنون الحدیث (آپؒ نے کثرت سے احادیث کی روایت کی اور حدیث میں بہت بہتر تصانیف کی ہیں وسیع الحفظ اور اہل اتقان سے تھے تمام فنون حدیث کے نگہبان اور قیم تھے)

علامہ ابن ناصر الدینؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ اسلام کے محدث اور علماء مبرزین (علم وفضیلت میں سبقت لے جانے والوں) میں سے تھے اور عبادت، ورع وتقویٰ سے موصوف تھے آپؒ کی ایک کتاب "المصباح" اڑتالیس اجزاء پر مشتمل ہے۔

علامہ ذہبیؒ نے آپؒ کے عجیب وغریب حالات تقریباً نو صفحات میں بیان کیے ہیں۔ لکھتے ہیں وقال الضیاء سمعت اسمعیل بن ظفر یقول جاء رجل الی الحافظ عبدالغنی فقال ! رجل حلف بالطلاق انک تحفظ مائۃ الف حدیث فقال ! لوقال اکثر لصدق اھ

(اسمعیل بن ظفر کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ (حافظ عبدالغنی) کی خدمت میں آیا اور کہا کہ ایک شخص نے طلاق کی قسم اٹھائی ہے کہ آپؒ کو ایک لاکھ احادیث یاد ہیں آپؒ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص اس سے زیادہ پر بھی قسم اٹھاتا تو صادق ہوتا)

تاج الکندیؒ فرمایا کرتے کہ امام دارقطنیؒ کے بعد حافظ عبدالغنی المقدسی جیسے محدث کوئی نہیں تھے۔

تذکرۃ الحفاظ میں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔ وسمعت احمد بن محمد بن عبدالغنی یقول لی رائیت اخاک الکمال عبدالرحیم فی النوم فقلت ! این انت فقال فی جنۃ عدن فقلت ایّما افضل الحافظ عبدالغنی اوالشیخ ابوعمرو؟ فقال ما ادری، اما الحافظ فکل لیلۃ جمعۃ ینصب لہ کرسی تحت العرش یقرأ علیہ الحدیث وینثر علیہ الدرر وھذا نصیبی منہ واشار الیٰ کمّہ اھ

(میں نے احمد بن محمد بن عبدالغنی سے سنا کہ وہ مجھے کہتے ہیں کہ میں نے تیرے بھائی کمال عبدالرحیم کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تو کہاں ہے تو اس نے فرمایا کہ میں جنت عدن میں ہوں تو پھر میں نے کہا کہ حافظ عبدالغنی مقدسی اور شیخ ابوعمرو میں سے کون درجات میں افضل ہیں تو آپ نے کہا کہ مجھے اس کے متعلق خبر نہیں ہاں البتہ حافظ مقدسیؒ کے لئے ہر جمعہ کی رات عرش کے نیچے کرسی رکھ دی جاتی ہے جس پر بیٹھ کر وہ حدیث پڑھا کرتے ہیں اور اس پر موتی بکھیرے جاتے ہیں اور یہ ان میں سے میرا حصہ ہے اور اپنی آستین کی طرف اشارہ کیا)

تصانیف

یہ پہلے ذکر ہو چکا کہ آپ کثیر التصانیف تھے جن میں سے صرف کتاب المصباح اڑتالیس اجزاء پر مشتمل تھی جس میں صحیحین کے احادیث مذکور تھیں اسی طرح ایک کتاب سنن میں "نھایۃ المراد" کے نام سے تھی جو دوسو اجزاء پر مشتمل تھی لیکن اس کو مکمل طور پر صاف نہ کر سکے نیز کتاب المواقیت، کتاب الجھاد، الروضۃ، فضائل خیر البریۃ، کتاب الذکر، کتاب الاسراء، کتاب التھجد، کتاب المحنۃ، صلات الاحیاء الی الاموات، کتاب الصفات، کتاب الفرح، فضل مکۃ وغیرھا کا ذکر بھی صاحب تذکرۃ الحفاظ نے کیا ہے۔ آپؒ کی ولادت ۵۴۱ھ میں اور وفات سوموار ۲۲ ربیع الاول ۶۰۰ھ میں ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ جدید ج۴ ص ۱۳۷۲، العبر ج۴ ص ۳۱۳، شذرات ج۴ ص ۳۴۵، الرسالۃ ص ۴۳)

القرن السابع

اس ساتویں صدی میں بھی بہت سے ائمہ کرامؒ اور محدثین نے کافی تعداد میں مختلف انداز میں کتب تصنیف فرمائی ہیں جن میں سے یہاں بعض کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۲۰۳) جامع الاصول من احادیث الرسول ﷺ

یہ کتاب علامہ مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی الجزری

الشافعی کی ہے۔ آپؒ علوم وفنون کے ماہرین میں سے تھے۔ علامہ ابن خلکانؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ فقیہ، محدث، ادیب، نحوی، علم حساب وانشاء کے عالم، ورع، عاقل اور محسن خلق تھے۔ ابن الاهدلؒ فرماتے ہیں له مصنفات بديعة وسيعة منها جامع الاصول الستة الصحاح امهات الحديث، وكتاب الانصاف في الجمع بين الكشف والكشاف في تفسير القرآن العظيم .. والنهاية في غريب الحديث وغير ذلک اھ

(آپؒ کی بہت سی عجیب وغریب تصنیفات ہیں جن میں جامع الاصول، کتاب الانصاف في الجمع بين الكشف والكشاف قرآن مجید کی تفسیر میں (اس تفسیر میں آپؒ نے امام ثعلبی اور زمخشری کی تفسیروں کا ماحصل جمع کردیا) اور کتاب النہایہ وغیرہ مشہور ہیں)

اسی طرح مقدمہ جامع الاصول کے مرتب ومؤلف لکھتے ہیں کہ کتاب جامع الاصول کو کسی مزید مدح اور تعریف وتوصیف کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی وہی تعریف کافی ہے جو اس کتاب کی ترتیب وتالیف کے وقت سے اب تک علماء اسلام کرتے اور لکھتے رہے "یعنی یہ کہ امت کے پاس معتمد کتب حدیث سے منتخب شدہ ایک بہترین مجموعہ ہے اور اس کے جامع ومرتب علامہ ابن الاثیر جزریؒ نے اس مشکل ترین کام کو اپنی مسلسل محنت شاقہ کے ذریعہ صحاح ستہ وغیرہ سے متفرق احادیث کو منتخب کرکے حسن ترتیب وتبویب کے ذریعہ ایک سهل الحصول مائده (دسترخواں) امت کے سامنے پیش کردیا جس سے ہر مسلمان کو حضور ﷺ کے طریقوں پر عمل مبرور اور سعی مشکور کے ذریعہ خیر ورشد کے ہر پہلو (علمی، عملی، روحانی، انفرادی، اجتماعی، اقتصادی، معاشی وغیرهم) سے بہترین نفع اٹھانا آسان کردیا اور ہر معتذر کے ان اعذار کو باطل کردیا کہ احادیث تو مختلف کتب میں متفرق اسانید کے ساتھ مختلف مقامات پر منتشر ہیں اور ان سے مکمل استفادہ کرنا مشکل ترین کام ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ كان هذا الكتاب الجامع كنزا مدفونا اھ (گویا کہ کتاب جامع الاصول قیمتی اشیاء (فضائل اعمال) کا خزینہ ودفینہ ہے (واللہ اعلم)

علامہ یاقوت الرومی المتوفی ۶۲۶ھ معجم الادباء ج ۱۷ ص ۷۱ میں لکھتے ہیں كتاب جامع الاصول في احاديث الرسول عشر مجلدات جمع فيه بين (احاديث) البخاري ومسلم والمؤطا وسنن ابی داؤد

وسنن النسائي والترمذي عمله على حروف المعجم وشرح غريب الاحاديث ومعانيها واحكامها ووصف رجالها ونبه على جميع مايحتاج اليه . قال المصنف اقطع قطعا انه لم يصنف في الاسلام مثله قط ولا يصنف (کہ کتاب "جامع الاصول فی احادیث الرسول ﷺ" دس جلدوں میں ہے۔ مصنفؒ نے بخاری، مسلم، مؤطا، سنن ابی داؤد، سنن النسائی، ترمذی کی احادیث کو اس میں حروف معجم کے طرز پر جمع کردیا اور اس میں احادیث غریبہ ان کے معانی واحکام کی تشریح اور ان کے رجال کے اوصاف بیان کیے بلکہ جن امور کی ضرورت تھی ان سب پر تنبیہ بھی کردی۔ چنانچہ مصنفؒ نے فرمایا کہ میں یقین سے کہتا ہوں کہ عالم اسلام میں نہ پہلے ایسی کتاب تصنیف ہوئی اور نہ آئندہ تصنیف ہوگی۔ احقر الانام کہتا ہے کہ مصنفؒ کا یہ کہنا کہ "اقطع قطعا انه لم يصنف مثله قط ولا يصنف" اس کے اپنے یقین تک محدود ہے ورنہ آیت قرآنی "وفوق كل ذي علم عليم" سے اس کے خلاف ہونے کا قوی امکان ہے۔ (واللہ اعلم)

جامع اصول کے مختصرات

علامہ کتانیؒ رسالۃ المستطرفہ میں ذکر کرتے ہیں کہ جامع اصول کا اختصار ابو الضیاء حافظ العصر وجیہ الدین عبدالرحمن بن علی بن محمد الشیبانی الشافعی المتوفی ۹۴۴ھ نے "تيسير الوصول الى جامع الاصول" کے نام سے دو جلدوں میں کیا۔ اور یہ جامع اصول کے مختصرات میں سے بہترین مختصر ہے۔ نیز ایک مختصر قاضی حماۃ شرف الدین ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن عبدالرحیم الحموی الشافعی المتوفی ۷۳۸ھ نے بھی "تجريد جامع الاصول من احاديث الرسول ﷺ" کے نام سے کیا ہے۔ اسی طرح مجد الدین ابوطاہر محمد بن یعقوب شیرازی مؤلف قاموس المتوفی ۸۱۷ھ نے جامع اصول پر زوائد لکھے ہیں اور ان کو "كتاب تسهيل طريق الوصول الى الاحاديث الزائدة على جامع الاصول" کے نام سے مسمی کیا جو چار جلدوں میں ہے۔ آپؒ کی وفات ۶۰۶ھ میں ہوئی۔

(شذرات ج۵ ص ۲۲، معجم الادباء ج ۱۷ ص ۷۱، الرسالة ص ۱۴۲، مقدمة جامع الاصول ص ۱)

(۲۰۴) کتاب النهاية فی غريب الحديث

اسی طرح علامہ مجد الدین جزری کی کتاب النہایۃ فی غریب الحدیث بھی غرائب الحدیث میں مشہور کتاب ہے۔علامہ کتانیؒ لکھتے ہیں کہ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ''کتاب النہایہ'' کتب غرائب الحدیث میں اس وقت بہترین اچھی، جامع، مشہوراور لوگوں میں متداول ہے لیکن اس سے بہت حصہ رہ گیا ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ اس کی تذئیل صفی الاموی نے کی ہے لیکن ہمیں اس کی خبر نہیں۔امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی اس کی تلخیص کو اچھے انداز میں بہت سے زیادات کے ساتھ شروع کیا ہے اللہ تعالیٰ سے اس کے مکمل ہونے کی استعانت چاہتا ہوں۔علامہ کتانیؒ لکھتے ہیں وقد اتمه وهو الآن مطبوع مع النهاية فی هامشها اھ (کہ علامہ سیوطیؒ نے اس کی تکمیل کردی اور وہ اب ''کتاب النہایۃ'' کے ساتھ اس کے حاشیہ میں چھاپ شدہ ہے) اور یہ کتاب النہایہ چار جلدوں میں ہے۔صاحب لباب معارف العلمیہ لکھتے ہیں کہ نہایہ جزری شرح غریب الحدیث کی مشہور کتاب ہے۔کونسا محدث ہے جو غریب الحدیث میں نہایہ ابن جزری کو نہیں جانتا۔

(الرسالة المستطرفة ص ۱۲۸، لباب المعارف العلمية ج ۱ ص ۵۶)

(۲۰۵) کتاب التنوير فی مولد سراج المنير

یہ کتاب علامہ حافظ ابو الخطاب عمر بن حسن بن علی بن محمد بن دحیۃ الکلبی الاندلسی کی تصنیف ہے آپؒ نے ابو القاسم بن بشکوال، ابو عبد اللہ ابن المجاہد، ابو بکر بن الجد، ابو عبد اللہ ابن زرقون، ابو القاسم بن حبیش وغیرھم مشائخ کرام سے سماع حدیث کی ہے اور آپؒ سے بہت سے مشاہیر ائمہ کرامؒ روایت حدیث کرتے ہیں۔

ابن شہبۃؒ ''تاریخ الاسلام'' میں فرماتے ہیں کہ ابو الخطاب بڑے مشاہیر علماء، فضلاء میں سے تھے۔وہ حدیث لغت، نحو، ایام واشعار عرب کے ماہر تھے اور آپؒ نے ایسے علوم حاصل کیے تھے جو دوسرے علماء نے حاصل نہیں کیے اور آپؒ محدثین میں اس درجہ کے محدث تھے جیسے ابن عنین کا درجہ شعراء میں لیکن علماء دین اور علماء اسلام کی عیب جوئی میں لگے رہتے۔اسلئے لوگوں نے آپؒ کے کلام کو چھوڑ دیا اور آپؒ

کی مختلف تصانیف بھی ہیں اھ۔

قاضی ابن واصلؒ فرماتے ہیں کان ابو الخطاب مع فرط معرفته وحفظه متهما بالمجازفة فی النقل (ابو الخطاب باوجود وسیع علم ومعرفت اور حفظ کے بے تکی اور بے اصولی باتوں کے نقل کرنے میں متہم تھے) آپؒ کی تصنیفات میں سے ''کتاب النص المبين فی المفاضلة بين اهل صفين'' کا ذکر تذکرۃ الحفاظ میں موجود ہے۔آپؒ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ میں اَسّی (۸۰) سال سے زائد عمر پا کر فوت ہوئے

(تذكرة الحفاظ ج ۴ ص ۱۴۲۰ ،شذرات ج ۵ ص ۱۶۰، الرسالة ص ۱۶۴)

(۲۰۶) المغنی عن الحفظ والكتاب

یہ علامہ شیخ کبیر ابو حفص عمر بن بدر الموصلی الحنفی کی تصنیف ہے آپؒ نے علوم الحدیث میں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ان میں سے کتاب ''العقيدة الصحيحة فی الموضوعات الصريحة'' بھی ہے۔

مصنف ''المغنی'' کے شروع میں لکھتے ہیں فانی صنفت فی الموضوعات مصنفات ومن ابدعها هذا الكتاب المغنی عن الحفظ والكتاب (میں نے موضوعات میں بہت سی تصنیفات کی ہیں ان میں سے عجیب ترین یہ کتاب ''المغنی عن الحفظ والكتاب'' ہے پھر اس کے عجیب ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نہ اس میں اسناد کا ذکر اور نہ مکمل متن کا اور نہ احادیث کا اس میں تکرار اور نہ کسی چیز کا دوبارہ اس میں اعادہ ہے۔بلکہ میں نے اس کے تراجم الابواب ایسے طرز پر رکھے کہ وہ غلط اور ٹھیک پر خود بخود دلالت کر دیتے ہیں۔پھر لکھتے ہیں کہ انما فعلت ذلک لوجوه احدها مبالغة فی ايصال العلم الى المتعلمين . الثانی ان فی الناس من لا يتفرغ للعلم ودراسته كالامراء والوزراء والقضاة وارباب الحرف، الثالث ان الانسان اذا وجد حلاوة القليل دعاه الى الكثير اھ۔

(میں نے یہ طور وطریقہ چند وجوہ کی وجہ سے اختیار کیا (۱) طالب علموں کو علم کے پہنچانے میں مبالغہ کرنا (۲) لوگوں میں سے ایسے اشخاص بھی ہوتے ہیں جنہیں علم پڑھنے پڑھانے کی فرصت نہیں ہوتی جیسے امراء، وزراء، قاضی اور پیشے کسب (مزدوری) والے لوگ (۳) جب انسان تھوڑی چیز کی حلاوت اور

مٹھاس چکھ لیتا ہے تو یہ اس کو اسی چیز کی کثرت کی طرف دعوت دیتی ہے)

ملا کاتب چلپیؒ "کشف الظنون" میں لکھتے ہیں المغنی فی علم الحدیث للشیخ زین الدین عمر بن زید بن بدر بن سعید الموصلی الحنفی اوله الحمدلله الذی لا مبدأ لمداه ولا غاية لمنتهاه الخ رتبه علی الابواب بحذف الاسانید اھ ۔ (علم حدیث میں المغنی عمر بن زید بن بدر الموصلی حنفی کی ہے جس کا شروع الحمد للہ الخ سے ہے مصنفؒ نے اس کے اسانید کو چھوڑ کر صرف ابواب پر مرتب کیا ہے۔ آپؒ کی وفات ۶۲۳ھ میں ہوئی ہے (والله اعلم) (کشف الظنون ج ۲ ص ۱۷۵۱ مقدمه کتاب المغنی عن الحفظ والکتاب)

(۲۰۷) مشکوۃ الانوار فیما روی عن الله من الاخبار

یہ کتاب شیخ علامہ کبیر محی الدین محمد بن علی بن محمد الحاتمی الطائی الاندلسی کی تصنیف ہے، جو ابن العربی سے مشہور ہے۔ امام شعراویؒ "کتاب نسب الخرقہ" میں کہتے ہیں کہ آپؒ جامع الفضائل تھے اور مکارم اخلاق سے موصوف تھے۔ نوادر علوم وفنون کے ماہر تھے۔ شذرات الذہب میں ہے کہ شیخ عبد الرؤف المناویؒ نے "طبقات الاولیاء" میں اور حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیز ان میں کہا ہے کہ یہ ان حضرات میں سے تھے جن پر الزامات اور ان کے بارے میں سوء اعتقاد کیا جاتا تھا۔

ایک بڑی جماعت محدثینؒ سے سماع اور روایت حدیث کی ہے اور آثار وسنن کے عارف وماہر تھے ابتداء میں ملوک مغرب کے لئے انشاء کتابت کیا کرتے پھر اسے چھوڑ کر شام اور حرمین شریفین چلے گئے صاحب کشف الظنون کتاب "مشکوۃ الانوار" کے متعلق لکھتے ہیں اوله الحمدلله رب العالمین الخ قال جمعت هذه الاربعین بمكة المكرمة سنة تسع وتسعین وخمسمائة وشرطت فیها ان تكون من الاحادیث المسندة الی الله سبحانه وتعالیٰ خاصة ثم اتبعتها اربعین عن الله تعالیٰ مرفوعة الیه غیر مسندة الی رسول الله ﷺ مما رویتها وقیدتها ثم اردفتها باحدی وعشرین حدیثا فجاءت واحدا ومائة حدیث الهیة اھ (اس کا شروع الحمد للہ رب العالمین الخ سے ہوا مصنفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ۵۹۹ھ میں یہ اربعین مکہ مکرمہ میں مرتب کی ہے اور میں نے اس کی جمع وترتیب

میں یہ شرط رکھی کہ یہ احادیث خاص کر ان احادیث میں سے ہوں جن کی اسناد باری تعالیٰ تک پہنچتی ہو پھر ان چالیس احادیث کے بعد ایسی چالیس احادیث لائی جو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ومرفوع کی گئیں اور (صرف) حضور ﷺ کی طرف مسند نہیں پھر اس کے بعد اکیس احادیث شامل کر دیں تو کل ایک سو ایک (۱۰۱) احادیث قدسیہ ہو گئیں۔ علامہ چلپیؒ آخر میں لکھتے ہیں کہ اس کی ایک شرح تو امام محی الدین یحییٰ ابن شرف النووی المتوفی ۶۷۷ھ نے بھی کی ہے (والله اعلم بالصواب)

(شذرات الذهب ج ۵ ص ۱۹۰، کشف الظنون قدیم ج ۲ ص ۴۴۰)

(۲۰۸) کتاب الاحادیث الجیاد المختارہ للمقدسی

یہ کتاب حافظ کبیر ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد بن عبد الرحمٰن بن اسمٰعیل بن منصور السعدی المقدسی الحنبلی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے ابو المعالی بن صابر، احمد بن الموازینی، عمر بن الجوینی، یحیی الثقفی، ابو القاسم البوصیری، ابن الجوزی، عبد الباقی بن عثمان وغیرھم مشائخ سے سماع حدیث کی ہے اور آپؒ سے قاضی تقی الدین، ابن الفراء، النجم الشعراوی، ابن الخباز، عثمان النساج، ابن الخلال وغیرھم ائمہ کرامؒ نے روایت کی ہے۔ آپؒ نے احادیث لکھیں اور ان کی تصحیح بھی کی اور جرح وتعدیل بھی کرتے رہے۔ تصنیف وتالیف بھی کی۔ آپؒ کے شاگرد عمر بن الحاجبؒ فرماتے ہیں۔ شیخنا ابو عبدالله شیخ وقته ونسیج وحده علما وحفظا وثقة ودینا من العلماء الربانیین اھ (کہ ہمارے شیخ ابو عبد اللہ المقدسی، علم، حفظ، ثقہ، تدین میں اپنے زمانہ کے شیخ لاثانی (عدیم النظیر) تھے اور علماء ربانی میں سے شمار ہوتے تھے)

ابن النجارؒ آپؒ کے متعلق کہتے ہیں کہ آپؒ حافظ، متقن، حجت، متقی اور اسماء الرجال کے عالم ہیں میں نے ان اوصاف میں آپ کا مثل نہیں دیکھا ہے آپؒ اکلِ حلال میں انتہائی محتاط تھے اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ ابن رجبؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ نے ہرات، مرو اور دوسرے شہروں میں مقیم رہ کر اصول کثیرہ حاصل کیے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؒ نے پانچ سو سے زائد مشائخ سے احادیث کی کتابت کی ہے۔

آپؒ کی ولادت ۵۶۹ھ میں اور وفات جمادی الاخریٰ ۶۴۳ھ میں ہوئی۔

علامہ ذھبیؒ لکھتے ہیں۔ وقد استوفيت سيرته وتواليفه في التاريخ الكبير اھ (کہ میں نے آپؒ کی سیرت اور تصنیفات کا مکمل تذکرہ تاریخ کبیر میں کیا ہے)

کتاب ''الاحادیث الجیاد'' کے متعلق

صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ مصنفؒ نے اس میں صحیح احادیث لانے کا التزام کیا ہے پھر اس میں ایسی احادیث صحیحہ لائے کہ ان کی صحت پر آپؒ سے پہلے کسی نے سبقت نہیں کی ہے۔ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب مکمل نہیں ہوئی اور ہمارے بعض مشائخؒ اس کتاب کو مستدرک حاکم پر ترجیح دیتے ہیں۔ ابوجعفر کتانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب چھیاسی (۸۶) اجزاء میں نامکمل حروف معجم کی صورت میں مسانید پر مرتب ہوئی ہے نہ کہ ابواب کے طرز پر۔ مصنفؒ نے احادیث صحیحہ لانے کا التزام کیا اور اس میں ایسی احادیث کا ذکر کیا جن کی تصحیح کی طرف پہلے سبقت نہیں ہوئی الخ۔

اسی طرح علامہ ابن تیمیہؒ، امام زرکشیؒ وغیرھما نے بھی ذکر کیا ہے کہ ان تصحيحه اعلىٰ مزية من تصحيح الحاكم وانه قريب من تصحيح الترمذي وابن حبان وذكر ابن الهادي في الصارم المنكي نحوه وزاد فان الغلط فيه قليل ليس هو مثل صحيح الحاكم فان فيه احاديث كثيرة يظهر انها كذب موضوعة فلهذا انحطت درجته عن درجة غيره اھ۔

(کتاب الاحادیث الجیاد کی صحت صحیح حاکم سے بہت زیادہ ہے اور اس کتاب کی تصحیح ترمذی، صحیح ابن حبان کی تصحیح کے قریب ہے۔ امام ابن عبدالھادیؒ نے اپنی کتاب الصارم المنکی میں ایسا ہی ذکر کیا ہے البتہ یہ زیادتی کی ہے کہ اغلاط کتاب الاحادیث الجیاد میں تھوڑے ہیں، صحیح حاکم جتنے نہیں اسلئے کہ صحیح حاکم میں بہت سے احادیث کا کاذب اور موضوع ہونا ظاہر ہے اسلئے صحیح حاکم کا درجہ دوسری کتب (ترمذی، صحیح ابن حبان، الاحادیث الجیاد) سے کم ہوا)

(شذرات ج۵ ص ۲۲۴، كشف الظنون ج۲ ص ۳۹۸، مفتاح السنة ص۱۰۸، الرسالة المستطرفة ص ۲۲، تذكرة الحفاظ جديد ج۴ ص ۱۴۰۵)

(۲۰۹) طرق حديث الرحمة لابن الصلاحؒ

یہ حافظ شیخ الاسلام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن بن موسیٰ الکردی الشہر زوری الموصلی الشافعی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے ابتداء میں اپنے والد صاحب سے سماع اور تفقہ حاصل کیا پھر موصل شہر میں کافی عرصہ تک سماع روایت کرتے ہیں۔ علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ نے عبیداللہ ابن السمین، نصر اللہ بن سلامۃ، محمود بن علی الموصلی، ابواحمد بن سکینۃ، شیخ موفق الدین المقدسی، شیخ فخر الدین ابن عساکر وغیرھم جیسے مشائخ حدیث سے سماع کی اور آپؒ سے فخر الدین عمر الکرخی، شیخ تاج الدین وعبدالرحمٰن، شیخ زین الدین الفارقی، خطیب شرف الدین الفراوی، قاضی شہاب الدین الجوری وغیرھم ائمہ کرامؒ نے تحدیث کی ہے۔

علامہ ابن خلکانؒ فرماتے ہیں کان احد فضلاء عصره في التفسير والحديث والفقه وله مشاركة في عدة فنون وكانت فتاواه مسدودة وهو احد شيوخي الذين انتفعت بهم مدة للاشتغال ولازمته سنة اثنتين وثلاثين (آپؒ اپنے زمانہ کے ان علماء میں سے تھے جو اس وقت تفسیر، حدیث، فقہ اور دوسرے علوم وفنون کے ماہرین فضلاء شمار ہوتے تھے اور اس کے فتاویٰ بالکل صحیح اور قوی ہوتے تھے اور یہ میرے ان اساتذہ اور شیوخ میں سے تھے جن سے میں نے ایک وقت تک استفادہ کیا اور میں آپؒ کے ساتھ ۶۳۲ھ میں رہا ہوں) بہت سے ائمہ کرام سے آپؒ کے جمیع علوم میں مہارت کے متعلق توصیفی کلمات منقول ہیں جیسے کہ علامہ عراقی سے منقول ہے کہ آپؒ کے زمانہ میں جب محدثینؒ میں مطلق شیخ کا تذکرہ کیا جاتا تو مراد آپؒ ہی ہوا کرتے۔

آپ کی تصانیف

کتاب طرق حدیث الرحمۃ کے علاوہ بھی آپؒ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ امام ابن قاضی شہبہؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ کی تصانیف میں ''مشکل الوسیط'' جو ایک بڑی جلد میں ہے) کتاب الفتاوىٰ، علوم الحديث، كتاب ادب المفتي والمستفتي، فوائد الرحلة (اور یہ بصورت اجزاء کثیرہ کے ہے) زیادہ ترمشہور ہیں۔

آپؒ کی ولادت ۵۷۷ھ میں اور آپؒ کی وفات ۲۵ ربیع الآخر ۶۴۳ھ میں ہوئی۔ اور اسی سال بہت سے اعلام و مشائخ کا انتقال ہوا۔ جیسے کہ علامہ ذھبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں تفصیل کے ساتھ انکا ذکر کیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ جدید ج۴ ص ۱۴۳۰، شذرات ج۵ ص ۲۲۱، الرسالۃ ص ۹۴)

(۲۱۰) انوار المصباح فی الجمع بین الکتب الصحاح

یہ کتاب امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن عتیق بن علی التجیبی الغرناطی کی تصنیف ہے۔ آپؒ اللاردی کے ساتھ مشہور تھے۔ آپؒ اپنے والد صاحب کے علاوہ ابوعبداللہ بن حمید اور اس طبقے کے لوگوں سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

ابوعبداللہ الآبار فرماتے ہیں کہ آپؒ قضاء کے متولی بھی ہوئے اور بہت سی تصانیف بھی کی ہیں جن میں سے کتاب "انوار المصباح فی الجمع بین کتب الستۃ الصحاح" کتاب مطالع الانوار فی شمائل المختار، کتاب نکت الکافیۃ، کتاب منھاج العمل فی صناعۃ الجدل، کتاب المسالک النوریۃ فی المقامات الصوفیۃ۔ آپؒ کی ولادت ۵۶۳ھ میں اور وفات ۶۴۶ھ میں ہوئی۔
(تذکرۃ الحفاظ قدیم ج۴ ص ۲۲۰، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۴۳)

(۲۱۱) الرباعیات لابی الحجاج الدمشقی

یہ کتاب امام محدث شام ابوالحجاج یوسف بن خلیل بن عبداللہ الدمشقی کی تصنیف ہے۔ آپؒ محدث حلب اور مسند شام کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ ابتداء میں آپؒ دنیاوی اسباب (معیشت) میں مشغول رہے۔ تیس سال کی عمر میں طلب علم حدیث کی شوق ہوئی تو آپؒ اس کے لئے بالکلیہ تیار ہوئے اور آپؒ نے اس سلسلہ میں بہت سے شہروں کا سفر کر کے سماع حدیث فرمائی۔ چنانچہ آپؒ نے یحیی الثقفی، ابومنصور بن عبدالسلام، ابوالفرج بن کلیب، خلیل بن بدر، ابوالقاسم بوصیری وغیرھم مشائخ سے سماع حدیث کی اور آپؒ سے حافظ شرف الدین عبدالمومن، محمد بن سلیمان المعریٰ، محمد بن جوھر المقری، ابوالحسن العراقی، ابوبکر الدشتی وغیرھم ائمہ کرامؒ نے روایت حدیث کی ہے۔ ابواسحٰق صریفینیؒ سے جب آپؒ کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے جواب میں کہا کہ حافظ ثقۃ عالم بما یقرأ علیہ لا یکاد

یفوتہ اسم رجل (ابوالحجاج حافظ، ثقہ ہیں اور جو کچھ اس کے سامنے پڑھا جاتا ہے اس کے ایسے عالم ہیں کہ اس کی اسناد میں بھی آپؒ سے کوئی شخص نہیں رہ جاتا)

علامہ ابن ناصر الدینؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ حفاظ مکثرین رحالین (علم کے لئے کثرت سے اسفار کرنے والے) میں سے تھے بلکہ ان میں سے کتابت اور نقل احادیث میں منفرد اور یکتا تھے۔ ابن رجبؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ اپنے زمانہ میں اصبھانیین سے بہت سی اشیاء (احادیث وغیرہ کی تخریج) میں متفرد تھے آپؒ نے اپنے لئے ایک معجم کی تخریج پانچ سو سے زائد مشائخ سے کر کے جمع کی۔ ۵۵۵ھ میں آپ کی ولادت اور ۱۰ جمادی الاخریٰ ۶۴۸ھ میں ۹۳ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔
(تذکرۃ الحفاظ جدید ج۴ ص ۱۴۱۰، شذرات ج۵ ص ۲۴۳، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۸۳)

(۲۱۲) مشارق الانوار

یہ کتاب امام رضی الدین حسن بن محمد صاغانی کی تصنیف ہے۔ صاحب لباب المعارف العلمیہ مولانا عبدالرحیم صاحب کلاچوی لکھتے ہیں کہ صاغان (معرب چاغان) ایک گاؤں کا نام جو مرو کے مضافات میں سے ہے آپؒ فقہ، حدیث اور لغت میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ دیگر علوم میں بھی اس کو کافی دستگاہ حاصل تھی۔ ۵۷۷ھ میں پیدا ہوا اپنے والد سے تحصیل علوم کی اور بغداد میں جا کر مدتوں وہاں مقیم رہا۔ ۶۵۰ھ مطابق ۱۲۵۲ء میں بمقام بغداد اس کا انتقال ہوا اور اسکی وصیت کے مطابق اس کی نعش کو مکہ معظمہ میں لے جا کر دفن کیا۔ اس نے احادیث موضوعہ کا ایک مجموعہ مرتب کیا ہے جس میں ابن جوزیؒ اور مجد الدین فیروز آبادی کی طرح تشدد سے کام لیا ہے۔ کتاب الشوارد، مجمع البحرین، العباب (ہر سہ در علم لغت) مشارق الانوار مصباح الدجی (علم حدیث) در السحابہ فی وفیات الصحابہ وغیرہ اس کی تصنیفات میں سے ہیں وہ اپنے زمانہ میں لغت کا امام مانا گیا ہے کہتے ہیں کہ مذھب حنفی رکھتا تھا۔ مشارق الانوار کے متعلق لکھتے ہیں کہ صحیحین میں سے قولی احادیث چن کر جمع کی ہیں۔ مولوی خرم علی نے جو مولانا اسمٰعیل شہید کے شاگرد رشید ہے اس کا ترجمہ لکھا ہے ہر ایک حدیث کے ساتھ ترجمے کے علاوہ کچھ تشریح بھی کی ہے۔ دو ہزار دو سو چھیالیس (۲۲۴۶) حدیثوں پر مشتمل ہے۔

(لباب المعارف العلمية ج ا ص ۳۴)

(۲۱۳) منتقى الاخبار فى الاحكام لابن تيمية

یہ شیخ الاسلام مجد الدین ابو البرکات عبد السلام بن عبد اللہ بن ابی القاسم الخضر بن محمد بن علی بن تیمیہ الحرانی الحنبلی کی تصنیف ہے۔ آپؒ محدث، مفسر، فقیہ، المقری، اصولی، نحوی اور اپنے زمانہ کے اعلام میں سے تھے۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کان الشیخ مجد الدین معدوم النظیر فی زمانه رأسا فی الفقه واصوله بارعا فی الحدیث ومعانیه له الید الطولیٰ فی معرفة القرأ ات والتفسیر صنف التصانیف واشتهر اسمه وکان فرد زمانه فی معرفة المذهب مفرط الذکاء متین الدیانة کبیر الشان ومناقبه کثیرة اھ۔

(شیخ مجد الدین اپنے زمانہ میں علم، دیانت وغیرہ) میں بے نظیر تھے، علم فقہ، اصول فقہ میں رئیس وپیشوا تھے۔ علم حدیث اور اس کے معانی کے جاننے میں منفرد و یکتا تھے آپؒ نے کئی تصنیفات کی ہیں آپؒ مذہب کی معرفت میں اپنے زمانہ میں منفرد تھے، انتہائی ذہین اور مضبوط دیانت کے مالک آپؒ کا نام بوجہ عظمت شان کے مشہور تھا، آپؒ کی وفات ۶۵۲ھ میں ہوئی۔

منتقی الاخبار کی تالیف

اس کتاب کے مقدمہ میں اس کے مؤلف اور جامع فرماتے ہیں ھذا کتاب یشتمل علی جملة من الاحادیث النبویة التی ترجع اصول الاحکام الیها ویعتمد علماء اهل الاسلام علیها انتقیتها من صحیحی البخاری ومسلم اھ۔

(یہ کتاب احادیث نبویہ کے ایسے مجموعہ پر مشتمل ہے کہ وہ بنیادی احکام کا مرجع ومنبع ہیں اور علماء اسلام ان پر اعتماد کرتے ہیں ان احادیث کو صحیح بخاری ومسلم سے منتخب اور صاف کرکے ان کی تخریج کی ہے۔

پھر چند دیگر امور کے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ میں نے اس کے ضمن میں کچھ آثار صحابہؓ کا ذکر بھی کیا ہے۔ ہاں میں نے اس کتاب میں احادیث کو اپنے زمانہ کے فقہاء کرام کے طرز پر مرتب کیا تاکہ ان کی تلاش میں آسانی رہے۔ اور احادیث میں جن فوائد مستفادہ پر دلالت ہوتی ہے تو ان کو بطور ترجمہ

الباب کے ذکر کردیا۔ اس کے شروع میں ابوھریرہؓ کی یہ حدیث موجود ہے قال سأل رجل رسول اللہ ﷺ انا نرکب البحر الحدیث علامہ عبد العزیز الخولیؒ نے مفتاح السنة میں ذکر کیا کہ مصنفؒ نے منتقی الاخبار کا انتخاب صحاح ستہ، مسند امام احمدؒ سے کیا اور پھر احادیث کو ان مسانید کی طرف منسوب کرنے میں خوف طوالت سے بچنے کے لئے صرف اسانید کے ذکر کرنے پر اکتفا کردیا اور صاحب بدر المنیر نے اس کتاب کے بارے میں کہا کہ احکام حافظ مجد الدین عبد السلام بن تیمیہؒ جو مسمیٰ بہ المنتقی ہیں کہ یہ اسم بامسمیٰ ہیں اور یہ کتنی حسین اور عظیم الشان کتاب ہوتی کاش کہ اس میں اکثر احادیث کی نسبت صرف ائمہ کرام کی طرف (بغیر بیان حسن وضعف احادیث کے) نہ ہوتی۔ (یعنی ائمہ کی طرف نسبت کرنے کے ساتھ اس کا حسن وضعف بھی بیان کیا جاتا) مثلاً یہ کہتے کہ رواہ الدار قطنی واحمد ورواہ ابوداؤد بکون الحدیث ضعیفا۔ اور اس سے زیادہ پریشان کن یہ بات ہے کہ ایک حدیث کا ضعف جامع ترمذی میں تو واضح بیان ہو لیکن اس حدیث کو ترمذی کی طرف بغیر بیان ضعف کے منسوب کردیا جائے۔ اسلئے کہ ایک حافظ حدیث کے لئے یہ زیادہ مناسب ہے کہ وہ ایسے مواضع کو جمع کرکے اسی کتاب کے حواشی پر لکھ دے یا ان کو مستقل مصنف (کتاب) کی شکل میں مرتب کرے تاکہ اس کتاب ''المنتقی الاخبار'' کا فائدہ مکمل طور پر حاصل ہو (واللہ اعلم)

امام محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۵ھ اپنی کتاب ''نیل الاوطار'' میں اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں کہ کتاب منتقی الاخبار جو کہ احادیث احکام پر مشتمل ہے اس عجیب طرز وشکل پر ابھی تک کسی بڑے امام نے بھی کوئی تصنیف وتالیف نہیں کی۔ مصنفؒ نے احادیث احکام پر احاطہ کرتے ہوئے سنت مطہرہ سے اتنا کثیر مواد جمع کرکے اس کتاب کو مرتب کیا کہ بہت سی بڑی کتب بھی اس سے خالی ہیں اسی طرح مسائل کے دلائل پر اس میں اتنا بڑا نافع ذخیرہ موجود ہے کہ اس میں سے بعض کے حاصل کرنے میں طویل عمریں فنا ہوجائیں گی اور یہ کتاب طلب دلیل کی ضرورت کے وقت بھی بڑے بڑے علماء کا مرجع ہوئی۔ خصوصاً اس زمانہ میں انہی شہروں میں جو وہاں قریب قریب تھے وہاں کے مجتہدین کے انظار (سوچیں) اس میٹھے چشمہ (کتاب منتقی الاخبار) پر تزاحم (ازدحام بھیڑ) کرنے لگیں اور ایک

دوسرے سے اس کے ابواب میں داخل ہونے کے لئے محققین کے اقدام سبقت کرنے کی کوشش کرنے لگے اور یہ کتاب ملجاء اور پناہ گاہ بنی ان لوگوں کے لئے جو تقلید کی غلامی سے ' گنے والے تھے کیونکہ وہ اسی پر اعتماد کرنے لگے الخ۔ اس لئے میں نے اس کتاب کی شرح کرنے کی سعی کی ہے وما توفیقی الا باللہ۔ علامہ عبدالعزیز خولی ؒ فرماتے ہیں کہ علامہ شوکانی نے اس کی متوسط شرح آٹھ اجزاء میں لکھی ہے جو مصر میں دو مرتبہ شائع ہو چکی ہے اور اس میں فقہ حدیث کو ایسے جامع انداز میں لکھا ہے کہ شاید ایسے مباحث آپ حضرات کو کسی دوسری کتاب میں نہیں ملیں گے۔

(شذرات الذهب ج۵ ص ۲۵۸، مفتاح السنة ص ۱۱۳، نیل الاوطار ص ۲)

(۲۱۴) مسند ابی حنیفة للخوارزمی

یہ امام ابوالمؤید محمد بن محمود بن الحسن الخطیب الخوارزمی کی تصنیف ہے الخوارزمی اس کی نسبت خوارزم (بضم الخاء وکسر الراء) کو ہے یہ ایک معلوم علاقہ ہے مصنف ؒ نے پندرہ مسانید کو یکجا کر کے ایک کتاب کی شکل میں ابواب الفقہ کی ترتیب پر بصورت حذف مراجع وترک تکرار اسناد کے مرتب کیا ہے اور اس کا نام جامع المسانید رکھا آپ ؒ کی وفات ۶۵۵ھ میں ہوئی۔ (الرسالة المستطرفة ص ۱۵)

اس کا مؤلف اور جامع اس کے مقدمہ مین لکھتے ہیں کہ میں نے ملک شام میں بعض جاہلوں کو امام ابوحنیفہ ؒ کی قدر ومنزلت کو ناقص اور گھٹانے اور بعض دوسرے اماموں کی عظمت کو آپ ؒ پر بڑھانے کی مذموم کوششوں میں مصروف پایا اور وہ آپ ؒ کی نسبت روایت حدیث کے متعلق بہت قلیل مقدار بتلاتے تھے اور بطور استدلال کے اس مسند شافعی جس کے جامع ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم شافعی ہیں اور مؤطا امام مالک اور مسند امام احمد کو پیش کرتے اور ان بعض جاہلوں کا یہ خیال فاسد تھا کہ امام ابوحنیفہ ؒ کا تو کوئی مسند نہیں ہے اور وہ تو چند احادیث ہی کی روایت کرتے ہیں تو مجھے دینی ربانی کی حمیت اور حنفیہ نعمانیہ کی عصبیت لاحق ہوئی تو میں نے ارادہ کیا کہ ان پندرہ مسانید کو اکٹھا کروں جنہیں بڑے محدثین کرام ؒ نے علیحدہ علیحدہ مسند کی شکل میں جمع کیا ہوا ہے (پھر مؤلف نے ان مسانید مختلفہ کا ذکر کرنے کے بعد کہا) کہ میں نے ان مسانید کو ابواب فقہ پر جلد مرتب کرنے کے لئے استخارہ اور اللہ

تعالیٰ سے مدد ونصرت وتوفیق کی درخواست کی پھر میں نے اس کو بطرز حذف مراجع اور ترک اسناد کے مرتب کیا لیکن اگر ایک حدیث مختلف ابواب فقہیہ میں موجود ہوتی یا اس کے اسانید مختلف ہوتے تو پھر تکرار اسناد کی صورت ضرور آجاتی ہے اور میری اس کاوش کی غرض امام ابوحنیفہ ؒ کی عظمت شان کی بلندی اور جاہلین معاندین کے شبہات کا بالکلیہ قلع قمع کرنا تھا اور آپ ؒ کو حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ کے اس قول کا یقیناً مصداق ٹھہرانا تھا جس میں آپ نے جاہلین کے طعنوں کے جواب میں امام ابوحنیفہ ؒ کی مدح میں یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

حسدوا الفتى اذلم ينالوا سعيه — فالقوم اعداء له وخصوم
كضرائر الحسناء قلن لوجهها — حسدا وبغضاانه للنميم

(ان جاہلوں نے اس نوجوان (امام ابوحنیفہ ؒ) سے اسلئے حسد کیا کہ وہ آپ ؒ کی احادیث کے متعلق سعی اور کوشش کو نہیں پہنچے یا ان کو معلوم نہ ہوئی پس جاہل قوم اس کے دشمن ہو گئے۔ مانند اس خوبصورت عورت کی سوکنوں کے کہ انہوں نے حسد اور بغض کی وجہ سے کہا کہ اس کا چہرہ بدصورت ہے)

پھر مؤلف جامع ؒ نے یہ کہا کہ میں نے یہ ارادہ کرلیا کہ حصول ثواب کی غرض سے ان مسانید کو چالیس ایسے ابواب پر مرتب کروں جو مختصر اور مرویہ ماثورہ ہوں اور جو عبداللہ بن عباس، ابن عمر، ابوسعید، ابوھریرہ، ابوالدرداء، انس بن مالک رضی اللہ عنھم سے مختلف الفاظ متقارب معانی سے حضور اکرم ﷺ سے منقول ہوں ان لوگوں کے لئے جو نقل کریں ان سے چالیس احادیث یا یاد کرالیں آپ ؐ کی امت پر چالیس احادیث وغیر ذلک الفاظ میں۔ انتھی

احقر الانام کہتا ہے کہ اس کا شروع "الحمد لله الذى سقانا بطوله من اصفى شرايع الشرائع وكسانا بفضله الخ سے ہوتا ہے۔

اسی طرح مصنف ؒ کے قول کے مطابق کتاب چالیس ابواب پر مشتمل ہے پہلا باب اس کے ایسے فضائل کے بیان میں جن میں آپ اجماعاً منفرد ہیں اور آخری چالیسویں باب میں آپ ؒ کے مسانید کے مشائخ کی معرفت علی ترتیب حروف المعجم کے بیان میں ہے پھر ہر باب مختلف فصول پر مشتمل ہے۔

ابوالوفاءافغانی کی رائے

علامہ ابوالوفاء افغانیؒ نے امام ابویوسف کی کتاب الآثار کے مقدمہ میں مسانید کے تذکرہ کرنے کے بعد جامع المسانید پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ثم جمع کل هذه المسانید قاضی القضاة ابوالمؤید محمد بن محمود الخوارزمی فی کتاب وسماه جامع المسانید ولکن کتابه هذا لم یستوعب جمیع المسانید بل لم یستوعب جمیع آثار المسانید التی قال انه جمعها کما تتبعته وقابلته علی کتاب الآثار للامام محمد ومسند الحارثی اھ۔

(پھر ان مسانید کو قاضی القضاۃ ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی نے ایک کتاب میں جمع کر دیا اور اس کا نام جامع المسانید رکھا لیکن اس نے اس کتاب میں کل مسانید کا استیعاب نہیں کیا بلکہ اس میں تو اس نے ان مسانید کے کل آثار کا استیعاب بھی نہیں کیا جن کے متعلق آپؒ نے کہا کہ میں نے ان کو جمع کیا ہے جیسے کہ میں نے اس کی تتبع اور تقابل کیا ہے امام محمدؒ کی کتاب الآثار اور امام حارثیؒ کے مسند الحارثی سے اھ) (مقدمہ مسند خوارزمی،الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۵)

(۲۱۵) مسند ابی حنیفة للحصفکی

یہ مسند علامہ محدث امام صدرالدین موسیٰ بن زکریا الحصفکی المتوفی ۶۵۰ھ کی تصنیف ہے۔ علامہ فقیہ ومحدث محمد حسن السنبلی المتوفی ۱۳۰۵ھ اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں

کہ یہ مسند امام اعظم امت کے مقتدا امام الائمہ ابوحنیفہ نعمان بروایت صدرالدین موسیٰ بن زکریا الحصفکی کے ہے اور آپ نے اس کو ترتیب شیوخ پر جمع کیا ہے پھر شیخ سندھیؒ نے اس کو سنن اور جوامع کے طرز پر ابواب فقہیہ کی صورت میں مرتب کیا ہے اور دراصل یہ مسند اسماء شیوخ پر بلا ترتیب حروف ھجاء مرتب کیا گیا بلکہ میری تتبع تفحص اور نظر وفکر کے مطابق شیوخ کی یہ ترتیب بھی بلحاظ تقدم وتشرف فقہی کی حیثیت سے ملحوظ رکھی گئی اور ہوسکتا ہے کہ ان کی یہ ترتیب کسی دوسری حیثیت سے ہو۔ جس کی طرف میرے نظر وفکر کی رسائی نہ ہوئی ہو۔

اس کے بعد فرماتے ہیں ثم اعلم ان الکلام فی مسانید الامام وفی هذا المسند للحصفکی

من وجوه کثیرة (۱) من جهة انها لم تجمع فی زمن الامام وجمعها الجامعون بعد از منة متطاولة (۲) ومن جهة ان من رجالها الضعفاء والمجاهیل (۳) ومن جهة ان کثیرا من احادیثها مقطعات ساقطة الرواة من البین اھ

(پھر جانیئے کہ تمام مسانید ابوحنیفہؒ اور اس مسند الحصفکی میں کلام (بحث واعتراضات) بہت سے وجوہ سے ہوسکتا ہے مثلاً (۱) کہ یہ مسانید خود امام اعظم ابوحنیفہؒ کے دور میں مرتب نہیں ہوئے بلکہ ایک طویل زمانہ گزرنے کے بعد مرتب ہوئے (۲) کہ مسانید امام ابوحنیفہؒ کے رواۃ اور رجال میں سے بعض ضعیف اور مجہول بھی ہیں (۳) کہ مسانید کی احادیث میں سے بہت سی روایات مقطوع ہیں یعنی درمیان میں سے راوی ساقط شدہ ہیں وغیرذلک۔

احقر الانام کہتا ہے کہ علامہ محمد حسن السنبلی نے ہر ایک اعتراض کا مدلل جواب مقدمہ مسند الحصفکی میں دیا ہے وہاں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ نیز علامہ موصوف نے مسند مذکور کی مدح وتوصیف کو اپنے فصیح وبلیغ الفاظ میں بیان کرنے کے بعد آخر میں فرمایا۔ولعمری ان هذا لهو التالیف الذی یفتخر به الثقات المتقون ویباهی به الاثبات المتقنون الخ ۔نیز علامہ محمد عابد سندھی نے جس مسند بروایت الحصفکی کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا ہے اس کا شروع اس طرح ہے کہ ابوحنیفة عن یحییٰ عن محمد بن ابراهیم التیمی عن علقمة بن وقاص اللیثی عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله ﷺ الاعمال بالنیات ولکل امری مانوی فمن کانت هجرته الی الله ورسوله فهجرته الی الله ورسوله ومن کانت هجرته الی دنیا یصیبها او امرأة ینکحها فهجرته الیٰ ماهاجر الیه اھ۔

(امام ابوحنیفہؒ سے بسند متصل حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ تمام اعمال کا مدار نیت پر ہے (یعنی ہر کام کا نتیجہ نیت پر مرتب ہوتا ہے) اور ہر انسان کے لئے وہی بدلہ ہوگا جو اس کی نیت ہے لہذا جس شخص نے اللہ اور رسول ہی کے لئے (بہ نیت خالص) ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول ہی کے لئے ہوگی اور جس شخص نے دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لئے ہوگی جس کا اس نے ارادہ کیا ہے)

پھر مصنفؒ نے اس کے بعد کتاب الایمان والاسلام والقدر والشفاعۃ الخ کا ذکر کیا ہے۔(منقول از مقدمہ مسند الامام للحصفکی)

(۲۱۶) الترغیب والترہیب للمنذری

یہ کتاب حافظ کبیر زکی الدین ابو محمد عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللہ بن سلامہ منذری شامی کی تصنیف ہے ۔ آپؒ نے ابوعبداللہ الارتاحی، عبدالمجیب بن زهیر ، ابوالجود غیاث بن فارس ، حافظ ابوالحسن المقدسی، حافظ جعفر بن اموسان، تاج الکندی وغیرہم جیسے مشائخ سے سماع حدیث کی ہے۔اور آپؒ سے الدمیاطی ، ابن الظاهری، ابوعبداللہ بن القزاز، تقی الدین ابن دقیق العید ، اسحٰق بن الوزیری وغیرہم جیسے ائمہ کرام نے روایت حدیث کی ہے۔

آپؒ نے تحصیل علوم اور سماع حدیث کے لئے مختلف شہروں مکہ مکرمہ ، مدینہ منورہ ، بیت المقدس، دمشق، حران، اسکندریہ وغیرھا کے طویل اسفار کیے اور مشائخ بالا سے مکمل استفادہ کرتے رہے۔آپؒ نے ایک عرصہ تک قاہرہ کے ''جامع ظافری'' میں تدریسی خدمات سرانجام دیں اس کے بعد بیس سال تک ''الدار الکاملیہ'' میں شیخ الحدیث کی مسند پر براجمان رہے۔علامہ ذھبیؒ ''تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں

قال الشريف عزالدين كان عديم النظير فى معرفة علم الحديث على اختلاف فنونه عالما بصحيحه وسقيمه ومعلوله وطرقه متبحرا فى معرفة احكامه ومعانيه ومشكله قيما بمعرفة غريبه واعرابه واختلاف الفاظه اماما حجة ثبتا ورعا متحريا فيما يقوله متثبتافيما يرويه .قرأت عليه قطعة حسنة من حديثه وانتفعت به انتفاعا كثيرا۔

(شریف حافظ عزالدینؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ فنون حدیث کی معرفت میں بے نظیر اور یکتا تھے اور حدیث کے صحیح ،سقیم، معلول اور اس کے طرق کے عالم اور اس کے احکام ومعانی اور ان کے مشکلات کے حل کرنے میں ماہر تھے۔ نیز اس کے لغات، اعراب، غرابت اور اختلاف الفاظ کی معرفت اور ضبط میں کامل دسترس رکھتے تھے آپؒ اپنے زمانہ میں امام حجت، ثبت، متقی اور اپنے قول وروایت میں متثبت تھے میں نے ان سے کچھ احادیث پڑھی ہیں اور ان سے میں نے بہت سے فائدہ اٹھایا ہے)

اسی طرح علامہ ذھبیؒ کے مشہور استاد حافظ عبدالمومنؒ فرماتے ہیں کہ میں آپؒ کے پاس مبتدی کی حیثیت سے آیا تھا اور عالم وفاضل بن کران سے واپس گیا۔

آپؒ کو معرفت احکام اور استخراج معانی حدیث میں تبحر کا درجہ حاصل تھا۔حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں ''عنى بهذا الشان حتى فاق اهل زمانه'' (کہ آپؒ نے تدریس اور احکام ومعانی کے استنباطات وغیرہ کا اتنا زیادہ اہتمام کیا کہ اپنے زمانہ میں اس حیثیت سے ممتاز رہے)

اور امام ذھبیؒ کے تو اس سلسلہ میں یہ الفاظ ہیں کہ ''لم يكن فى زمانه احفظ منه'' (کہ اس زمانہ میں آپؒ سے زیادہ حافظ حدیث کوئی نہ تھا) نیز آپؒ نے کتاب ''الترغیب والترهیب'' کے علاوہ فقہ، تاریخ وغیرہ میں متعدد تصنیفات کی ہیں جن میں سے مختصر صحیح مسلم، حواشی سنن ابی داؤد، الیوم واللیلۃ معجم اور کتاب الخلافیات ومذاهب السلف وغیرھا مشہور ہیں ۔آپؒ کی ولادت شعبان ۵۸۱ھ اور وفات ۴ ذی قعدہ ۶۵۶ھ میں ہوئی۔

الترغیب والترہیب کی وجہ تالیف

جیسے کہ خود اس کے مؤلف اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ بعض زاہد علم عمل سے موصوف بلند ہمت طلبہ نے مجھ سے یہ درخواست کی کہ میں ترغیب وترھیب کے سلسلہ میں ایک ایسی جامع کتاب جو ذکر اسناد اور کثرت تعلیل کی تطویل سے مجرد (خالی) ہو۔تو میں نے اس کی صدق نیت اور خلوص طلب کے پیش نظر استخارہ کر کے اس صغیر الحجم کتاب کی تالیف وترتیب میں اس کی مراد کو پورا کردیا میں نے اس غزیر العلم (زیادہ معلوماتی) کتاب میں ترغیب وترھیب کے متعلق متفرق کتب میں جو احادیث صریحہ موجود تھیں صرف انہی کا انتخاب کر کے اس میں جمع کردیں اور میں نے حضور ﷺ کے وہ افعال جن میں ترغیب وترھیب کا صراحۃً ذکر نہیں تھا ذکر نہیں کیے مگر ضمناً کسی باب وغیرہ میں کیونکہ اگر سب اقسام ترغیب وترھیب کا تذکرہ کیا جاتا تو پھر یہ انتہائی طویل سلسلہ ہو جاتا۔

اسلئے میری طرز تالیف کی صورت یہی ہے کہ حدیث کو ذکر کرنے کے بعد اس کی نسبت کتب مشہورہ کے مصنفین میں جس نے اس کی روایت کی ہوتی ہے ان کی طرف کردیتا ہوں اور کبھی بطور اختصار کے ان

میں سے بعض کی طرف کرتا ہوں خصوصاً جبکہ وہ روایت صحیحین (بخاری ومسلم) میں یا ان میں سے ایک میں موجود ہو اس کے بعد اس کے اسناد کی صحت، حسن اور ضعف وغیرہ کی طرف اشارہ کرتا ہوں اسلئے کہ اصل مقصود تو روایت کی صحت، حسن اور ضعف کا جاننا ہی ہوتا ہے اور اس بات کا ادراک صرف وہی ائمہ اعلام کر سکتے ہیں۔ جو صفت حفظ، اتقان اور معرفت تامہ سے موصوف ہوں۔ باقی علل دقیقہ کا تذکرہ تو وہ صرف ائمہ ناقدین اور اصحاب جرح وتعدیل کا مطمح نظر ہوتا ہے۔ اسلئے نقض مقصود کے خوف اور طلب اختصار کی غرض سے میں نے اس کتاب میں ان سے اعراض کیا ہے۔ اور اسلئے بھی کہ بہت سے متقدمین علماء نے ترغیب وترھیب کی احادیث کے سلسلہ میں تساھل سے کام لیا اور موضوع روایات تک کا تذکرہ بلا وضاحت وبیان اپنی کتب میں کر دیا اور ہم نے اس کتاب میں احادیث واردہ پر اس سلسلہ میں سیر حاصل کلام کیا ہے (واللہ اعلم)

اس کے بعد مصنفؒ نے کتاب میں واردہ احادیث کے طریقہ کا ذکر بایں الفاظ کر دیا کہ بان اقول فی الحدیث الصحیح والحسن بلفظ عن الخ

جس کا خلاصہ بعض شارحین نے اس طرح ذکر کیا ہے

(۱) ایسی احادیث جن کی سند صحیح یا حسن یا اس کے قریب ہو تو ایسی روایات کو آپ لفظ "عن" سے شروع کرتے ہیں اور آخر میں اس پر کوئی بحث نہیں کرتے۔

(۲) ایسی احادیث جو مرسل، منقطع یا معضل ہوں یا ان کا کوئی راوی مبہم یا ضعیف ہو اور بعض نے اسے ثقہ کہا ہو یا وہ ثقہ ہو اور بعض نے اسے ضعیف قرار دیا ہو اور باقی رجال اسناد یا تو ثقات ہوں یا اگر ان پر کلام ہو تو ایسا ہو جو بصورت ثبوت مضر نہ ہو۔ یا وہ روایات بظاہر متصل منقول ہوں اور درحقیقت وہ مرسل یا منقطع ہوں یا اس کی سند ضعیف ہے اور بعض نے اسے صحیح یا حسن قرار دیا ہو۔ تو مصنفؒ نے ایسی تمام روایات کو لفظ "عن" سے شروع تو کر دیا ہے لیکن حدیث کے آخر میں اس کی سند کا حال یعنی ارسال، انقطاع وغیرہ کو بیان کر دیا۔

(۳) ایسی حدیثیں جن کی سندوں میں کوئی ایسا راوی ہو جس کے متعلق کذاب، وضاع، متھم،

مجمع علی ترکہ، مجمع علی ضعفہ، ذاھب الحدیث، ھالک، ساقط وغیرھا الفاظ کہے گئے ہوں یا جن احادیث کی سندوں میں تحسین کا کوئی احتمال ہی نہ ہو ایسی تمام روایات کو لفظ "روی" سے شروع کرتے ہیں اور ان کی سندوں پر کچھ کلام (بحث) نہیں کرتے گویا ضعیف احادیث کی پہچان یہ ہوئی کہ وہ لفظ "روی" سے شروع ہو۔ اور اخیر میں اس کی سند پر کچھ کلام نہ ہو۔

اس کے بعد مصنفؒ نے مقدمہ کے آخر میں کتاب "ترغیب وترھیب" کے مأخذ کو اشارہ کرتے ہوئے بعض مأخذ کا تذکرہ اس عبارت سے کر دیا کہ وقد استوعبت جمیع ماکان من ھذا النوع من کتاب مؤطا مالک وکتاب مسند احمد وکتاب صحیح البخاری (الی آخرہ) (اور میں نے تمام اسی قسم کی احادیث کا استیعاب واحاطہ اپنی اس کتاب میں امام مالکؒ کی مؤطا، مسند احمد، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، مراسیل ابی داؤد، جامع ابی عیسیٰ ترمذی، سنن نسائی، کتاب الیوم واللیلۃ للنسائی، سنن ابن ماجۃ، طبرانی کی معجم الکبیر، معجم الاوسط، معجم الصغیر، مسند ابی یعلی الموصلی، مسند ابی بکر البزاز، صحیح ابن حبان، مستدرک علی الصحیحین للحاکم وغیرھا سے نقل کر کے کر دیا ہے۔

الترغیب والترھیب کا درجہ

علامہ خولیؒ نے مفتاح السنۃ میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے وھو من احسن الکتب طریقۃ فی جمع الحدیث وبیان درجتہ ولیت کتب الحدیث کلھا علی نمطہ اھ۔

(کہ علامہ منذری کی یہ کتاب "الترغیب والترھیب" جمع احادیث اور ان کے درجات ومراتب کے طور طرز کے بیان میں بہترین کتاب ہے کاش کہ تمام باقی کتب حدیث کی ترتیب وتالیف اسی طریقہ پر ہوتی)

مثلاً بطور نمونہ اس میں احادیث ذیل کو ملاحظہ کریں عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال مطل الغنی ظلم واذا اتبع احدکم علی ملئ فلیتبع رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ۔

صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ علامہ منذریؒ نے اپنی کتاب الترغیب والترھیب کی احادیث کو پچیس عنوانات کتب سے مصابیح کی ترتیب پر ذکر کیا ہے پھر اس کی تلخیص ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ نے کی ہے اور اصل (ترغیب وترھیب للمنذری) پر برھان الدین ابراھیم بن محمد الناجی الدمشقی المتوفی ۹۰۰ھ کی تعلیق بھی ہے۔

امام ابوجعفر الکتانی رسالۃ المستطرفہ میں ذکر کرتے ہیں کہ "الترغیب والترھیب" دو ضخیم جلدوں میں ہے اور اس کی شرح فاضل فیومی نے کی ہے اور وہ جامع قزوین فاس کے خزانہ (کتاب خانہ) میں موجود ہے اور ایک دوسری شرح دو ضخیم جلدوں میں شیخ محمد حیات بن ابراھیم سندھی مدنی حنفی المتوفی ۱۱۶۳ھ نے کی ہے۔ اسی طرح مصنفؒ نے خود مقدمہ میں یہ اشارہ کر دیا تھا کہ میں نے کتب حدیث میں سے جوامع، سنن، مسانید اور معاجم وغیرہ میں ترغیب وترھیب کے متعلق صریح موجود روایات سوائے ضعیف اور موضوع کے سب ذکر کر دی ہیں۔ اور یہ بھی کہ میں نے احادیث کی سندوں کو حذف کر کے ان کی بجائے کتب حدیث کے حوالے دیے ہیں۔

صاحب لباب المعارف العلمیہ کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اس موضوع پر جتنی صحیح حدیثیں مل سکی ہیں۔ مصنفؒ نے نہایت جامعیت اور حسن ترتیب کے ساتھ سب کو ایک جگہ لکھ دیا ہے گویا جملہ کتب حدیث کا نچوڑ یا لب لباب ہے، ہر ایک مخرج حدیث کی تصریح کی گئی ہے۔

(شذرات الذھب ج ۲ ص ۲۷۷، تذکرۃ الحفاظ جدید ج ۴ ص ۱۴۳۶، مقدمہ الترغیب والترھیب ص ۴۰۳، کشف الظنون جدید ج ۱ ص ۴۰۰، مفتاح السنۃ ص ۱۳۳، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۴۸، لباب المعارف العلمیۃ ج ۱ ص ۴۲)

(۲۱۷) ریاض الصالحین للنووی

یہ شیخ الاسلام ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعۃ بن حزام الفقیہ الشافعی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے بقول علامہ ذھبیؒ رضی ابن البرھان، شیخ الشیوخ عبد العزیز بن محمد الانصاری، زین الدین بن عبد الدائم، شمس الدین بن ابی عمر وغیرھم مشائخ سے سماع حدیث کی ہے

اور آپؒ سے ابن ابی الفتح، علامہ المزی، ابن عطار وغیرھم ائمہ کرام نے روایت حدیث کی ہے۔ علامہ ذھبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے شیخ ابو الحسن بن العطار فرماتے ہیں کہ شیخ محی الدین (امام نوویؒ) نے اس سے کہا کہ وہ ہر دن بارہ اسباق اپنے مشائخ سے مختلف کتب کی تشریح وتصحیح کی صورت میں پڑھتے تھے دو اسباق کتاب "الوسیط" میں ایک سبق "المھذب" کا ایک سبق" جمع بین الصحیحین کا ایک سبق صحیح مسلم کا ایک سبق "اللمع لابن جنی کا ایک درس اصلاح المنطق کا ایک درس علم التصریف اور ایک درس علم اصول فقہ اور ایک درس اسماء الرجال اور ایک سبق اصول الدین میں اللہ تعالیٰ نے میرے اوقات میں برکت ڈال دی تھی کہ ان اسباق کے پڑھتے وقت مغلق عبارات کی وضاحت اشکالات کے جوابات اور ضبط لغت کو تعلیقات کی صورت میں لکھتا رہا۔ میرے دل میں ایک وقت یہ خیال بھی آیا کہ علم الطب میں مشغولیت اختیار کروں اور اسلئے میں نے "کتاب القانون" بھی خرید لی۔ لیکن کئی دنوں تک دل پر ظلمت اور تاریکی چھائی رہی اور کئی دنوں تک میں کسی کام پر بھی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ میں نے وہ کتاب القانون بیچ دی تو پھر میرا دل روشن ہوا اور اطمینان نصیب ہوا۔

آپؒ شافعی المذھب، فقیہ، زاہد، حافظ، صاحب التصانیف اعلام میں سے تھے۔ امام ذھبیؒ فرماتے ہیں لزم الاشتغال لیلاً ونھاراً نحو عشرین سنۃ حتی فاق الاقران وتقدم علی جمیع الطلبۃ وحاز قصب السبق فی العلم والعمل ثم اخذ فی التصنیف من حدود ستین وستمائۃ الی ان مات (آپؒ بیس سال تک شب وروز تحصیل علوم میں ایسے مشغول رہے کہ اپنے ساتھیوں اور سارے طلبہ سے علم وعمل میں سبقت لے گئے اس کے بعد آپؒ ۶۶۰ھ سے تا آخر حیات تصنیف وتالیف میں مشغول رہے) اور ان علوم (حدیث، فقہ، لغت) میں تبحر کے باوجود زہد، ورع، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بے مثال تھے اور کھانے پینے پہننے اور بود وباش میں میانہ روی اختیار کیے ہوئے تھے بلکہ تصفیہ اور مجاہدہ نفس پر عمل پیرا تھے۔ علامہ ذھبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں قال شیخنا الرشید ابن المعلم. کان یاکل فی الیوم واللیلۃ اکلۃ ویشرب شربۃ واحدۃ عند السحر (کہ ہمارے شیخ رشید

ابن المعلم نے کہا کہ شیخ محی الدین النووی رات ودن میں ایک لقمہ کھانا اور ایک گھونٹ پانی کا بوقت سحری استعمال کیا کرتے)

آپؒ کی تصانیف

آپؒ کثیر التصانیف تھے جن میں سے شرح مسلم ،ریاض الصالحین ،الاذکار ،الارشاد ،الاربعین ،التقریب ، کتاب المبهمات ،العمدة فی تصحیح التنبية ،الایضاح فی المناسک ، التبیان فی بیان حملة القرآن ،الروضة، شرح المهذب وغیرها زیادہ مشہور ہیں۔

آپؒ کی ولادت محرم ۶۳۱ھ اور وفات ۱۴ رجب ۶۷۶ھ میں ہوئی۔

ریاض الصالحین کی وجہ تالیف

ریاض الصالحین کے مقدمہ میں مصنفؒ نے خطبہ کے بعد آیات قرآنی وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ۔وغیرہ سے انسان کی خلقت صرف عبادت کے لئے ہے کا ثبوت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ دنیاوی لذات اور عیش پرستیوں سے اعراض واجتناب کرتے ہوئے صرف اس چیز (عبادت) کا اہتمام واعتناء کرے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے اور دراصل سب سے اعقل ترین وہی لوگ ہیں جو دنیا سے زہادت ،یکسوئی اختیار کر کے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور اس شاعر نے کیا خوب کہا کہ

إِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا فُطَنَا — طَلَّقُوا الدُّنيا وخافوا الفِتَنَا
نَظَرُوا فيها فلمّا علموا — انها ليست لِحَيٍّ وَطَنَا
جعلوها لُجَّةً وَاتَّخَذُوا — صَالِحَ الأعمالِ فيها سُفُنَا

(بے شک اللہ تعالیٰ کے بہت سے ایسے ذہین سمجھدار بندے ہیں جنہوں نے دنیاوی فتنوں (کفر، گمراہی، عذاب، رسوائی، جنگ وجدل) کے خوف سے دنیا کی محبت کو طلاق دیدی (چھوڑ دیا ہے) جب انہوں نے دنیا (اور اس کی آزمائشوں) میں غور وفکر کیا اور یہ یقین ہوگیا کہ یہ کسی ذی روح انسان کی قیام گاہ کے لائق نہیں تو انہوں نے اسے سمندری طوفان سمجھتے ہوئے نیک اعمال کو اس کے

لئے کشتیاں بناتے ہوئے اپنا بچاؤ کیا)

مؤلفؒ آگے لکھتے ہیں کہ جب دنیا کی حالت اور صفت وہی ہے جس کا ذکر ہو چکا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انسانی خلقت اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی کے لئے ہے تو فحق علی المکلف ان یذھب بنفسه مذھب الاخیار ویسلک مسلک اولی النھی والابصار (ایک مکلف (عاقل بالغ مسلم) انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ صاحب عقل وبصیرت اور پسندیدہ اشخاص کے طریقوں کو حضور کریم ﷺ کی سنت کے مطابق اختیار کر کے بجالائے۔ چنانچہ ان روایات اور اسی غرض کے حصول کے لئے میرے (مصنفؒ) کے دل میں یہ خیال آیا ہے کہ میں احادیث صحیحہ کا ایک ایسا مختصر مجموعہ تالیف کروں جو ایسی چند اہم باتوں پر مشتمل ہو جو پڑھنے والے کے لئے آخرت کا راستہ بتانے اور ظاہری وباطنی آداب کے حصول کا ذریعہ بھی ثابت ہو اور اس میں ترغیب وترھیب اور آداب سالکین کی وہ تمام روایات جن کا تعلق زہد، ریاضت نفس، تہذیب اخلاق، طہارت قلوب اور اس کے معالجات اور اعضاء انسانی کی حفاظت اور اس کے ٹیڑھے پن کے ازالہ وغیرہ کے اسباب (جو کہ عارفین کے مقاصد میں سے ہیں) کا تذکرہ کر دیا جائے اور میں نے اس میں التزام کیا کہ صرف ایسی صحیح اور واضح روایات کا ذکر کروں گا جن کی مشہور کتب احادیث صحیحہ کی طرف نسبت کی گئی ہو اور ابواب کی ابتداء قرآنی آیات سے کروں گا اور الفاظ کے ضبط اور معانی کی وضاحت کو نفیس تنبیہات سے مزین کروں گا اور جب میں آخر حدیث میں لفظ متفق علیہ کہہ دوں تو اس کا یہی مطلب کہ اس کی روایات بخاری ومسلم نے کی ہے الخ۔

احقر الانام کہتا ہے کہ ریاض الصالحین پر ایک جید اور بہترین تعلیق محمد بن علان الصدیقی الشافعی التوفی ۱۰۵۷ھ کی ہے جس کا نام ''دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین'' ہے جو چار جلدوں میں ہے ان کے جامع اور مؤلف شروع میں لکھتے ہیں انه قد جمع ما يحتاج اليه السالك فی سائر الاحوال واشتمل علی ماینبغی التخلق به من الاخلاق والتمسک به من الاقوال والافعال مغترفا من عباب الکتاب والسنة النبوية ناقلا لتلک الجواهر من تلک المعادن السنية

(مصنفؒ (ریاض الصالحین) نے اس میں وہ سب کچھ جمع کر دیا جس کی ایک سالک کو جمیع احوال میں ضرورت پڑتی ہے اور یہ کتاب ان اقوال وافعال پر مشتمل ہے جن کے ساتھ تخلق اور تمسک اختیار کرنا

اوران کو عمل میں لانا زیادہ مناسب ہے کیونکہ یہ چمکدار موتی قرآن وسنت کی قیمتی معادن سے حاصل شدہ ہیں)

صاحب کشف الظنون نے ریاض الصالحین کے متعلق بعض اقوال سابقہ کے علاوہ یہ بھی نقل کردیا کہ

وجعله علی مائتی باب وخمس وستین بابا فرغ منه یوم الاثنین رابع عشر رمضان سنة ۶۷۰ھ۔

(کہ مصنفؒ نے اس کو دوسو پینسٹھ (۲۶۵) ابواب پر مرتب کیا اور آپؒ اس کی تالیف سے ۱۴ رمضان المبارک پیر کے دن فارغ ہوئے۔(تذکرۃ الحفاظ قدیم ج۴ ص ۲۵۱، شذرات ج۵ ص ۳۵۵، ریاض الصالحین ص ۵، دلیل الفالحین ص ۲، کشف الظنون ج۱ ص ۹۳۶)

(۲۱۸) اربعین نوویؒ

علامہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نوویؒ کی ایک دوسری تصنیف ''اربعین'' بھی ہے۔صاحب لباب المعارف العلمیہ لکھتے ہیں کہ

علامہ موصوف نے مقدمہ کتاب میں یہ لکھا کہ علماء کرامؒ نے کثرت سے چہل حدیثیں جمع کی ہیں بعض نے تو وہ حدیثیں جمع کیں جن میں مذہب کے اصول یا فروع کے کسی اہم مسئلہ کا ذکر ہے بعض حضرات نے جہاد یا زہد وغیرہ کسی خاص موضوع تک اپنے حدیثوں کے مجموعہ کو محدود رکھا ہے۔یہ سب اغراض صحیح اور قابل قدر مقاصد ہیں لیکن میں نے ایک ایسا مجموعہ مرتب کرنا بہت ضروری اور اہم خیال کیا جو مختلف عنوانوں پر حاوی ہو اور اس کی ہر ایک حدیث مسائل دینیہ کے لئے مستقل اور مہتم بالشان قاعدے کا حکم رکھتی ہو جس سے سینکڑوں فروع کا استنباط ہو سکے اور جس کی اہمیت کیوجہ سے علماء کرام نے اس پر ''نصف الاسلام'' اور ''ثلث الاسلام'' اور اس قسم کے معنی خیز الفاظ کا اطلاق کیا ہو اس کے علاوہ مصنف علام نے صحت حدیث کا بھی التزام کیا ہے اور اخیر میں الفاظ مشکلہ کی ایک فہرست دی ہے جس میں ان کی حرکات وغیرہ کا ضبط کیا ہے۔نوویؒ کی یہ اربعین نہایت مقبول ہوئی ہے اور علماء نے کثرت سے اس کی شرحیں لکھی ہیں سب سے بہتر ملا علی قاری کی شرح ہے (لباب المعارف العلمیہ ج۱ ص ۶۳)

صاحب کشف الظنون نے سابقہ عبارت ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا ہے والتزم فیه ان تکون صحیحة معظمها من صحیح البخاری ومسلم محذوفة الاسانید انتهی اوله الحمدلله رب العالمین قیوم السموت والارضین الخ۔اس کے بعد کشف الظنون میں تقریباً دو صفحات میں اس کی شروح کا ذکر ہے من شاء التفصیل فلیطالعه ثم

(کشف الظنون ج۱ ص ۵۹، ۶۰، لباب المعارف العلمیة ج۱ ص ۶۳)

(۲۱۹) کتاب السیرة لابی العباس الطبری

یہ امام محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی بکر بن محمد الطبریؒ کی تصنیف ہے۔آپؒ شیخ الحرم المکی سے مشہور تھے۔آپؒ نے محدثین کی ایک بڑی جماعت سے روایت حدیث کی ہے پھر آپؒ نے تدریس، افتاء اور علم فقہ میں مہارت تامہ حاصل کر کے انتہائی اچھے انداز میں تصانیف کثیرہ کی تالیف وتصنیف کی ہے، جن میں چند کتب تو علم تفسیر کے متعلق ہیں اور ایک کتاب'' الریاض النضرة فی فضائل العشرة '' ہے اسی طرح آپؒ نے شرح التنبیه، کتاب ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربیٰ، کتاب السمط الثمین فی مناقب امهات المومنین، کتاب القریٰ فی ساکن ام القریٰ وغیر ذلک۔اور سیرت کے باب میں بھی آپؒ سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔آپؒ کی وفات ۶۹۴ھ میں ہوئی۔(شذرات الذهب ج۵ ص ۴۲۵، الرسالة المستطرفة ص ۹۱)

القرن الثامن

اس آٹھویں صدی میں حدیث شریف کی بہت سی کتب تصنیف ہوئی ہیں میں نے بھی اس سلسلہ میں تقریباً چالیس کتب کے اسماء اور کچھ مواد حاصل کر لیا تھا لیکن مقالہ کی ترتیب کے لئے دیئے گئے وقت کے اختصار کے پیش نظر یہاں چند کتب کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۲۲۰) الالمام فی احادیث الاحکام

یہ امام شیخ الاسلام تقی الدین محمد بن علی بن وهب بن مطیع ابن ابی الطاعة القشیری المنفلوطی الشافعی کی

کتاب ہے۔ آپؒ ابن دقیق العید سے معروف تھے آپؒ نے ابن الجمیزی، سبط السّلفی، حافظ زکی الدین، ابن عبدالدائم، ابوالبقاء، خالد بن یوسف وغیرھم حضرات محدثین سے سماع حدیث کی اور آپؒ سے قاضی القضاۃ علاء الدین القونوی، حافظ قطب الدین الحلبی، قاضی القضاۃ علم الدین ابن الاخنائی وغیرھم ائمہ کرام نے روایت حدیث کی ہے۔

طبقات میں ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ آپؒ اپنے زمانہ میں علم، دیانت، ورع، تقویٰ، زھد وغیرہ میں اپنے ساتھیوں پر فوقیت اور سبقت رکھتے تھے بلکہ ان مذکورہ اوصاف میں وہ متفق علیہ گردانے جاتے تھے۔
آپؒ باوجود بڑھاپے کے رات دن علوم میں خصوصاً علم حدیث میں مشغول رہا کرتے اور اس لئے ملک کے گوشہ گوشہ سے طلبہ آپؒ کی خدمت میں حصول علم حدیث کے لئے سفر کرکے حاضر ہوا کرتے۔
آپؒ کئی بار عہدہ قضاء پر بھی مقرر کئے گئے۔ آپؒ کثیر التصانیف تھے۔ علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں
وصنف شرح العمدة وكتاب الالمام وعمل كتاب الامام فى الاحكام ولو كمل تصنيفه وتبييضه لجاء فى خمسة عشر مجلدا وعمل كتابا فى علوم الحديث ... وشرح مقدمه المطرزى فى اصول الفقه وله الاربعون فى الرواية عن رب العالمين۔ (آپؒ نے شرح عمدہ اور کتاب الالمام نیز آپؒ نے کتاب الامام فی الاحکام بھی لکھی اور اگر اسکی تصنیف وتبییض مکمل ہو جاتی تو وہ پندرہ جلدوں میں ہوتی اور ایک کتاب علوم الحدیث میں بھی لکھی اور آپؒ نے اصول فقہ میں ''مقدمہ المطرزی'' کی شرح اور احادیث قدسیہ میں ''اربعین'' بھی لکھی ہے وغیر ذلک)
آپؒ شعبان ۶۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور صفر ۷۰۲ھ میں آپؒ کی وفات ہوئی۔

کتاب الالمام فی احادیث الاحکام کی ترتیب

مصنفؒ اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ یہ علم حدیث میں ایک مختصر مجموعہ ہے جس میں وہ احادیث ذکر کیے گئے جو بڑے غور وفکر کے بعد اپنے مقصود (یعنی احادیث متعلقہ بالاحکام) کے متعلق ہیں اور میں نے اس کی وضع وترتیب میں کوتاہی اور سستی نہیں کی اسلئے جو شخص بھی اس کے مطلب کو سمجھ جائے گا وہ اس کو مضبوطی سے اپنے پاس محفوظ کرے گا۔ نیز اس کتاب میں میری یہ شرط بھی ہے کہ اس میں وہی

احادیث ذکر کروں گا جو حفاظ اہل حدیث (محدثین) اور ائمہ فقہاء کے طریقہ اور معیار پر صحیح ہوں اور رواۃ احادیث کے تزکیہ کرنے والے ائمہ میں سے کسی امام نے اس کی توثیق بھی کی ہو اور میں نے اس مجموعہ کا نام ''کتاب الالمام باحادیث الاحکام'' رکھا۔

صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں **جمع فيه متون الاحاديث المتعلقة بالاحكام مجردة عن الاسانيد ثم شرحه وبرع فيه وسماه "الامام" قيل انه لم يؤلف فى هذا النوع اعظم منه لما فيه من الاستنباطات والفوائد لكنه لم يكمله وذكر البقاعى فى حاشية الالفية انه اكمله ثم لم يوجد بعد موته الا القليل فيقال ان بعض الحسدة اعدمه لانه كتاب جليل القدر لوبقى لاغنى الناس عن تطلب كثير من الشروح۔** (مصنفؒ نے صرف متون احادیث احکام بغیر ذکر اسناد کے اس میں ذکر کردی ہیں اور پھر اس کی شرح بنام ''الامام'' اس انداز سے کی کہ اس میں آپ دوسرے حضرات سے یکتا نظر آتے ہیں۔ تا آنکہ اس کے متعلق یہ منقول ہے کہ اس نوع کی شروح میں اس سے بڑھ کر کوئی شرح مرتب نہیں کی گئی۔ کیونکہ اس میں فوائد اور استنباطات کثیرہ موجود ہیں لیکن آپؒ کی یہ شرح پایہ تکمیل کو نہ پہنچی البتہ امام بقاعیؒ نے حاشیہ الفیہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ مصنفؒ نے اس کو مکمل کر دیا تھا لیکن اس کی وفات کے بعد اس کا بہت قلیل حصہ موجود پایا گیا۔ اور اس کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض حاسدین نے اس کو اسلئے معدوم کر دیا کہ چونکہ وہ ایک عظیم الشان شرح تھی اگر وہ باقی ہوتی تو لوگوں کو بہت سے شروح کی طلب وتلاش سے بے نیاز کر دیتی (واللہ اعلم بالصواب)

احقر الانام کہتا ہے کہ کتاب مذکورہ ''الالمام فی احادیث الاحکام'' مطبع دار الثقافۃ الاسلامیۃ ریاض میں بمعہ تعلیقات چھپ چکی ہے جس کے شروع میں ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث شریف ہے۔
عن ابى هريرة رضى الله عنه قال جاء رجل الى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله انا نركب البحر ونحمل معنا القليل (الحديث) (حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور فرمایا اے اللہ کے رسول ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا سامان وغیرہ اٹھاتے ہیں (الحدیث)
اسی طرح آپؒ ہر حدیث کے بعد اس کی تصحیح، تحسین اور مخرج کا ذکر بھی کر دیتے ہیں جیسا کہ مذکورہ

حدیث کے بعد یہ لکھ دیا کہ اخرجہ الاربعة وصححہ الترمذی واخرجہ ابن خزیمة فی صحیحہ ورجح ابن مندة ایضا صحتہ (اس حدیث کی تخریج چاروں (ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ) نے کی ہے اور امام ترمذی نے اس کی تصحیح کی اور ابن خزیمہ نے اس کی تخریج اپنی صحیح میں کی ہے اور ابن مندہ نے بھی اس کی صحت کو راجح قرار دیا ہے)

نیز اس کتاب میں احادیث پر نمبرات بھی لکھے گئے ہیں تو اس کی کل احادیث کی تعداد ایک ہزار چار سو اکہتر (۱۴۷۱) کو پہنچتی ہے۔

کتاب الالمام کے شروح وتلخیصات

علامہ چلپیؒ کشف الظنون میں فرماتے ہیں کہ اس کی شرح شمس الدین محمد بن ناصر الدین محمد دمشقی المتوفی ۸۴۲ھ نے کی ہے اور اس کی ایک تلخیص تو قطب الدین عبدالکریم بن عبدالنور بن منیر الحلبی المتوفی ۸۳۵ھ نے کی۔ جس کا نام "الاہتمام بتلخیص کتاب الالمام" ہے اور دوسری تلخیص شمس الدین محمد بن احمد المتوفی ۷۴۴ھ (جو ابن قدامہ المقدسی الحنبلی سے مشہور ہیں) نے کی اور اس کا نام "المحرر" رکھا۔ اور اس دوسرے ملخص پر قاضی جمال الدین یوسف بن حسن الحموی المتوفی ۸۰۹ھ کی ایک شرح بھی ہے نیز اس کی تلخیص علاؤ الدین علی بن بلبان الفارسی المتوفی ۷۳۱ھ نے بھی کی ہے۔

(تذکرة الحفاظ ج۴ ص ۱۴۸۱، شذرات ج۶ ص۶، کشف الظنون قدیم ج۱ ص ۱۴۵، مفتاح السنة ص ۱۱۳، کشف الظنون جدید ج۱ ص ۱۵۸)

(۲۲۱) کتاب المعجم لشرف الدین الدمیاطی

یہ کتاب حافظ علامہ شرف الدین عبدالمومن بن خلف بن ابی الحسن بن شرف بن الخضر بن موسی الدمیاطی الشافعی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے علوم فقہیہ تو دمیاط میں بڑی امتیازی حیثیت سے حاصل کیے، پھر طلب حدیث کے لئے مختلف شہروں کے سفر کیے۔ چنانچہ اسکندریہ میں علی بن زید التساری، ظافر بن شحم، منصور بن الدباغ سے اور مصر میں ابن المقیر، علی بن مختار، یوسف بن المخیلی سے اور بغداد میں ابونصر بن العلیق، ابراہیم بن الخیر سے اور حلب میں ابوالقاسم بن رواحہ سے اور حماۃ میں صفیہ قرشیہ

سے اور ماردین میں عبدالخالق النشتری اور حران میں عیسیٰ الخناط سے سماع حدیث کی ہے۔

صاحب شذرات وغیرہ نے آپؒ کے متعلق لکھا ہے۔ شیخ المحدثین صاحب التصانیف الکثیرة فی الحدیث والعوالی والفقہ (آپؒ محدثین کے شیخ واستاذ اور حدیث العوالی اور فقہ میں کثیر التصانیف ہیں)

صاحب تذکرة الحفاظ فرماتے ہیں ومعجم شیوخہ یبلغون الفا وثلاث مائة انسان وکان صادقا حافظا متقنا جید العربیة غزیر اللغة واسع الفقہ رأسا فی علم النسب متواضعا بسّاما محببا الی الطلبة الخ (آپؒ کے مشائخ کے معجم کو ایک ہزار تین سو اشخاص تک پہنچاتے ہیں آپؒ صادق، حافظ، متقن، لغت اور عربیت میں ماہر فقہ میں وسیع العلم اور علم الانساب کے رئیس، متواضع، متبسم اور طلبہ سے محبت اور شفقت کرنے والے تھے یا طلبہ کے محبوب تھے) امام مزیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے آپؒ سے زیادہ حافظ کسی کو نہیں دیکھا ہے آپؒ بڑی نفیس ولطیف کتب کے مؤلف ہیں ان میں سے سیرت نبویہؐ ایک جلد میں ہے۔ نیز کتاب صلوة الوسطیٰ، کتاب الخیل، کتاب السلی والاغتباط بفوات من تقلم من الافراط "السراجیات الخمسة" وغیرہا مشہور ہیں۔ آپؒ کی ولادت ۶۱۳ھ اور وفات ذی قعدہ ۷۰۵ھ میں ہوئی (شذرات الذہب ج۶ ص ۱۲، الرسالة المستطرفة ص ۱۱۴، تذکرة الحفاظ جدید ج۴ ص ۱۴۷۷)

(۲۲۲) کتاب السیرة لابی الفتح الاندلسی

یہ حافظ فتح الدین محمد بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن یحییٰ سید الناس الشافعی الاشبیلی المصری کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے تحصیل علوم کے لئے کافی جدوجہد کی اور بہت سے مشائخ سے روایت اور سماع حدیث کی۔ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

اشتغل بالعلم فبرع وسادا قرانہ فی علوم شتی من الحدیث والفقہ والنحو وعلم السیر والتاریخ وغیر ذلک وقد جمع سیرة حسنة فی مجلدین فاجادوا فادولم یسلم من بعض الانتقادولہ الشعر والنثر الفایق (آپؒ جب علم میں مشغول ہوئے تو اپنے رفقاء، احباب سے بہت سے مختلف علوم میں

سبقت اور سیادت حاصل کی یعنی حدیث، فقہ، نحو، علم سیرت، تاریخ وغیرہ میں اپنے ساتھیوں سے ممتاز رہے آپؒ نے دو جلدوں میں بہترین سیرت جمع کی لیکن باوجود مفید اور جید ہونے کے بھی بعض حضرات کی تنقید سے محفوظ نہ رہی نیز آپؒ کلام منظوم ومنثور مرتب کرنے میں بھی فائق رہے)

علامہ ابن ناصر الدین نے فرمایا کہ آپؒ امام، عجیب ترین حافظ، مصنف، شاعر، ادیب تھے آپؒ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور آپؒ نے جامع ترمذی کے ایک حصہ کتاب الصلوۃ تک کی شرح دو جلدوں میں کی ہے۔

صاحب شذرات وغیرہ نے لکھا ہے کہ آپؒ کی تالیف کردہ سیرت کا نام "عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر" ہے یہ ایک انتہائی مفید اور سیرت کے فوائد کی جامع اور معتبر کتاب ہے۔ اس موضوع پر تالیف شدہ کتب میں بہترین کتاب ہے جو کہ دو جلدوں میں ہے البتہ اسنادات کے تذکرے سے اس کو آپؒ نے طویل کردیا۔ اسی لئے تو بعض حضرات نے اس کے مختصرات بھی لکھے ہیں (واللہ اعلم) آپؒ کی وفات ۷۳۴ھ میں ہوئی ہے۔ (شذرات ج۶ ص ۱۰۸، الرسالہ ص ۹۱)

(۲۲۳) المحرر فی الحدیث لابن قدامۃ

یہ کتاب حافظ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عبدالہادی بن عبدالحمید بن عبدالہادی بن یوسف بن محمد بن قدامہ المقدسی الحنبلی کی تصنیف ہے۔ آپؒ بڑے محدث، فقیہ، المقری، نحوی، ناقد اور جمیع فنون میں ممتاز اور جبل الراسخ کی مانند تھے۔ علامہ ذھبیؒ کے شیوخ میں سے تھے۔

چنانچہ علامہ ذھبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ ج۴ ص ۱۵۰۸ میں اپنے شیوخ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان الفاظ سے آپ کا ذکر کیا ہے۔

سمعت من الامام الاوحد الحافظ ذی الفنون شمس الدین محمد بن عبدالهادی واعتنى بالرجال والعلل وبرع وجمع وتصدى للافادة والاشتغال فی القرأت والحدیث والفقه والاصول والنحو وله توسع فی العلوم وذهن سیال (میں نے امام یکتا حافظ صاحب فنون شمس الدین محمد بن عبدالہادیؒ سے سماع کی ہے اور آپؒ نے رجال اور علل احادیث کے جمع کرنے کا پورا پورا اہتمام کیا اور اس میں آپ کو

فوقیت اور سبقت حاصل رہی اور علوم (قرأت مختلفہ، حدیث، فقہ، اصول فقہ، نحو وغیرہ) کے حصول اور ان میں مشغول ہونے کے پیچھے پڑے رہے یعنی ان کی تلاش میں بہت سے اسفار کیے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے وسیع علم اور زوردار تیز ذہن سے نوازا تھا)

اسی طرح امام ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ نے بہت سی تصنیفات کی ہیں اور ان میں بعض تکمیل کے مراحل کو پہنچیں اور بعض مکمل نہیں ہوئیں۔

علامہ ابن رجب حنبلیؒ نے طبقات میں آپ کی تصانیف کی تعداد ستر (۷۰) سے بھی زیادہ شمار کی ہے

آپؒ کی ولادت ۷۰۵ھ یا ۷۰۶ھ میں ہوئی اور وفات جمادی الاولی ۷۴۴ھ میں ہوئی۔

کتاب المحرر کی تالیف وترتیب

اس کے مؤلف اور جامع اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ میری یہ کتاب ایک مختصر مجموعہ ہے جو کہ ان احادیث نبویہ پر مشتمل ہے جن میں احکام شرعیہ کا بیان ہے اور ان احادیث کا انتخاب میں نے مشہور اور معتمد ائمہ کرام کی کتب سے کیا ہے جیسے مسند امام احمد بن حنبل، صحاح ستہ، صحیح ابی بکر بن خزیمہ، کتاب الانواع والتقاسیم، ابوحاتم بن حبان کی اور امام حاکم کی کتاب المستدرک اور امام بیہقی کی سنن الکبیر وغیرھم جیسی مشہور کتابیں۔ نیز میں نے بعض ان ائمہ کا تذکرہ بھی کیا ہے جنہوں نے احادیث کی تصحیح وتضعیف یا پھر رواۃ حدیث پر جرح وتعدیل کی ہے اور میں نے اس کے الفاظ کے بیان میں اختصار سے کام لیا اور اس سے مسائل کے آسانی سے معلوم ہوجانے کے لئے میں نے اس کی ترتیب کو اپنے زمانے کے بعض فقہاء کی ترتیب کے طور طرز پر ہی رکھا اور جو روایات اس میں متفق علیہ ہیں تو وہ وہی ہیں جن کی روایت پر بخاری اور مسلم کا اتفاق واجماع ہے۔ ہاں بعض اوقات اس میں آثار صحابہؓ کا ذکر بھی میں نے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہی سوال ہے کہ ہمیں اور جو شخص بھی اسے پڑھے یادیکھے یا حفظ کرے اس کو پورا پورا نفع پہنچائے اور میری اس محنت کو اپنے رضامندی کا ذریعہ بنائے آمین۔

احقر الانام کہتا ہے کہ یہ کتاب المحرر علامہ ابن دقیق العید کی کتاب "الالمام" کی تلخیص ہے جیسا کہ صاحب کشف الظنون نے بھی ذکر کیا ہے اس کا شروع کتاب الطہارۃ سے ہوتا ہے اور اس کے آخر

میں کتاب الطب ہے۔(واللہ اعلم)

(تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۵۰۸ ، شذرات الذھب ج۶ ص ۱۴۱ ، مقدمۃ کتاب المحرر)

(۲۲۴) اطراف الستة لجمال الدين المزی

یہ مجموعہ حافظ کبیر جمال الدین ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمٰن بن یوسف بن عبدالملک بن یوسف المزی الشافعی کا مرتب کردہ ہے۔ جسے علامہ ذھبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں "شیخنا الامام العالم الحبر الحافظ الاوحد محدث الشام" کے القابات سے ذکر کیا ہے۔ آپؒ نے ابتدا میں حفظ قرآن اور کچھ علوم فقہیہ کے حصول کے بعد علم حدیث کی سماع وروایت کے لئے مختلف شہروں (حرمین شریفین ،حلب ،حماۃ ،بعلبک وغیرہ) کے اسفار طویلہ کیے۔ چنانچہ ۶۷۵ھ میں ابن ابی الخیر سے کتاب الحلیہ کی مکمل سماع کی اور اس کے بعد ان سے کثیر روایات کی ہیں اور صحاح ستہ ،معجم الطبرانی وغیرھا کی سماع بھی ان سے کی ہے اور صحیح مسلم کی سماع شیخ الاربلی سے کی ہے اور آپؒ نے ۶۸۳ھ کے سفر میں امام العز الحرانی ،ابوبکر ابن الانماطی ،غازی اور ان ہی حضرات کے طبقہ کے لوگوں سے سماع حدیث کی۔ نیز آپؒ نے تصنیف وتالیف کے سلسلہ میں کتاب "تھذیب الکمال" کو دوسو پچاس (۲۵۰) اجزاء اور کتاب "الاطراف" کو اسی (۸۰) اجزاء سے زائد میں مرتب کیا۔ شذرات الذھب وغیرہ میں ہے کہ آپؒ کے مشائخ واساتذہ کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے آپؒ فنون حدیث کی تحصیل وتحدیث میں اپنے زمانہ کے محدثین میں یکتا تھے تا آنکہ آپؒ کے مشائخ اور دیگر حفاظ حدیث نے بھی آپؒ کے تقدم کا اقرار کیا ہے اور آپؒ سے پچاس سال تک بڑے بڑے محدثین اور حفاظ سماع اور روایت حدیث تے رہے۔ ابن قاضی شھبہؒ فرماتے ہیں۔

ھو المحدثین عمدة الحفاظ اعجوبة الزمان (آپؒ محدثین کے شیخ ،حفاظ حدیث میں عمدہ اور اپنے زمانہ کے حیرت... محدث تھے اس کتاب میں چند اوھام ہیں جنھیں حافظ عراقیؒ نے جمع کیا ہے۔ نیز علامہ ذھبیؒ نے اس کا اختصار بھی کیا ہے آپؒ کی پیدائش ۶۵۴ھ میں اور وفات ۷۴۲ھ میں دار الحدیث الاشرفیہ دمشق میں ہوئی (شذرات ج۶ ص ۱۳۶ ، الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۳۷ ،

تذکرۃ الحفاظ ج۴ ص ۱۴۹۸)

(۲۲۵) زاد المعاد فی ھدی خیر العباد

یہ کتاب امام علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد ابن حریز الفقیہ الحنبلی کی تصنیف ہے جو ابن القیم الجوزیہ سے مشہور ہیں ،کیونکہ آپؒ کا باپ مدرسہ جوزیہ کے نگران اعلیٰ تھے ۔۶۹۱ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ اور دوسرے اجلہ علماء سے تحصیل علوم کی اور تمام علوم اسلامیہ پر نہایت جامعیت کے ساتھ حاوی تھے۔ تفسیر اور حدیث کے متعلق وسعت نظر اور استنباط معانی دقیقہ میں یکتائے عصر تھا۔ فقہ اور عربیت میں بھی ید طولیٰ رکھتا تھا۔ اہل تصوف کے اشارات اور دقائق کو بھی خوب سمجھتا تھا نہایت متقی اور عابد تھے کئی بار حج بیت اللہ کیا اور حرم مکہ معظمہ میں مجاور رہا اس کی تمام تر تصنیفات جو ایک سو سے زائد ہیں نہایت محققانہ واقع ہوئی ہیں ،چونکہ اکثر اہل عصر جمود اور تقلید کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اسلئے علامہ ممدوح کی آزادانہ تحقیقات کو انہوں نے کفر وا ا ادتصور کیا جس کی وجہ سے اس کو بخت تکلیفیں اٹھانی پڑیں لیکن اس نے اتباع حق کی خاطر ان کو طیب خاطر سے برداشت کیا۔ جب علامہ ابن تیمیہ اپنے محققانہ خیالات ظاہر کرنے کی وجہ سے مصر میں قید کیے گئے تو ابن قیمؒ بھی ان کے ساتھ تھے۔

آپؒ کی تصانیف میں سے کتاب سفر الھجرتین ، زاد المعاد، اعلام الموقعین ، الدین الخالص ، کتاب الداء والدواء ، مفتاح دار السعادۃ ، اغاثۃ اللھفان ،اجتماع الجیوش الاسلامیہ وغیرھا مشہور تصانیف ہیں۔

صاحب المعارف العلمیہ مزید لکھتے ہیں کہ شفاء العلیل کے نام سے اس نے مسئلہ جبر واختیار پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے، جس کو پڑھ کر اس کے تبحر علمی اور محققانہ انداز کا کسی قدر پتہ چلتا ہے۔ اس کی تحریروں میں اگر کوئی نقص ہے تو یہ ہے کہ بعض اوقات ضرورت سے زیادہ تفصیل کر دیتے تھے۔

۷۵۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

شذرات الذھب میں ہے قال القاضی برھان الدین الزرعی ماتحت ادیم السماء اوسع علماً منہ

ودرس بالصدرية وامّ بالجوزية مدة طويلة وصنف تصانيف كثيرة جدا فى انواع العلوم فمنها كتاب تهذيب سنن ابى داؤد وايضاح مشكلاته والكلام على مافيه من الاحاديث المعلولة مجلد وكتاب شرح اسماء الكتاب العزيز مجلد وكتاب زاد المعاد اربع مجلدات وهو كتاب عظيم جدا وايضا كتاب اعلام الموقعين عن رب العالمين ثلاث مجلدات وغير ذلك۔

(قاضی برہان الدینؒ فرماتے ہیں کہ آسمان تلے اس سے زیادہ وسیع العلم نہیں تھا اس نے ایک مدت طویلہ تک صدریہ میں درس اور جوزیہ میں امامت کے فرائض سرانجام دیئے اور اس نے مختلف علوم میں تصانیف کثیرہ کی ہیں ان میں سے سنن ابی داؤد کی تہذیب وترتیب اور اس کے مشکلات کی توضیح اور اس میں جو احادیث معلولہ ہیں ان پر بحث وتمحیص کو ایک جلد میں مرتب کیا اور ”شرح اسماء الکتاب العزیز“ ایک جلد میں اور کتاب ”زاد المعاد“ چار جلدوں میں اور یہ بڑی عظیم الشان کتاب ہے اور اسی طرح کتاب ”اعلام الموقعین عن رب العالمین “ تین جلدوں میں تالیف کی اور بھی بہت سی کتب تصنیف کی ہیں) علامہ کاتب الچلپی کشف الظنون میں اس کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں کہ مجلدات لشمس الدين ابى عبدالله محمد بن ابى بكر المعروف بابن قيم الجوزية الحنبلى المتوفى ۷۵۱ھ ويسمىٰ ايضا بالهدىٰ (زاد المعاد شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر حنبلی (جو ابن قیم الجوزیہ سے مشہور ہیں) کئی جلدوں میں ہے اور اس کا نام الہدیٰ بھی ہے)

نیز مقدمہ زاد المعاد (طبع دار الاحیاء التراث العربی بیروت) میں آپؒ کے تفصیلی حالات کا تذکرہ ہے جس میں آپؒ کے مشائخ میں سے علی الشہاب النابلسی ابوبکر، ابوبکر بن عبد الدائم، قاضی تقی الدین سلیمان، فاطمہ بنت جوھر، علاؤ الدین الکندی، ایوب بن الکحال، قاضی بدر الدین ابن جماعۃ کا اور آپؒ کے تلامذہ میں سے آپ کے بیٹے عبداللہ، صاحب البدایہ والنہایہ علامہ ابن کثیر، حافظ عبدالرحمٰن بن رجب البغدادی الحنبلی، شمس الدین محمد بن عبد القادر النابلسی کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ نیز صاحب مقدمہ نے اپنی معلومات کے مطابق آپؒ کی انسٹھ (۵۹) تالیفات کے ناموں کا بھی مفصل تذکرہ کیا ہے (واللہ اعلم) آپؒ کی وفات ۱۳ رجب ۷۵۱ھ میں ہوئی۔

(کشف الظنون ج۲ ص۹۴۷، مقدمة زاد المعاد، شذرات الذهب ج۶ ص ۱۶۹، الرسالة

المستطرفة ص ۱۶۱، لباب المعارف العلمية ج ۱ ص ۷۰)

(۲۲۶) الفائق فی الکلام الرائق

یہ کتاب امام جمال الدین عبداللہ بن علی بن محمد بن سلیمان ابن حمائل الشہیر بابن غنائم کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے مشاہیر محدثین سے روایت کی ہے۔ اور آپؒ سے بھی کثیر تلامذہ نے روایت وسماع حدیث کی ہے۔ علامہ کتانیؒ الرسالۃ المستطرفہ میں لکھتے ہیں جمع فيه عشرة آلاف كلمة مما سمعه ورواه عن النبى ﷺ فى الآداب والحكم والوصايا والامثال والمواعظ على نحو الشهاب مجردة عن الاسانيد مرتبة على الحروف فى مجلد

(آپؒ نے اپنی اس کتاب ”الفائق“ میں دس ہزار (۱۰۰۰۰) ایسے کلمات جو آداب، نصائح، وصایا، امثال، مواعظ پر مشتمل اور حضور ﷺ سے مسموع اور روایت شدہ احادیث میں کتاب ”الشہاب“ کے طرز پر ایک جلد میں یعنی اسانید سے مجرد اور حروف پر مرتب شدہ جمع کردیئے)

نیز علامہ چلپیؒ نے بھی کشف الظنون میں اس کے متعلق تقریباً یہی الفاظ ذکر کیئے ہیں۔ آپؒ کی وفات ۸۴۴ھ میں ہوئی ہے (الرسالة المستطرفة ص ۱۴۸، كشف الظنون ج۲ ص ۱۲۱۷)

(۲۲۷) تخریج احادیث الکشاف للزیلعی

یہ حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی کی تصنیف ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے ”حسن المحاضرۃ“ میں اور دیگر علماء نے بھی یوسف کے والد کا نام محمد ذکر کیا ہے البتہ بعض حضرات نے یوسف بن عبداللہ ذکر کیا ہے۔ آپؒ حنفی ہیں زیلعی کی نسبت زیلع کی وجہ سے ہے جو بحر حبشہ کی بندرگاہ کے قریب گاؤں کا نام ہے اور آپؒ وہاں کے باشندہ تھے۔

علامہ کتانیؒ فرماتے ہیں استوعب مافيه من الاحاديث المرفوعة فاكثر من تبيين طرقها وتسمية مخارجها على نمط ماله فى تخريج احاديث الهداية لكن فاته كثير من احاديث المرفوعة التى يذكرها الزمخشرى بطريق الاشارة ولم يتعرض غالبا للآثار الموقوفة

(آپؒ نے احادیث کشاف کی تخریج میں احادیث مرفوعہ کا استیعاب کر کے کثرت سے ان کے طرق

کی وضاحت اوران کے مخارج کو مسمّی کرنے میں تخریج احادیث ھدایہ کے طرز پر کام کیا ہے لیکن اس کے باوجود پھر بھی بہت سے وہ احادیث مرفوعہ جنہیں علامہ زمخشری نے بطور اشارہ کے ذکر کیا ہے اس کی تخریج کرنے سے رہ گئی ہیں اور غالباً آثار موقوفہ کو تعرض بھی نہیں کیا۔

علامہ کتانیؒ یہ بھی لکھتے ہیں کہ علامہ جمال الدین زیلعیؒ اور علامہ زین الدین عراقی کتب مقصودہ کی تخریج کے سلسلہ میں کتب حدیثیہ کے مطالعہ میں آپس میں مرافقت اور مشاورت رکھا کرتے۔ چنانچہ علامہ عراقیؒ تو احادیث کتاب ''الاحیاء'' کی تخریج اوران احادیث کی تخریج جن کی طرف امام ترمذیؒ ہر باب میں اشارہ کرتے ہیں (یعنی وفی الباب عن فلان وفلان کی صورت میں) اور امام جمال الدین زیلعی احادیث ھدایہ اور احادیث کشاف کی تخریج میں مصروف رہتے اور اس سلسلہ میں ہر دونوں حضرات ایک دوسرے سے تعاون کیا کرتے تھے۔ (ہاں یہ بھی واضح ہو کہ یہ علامہ جمال الدین زیلعی المتوفی ۷۶۲ھ ایک دوسرے علامہ زیلعی کے علاوہ ہیں ان کا نام فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی بن محجن زیلعی ہے اور وہ شارح کنز الدقائق ہیں ان کی وفات ۷۴۳ھ میں ہوئی ہے اور بحر الرائق میں جہاں کہیں مطلق شارح کا ذکر ہوا ہے اس سے مراد یہی زیلعی شارح کنز مراد ہوتا ہے) نیز علامہ ابن حجرؒ نے امام زیلعی کی تخریج کی تلخیص کی ہے اور اس میں ان احادیث مرفوعہ جن کا تذکرہ علامہ زمخشری نے بطور اشارہ کیا تھا اور آثار موقوفہ جن کا ذکر علامہ زیلعی نے اپنی تخریج میں قصداً یا سہواً چھوڑا تھا آپ نے ان کو اس تلخیص میں ذکر کر دیا ہے اور اس کا نام '' الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف '' رکھا۔ علامہ جمال الدین زیلعی کی وفات ۷۶۲ھ میں ہوئی۔ (الرسالۃ المستطرفۃ ص ۱۵۱، لباب المعارف العلمیۃ ج ۱ ص ۸۵)

(۲۲۸) مسلسلات صلاح الدین العلائی

یہ علامہ محقق صلاح الدین ابوسعید خلیل بن کیکلدی بن عبداللہ العلائی الشافعی کی تصنیف ہے امام الحسینیؒ اپنی معجم میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپؒ فقہ، نحو، اصول کے امام تھے اور علم حدیث، اسانید اور متون حدیث، اسماء رجال کی معرفت میں علامہ اور ایک ماہر محدث تھے آپ کی تصنیفات

آپؒ نے علوم کی تحصیل اور سماع حدیث کے لئے مختلف اسفار کیئے اور بہت سے مشائخ سے سماع حدیث کی۔ آپؒ کے مشائخ کی تعداد سات سو (۷۰۰) تک پہنچتی ہے آپؒ کی تالیفات میں سے ''جامع التحصیل فی احکام المراسیل'' اور ابن الاثیر جزری کی جامع الاصول کا اختصار بنام ''اختصار جامع الاصول'' منحۃ الرائض بعلوم آیات الفرائض، کتاب تلقیح الفھوم فی صیغ العموم، وغیر ذلک من التصانیف۔ آپؒ کی وفات ۷۶۱ھ میں ہوئی ہے۔

(الرسالۃ المستطرفۃ ص ۷۰، شذرات ج۶ ص ۱۹۰)

(۲۲۹) التساعیات لعز الدین ابن جماعۃ

یہ کتاب قاضی القضاۃ عزالدین ابی عمر عبدالعزیز بن محمد بن ابراھیم بن سعداللہ بن جماعۃ الکنانی الحموی المصری الشافعی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے علمی اسفار میں بہت سے مشائخ سے سماع حدیث کی۔ آپؒ کے شیوخ کی تعداد (سماعاً واجازۃً) ایک ہزار تین سو (۱۳۰۰) سے بھی زیادہ ہے۔ اور آپؒ ایک طویل مدت تک افتاء، قضا، تحدیث، تصنیف کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ صاحب الشذرات وغیرہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ وکان کثیر الحج والمجاورۃ وکان خیراً صالحاً حسن الخلق کثیر الفضائل وکان یقول اشتھی ان اموت باحد الحرمین معزولاً عن القضاء (آپؒ حرمین شریفین کی مجاورت میں اکثر رہا کرتے اور آپؒ نے بہت سے حج بھی کیے آپ نیک سیرت، اچھے اخلاق اور بہت سے فضائل کے مالک تھے آپؒ فرمایا کرتے کہ میری یہ تمنا اور خواہش ہے کہ میری موت حرمین شریفین میں سے کسی ایک حرم میں ہو اس حال میں کہ میں عہدہ قضاء سے معزول شدہ ہوں)

آپؒ کی تساعیات وہ چالیس احادیث ہیں جن کی تخریج ابوجعفر محمد بن عبداللطیف الربعی نے کی ہے۔ آپ کی وفات ۷۶۷ھ میں ہوئی۔ (شذرات الذھب ج۶ ص ۱۹۰، الرسالۃ ص ۷۰)

(۲۳۰) الجمع بین اصول الستۃ وغیرھا لابن کثیر

یہ حافظ کبیر عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع البصری الفقیہ الشافعی کی تصنیف

ہے۔ صاحب شذرات لکھتے ہیں کان کثیر الاستحضار قلیل النسیان جید الفہم صنف کتبا کثیرۃ والف فی صغرہ احکام التنبیہ الخ (آپؒ حاضر دماغ (قوی حافظہ والے) کم نسیان اور جید فہم والے تھے بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور صغرسنی میں ''احکام التنبیہ'' کی تالیف کی تھی۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ آپ کی تصنیفات میں سے ''البدایہ والنھایہ'' اور ایک کتاب مسانید عشرہ کی جمع میں لکھی۔ نیز تہذیب الکمال کا اختصار کرکے اس کا نام ''التکمیل'' رکھا اور دیگر کتب بھی آپ کی تصنیفات میں ہیں۔

اس کتاب کو حروف معجم پر مرتب کیا ہے یعنی ہر صحابی جس کی کوئی روایت ہوتی۔ پہلے اس کا ذکر کردیتے ہیں پھر اس کے ترجمہ میں سب کچھ وہ احادیث ذکر کرتے ہیں جو ان کتب میں ان سے موجود ہیں یا دوسری کتب میں جو مؤلف کو بآسانی میسر ہوئے۔ آپ کی وفات ۷۷۴ھ میں ہوئی۔

(شذرات ج۶ ص ۲۳۱، الرسالۃ ص ۱۴۳)

(۲۳۱) العنایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ

یہ امام محی الدین ابومحمد عبدالقادر بن محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابی الوفاء الجھنی القرشی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے بہت سے مشائخ سے سماع کی اور ان حضرات سے حصول علم میں اشتغال جاری رکھا تا آنکہ فقہ میں ماہر ہوئے اور ساتھ ہی تدریس کا عمل جاری رکھا۔ آپؒ نے مختلف تصنیفات بھی کی ہیں جن میں الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، شرح معانی الآثار للطحاوی اسی طرح آپؒ کی ایک تخریج ھدایہ پر تخریج للزیلعی کے متعلق ہے اور یہ تخریج انتہائی نافع اور مفید ہے جتنے شراح ھدایہ آپؒ کے بعد آئے ان سب نے اس تخریج سے فائدہ اٹھایا بلکہ علامہ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اپنی تخاریج میں اس سے بڑا نفع اٹھایا اور یہی بات آپ کے حدیث، فروع حدیث اور اسماء رجال میں مہارت کے لئے شاہد عدل ہیں۔ آپؒ کی وفات ۷۷۵ھ میں ہوئی۔ (شذرات ج۶ ص ۲۳۸، الرسالۃ ص ۱۵۳)

(۲۳۲) مشکوۃ المصابیح

یہ مشہور کتاب قطب العلماء امام ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی کی مایہء

ناز تصنیف ہے۔ آپؒ نے یہ کتاب ۷۳۷ھ میں تالیف فرمائی۔ صاحب لباب معارف العلمیہ لکھتے ہیں کہ یہ کتاب مصابیح بغوی (ابومحمد حسین ابن مسعود الفراء) کے ہر ایک باب میں ایک فصل بڑھا کر مرتب کی گئی ہے یہ کتاب ان تمام احادیث کا مجموعہ ہے جو صحاح ستہ اور دیگر مشہور کتب حدیث میں قابل استناد خیال کی گئی ہیں۔

علامہ چلپیؒ کشف الظنون ج۲ ص۴۴۳ میں لکھتے ہیں ثم ان الشیخ ولی الدین اباعبداللہ الخطیب کمل المصابیح وذیل ابوابہ فذکر الصحابی الذی روی الحدیث عنہ وذکر الکتاب الذی اخرجہ منہ وزاد علی کل باب من صحاحہ وحسانہ الا نادراً فصلا ثالثا وسماہ مشکوۃ المصابیح فصار کتابا کاملاً فرغ من جمعہ آخر یوم الجمعۃ من رمضان سنۃ ۷۳۷ھ ولہ اسماء رجال المشکوۃ۔

(کہ بے شک شیخ ولی الدین خطیبؒ نے جب مصابیح (بغوی) کی تکمیل وتبویب کی تو (۱) آپؒ نے ہر اس صحابی کا تذکرہ کیا جس سے روایت حدیث کی گئی ہے (۲) پھر اس کتاب کو ذکر کیا جس سے یہ روایت تخریج کی گئی اور (۳) کہ ہر باب (صحاح، حسان) پر ایک فصل ثالث کا اضافہ بھی کیا تو یہ کتاب رمضان المبارک ۷۳۷ھ کے آخری جمعہ کو پایہ تکمیل تک پہنچی اور اس کا نام مشکوۃ المصابیح رکھا۔ آپؒ نے مشکوۃ کے اسماء رجال بھی مرتب فرمائے)۔ جو بنام ''اکمال فی اسماء الرجال'' ''مشکوۃ شریف کے آخر میں موجود ہے۔

اس کی وضاحت اسی طرح سمجھو کہ آپؒ نے سب سے پہلے تو اس کتاب میں ایک تیسری فصل کا اضافہ کیا اور اس میں نہ صرف یہ کہ دوسرے ائمہ اور محدثین کی احادیث کو نقل کیا بلکہ خود شیخین (بخاری ومسلم) کی ان احادیث کا بھی اضافہ فرمایا جنہیں اصل کتاب مصابیح میں امام محی السنۃ بغویؒ نے چھوڑ دیا تھا (۲) آپؒ نے ہر حدیث کے بعد اس کتاب یا محدث کا حوالہ دیا جس سے وہ حدیث نقل کی گئی تھی۔ (۳) حدیث سے پہلے اس راوی کا نام ذکر کیا جس سے وہ حدیث روایت کی گئی ہے۔

یہ مذکورہ بالا تین چیزیں مصابیح بغوی میں موجود نہ تھیں اور آپؒ نے ان کا اہتمام کرکے مشکوۃ المصابیح کی اہمیت کو انتہائی بلندی پر پہنچا دیا اور اس کتاب کی عظمت ورفعت شان کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس وقت سے یہ معرض وجود میں آئی ہے جب سے آج تک تمام عربی مدارس میں یہ کتاب

صحاح ستہ سے مقدم کر کے پڑھائی جاتی ہے۔ نیز اصل کتاب ''مصابیح السنۃ'' میں چار ہزار چار سو چونتیس (۴۴۳۴) حدیثیں نقل کی گئی تھیں بعد میں علامہ خطیب تبریزیؒ (صاحب مشکوٰۃ المصابیح) نے جن احادیث کا اضافہ کیا ہے ان کے تعداد ایک ہزار پانچ سو گیارہ (۱۵۱۱) ہے اس طرح مشکوٰۃ شریف کے تمام احادیث کی تعداد پانچ ہزار نوسو پینتالیس (۵۹۴۵) ہوئی (بحوالہ مقدمہ مظاہر حق)

مشکوٰۃ المصابیح کی تالیف وترتیب کے متعلق خود مؤلفؒ اس کے خطبہ میں لکھتے ہیں لما کان کتاب المصابیح الذی صنفہ الامام محی السنۃ ابومحمد الحسین بن مسعود البغوی اجمع کتاب صنف فی بابہ واضبط لشوارد الاحادیث واوابدھا ولماسلک رضی اللہ عنہ طریق الاختصار وحذف الاسانید تکلم فیہ بعض النقاد فاستخرت اللہ واستوفقت منہ فاعلمت ما اغفلہ فاودعت کل حدیث منہ فی مقرہ کما رواہ الائمۃ المتقنون والثقات الراسخون مثل ابی عبداللہ محمدبن اسماعیل البخاری الخ

(اور جبکہ کتاب المصابیح جس کی تصنیف امام محی السنۃ حسین بن مسعود بغویؒ نے فرمائی ہے وہ اپنے فن میں ایک جامع کتاب تھی جس میں آپؒ نے نہایت حسن وخوبی سے احادیث متفرقہ منتشرہ کو یکجا جمع فرمادیا تھا لیکن آپؒ نے چونکہ نقل احادیث کے وقت اختصار کے طریقہ کو پسند کیا اور اسناد کو حذف کردیا تو اس پر بعض محدثین وناقدین نے اعتراض کیا اس لئے میں نے استخارہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے توفیق ومدد چاہی اور میں نے ہر حدیث کو جس باب سے اس کا تعلق تھا اسی باب میں نقل کیا اور علماء محدثین نے جس طرح اس کو روایت کیا اسی طرح میں نے بھی مع سند اور حوالہ کتاب کے اس کو ذکر کیا۔ مثلاً امام بخاری، امام مسلم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام دارمی، امام دارقطنی، امام بیہقی، امام رزین بن معاویہ عبدری وغیرھم رحمھم اللہ تعالیٰ

اس کے بعد آپؒ لکھتے ہیں وانی اذا نسبت الحدیث الیھم کانی اسندت الی النبی ﷺ لانھم قد فرغوا منہ واغنونا عنہ الخ (جس کا ترجمہ یہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جب میں نے ان احادیث کی نسبت ان ائمہ محدثین کی طرف کردی تو گویا میں نے اس کی سند پہنچادی۔ نبی کریم ﷺ تک کیونکہ ان ائمہ نے (اپنی کتابوں میں) مکمل سند ذکر کرکے ہم کو اس سے مستغنی کردیا ہے اور میں نے اس

کتاب کو ویسے ہی ترتیب دی ہے جیسے کہ صاحب مصابیح نے دی رکھی تھی اور اس سلسلہ میں ان ہی کے نقش قدم کی پیروی کی ہے اور میں نے ہر باب کو تین فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلی فصل میں ان حدیثوں کو جمع کیا ہے جن کو شیخین یعنی بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے یا ان دونوں میں سے کسی ایک نے روایت کیا ہے اگرچہ ان حدیثوں میں بعض ایسی بھی ہیں جن کو دوسرے محدثین نے بھی روایت کیا ہے لیکن اس فصل میں میں نے صرف شیخین کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ کیونکہ شیخین کا درجہ تمام محدثین سے بلند ہے۔ اور دوسری فصل میں وہ احادیث نقل کی ہیں جن کو شیخین (بخاری ومسلم) کے علاوہ دوسرے مذکورہ ائمہ میں سے کسی اور نے روایت کیا ہے اور تیسری فصل میں احادیث (مرفوعہ) کے علاوہ صحابہؓ وتابعینؒ کے ان اقوال وآثار کو بھی جمع کیا گیا ہے جو باب کے مناسب اور لائق تھے لیکن آثار واخبار کو شامل کرتے ہوئے شرائط حدیث کو مدنظر رکھا گیا ہے، پھر بھی اگر کسی باب میں کوئی حدیث نہ پائی جائے تو یہ سمجھا جائے کہ میں نے اسے تکرار (کہ دوسرے باب میں مذکور ہے) کی وجہ سے نقل نہیں کیا ہے اور اگر تم ایک حدیث کو اسی طرح پاؤ کہ اس کا بعض حصہ اختصار کی وجہ سے حذف کردیا گیا یا اس میں کوئی حصہ بقیہ اس حدیث میں ملادیا گیا تو یہ حذف کرنا یا اضافہ ملادینا کسی خاص مقصد کے تحت ہے۔

اسی طرح اگر (پہلے) دونوں فصلوں میں اختلاف نظر آئے یعنی غیر شیخین کی احادیث تو فصل اول میں ذکر کی گئی ہوں اور شیخین کی احادیث کو فصل ثانی میں نقل کیا گیا ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ اختلاف کوئی غلطی یا غفلت کی وجہ سے نہیں ہوا ہے بلکہ یہ میں نے حمیدی کی کتاب ''جمع بین الصحیحین'' اور کتاب ''جامع الاصول'' میں بہت تلاش وتحقیق اور تتبع کے بعد ایسا کیا ہے اور اس سلسلہ میں میں نے بخاری ومسلم کے اصل نسخوں اور ان کے متن پر اعتماد کیا ہے اور اگر اختلاف اصل حدیث میں نظر آئے تو یہ احادیث کی اسناد میں اختلاف کی وجہ سے ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس روایت کو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے وہ مجھے نہ ملی ہو اور ایسا کم ہوگا کہ میں یہ کہہ دوں کی یہ روایت مجھے اصول کی کتابوں میں نہیں ملی یا مجھے اصول کی کتابوں میں شیخ کی نقل کردہ روایت کے خلاف وہ روایت ملی ہو لیکن یہ

اختلاف اگر آپ کو معلوم ہو تو خطا و قصور کی نسبت میری علمی کوتاہی کی بنا پر میری طرف کی جائے اور شیخؒ کو غلطی سے منزہ سمجھا جائے (اس سے اللہ کی پناہ ہو) اور خدا تعالیٰ کی رحمت ہو اس شخص پر جسے وہ روایت (جو مجھے تو معلوم نہیں ہوئی اور صاحب مصابیح نے نقل کی ہے) معلوم ہو اور ہمیں مطلع کر کے راہ حق بتلائے اور میں نے اپنی تحقیق و تدقیق اور تلاش و جستجو میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا اور اپنی وسعت و طاقت کے مطابق پوری چھان بین کی اور یہ اختلاف میں نے جیسا پایا ویسا ہی نقل کر دیا اور جن احادیث پر شیخؒ نے ضعیف یا غریب وغیرہ کا حکم لگایا ہے میں نے ان کا سبب بیان کر دیا ہے اور جن احادیث و اصولی امور کی جانب شیخ نے کوئی اشارہ نہیں کیا تو میں نے بھی شیخ کی پیروی کرتے ہوئے اسے ویسے ہی چھوڑ دیا مگر بعض مقامات پر مجبوری کی بنا پر میں نے توضیح کر دی (مثلاً بعض مواضع میں صاحب مصابیح نے سکوت اختیار کیا لیکن لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ فلاں حدیث موضوع ہے یا باطل ہے تو وہاں مجبوراً صاحب مشکوۃ نے سکوت نہیں فرمایا بلکہ اس الزام کی تردید کرتے ہوئے ان کی تشریح و توضیح ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے کر دی کہ یہ حدیث صحیح یا حسن اور یا یہ ضعیف و غریب ہے) ہاں کچھ ایسے مقام بھی ملیں گے کہ وہاں حدیث کے بعد میں نے کتاب کا حوالہ نہیں دیا کیونکہ باوجود تحقیق و تلاش کے میں راوی کے نام سے واقف نہیں ہو سکا۔ لہٰذا وہ جگہ میں نے صاف اور خالی چھوڑ دی ہے پس اگر تمہیں راوی کے نام کا علم ہو تو اس جگہ اس کا حوالہ دیدینا اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرماویں۔ اور اس کتاب کا نام میں نے مشکوۃ المصابیح رکھا ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کے لئے میں اللہ تعالیٰ سے نیک توفیق اور ہدایت کا طلبگار ہوں۔

شروح مشکوۃ شریف

صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ اس کی ایک شرح علامہ حسن بن محمد الطیبیؒ المتوفی ۷۴۳ھ نے کی ہے جس کا نام "الکاشف عن حقائق السنن" ہے جس کے شروع میں الحمدلله مشید ارکان الدین الحنیف الخ ہے اور ابوالحسن علی بن محمد المعروف بعلم الدین السخاوی نے بھی مشکوۃ کی شرح کی ہے نیز شیخ نورالدین علی بن سلطان الھروی المعروف بہ علی القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ نے اس کی شرح عظیم چار

جلدوں میں کی ہے جس کا نام مرقات ہے۔ (اور اب چھوٹے سائز میں کئی جلدوں میں ہے)

مقدمہ مظاہر حق جدید میں دیگر بہت سے شروح اور حواشی کا ذکر ہے جن میں سے شیخ عبدالعزیز ابہری کی "منهاج المشكوة" اور علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی لمعات التنقیح (عربی) اور اشعۃ اللمعات (فارسی) ایک شرح مشکوۃ شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن علی الھیثمی کی اور "هداية الرواة الى تخريج المصابيح والمشكوة" از شیخ ابوالفضل احمد بن علی معروف بہ ابن حجر عسقلانیؒ اور شیخ عبدالنبی عمادالدین محمد شطاری کی شرح ازيقة النجاة شرح مشكوة، نیز مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی "التعليق الصبيح" اور "حاشیہ مشکوۃ از سید شریف علی بن محمد جرجانی اور حاشیہ مشکوۃ از شیخ محمد سعید بن المجد والف ثانی مشہور شروح و حواشی ہیں ان کے علاوہ دیگر بہت سے شروح و حواشی تراجم عربی، فارسی، اردو میں موجود ہیں۔ صاحب مشکوۃ خطیب تبریزی کا سن وفات تحقیقی طور پر معلوم نہ ہو سکا، تاہم آپ کی وفات ۷۳۷ھ کے بعد ہوئی ہے کیونکہ مشکوۃ شریف کی تصنیف و تالیف سے فراغت ماہ رمضان بروز جمعہ ۷۳۷ھ کو ہوئی۔ والله اعلم بالصواب

(بحوالہ مقدمہ مظاہر حق جدید (مختلف صفحات) کشف الظنون ج ۲ ص ۴۴۳، خطبہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۰، لباب المعارف العلمیہ ج ۱ ص ۵۷)

القرن التاسع

(۲۴۳) تقريب الاسانيد وترتيب المسانيد

یہ کتاب حافظ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن ابراہیم المھرانی الشافعی العراقی کی تصنیف ہے۔ صاحب شذرات الذهب لکھتے ہیں آپؒ نے کبار شیوخ سے سماع حدیث کی اور علوم کی تلاش و طلب میں بہت سے مختلف شہروں کے اسفار کیے اور کتاب "الاحياء" کی احادیث کی تخریج کی اور ان کا اختصار بھی ایک جلد میں کیا اور اس سے مختلف نسخے بھی تحریر کیے اور آپؒ نے ابن سید الناس کی شرح ترمذی کی تکمیل بھی شروع کی اور علامہ ابن صلاح کی "علوم الحدیث" کو منظوم کر کے اس کی شرح بھی کی اور اس میں بہترین نکات بھی عمل میں لائے اور دیگر چھوٹی بڑی کتب

بھی تصنیف کیں۔

وجہ تالیف کتاب

مؤلف اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں وبعد فقد اردت ان اجمع لابنی ابی زرعة مختصراً فی احادیث الاحکام یکون متصل الاسانید بالائمة الاعلام فانه یقبح لطالب الحدیث بل لطالب العلم ان لا یحفظ باسناده عدة من الاخبار یستغنی بها عن حمل الاسفار فی الاسفار وعن مراجعة الاصول عند المذاکرة والاستحضار و یتخلص به من الجرح بنقل مالیست له به روایة فانه غیر سائغ باجماع اهل الدرایة اھ (حمد وصلوۃ کے بعد میرا ارادہ ہوا کہ میں اپنے بیٹے ابوزرعہ کے لئے احکام کی احادیث میں ایک ایسا مختصر مرتب اور جمع کروں جن کی اسانید ائمہ اعلام یعنی بڑے اماموں تک متصل ہوں اور یہ اسلئے کہ طالب حدیث بلکہ ہر طالب علم کے لئے یہ ایک قبیح اور بری بات ہے کہ وہ متعدد احادیث کو اسانید کے ساتھ یاد نہ رکھے تاکہ سفر میں کتابوں کے اٹھانے سے اور مذاکرہ کے وقت اصول کی طرف مراجعت سے مستغنی رہے اور اس کے ذریعے ایسی روایات کے نقل کرنے سے جن کی آپ کے پاس روایت نہیں ہے کی جرح سے چھوٹ جائے گا کیونکہ ایسا کرنا باجماع اہل الدرایہ جائز نہیں۔

اس کے بعد مؤلف نے زیادہ وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں اسانید کا حفظ کرنا بوجہ طول اسانید کے بہت مشکل ہے اس لئے متقدمین کے اسانید پر اقتصار کر لینا بوجہ آسانی کے کافی ہے تو میں نے یہ خیال کیا کہ تراجم محصورہ میں مختلف احادیث کو جمع کرلوں اور وہ تراجم جو اصح الاسانید میں سے شمار ہوتے ہوں یا مطلقاً مذکور ہوں ان لوگوں کے قول پر جو اس کو عام لیتے ہیں اور یا وہ مقید ہوں اس ترجمہ کے صحابی کے ساتھ، اور لفظ حدیث جس کو میں اس مختصر میں ذکر کروں گا وہ اس شخص کے ہوں جس نے اس کی طرف اسناد کیا چاہے وہ مؤطا سے ہوں یا مسند احمد سے پھر اگر وہ حدیث صحیحین میں ہو تو میں کسی کی طرف بھی اس کو منسوب نہیں کروں گا اور یہی بات اس کے متفق علیہ کی علامت ہوگی اور اگر ان میں سے کسی ایک صحیح میں ہو تو میں اس کی طرف نسبت کرنے پر اقتصار

کروں گا اور اگر وہ حدیث صحیحین میں سے کسی میں نہ ہو تو میں اس کی نسبت اصحاب سنن اربعہ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) وغیرہا ایسی کتابوں کی طرف کروں گا جس نے اس کی تخریج کی ہوگی اور التزام صحت کا بھی کیا ہو جیسے ابن حبان اور امام حاکم وغیرہ اب اگر اس امام جس کی طرف میں نے حدیث کی نسبت کی ہے کوئی ایسی زیادات ہیں جو کسی حکم پر دلالت کرتی ہیں تو پھر میں ان زیادات کو بھی ذکر کرتا ہوں اور اسی طرح دوسری زیادات کا بھی تذکرہ کرتا ہوں پھر اگر وہ زیادتی اسی صحابی کی حدیث میں ہوتی ہے تو اس کو میں ذکر نہیں کرتا بلکہ یہ کہہ دیتا ہوں کہ "ولابی داؤد وغیرہ" (کہ ابوداؤد یا کوئی دوسرے کی ہے)

مؤلف نے کچھ اور باتیں بیان کرتے ہوئے آخر میں یہ کہا کہ میں نے بسہولت اخذ مسائل کی غرض سے اس کو تراجم پر مرتب نہیں کیا بلکہ ابواب فقہی پر اس کی ترتیب وتالیف کی ہے اور اس کے آخر میں کچھ آداب، استغفار وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے اور اس مؤلف نے مجموعہ کو "تقریب الاسانید وترتیب المسانید" کے نام سے مسمیٰ کیا ہے اور میں نے اس کتاب کی ابتداء "حدیث نیت" یعنی "انما الاعمال بالنیات" سے زیادہ مناسب سمجھی لیکن وہ یہاں مسند ہے ایک دوسری سند کے ساتھ تاکہ اس کا اشتراک احادیث حضرت عمرؓ کے ترجمہ کے ساتھ نہ ہو جائے اس لئے ہم نے یہ روایت حضرت عبدالرحمٰن بن مھدی سے کی ہے" قال من اراد ان یصنف فلیبدء بحدیث الاعمال بالنیة (کہ جس کا ارادہ کسی تصنیف کرنے کا ہو تو وہ اس کی ابتدا حدیث الاعمال بالنیۃ سے کرلے (واللہ اعلم)

(شذرات ج۷ ص ۵۶، تقریب الاسانید ص ۴)

(۲۳۴) موارد الظمأن الی زوائد ابن حبان

یہ حافظ نورالدین ابوالحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان بن ابی بکر الہیثمی الشافعی کی تصنیف ہے آپؒ نے بہت سے ائمہ کبار سے سماع روایت کی خصوصاً شیخ زین الدین عراقی سے بہت زمانہ مصاحبت رہی آپؒ نے بہت سی احادیث کو لکھا اور جمع کیا اور مجمع الزوائد ومنبع الفوائد کی تصنیف کی جس کا تذکرہ آئندہ صفحات میں آئے گا نیز آپؒ نے ثقات ابن حبان، ثقات عجلی کو حروف معجم پر اور کتاب "الحلیۃ" کو

ابواب پر مرتب کیا ہے۔آپ کو بوجہ کثرت ممارست متون کا استحضار تھا۔

وجہ تالیف

مؤلفؒ اس کے مقدمہ ص ۲۸ میں لکھتے ہیں

فقد رائیت ان افرد زوائد صحیح ابی حاتم محمد بن حبان البستی علی صحیح البخاری ومسلم رضی اللہ عنہما مرتبا ذلک علی کتب الفقہ اذکرھا لکی یسھل الکشف منھا فانہ لافائدۃ فی عزو الحدیث الی صحیح ابن حبان مع کونہ فی شئی منھما واردت ان اذکر الصحابی فقط واسقط السند اعتماداً علی تصحیحہ الخ ۔

(میرا خیال ہوا کہ ’’صحیح بخاری ومسلم پر صحیح ابن حبان کے زوائد کو علیحدہ فقہی کتب کے عنوانات کے ساتھ مرتب کروں تا کہ اس سے مسائل کا معلوم کرنا آسان ہوجاوے کیونکہ حدیث کو صحیح ابن حبان کی طرف منسوب کرنے میں باوجودیکہ وہ صحیحین میں سے کسی ایک میں موجود ہو کوئی خاص فائدہ حاصل نظر نہیں آتا اور میرا یہ ارادہ تھا کہ صرف صحابیؓ کا ذکر کروں اور باقی سند کو بوجہ ابن حبان کی تصحیح کرنے کے چھوڑ دوں۔لیکن میرے شیخ علامہ ولی الدین ابوزرعہ بن عبدالرحیم عراقی نے مجھے یہ اشارہ دے دیا کہ چونکہ صحیح ابن حبان میں بعض ایسی احادیث بھی ہیں جن کے متعلق بعض حفاظ نے تکلم (بحث) کیا ہے اس لئے میں حدیث کو پوری سند سے ذکر کروں تو میرا یقین ہوگیا کہ یہ شیخ کا مشورہ ہی ٹھیک ہے تو میں نے صحیح ابن حبان کے زوائد کو کتب فقہ کی ترتیب پر جمع کردیا۔

فضیلت کتاب

علامہ محب الدین الخطیب سے اس کے مقدمہ میں منقول ہے وبعد فھذا کتاب جلیل من کتب السنۃ المحمدیۃ کان الی سنوات قریبۃ فی حکم المفقود وکان المؤلفون یتحدثون عنہ فی مؤلفاتھم ویتمنی اھل الحدیث والمشتغلون بعلوم السنۃ والمنقبون عن اصولھا ومتونھا لو یظفرون بہ یقوم مقام صحیح الامام ابن حبان (اور حمد وصلوۃ کے بعد تو یہ کتاب سنت محمدیہ میں سے عظیم الشان کتاب ہے وہ قریبی سالوں (زمانہ) میں ناپید تھی اور مصنفین اس کتاب سے اپنی مؤلفات میں احادیث بیان

کیا کرتے اور محدثین ودیگر علوم السنۃ میں مصروف ومشغول حضرات نیز اصول اور متون احادیث کے متعلق بحث وتحقیق کرنے والے علماء کی یہ تمنا اور خواہش تھی کہ کاش کہ وہ اس کتاب کے حصول میں کامیاب ہوجائیں تاکہ وہ صحیح ابن حبان کے قائمقام ہوجائے اھ)

نیز احمد محمد شاکرؒ نے بھی ’’مقدمہ کتاب الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان‘‘ میں ذکر کیا ہے ولو وجد کتاب الھیثمی لکان ذا فائدۃ جمۃ لنا فی اخراج الصحیح اھ (کہ اگر ابوالحسن الھیثمی کی کتاب (موارد الظمآن) مل جائے تو ہمارے لئے صحیح حدیث (یا تخریج صحیح ابن حبان) کے اخراج میں بہت مفید رہے گی)

احقر الانام کہتا ہے کہ یہ کتاب ایک عظیم جلد میں موجود ہے اور اس میں کل احادیث دو ہزار چھ سو سینتالیس (۲۶۴۷) ہیں اور اس کا نمونہ اسی طرح کا ہے کہ اس کے شروع میں کتاب الایمان ہے۔پھر مکمل سند متصل کے ساتھ حضرت عمرؓ سے یہ حدیث منقول ہے قال قال رسول اللہ ﷺ انی لاعلم کلمۃ لا یقولھا عبد حقا من قلبہ فیموت وھو علی ذلک الاحرمہ اللہ علی النار لاالہ الا اللہ

(حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے وہ کلمہ اچھی طرح معلوم ہے کہ اسے کوئی شخص دل کے یقین سے کہے اور پھر فوت ہوجاوے مگر اس پر اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ کو (دائمی طور) پر حرام کردیتا ہے وہ کلمہ توحید ہے یعنی لاالہ الااللہ الخ اور اس کتاب کے آخر میں ’’باب عوض الزیادۃ علی اھل الجنۃ‘‘ کا ذکر ہے اور اس میں بھی حضرت جابرؓ سے بسند متصل یہ روایت ہے کہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذادخل اھل الجنۃ الجنۃ قال اللہ جل وعلا تشتھون شیئاً قالوا ربنا وما فوق ما اعطیتنا فیقول بل رضائی اکبر

(حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب جنتی لوگ جنت کو داخل ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرماویں گے کہ کیا تمہیں مزید کسی چیز کی خواہش ہے تو جنتی لوگ کہیں گے کہ جو آپ نے ہمیں دیا ہے۔کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہاں میری رضامندی ان سب نعمتوں اور خوشیوں سے بڑھ کر ہے (واللہ اعلم بالصواب) آپؒ کی وفات ۸۰۷ھ میں ہوئی۔

(شذرات ج ۷ ص ۷۰، موارد الضمأن ص ۲۸، مقدمہ موارد الضمأن ص ۴، کشف الظنون ج ۲

ص ۱۸۸۸)

(۲۳۵) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد

یہ کتاب بھی حافظ نورالدین ابوالحسن علی بن ابی بکر الھیثمی الشافعی کی تصنیف ہے اس کے مؤلف شروع میں لکھتے ہیں کہ میں نے "مسند امام احمد، مسند ابویعلی الموصلی، مسند ابی بکر البزار، معاجم الطبرانی کے زوائد جمع کیے تھے تو مجھے شیخ زین الدین العراقی نے فرمایا اجمع هذه التصانيف واحذف اسانيدها لكى يجتمع احاديث كل باب منها فى باب واحد الخ (ان تصانیف کو یکجا کر کے ان کی اسانید کو حذف کردیا تا کہ ان تصانیف کے ہر باب کی احادیث ایک باب میں اکٹھی ہوجائیں۔

مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ جب میں نے شیخ موصوفؒ کا اشارہ ان کے یکجا کرنے کا معلوم کیا تو میں نے اپنی ہمت اور طاقت کو اس طرف لگایا اور اللہ تعالیٰ سے اس کے آسان ہونے کی دعا اور مدد بھی چاہی اور میں نے اس مجموعہ کو کتب کے عنوان سے ترتیب دیا اور حدیث کے ضعف یا تصحیح کے متعلق کوئی کلام نہیں کیا۔ گویا متن ایک ہی صحابی کی حدیث ہے پھر میں نے اس جیسا متن ذکر کیا اسلئے کہ میں پہلی حدیث کے بعد کلام کرنے پر ہی اکتفا کرلیتا تھا ہاں اگر متن ثانی پہلے سے زیادہ اصح ہوتا ہے تو پھر اس کا ذکر کردیتا ہوں۔ اور اگر امام احمدؒ حدیث وغیرہ روایت کرتے ہیں تو میں اس وقت صرف رجال مسند احمد پر کلام کرنے ہی پر اکتفا کرلیتا ہوں۔

الّا یہ کہ دوسرے امام کی اسانید اس سے زیادہ صحیح ہوا کرتی (تو پھر ان کو بھی ذکر کردیتا ہوں) اسی طرح اگر حدیث کی ایک سند صحیح ہوتی ہے تو میں اس پر اکتفا کرتے ہوئے دوسری اسانید کو اپنی نظر میں نہیں لاتا اگرچہ وہ اسانید ضعیف بھی ہوتی تھیں۔

اسی طرح امام طبرانی کے جن مشائخ کا ذکر "المیزان" میں ہوتا تو ان کے ضعیف ہونے پر میں تنبیہ کردیتا اور جو میزان میں نہ ہوتے تو میں ان کو بعد کے ثقہ رواۃ سے ملحق کردیتا۔

البتہ صحابہؓ کے لئے یہ شرط نہیں کہ ان کی تخریج کسی اصل صحیح میں ہو اسلئے کہ صحابہؓ سب ہی عدول ہیں اور اسی طرح طبرانیؒ کے وہ شیوخ بھی (عدول ہیں) جو میزان الاعتدال میں نہیں ہیں اھ۔

فضیلت کتاب

محمد عبدالمجید فاروقی دھلویؒ سے مقدمہ مجمع الزوائد میں منقول ہے مجمع الزوائد الذى الفه الحافظ الهيثمى من انفع كتب الحديث لطالبيه وارغب شئى لراغبيه ولاصنف نظيره فى الباب ولعمرالله انه لحرى بكل مايوصف ويذكر ومحامده اجل من ان تحصىٰ وتحصر لايعرف قدره الاالائمة المتقنون فى هذاالشان ولايتبين شاءه الا فرسان هذا الميدان وامامدحنا فما مثله الاكمثل الاعمىٰ يصف الالوان او الاصم يذكر الالحان فلعل مدحنا ان يكون له قدحا والقدح مدحا اھ۔

(یہ کتاب مجمع الزوائد جسے حافظ الھیثمی نے تالیف کیا ہے طلبہ کے لئے کتب حدیث میں سے زیادہ نافع اور اس سے رغبت کرنے والوں کے لئے زیادہ مرغوب ہے اور اس باب میں اس کے مثل اب تک تصنیف نہیں ہوئی اللہ کی قسم یہ کتاب اس لائق ہے کہ اس کی جو صفت بھی کی جائے کم ہے اور اس کے محامد بے شمار ہیں اس کی قدر و قیمت صرف وہی ائمہ کرام جانتے ہیں جو اس فن کے ماہر و محقق اور اس میدان کے شہسوار ہیں اور ہم لوگوں کی اس کی مدح و توصیف کرنا تو یہ مانند اس اندھے کے ہے جو رنگوں کے اوصاف بیان کرے یا اس بہرے کے جو لوگوں کے الحان (خوش آوازی) بیان کرے شاید کہ ہماری یہ مدح و توصیف اس کی قدح (عیب) اور ہماری قدح عیب جوئی اس کے لئے مدح ہو (واللہ اعلم)

علامہ خولیؒ مفتاح السنۃ میں لکھتے ہیں والموجود منه بدار الكتب ثمان مجلدات وقد شرع فى طبعه من مدة ولعله تم (وہ دارالکتب مصر میں آٹھ جلدوں میں موجود ہے اور اس کی طباعت کافی مدت سے شروع ہے شاید کہ مکمل ہوگئی ہو) (مقدمه مجمع الزوائد ،مفتاح السنة ص ۱۱۱)

(۲۳۶) مسلسلات ابی زرعة العراقی

یہ مجموعہ حافظ ولی الدین ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن الشافعی العراقی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے بہت سے شیوخ حدیث سے سماع کی ہے اور کافی عرصہ تک فقہ، معانی، بیان اور علوم عربیت میں مشغول رہے اور جب تصنیف وتالیف کی طرف متوجہ ہوئے تو فنون حدیث میں بہت سی

لطیف تصانیف کیں۔ پھر آپؒ لوگوں کے درمیان حاکم (فیصل) مقرر ہوئے تو اپنے زمانہ میں خوش اخلاقی، خوش روئی، احکام میں صلابت، قیام حق اور حسن معاشرت میں سب سے بہترین اور ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ ۸۲۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی

(شذرات ج۷ ص ۱۷۳، الرسالة المستطرفة ص ۶۹)

(۲۳۷) کتاب الاربعین لتقی الدین الفاسی

یہ کتاب حافظ تقی الدین ابوالطیب محمد بن احمد بن علی بن عبدالرحمٰن الفاسی الشریف الحسنی کی تصنیف ہے۔ آپؒ مکہ شریف میں قیام پذیر تھے۔ اور آپؒ پہلے مالکی المذھب ہیں جن کو یہاں عہدہ قضا پر مستقل طور پر متعین کیا گیا اور آپؒ نے چھوٹی بڑی بہت سی تصانیف کی ہیں جن میں سے ''شفاء الغرام باخبار بلدالله الحرام '' تین جلدوں میں اور پھر اس کا اختصار ''تحفة الکرام'' ایک جلد میں۔ نیز کتاب ''العقد الثمین فی تاریخ بلدالامین '' چار یا چھ جلدوں میں اور پھر اس کا مختصر بنام ''عجالة القری الراغب فی تاریخ ام القری '' زیادہ مشہور ہیں ان کے علاوہ دیگر تصنیفات بھی ہیں۔ آپؒ کی وفات ۷۳۲ھ میں ہوئی۔ (شذرات الذھب ج۷ص ۱۹۹، الرسالة ص ۸۷)

(۲۳۸) حصن حصین لمحمد بن محمد الجزری

یہ ادعیہ ماثورہ کا مجموعہ ابوالخیر محمد بن محمد الجزری الشافعی کی تصنیف ہے۔ آپؒ ۲۵ رمضان المبارک ۷۵۱ھ میں بمقام دمشق پیدا ہوئے۔ تحصیل علوم ضروریہ کے بعد علم حدیث اور قرأت میں مہارت تامہ حاصل کی۔ ۷۶۸ھ میں اس کو قرأت ہفتگانہ پر پورا عبور حاصل تھا اسی سال میں حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر اس نے تکمیل تحصیل علوم کے لئے دیار مصریہ کا سفر کیا۔ حدیث علامہ دمیاطیؒ سے پڑھی اور فقہ میں علامہ اسنویؒ کی شاگردی کی۔ ۷۹۳ھ میں اس کو شام میں قضاء کا جلیل القدر عہدہ تفویض کیا گیا۔ ۷۹۸ھ میں حوادثِ روزگار نے اس کو ترک وطن پر مجبور کیا اور اس نے ایشیا کوچک میں جا کر بروصہ میں سکونت اختیار کی ان تمام واقعات کے اثناء میں وہ برابر قرأت قرآن کا درس دیتا رہا اور جب

۸۰۵ھ میں تیمور لنگ کا فتنہ عظیم ظہور میں آیا۔ تو بادشاہ مذکور اس کو اپنے ہمراہ سمرقند لے گیا۔ ۸۰۷ھ میں تیمور کا انتقال ہوا اور علامہ مذکور خراسان اور ہرات سے ہوتا ہوا شیراز پہنچا۔ تو والئی شیراز نے اس کو منصب قضاء قبول کرنے پر مجبور کیا۔ ۸۲۳ھ میں حرمین شریفین کی مجاورت اختیار کی۔ چنانچہ شیخ حرم نے قرأت میں اس کی شاگردی کی۔ کتاب النشر (علم قرأت) دو جلد۔ تقریب۔ تحسیر التیسیر، تاریخ القراء کبریٰ، طبقات القراء وغیرہ کتابیں بھی تالیف کیں۔ اقامت ماوراء النھر کے زمانہ میں شرح مصابیح تین جلد، جوہر (علم النحو میں)، اور مقدمہ جزریہ (علم قرأت میں) وغیرہ کتابیں حدیث، تفسیر، فقہ اور قرأت میں تصنیف فرمائیں۔

اس کی یہ کتاب حصن حصین جو ادعیہ ماثورہ پر مشتمل ہے اپنے فن کی جامع ترین اور نہایت ہی نفیس اور قابل قدر تصنیف ہے۔ ۸۳۳ھ بمطابق ۱۴۲۹ء میں بمقام شیراز اس کا انتقال ہوا

(لباب المعارف العلمیة ج۱ ص ۴۶، مصنفہ مولانا عبدالرحیم کلاچوی)

(۲۳۹) اتحاف الخیرة بزوائد المسانید العشرة

یہ کتاب امام شہاب الدین احمد بن ابی بکر بن اسماعیل بن سلیم بن قایماز بن عثمان بن عمر البوصیری الشافعی کی تصنیف ہے۔ صاحب شذرات الذھب لکھتے ہیں۔

لزم العراقی علی کبر فسمع منه الکثیر ولازم ابن حجر فکتب عنه لسان المیزان وغیر ذلک ثم اکبّ علی نسخ الکتب الحدیثیة الخ (آپ کبرسنی میں علامہ عراقیؒ کے ساتھ حصول علوم کے لئے ملازم (چمٹے) رہے اور بہت کچھ اس سے سنا۔ اسی طرح ابن حجرؒ کے ساتھ ''لسان المیزان'' اور دیگر کتب کے لکھنے میں، ہمہ وقت مصروف رہے اس کے بعد کتب حدیثیہ میں ہمہ تن منہمک ہوئے۔ آپؒ خاموش طبع تلاوت، عبادت میں مشغول رہتے تھے اور آپؒ نے تصنیف و تالیف کی صورت میں بہت اشیاء جمع کی تھیں ان میں سے ''زوائد ابن ماجة علی الکتب الاصول الستة، اور زوائد السنن الکبیر للبیہقی'' نیز کتاب ''تحفة الحبیب للحبیب بالزوائد فی الترغیب والترھیب '' اور اس کی تبییض (مدوّن مرتب) نہیں ہوئی۔

اتحاف الخیرۃ کے متعلق صاحب کشف الظنون وغیرہ کا خیال

علامہ چلپیؒ "کشف الظنون اور علامہ خولیؒ" مفتاح السنۃ میں لکھتے ہیں افرد فیہ زوائد مسانید ابی داؤد الطیالسی والحمیدی ومسدد وابن ابی عمرو واسحق بن راھویہ وابن ابی شیبۃ واحمد بن منیع وعبد بن حمید والحارث بن محمد بن ابی اسامۃ وابی یعلی الموصلی ای مازاد من احادیثھا علی الکتب الستۃ وھو مرتب علی مائۃ کتاب کالمصابیح اھ۔

(مصنفؒ نے اس میں ابوداؤد طیالسی، امام حمیدی، مسدد، ابن ابی عمر، اسحٰق بن راھویہ، ابن ابی شیبہ، احمد بن منیع، عبد بن حمید، حارث بن محمد بن ابی اسامہ اور ابویعلی الموصلی کے زوائد (یعنی ان کی وہ احادیث جوصحاح ستہ سے زائد ہیں) کو اس میں علیحدہ کر کے جمع کیا ہے اور یہ ایک سو کتاب (کے عنوانات) پر مرتب ہے جیسے کہ مصابیح) اور اس کے شروع میں الحمدلله الذی لا تنفد خزائنہ الخ ہے۔

(شذرات الذھب ج۷ص ۲۳۳، کشف الظنون ج۱ ص ۴۷، مفتاح السنۃ ص ۱۱۲)

(۲۴۰) الترغیب والترھیب للحافظ ابن حجر

یہ کتاب حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد الشہیر بابن حجر العسقلانی کی تصنیف ہے، عسقلان میں ۷۷۳ھ میں پیدا ہوا، لڑکپن میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ابھی گیارہ سال کی عمر تھی کہ وہ مکہ معظمہ کو حج کے لئے گیا۔ چند سال تک وہیں اقامت گزیں رہا، تجارت بھی کرتا تھا اور ادبیات ودیگر علوم متداولہ کا بھی مطالعہ کرتا تھا اس کے بعد علم حدیث کی طلب میں فلسطین، مصر اور یمن کا سفر کیا۔ ۸۰۶ھ میں بمقام قاہرہ تدریس شروع کی اور حدیث کا نہایت قابلیت اور کامیابی کے ساتھ درس دیتا رہا۔

صاحب الشذرات لکھتے ہیں۔ امیر المومنین فی الحدیث حفظ القرآن العظیم وتولع بالنظم وقال الشعر الکثیر الملیح الی الغایۃ ثم حبب الله الیہ طلب الحدیث فاقبل علیہ وسمع الکثیر وبرع فی الفقہ والعربیۃ ومعرفۃ العالی والنازل وعلل الحدیث وغیر ذلک وصنف التصانیف الکثیرۃ (آپؒ حدیث میں امیر المومنین تھے آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور کلام منظوم سے انتہائی شغف تھا اور

بہترین ملاحت پر مشتمل اشعار کہا کرتے پھر اللہ تعالیٰ نے احادیث کی طلب اور تڑپ کو آپ کے دل میں محبوب کر دیا اور آپؒ ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہوئے اور بہت سے مشائخ سے سماع اور روایت حدیث کی۔ علم فقہ، عربیت، اسناد عالی اور نازل کی معرفت اور علل احادیث میں مہارت حاصل کی اور بہت سی عظیم الشان تصنیفات بھی کیں)

صاحب لباب المعارف العلمیہ مزید لکھتے ہیں کہ اس نے علماء کا ایک گروہ تیار کیا جو اس کی شاگردی کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے وہ مذہب کا شافعی تھا اور اسی زمانہ میں قاضی القضاۃ کے جلیل القدر عہدے پر ممتاز کیا گیا تھا۔ ۸۲۵ھ میں دوبارہ حج بیت اللہ کیا اور ۸۳۶ھ میں وارد حلب ہوا۔ وہ ایک کثیر التصانیف علامہ ہے جس کی تصنیفات کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے۔ چھتیس معرکۃ الآراء کتابیں صرف حدیث اور فقہ پر لکھیں الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ اس کی ایک ضخیم عظیم الشان تصنیف ہے جس میں تمام صحابہؓ کے حالات بالتفصیل بیان کیے ہیں۔ ۸۵۲ھ میں آپؒ کا انتقال ہوا۔

وجہ تالیف کتاب

علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی نے اس کے مقدمہ میں لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ محدثین کرامؒ نے جہاں ایک طرف احادیث احکام، احادیث فتن کی تدوین کے لئے اپنی ہمتوں کو مصروف رکھا دوسرے پہلو سے احادیث ترغیب وترھیب کو علیحدہ تصنیفات کے ذریعے مرتب کرنے کی بھی مکمل سعی وکوششیں فرمائی ہیں اور اس سلسلہ میں بہت سی احادیث کو جمع کر کے ترتیب وتالیف سے مزین فرمایا (پھر آپ نے اس سلسلہ میں مرتب شدہ کتاب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا)

ثم جاء الحافظ عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری فاستوعب فی کتابہ کلما کان فی کتب من تقدم واضرب عن ذکر الاحادیث المتحققۃ الوضع مماذکرہ ابوالقاسم التیمی الخ

(ان مصنفین کے بعد حافظ عبدالعظیم المنذریؒ آئے تو اس نے اپنی کتاب (ترغیب وترھیب) میں سابقہ مصنفین کی کتب میں جو احادیث تھے ان کا استیعاب کیا اور ان احادیث موضوعہ کے ذکر کرنے سے اعراض کیا جن کو ابوالقاسم التیمی وغیرہ نے ذکر کیا)

تو آپؒ کی کتاب جامع اوران احادیث پر مشتمل جوسابقہ مصنفین کی کتب میں موجود تھے اوراحادیث موضوعہ سے خالی ۔اسلئے لوگوں کی رغبت اس کی طرف بڑھی اور کثرت سے (اس کے پڑھنے پڑھانے) پر متوجہ ہوئے ۔لیکن اس کے بڑے ضخیم ہونے کی وجہ سے بغیر مہارت علمی کے اس سے پورا نفع نہیں اٹھایا جاسکتا۔ نیز اس کے مختلف طرق حدیث اور بعض رواۃ پر جرح وتعدیل کی وجہ سے بھی اس میں طوالت آگئی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں کثیر تعداد ایسی احادیث کی تھی جو ضعیف اسانید سے مروی شدہ تھیں اور علماء کے نزدیک احادیث ضعیفہ اگرچہ فضائل اعمال میں مقبول اوران کے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن جتنے احادیث بھی علامات ضعف اور شائبہ وہم سے خالی اور دور ہوں گے (یعنی صحیح ہوں گے) اتنے ہی دل میں مؤثر اور نفس کے اطمینان کے لئے کافی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے علامہ حافظ شیخ شہاب الدین ابن حجر عسقلانیؒ کے دل میں یہ بات ڈال دی اوراس نے علامہ منذریؒ کی کتاب کا اختصار کیا (۱) اوراس سے وہ احادیث جو متن اور سند کے لحاظ سے قوی اور صحیح تھے علیحدہ (منتخب) کردیں۔ (۲) جو کثیر احادیث متحد المعنیٰ تھیں ان کا اقتصار تعداد قلیل پر کیا۔ (۳) رواۃ پر کلام کرنے (جرح تعدیل) میں صرف ایک کلمہ یا دو کلموں پر اکتفا کیا تو آپؒ کی یہ کتاب ایک منقح لطیف شکل میں وجود میں آئی اوراب یہ اس بات کے لائق ہے کہ اس کی توثیق اوراس پر اعتماد کیا جائے بغیر اس کے اسانید اور متون میں بحث وتحقیق کرنے کے اوراب اس کے طالبین پر اس کا درس اور یاد کرنا آسان ہوجائے گا اوراس کو سفر میں لے جانا بھی خفیف اور ہلکا ہوجائے گا۔

احقر الانام کہتا ہے کہ ابن حجرؒ کی یہ کتاب آٹھ سو پچپن (۸۵۵) احادیث پر مشتمل ہے اور آپؒ نے ہر حدیث کے بعد کتب حدیثیہ سے اس کا مخرج ذکر کیا ہے اور بعض مقامات میں ائمہ متبوعین کے مذاہب کا بیان بھی فرمایا ہے ۔اس کا شروع کتاب الاخلاص سے ہوتا ہے اس میں دو باب ہیں ۔ پہلا باب ترغیب الاخلاص (اخلاص کی رغبت دلانا) اور دوسرا باب ترھیب من الریاء (یعنی ریاء سے خوف دلانا) اوراس کے آخر میں باب الترھیب من الشماتة بالمسلم وتعییرہ (مسلمان کی شماتت اوراسے عار دلانے سے ڈرانا) موجود ہے۔

(شذرات ج۷ص ۲۷۰،لباب المعارف العلمیة ج۱ ص ۴۹، مقدمة ترغیب والترھیب ص ۲)

(۲۴۱) بلوغ المرام من ادلة الاحكام

یہ کتاب بھی علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی تصنیف ہے۔مؤلف اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں اما بعد فهذا مختصر يشمل على اصول الادلة الحديثية للاحكام الشرعية حررته تحريرا بالغاليصير من يحفظه من بين اقرانه نابغا ويستعين به الطالب المبتدى ولايستغنى عنه الراغب المنتهى وقد بينت عقيب كل حديث من اخرجه من الائمة لارادة نصح الامة فالمراد بالسبعة احمد والبخارى ومسلم وابوداؤد وابن ماجة والترمذى والنسائى وبالستة من عدا احمد ا ھ (حمد وصلوۃ کے بعد کہ یہ ایک مختصر ہے جو احکام شرعیہ کے بنیادی دلائل حدیثیہ پر مشتمل ہے میں نے اسے بلند پایہ تحریر کے ذریعہ قلمبند کیا تاکہ اس کے حفظ کرنے والا اپنے اقران میں ممتاز ہوجائے اور ابتدائی طالب علم اس سے استعانت حاصل کرے اور منتھی رغبت کرنے والا طالب بھی اس سے مستغنی نہیں اور میں نے اس میں ہر حدیث کے ذکر کرنے کے بعد ائمہ کرام میں سے جس نے اس کی تخریج کی ہے اس کا ذکر کیا ہے اور میرا مقصد "رواہ السبعة" سے مراد امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی ہیں اور "رواہ الستة" سے مراد امام احمد کے علاوہ باقی ائمہ کرام مراد ہیں۔

علامہ عبدالعزیز خولیؒ اپنی کتاب مفتاح السنة میں اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ کتاب بلوغ المرام ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) احادیث احکام پر مشتمل ایک بڑی عظیم الشان کتاب جو مصر اور ہندوستان میں سید احمد حسن دھلوی کی تعلیقات کے ساتھ شائع ہوئی ان تعلیقات میں احادیث معلولہ کے علل اوران کے معانی کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ اور بہت سے علماء کرام نے اس کی شروح لکھی ہیں ان میں سے ایک شرح قاضی شرف الدین حسین بن محمد مغربی کی ہے یہ ایک عمدہ اور وسیع شرح ہے ایک شرح علامہ محمد بن اسماعیل صنعانی المتوفی ۱۱۸۲ھ نے سبل السلام کے نام سے لکھی ۔ یہ شرح اگرچہ مختصر ہے لیکن مذھب حق کو اس میں واضح کیا گیا اگرچہ وہ مذاھب کے موافق ہے یا مخالف اور یہ ہندوستان اور مصر میں بھی خوبصورت پیرایہ میں چار جلدوں میں بمعہ تعلیقات طبع ہوئی ہے۔ نیز اس کی ایک شرح بنام "فتح العلوم" فاضل صدیق حسن خان نے کی ہے۔ یہ "سبل السلام" کا ہی نسخہ ہے لیکن معمولی زیادات

کے ساتھ اور بعض مذاہب مذکورہ جیسے مذہب حماد ویہ وغیرہ کو اس میں نہیں ذکر کیا گیا۔ اور یہ بھی ''مطبع امیریہ'' مصر میں چھپ چکی ہے۔ (مقدمہ بلوغ المرام ،مفتاح السنة ص ۱۱۴)

(۲۴۲) المعتصر من المختصر من مشکل الآثار

یہ کتاب قاضی ابوالمحاسن یوسف بن موسیٰ حنفی کی ہے اور یہ دراصل علامہ قاضی ابوالولید الباجی مالکی کے مختصر (علامہ باجیؒ نے امام طحاویؒ کی کتاب مشکل الآثار کا اختصار کیا تھا) کی تلخیص ہے۔ اس کا جامع اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میرے استاد اور شیخ علامہ یوسف بن موسیٰ حنفیؒ نے کہا کہ جب میں نے امام طحاویؒ کی کتاب مشکل الآثار کا مطالعہ کیا تو میں نے اسے بہت طویل پایا ادھر میری ہمت کوتاہ اور افکار وغموم کی کثرت لیکن کتاب (مشکل الآثار) کا بڑے اچھے اور بہترین معانی وفوائد پر مشتمل ہونا۔ نیز اس میں فقہ اور دیگر انواع علوم کی موجودگی نے مجھے اس میں نظر وفکر کرنے پر آمادہ کیا ادھر اس کے مصنفؒ کو چونکہ کثرت طرق احادیث اور اس پر دقیق کلام کرنے کے بیان کا حرص تھا اسلئے بغیر کسی ترتیب ونظم کے ابتداء سے انتہاء تک احادیث متفرق اور منتشر ذکر کیے گئے کسی باب کو اس کے ہم جنس نوع کے ساتھ ملحق نہیں کیا گیا تا آنکہ احادیث وضوء بلکہ احادیث صلوۃ وصیام اور باقی احکام کے احادیث اتنے متفرق مقامات پر ذکر کیے گئے کہ ایک نوع کی دو حدیثیں متصل اور یکجا آپ کو نہیں ملیں گی اسلئے وہ تمام فوائد ولطائف اس ساری کتاب میں ایسے منتشر رہے کہ اگر کوئی کسی خاص معنی کا طالب اس معنی کی تلاش کرے تو اس کے موضع کی تلاش بغیر ساری کتاب کے تصفح وتلاش کے ہرگز معلوم نہ ہوگی اور اگر کسی کی یہ خواہش ہو کہ میں اس کے بعض انواع واقسام کو حاصل کروں تو وہ اس کے لئے سارے ابواب کے یاد کرنے کا محتاج ہوگا تو میں نے اس کے فوائد اور فرائد کو ایک مختصر میں جمع کرنے کا ارادہ تو کیا لیکن اپنی کم علمی کے سبب اس تردد میں رہا کہ کیا یہ مقصد میں حاصل بھی کرلوں گا۔ یا ان فوائد کے مدارک (مواضع) خفیہ ہونے کے سبب اس میں مجھے کامیابی نہ ہو سکے گی تا آنکہ مجھے فقیہ حافظ قاضی ابوالولید الباجی مالکی کی مختصر کا علم ہو کر اپنے مقصد حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی کیونکہ علامہ موصوف نے کتاب مشکل الآثار کا اختصار ایسے عجیب وغریب انداز میں کیا

ہے کہ ہر نوع کو اپنی ہی نوع اور ہمشکل وہمجنس کو اس کے ساتھ ہی ملایا اور ذکر کیا ہے نیز ایسی بہترین اور خوبصورت طرز پر اس کو مرتب کیا کہ اس میں مختلف طرق واسانید کو حذف اور اس کے الفاظ کو ایسے انداز میں مختصر کیا کہ اس کے معانی ومطالب کے سمجھنے میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوا اور ہر طالب پر اس کی تلاش، سمجھنا اور یاد کرنا آسان ہوگیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور مجھے یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دلی دعا قبول کرکے میرے اوپر بڑا احسان فرمایا اور میرے لئے ایسے بہت سے کام آسان کردیے جو میرے بہت سے امثال واقران (ساتھیوں) پر بھاری اور مشکل ہیں تو میں نے کوشش اور ہمت کرکے یہ عزم کرلیا کہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اس قاضی ابوالولید باجی کے ''مختصر'' کا خلاصہ صاف اور واضح الفاظ میں ذکر کروں البتہ اس میں بعینہ انہی کے الفاظ کی حکایت کرنے کا التزام نہیں کیا اور میں نے اپنے اس ملخص ''المعتصر من المختصر'' کی ابتداء ان احادیث سے کی ہے جو کہ متضمن اور شامل ہیں۔ حضور ﷺ کی معرفت کو ''باسمائه وصفاته ثم بمعجزاته وسنه ووفاته'' اس کے بعد احکام شرعیہ کا ذکر بطور عنوان کتاب، کتاب کے ذکر کیا پھر اس کے بعد تفسیر قرآن اور اسباب نزول کا ذکر بہ ترتیب ''المختصر'' کے کیا ہے اور اس میں کسی قسم کا عدول اور کمی بیشی نہیں ہوئی۔ البتہ دوران بحث قاضی ابوالولید کے اعتراضات، استدرکات اور بعض سوالات کے جوابات کی طرف اشارہ کیا گیا اور جو کچھ اس میں مؤطا سے زیادتی کی گئی ان سب کا ذکر کیا گیا اور اس کا کل مجموعہ دیوان میں نوسو تینتیس (۹۳۳) احادیث حاصل ہوکر جمع ہوئی علاوہ ان احادیث کے جو اس میں قول مختار کے احتجاج اور استدلال کے لئے ذکر کی گئیں

احقر الانام کہتا ہے کہ مؤلف نے اس کے شروع کا عنوان ''کتاب اسماء النبی ﷺ وخصائصه ومعجزاته وسنه ووفاته'' قائم کیا اور پھر کہا کہ وفیه اربعة عشر حدیثا باب ماجاء فی اسماء النبی ﷺ .روی عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیه ان رسول الله ﷺ قال ان لی خمسة اسماء انا احمد وانا محمد وانا الماحی یمحو الله بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب الذی لیس بعده احد وروی عنه بزیادة خاتم وروی ابوموسی الاشعری قال انا محمد واحمد والحاشر ونبی التوبة ونبی الملحمة اھ (مقدمه المعتصر)

(۲۴۳) التجرید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح

یہ کتاب امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن عبد اللطیف الشرجی الزبیری الحنفی کی تصنیف ہے (واضح رہے کہ رسالۃ المستطرفہ کے حاشیہ میں ہے راجع لحظ الالحاظ ص ۲۵۹ پھر لحظ الالحاظ کے حاشیہ میں ہے کہ تجرید الصریح کی تصنیف کی نسبت حسین بن مبارک زبیدی کی طرف کرنا غلط ہے)

اس کے مؤلف اس کے مقدمہ ص ۳ میں امام نوویؒ کے اس قول (کہ میں نے بہت سے متاخرین حفاظ کو دیکھا کہ وہ اس جیسی روایات کے متعلق مغالطہ میں ہیں پس انہوں نے امام بخاریؒ سے ایسی روایات کی نفی کردی جو اس کی صحیح میں ایسے مواضع میں موجود ہیں جو ذہن میں جلدی سے نہیں آتے) کے ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

فلما کان کذلک احببت ان اجرد احادیثہ من غیر تکرار وجعلتہا محذوفۃ الاسانید لیقرب انتوال الحدیث من غیر تعب واذا اتی الحدیث المتکرر اثبتہ فی اول مرۃ وان کان فی الموضع الثانی زیادۃ فیہا فائدۃ ذکرتہا والافلا الخ۔

(جب واقعہ یہ تھا تو میں نے یہ پسند کیا کہ صحیح بخاری کی احادیث کی تجرید بغیر تکرار کے کروں اور ان احادیث کو میں نے اسانید حذف کر کے اسلئے ذکر کیا تا کہ اخذ حدیث بغیر کسی تکلیف کے ہو اور جب کوئی حدیث مکرر ہوتی۔ تو اس کو میں صرف پہلی مرتبہ مندرج کرلیتا ہوں ہاں اگر دوسری جگہ اس میں کوئی ایسی زیادتی ہو جس میں کوئی فائدہ ہو تو پھر اس کو دوبارہ ذکر کردیتا ہوں ورنہ نہیں اور اسی طرح اگر ایک حدیث پہلے مختصر ہوتی ہے اور دوسرے موضع میں مفصل اور اس میں پہلے موضع والی حدیث سے کوئی زیادتی ہوتی ہے تو پھر بوجہ زیادہ فائدے کے دوسری حدیث کو لکھتا ہوں اور پہلی کو چھوڑ دیتا ہوں اسی طرح اس "تجرید الصریح" میں صرف انہی احادیث کو ذکر کرتا ہوں جو مسند متصل ہوں اور جو احادیث مقطوع یا معلق ہوں تو ان کو بالکل بیان نہیں کرتا۔

نیز اگر ان کا تعلق صحابہؓ یا ان کے بعد کے لوگوں کے اخبار سے ہو اور اس کا تعلق حدیث کے ساتھ نہ ہو اور نہ اس میں حضور ﷺ کا ذکر ہو تو ایسے اخبار کو بھی اس میں ذکر نہیں کرتا جیسے کہ حکایت ابو بکر و عمر کے

سقیفہ بنو ساعدۃ میں جانے اور اس میں جو ان کی آپس میں گفتگو ہوئی ہے)

احقر الانام کہتا ہے کہ یہ دو جلدوں میں ہے اس کا شروع الحمد للہ الباری المصور الخلاق الوہاب الفتاح الرزاق الخ سے ہے پھر اس کے بعد باب بدء الوحی کا ذکر ہے اور اس میں حضرت عمرؓ کی حدیث کا ذکر کیا ہے۔ اور دوسری جلد کے شروع میں کتاب الشہادات ہے اور اس میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث ہے۔ عن النبی ﷺ قال خیر الناس قرنی ثم الذین یلونہم ثم یجئی اقوام تسبق شہادۃ احدہم یمینہ ویمینہ شہادتہ اھ۔ اور اس کے آخر میں ابو ھریرہؓ کی یہ حدیث ہے کہ قال قال النبی ﷺ کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم اھ۔ صاحب کشف الظنون نے بھی مختصرات جامع صحیح البخاری میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور تقریباً اسی نوعیت کی عبارت ذکر کی جس کا ترجمہ مقدمہ تجرید میں کردیا گیا البتہ اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ وفرغ فی شعبان سنۃ تسع وثمانین وثمانمائۃ (کہ وہ اس کی تکمیل سے شعبان ۸۸۹ھ میں فارغ ہوئے) اور آپؒ کی وفات ۸۹۳ھ میں ہوئی)

(مقدمہ تجرید ص ۲ لحظ الالحاظ ص ۲۵۹، کشف الظنون جدید ج ۱ ص ۵۵۴)

القرن العاشر

اور اس دسویں صدی میں بھی بہت سی کتبِ احادیث علماء کرام نے تصنیف کی ہیں اور میں ان میں سے بعض کا تذکرہ کرتا ہوں۔

(۲۴۴) المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ

یہ حافظ شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد بن ابی بکر عثمان بن محمد السخاوی الشافعی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نے چھوٹی عمر میں قرآن کریم یاد کیا اور ماہ مبارک میں تراویح میں اس کو سنایا اور اس نے "عمدۃ الاحکام، تنبیہ، منہاج، الفیہ بن مالک، الفیہ عراقی اور اکثر حصہ شاطبیہ اور نخبۃ لابن حجر کو یاد کیا

اور جب کبھی وہ ایک کتاب یاد کر لیتے تو اس کو اپنے مشائخ (اساتذہ) کو سنا دیا کرتے اور علم فقہ، عربیت، قرأت، حدیث، تاریخ میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ علم الفرائض والحساب، تفسیر، اصول فقہ پر بھی پوری دسترس حاصل تھی اور اس کے مسموعات، مقروآت تو بے شمار کسی محدود تعداد میں منحصر نہیں اور بہت سے کتب بھی تصنیف کی ہیں ان میں سے ''الجواهر والدرر فی ترجمة الشیخ ابن حجر'' ''فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث'' اہل تدبر کے نزدیک اس سے زیادہ جامع اور تحقیقی کتاب نہیں ہے۔ نیز کتاب ''الضوء اللامع لاهل القرن التاسع'' بھی اس کی تصنیف ہے۔ آپؒ کی وفات ۹۰۲ھ میں ہوئی ہے۔ (شذرات)

وجہ تالیف

اس کے مؤلفؒ اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں حمد وصلوۃ کے بعد عرض ہے کہ اس کتاب (المقاصد الحسنة) کے متعلق بعض ائمہ ''انجاب'' نے مجھے رغبت دلائی۔ کہ ایسے احادیث واخبار کی اسناد اور معتبر حکم بیان کروں جو لوگوں میں تو مشہور ہوں لیکن اس کی حقیقی معرفت بغیر ماہرین احادیث کے نہ ہو سکے حالانکہ اس میں کبھی تو کوئی بھی مرفوع حدیث نہیں ہوتی بلکہ یا موقوف اور مقطوع اور کبھی اس کے اصل کی بھی بالکل خبر نہیں ہوتی اور وہ شروع کلمات حدیث میں حروف معجم پر مرتب ہوئی ہے۔
اگرچہ اس کی ترتیب ''ابواب المعارف'' پر ہونا مؤکد امور میں سے ہوتا اور اس لئے تو میں نے اس کتاب کو دونوں طریقوں پر مرتب اور جمع کیا اور ان لوگوں کی ملامت جو ان دو طریقوں میں ایک کو زیادہ پسند کرتے ہیں کو دور کر دیا۔ اسلئے حروف معجم کے ختم پر میں نے احادیث کو مبوب کر کے ابتداء ہی سے ان کے مظان (مراجع) کو اشارہ کر دیا اور احادیث کے تسمیہ میں میں نے معنی لغوی کا لحاظ کیا جیسے کہ میں نے احادیث کی شہرت میں بھی صرف اصطلاحِ قوی پر اقتصار کا قصد نہیں کیا یعنی وہ حدیث جسے طبقہ عالیہ میں دو سے زائد اشخاص روایت کریں بلکہ میرا مقصد اس مشہور سے یہی ہے کہ ایک عالم متقن اچھے اخلاق وسیرت کے مالک سے منقول روایت ایک خاص شہر یا قوم معین اور اکثر موجودین میں مشہور ہو اور سب سے زیادہ باعث اس مجموعہ کی ترتیب وجمع پر یہی بات تھی کہ انتہائی کثرتِ تنازع

اس بات پر رہتی کہ کیا ایسی احادیث واخبار کا نقل کرنا جو ایسے مجموعہ دیوان میں ہوں جو کذب وبہتان سے خالی نہ ہوں اور پھر ان کی نسبت حضور کریم ﷺ کی طرف کی جائے باوجود عدم علم ہونے اس کے منقول عن الرسول ہونے پر اور اس کو ذکر کرنے میں یقین کرنے والے ہوں اور اس کے اعادہ کرنے میں پرعزم ہوں اور اس کی تحریم سے غافل ہوں۔
علامہ عبدالحیٔ بن العماد حنبلی المتوفی ۱۰۸۹ھ نے اپنی کتاب شذرات الذهب میں ذکر کیا ہے کہ '' والمقاصد الحسنة فی الاحادیث الجاریة علی الالسنة'' وهو اجمع واتقن من کتاب السیوطی المسمیٰ'' بالجواهر المنتشره فی الاحادیث المشهورة ''وفی کل منهما مالیس فی الآخر اھ۔
(کتاب المقاصد الحسنۃ زیادہ جامع اور قوی ہے امام سیوطیؒ کی کتاب الجواہر المنتشرہ سے اور ان ہر دو میں ایسے احادیث واخبار ہیں جو دوسری میں نہیں)
علامہ چلپیؒ ''کشف الظنون میں وجہ تالیف یہ لکھتے ہیں رتبه علی حروف اوائل الحدیث وکان الباعث علی تالیفه کثرة التسارع لنقل مالایعلم ولایسلم من کذب ونسبتهم الی النبی ﷺ مع علم خبرتهم بالمنقول والکذب علیه لیس کالکذب علی غیره حتی اتفقوا علی انه من اکبر الکبائر وصرحوا بعدم قبول توبته بل بالغ الشیخ الجوینی فکفره اھ۔

المقاصد الحسنة کی تجرید وتلخیص

علامہ چلپیؒ نے مزید تفصیل کرتے ہوئے لکھا کہ شیخ عبدالرحمٰن بن علی الشیبانی شافعی المعروف بہ دبیع متوفی ۹۴۴ھ نے اس کی تجرید بنام ''تمییز الطیب من الخبیث ممایدور السنة الناس من الحدیث'' اس کا شروع الحمد لله الذی رفع بعض خلقه علی بعض الخ ہے (اس کے بعد اس کی وجہ تالیف کا کچھ تذکرہ کیا ہے) پھر لکھتے ہیں اور اس کی تلخیص شیخ قاضی تقی الدین الفتوحی الحنبلی نے بھی کی جس کا شروع اسی طرح ہوتا ہے اما بعلما ذکر من اسم الله تعالیٰ الخ ۔ اسی طرح اس کی تلخیص آپؒ کے تلمیذ شہاب الدین احمد بن محمد بن عبدالسلام المتوفی ۹۳۱ھ نے بھی کی ہے۔
اس کا شروع احمد الله القدیم الذی له فی ذاته الخ اور اس کا نام ''الدرة اللامعة فی بیان کثیر من

الاحادیث الشائعة"(کشف الظنون جدید ج۲ص ۱۷۷۹، شذرات الذھب ج۸ص ۱۵،
المقاصد الحسنة ص ۲)

(۲۴۵) جمع الجوامع للسیوطیؒ

یہ حافظ علامہ جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن سابق بن عثمان بن محمد بن خضر بن ایوب ابن محمد بن شیخ ھمام الدین الخضیری السیوطی شافعی کی تصنیف ہے۔صاحب لباب المعارف علمیہ لکھتے ہیں وہ ایرانی النسل ہے اسکے اسلاف سیوط میں رہتے تھے لیکن اس کی پیدائش قاہرہ میں ہوئی وہ ۸۴۹ھ مطابق ۱۴۴۵ء میں پیدا ہوا۔اس کا باپ قاہرہ کا قاضی تھا جب اس کا انتقال ہوا تو علامہ سیوطیؒ کی عمر ساڑھے پانچ سال کی تھی۔تحصیل علوم سے فراغت پانے کے بعد ۸۶۹ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوا، واپسی پر اس نے علم حدیث کی تدریس شروع کی اور اپنے استاذ علامہ بلقینیؒ کی سفارش پر مدرسہ شیخونیہ میں مدرس اعلیٰ مقرر کیا گیا وہ ایک کثیر التصانیف علامہ ہیں لیکن اس کی تصانیف محققانہ نہیں۔کہا جاتا ہے کہ اس کی تصانیف کی تعداد چار سو سے متجاوز ہے اس کی اکثر تصانیف تفسیر اور حدیث سے تعلق رکھتی ہیں اور اکثر مسائل شرعیہ وغیرہ پر اس نے مستقل رسالے لکھے ہیں جو ما لہ و ما علیہ پر کافی روشنی ڈالتے ہیں علامہ موصوف نے حدیث کی ایک جامع کتاب لکھی ہے جس کا نام انہوں نے "جمع الجوامع" رکھا ہے۔اور جس کا خلاصہ "جامع صغیر" کے نام سے خود انہوں نے مرتب کیا فیض الباری ج۱ص ۲۰۴ میں ہے۔کہ علامہ سیوطیؒ نے حضورﷺ کی زیارت بیداری میں بائیس (۲۲) مرتبہ فرمائی ہے اور کچھ احادیث کے بارے میں بھی آپؐ سے پوچھا اور آپؐ کی تصحیح کر دینے کے بعد امام سیوطیؒ نے ان احادیث کو صحیح کر دیا اھ۔شاہ صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں ثم قد تکون (الرویة) یقظة کما انها تکون مناماً ویمکن عندی رویته ﷺ یقظة کما نقل عن السیوطی" انه رأه ﷺ اثنین وعشرین مرة وسأله عن احادیث ثم صححها بعد تصحیحه ﷺ اھ۔

صاحب شذرات لکھتے ہیں المسند المحقق المدقق صاحب المؤلفات الفائقه النافعه وقد اشتهر اکثر مصنفاته فی حیاته فی اقطار الارض شرقاً وغرباً وکان آیة کبری فی سرعة التالیف حتی قال تلمیذه

الداودی عاینت الشیخ وقد کتب فی یوم واحد ثلاثة کراریس تالیفاً وتحریراً الخ (کہ آپؒ ایک محقق،مدقق،مسند اور عظیم الشان نافع تصنیفات کے مؤلف و مرتب تھے اور آپؒ کی اکثر تصنیفات آپ ہی کی زندگی میں مشرق اور مغرب (یعنی ساری دنیا) میں مشہور ہو چکی تھیں اور تصنیفات و تالیفات کی سرعت میں آپؒ ایک بڑی علامت کے طور پر نمایاں تھے ان کے تلمیذ داؤدی فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ رحمۃ اللہ کو دیکھا کہ وہ ایک دن میں تین رسالے (پمفلٹ) تالیف کر لیا کرتے اور اس کے ساتھ وہ احادیث کی املاء اور احادیث پر سوال و جواب کرنے والوں کو بہترین جوابات دیا کرتے اور آپؒ اپنے زمانہ میں علم حدیث، اسماء رجال، اور اسانید و متن حدیث کی صحت، غرابت اور استنباطِ احکام میں سب سے زیادہ عالم تھے۔

آپؒ خود فرماتے ہیں کہ مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں اور اگر اس سے زائد بھی مجھے معلوم ہو جاتیں تو انہیں بھی یاد کر لیتا۔اور آپ جب چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو دنیا اور اہل دنیا سے بالکل اعراض کر لیا گویا کسی کو بھی نہیں جانتے اور آپ نے صرف عبادت میں اشتغال اور انقطاع الی اللہ کا عمل شروع کیا اور آپ نے افتاء و تدریس کو چھوڑ کر اپنی مؤلفات کے لکھنے اور مرتب کرنے میں مصروف ہوئے اور آپ کے مناقب بے شمار ہیں کتب طویلہ سے مراجعت پر تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔آپؒ کی وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی۔

جمع الجوامع کی تالیف

صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں۔وھو کبیر اوله سبحان الذی مبدیٔ الکواکب اللوامع الخ ذکر فیه انه قصد استیعاب الاحادیث النبویة وقسمه قسمین الاول ساق فیه لفظ الحدیث بنصه یذکر من خرجه ومن رواه من واحد الی عشرة او اکثر یعرف منه حال الحدیث مرتباً ترتیب اللغة علی حروف المعجم والثانی الاحادیث الفعلیة المحضة او المشتملة علی قول وفعل اوسبب او مراجعة ونحو ذلک مرتباً علی مسانید الصحابة الخ (یہ ایک بڑی عظیم الشان کتاب ہے،جس کا شروع سبحان الذی الخ سے ہے آپؒ نے اس میں یہ ذکر کیا کہ میرا ارادہ تمام احادیث نبویہ کا

استیعاب ہے اور پھر اس کو دو قسموں میں تقسیم کیا۔

(۱) اس میں احادیث کے الفاظ کو تصریحاً ذکر کر کے اس کے تخریج اور روایت کرنے والوں کا ذکر بھی ایک تا دس یا اس سے بھی زیادہ کا کرتے کہ اس سے حدیث کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور اس قسم اول کی ترتیب حروف معجم پر ہے۔

(۲) اور دوسری قسم میں خالص احادیث فعلیہ کا یا وہ احادیث جو قول اور فعل یا سبب وغیرہ پر مشتمل ہوں کا تذکرہ ہے اور وہ مرتب بطریق مسانید صحابہؓ کے ہیں جس میں آپؒ نے عشرہ مبشرہ کو مقدم ذکر کیا پھر باقی کو حروف معجم فی الاسماء کے طرز پر پھر کنیت میں بھی ایسا ہی کیا پھر مبہمات کا ذکر اور پھر عورتوں کا پھر مراسیل کا اور آپؒ نے اس کے لئے بہت سی کتب کا وسیع مطالعہ کیا۔

علامہ خولیؒ نے مفتاح السنۃ میں اس کا خلاصہ یہی لکھا کہ انه جمع فيه بين الكتب الستة وغيرها وقد قصد فى كتابه جمع الاحاديث النبوية باسرها . اھ

(علامہ سیوطیؒ نے "جمع الجوامع" میں صحاح ستہ وغیرھا کی احادیث جمع کی ہیں اور اس نے دراصل کل احادیث نبویہ کے جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا) اور کشف الظنون میں مزید یہ بھی لکھا ہے قال المناوى انه مات قبل ان يتمه ولقد اشتمل كتابه على كثيرين من الاحاديث الضعيفة بل الموضوعة اھ

(امام مناویؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ اس کے ختم اور مکمل کرنے سے پہلے فوت ہو چکے اور اس کی یہ کتاب بہت سی احادیث ضعیفہ بلکہ موضوعہ پر مشتمل ہے) واللہ اعلم

اور پھر اس کی ترتیب وتھذیب علاؤالدین علی بن حسام ھندی التوفی ۹۷۵ھ نے اپنی کتاب " کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال (جس کا تذکرہ آجائے گا) میں کیا۔

(لباب المعارف العلمية ج ۱ ص ۱۰، کشف الظنون جدید ج ۱ ص ۵۹۷، شذرات ج ۸ ص ۵۲، مفتاح السنة ص ۱۱۲، فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴)

(۲۴۶) الخصائص الکبریٰ

یہ کتاب بھی علامہ سیوطیؒ کی تصنیفات میں سے ہے اس کے مؤلف اس کے شروع میں لکھتے ہیں۔ کہ

یہ ایسی کتاب لکھی گئی کہ اس کی فضیلت کی شہادت مقربین (بڑے علماء) بھی دیں گے اور یہ ایسا تہہ بہ تہہ بادل ہے کہ اس کی بارش برسنے سے دور اور نزدیک والے سیراب وآباد ہوں گے یہ ایک ایسی نفیس کتاب ہے کہ اس کا مرتبہ کتابوں میں ایسا ہے جیسے کہ موتی کا مرتبہ اکلیل کی نسبت یا آیت سجدہ کا مرتبہ قرآن مجید کی آیات کے مقابلہ میں یہ ایک ایسی کتاب جس کا میوہ پکا ہوا ہو اور اس کے پھولوں کی خوشبو مہک رہی ہو اور اس کی روشنی خوب پھیل رہی ہو یہ ایک ایسی کتاب جس کی شاخیں لمبی اور سرسبز وشاداب ہیں اور ایسی کتاب جس کی اسانید اور متون کا اتصال ہے اور یہ ایسی کتاب جس کے پڑھنے اور سننے والے کو اجر وثواب دیا جائے اور انشاء اللہ اس کے ذریعہ اس کے مؤلف کی آئندہ زمانہ میں حفاظت ہوگی اور جب اس کی موت کا وقت آئے گا تو اسی کے ذریعہ قول ثابت (کلمہ توحید) پر اس کی تثبیت ہوگی اور اسی کے سبب قیامت کے میدان میں اس کے سامنے نور اور روشنی ہوگی یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اتقان اور ترتیب وتالیف میں اپنی نوع کی کتب پر فائق اور بلند ہے۔ ہدایت یافتہ لوگوں کے قلوب کے انشراح کا سبب اور مومنوں کا ایمان وایقان اس کے ذریعہ بڑھتا ہے یہ ایک جامع دیوان ہے اور ائمہ کرامؒ نے جن احادیث واخبار کو اسانید معتبرہ سے نقل کیا ہے ان کا استیعاب کرنے والی کتاب ہے۔ یہ کتاب مشتمل ہے ان بلند بالا معجزات کے ذکر پر جن کے ساتھ سید المرسلین کو خاص کیا گیا اور ان خصائص کے ساتھ جو کہ بالکل روشنی کی مانند واضح ہیں۔ (علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں) میں نے اس میں وہی نقل کیا جو کچھ (احادیث صحیحہ) میں وارد ہوا ہے اور احادیث واخبار موضوعہ مردودہ سے اس کو منزہ اور پاک وصاف رکھا اور میں ان احادیث کی جو سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں دوسرے طرق اور شواہد سے ان کا تتبع کیا ہے اور میں نے اس کو اقسام متناسب وابواب وضمیمات متلاحقہ سے ایسے انداز میں مرتب کیا کہ اپنے فن میں بحمد اللہ کامل ومکمل ہے اور اس میں جو باتیں اذہان وعقول سے دور معلوم ہوتی تھیں ان کو قریب کیا اور کلمات نوادر غیر مانوسہ کو میں نے الفاظ مانوسہ سے تعبیر کر دیا اور ہر غریب کو بالکل واضح کر دیا اور اس کے ذریعے میں نے مومنوں کے دلوں کو خوش کیا اور اسی کے ساتھ منکرین، مفسدین، ملحدین، مبتدعہ اور فلاسفہ متمردین کو غیظ وغضب میں پریشان کیا اور اس کے ذریعہ

صرف بھلائی ہی کی امید کی اور اللہ تعالیٰ جسے ہدایت کریں وہی ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوتا ہے۔

احقر الانام کہتا ہے کہ وہ دو ضخیم جلدوں میں ہے مصنفؒ نے خطبہ کے بعد عنوان باب خصوصية النبی ﷺ الخ قائم کیا اور اس حدیث کا تذکرہ کیا کہ اخرج ابن ابی حاتم فی تفسیره وابونعیم فی الدلائل من طرق عن قتادة عن الحسن عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ واذ اخذنا من النبیین میثاقهم الایة قال کنت اول النبیین فی الخلق وآخرهم فی البعث فبدأبه قبلهم الخ (الخصائص الکبریٰ ص ۲، کشف الظنون ج ۱ ص ۲۰۵)

(۲۴۷) کتاب عمل الیوم واللیلة

یہ کتاب بھی علامہ موصوف کی ہے۔ یہ ایک بہترین مختصر جزء لطیف ہے جو شب وروز کے اعمال وادعیہ پر مشتمل ہے اس کے شروع میں الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی الخ ہے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں ھذا جزء لطیف فی عمل الیوم واللیلة منتخب من الاحادیث والآثار محرر معتبر لخصته من کتابی منهاج السنة والکلم الطیب والله ولی التوفیق اھ۔

(یہ شب روز کے اعمال میں ایک چھوٹا جزء ہے احادیث وآثار سے ایک منتخب معتبر تحریر ہے جس کی کتاب "منهاج السنة" اور "کلم الطیب" سے میں نے تلخیص کی ہے)

اور اس کے آخر میں اسماء حسنیٰ کا تذکرہ ہے اور اس کی تالیف وترتیب سے رجب ۸۹۲ھ میں مصنفؒ فارغ ہوئے۔

احقر الانام کہتا ہے کہ جو نسخہ ہمارے پاس ہے اس پر علامہ بنوریؒ نے اس کے مطالعہ کے بعد اپنے قلم سے یہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔ الشیخ المؤلف رحمه الله راعی فی کثیر من مسائل منهبه ویذکر کانه السنة بخصوصها مع انه ربما تکون السنة فی الجانبین ومثل هذا غیر جید (شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اکثر مسائل میں اپنے مذہب ہی کو ملحوظ رکھا اور اس کو ایسے نہج وطریقہ پر بیان کیا کہ گویا بعینہ یہی سنت ہے حالانکہ بعض اوقات سنت کا احتمال دونوں (مذاہب) کی جانب ہو سکتا ہے اور یہ طور طرز بیان اچھا نہیں ہے)

(۲۴۸) الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر

علم حدیث کی یہ کتاب بھی علامہ سیوطیؒ کی تصنیفات میں سے ایک اہم تصنیف ہے علامہ موصوف خود اس کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

هذا کتاب اودعت فیه من الکلم النبویة الوفاومن الحکم المصطفویة صنوفاً اقتصرت فیه علی الاحادیث الوجیزة ولخصت فیه من معادن الاثر ابریزة وبالغت فی تحریر التخریج فترکت القشر واخذت اللباب وصنته عما تفرد به وضاع او کذاب ففاق بذلک الکتب المؤلفة فی هذا النوع کالفائق والشهاب الخ

(یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں میں نے ہزاروں کلمات نبویہؐ اور کئی اصناف حکمت مصطفویہ کے ودیعت (محفوظ) کیے ہیں میں نے اس میں مختصر احادیث پر اکتفا کیا اور آثار کے معادن (کانیں) سے میں نے اس میں قیمتی جواہر ملخص کیے ہیں اور تخریج احادیث کی تحریر کے سلسلہ میں بھی انتہائی مبالغہ کیا تو چھلکوں کو چھوڑ کر مغز اور اصل کو لیا اور میں نے وضاعین اور کذابین کے تفردات سے اس کو محفوظ کیا اسی لئے تو اسی نوع کے دیگر مصنفات پر فوقیت حاصل کی جیسے کتاب "الفائق" اور "الشهاب" وغیرہما اور اس میں صناعت حدیثیہ کے نفائس اتنے زیادہ جمع ہیں کہ اس سے پہلے کسی کتاب میں نہیں ہیں اور میں نے شروع حدیث اور مابعد کو ملحوظ رکھتے ہوئے طلبہ کی آسانی کے لئے اس کو حروف معجم پر ترتیب دی ہے اور اس کا نام "الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر" رکھا اسلئے کہ یہ کتاب کبیر (جمع الجوامع) سے اخذ کی گئی ہے (والله اعلم)

احقر الانام کہتا ہے اس کے بعد مصنفؒ نے اس کتاب کے رموز واشارات کو تفصیلاً ذکر کیا اور اس کا نمونہ وصورت یہ ہے کہ آپؒ نے اولاً حرف الهمزة کا ذکر کیا اور پھر احادیث کو مع ذکر الراوی عن رسول الله ﷺ کا ذکر کیا اور پھر ان کتابوں کا تذکرہ جن میں یہ حدیث واقع ہوئی ہے مثلاً یہ کہا کہ آتی باب الجنة فاستفتح فیقول الخازن من انت فاقول محمد فیقول بک امرت ان لا افتح لاحد قبلک (حم م) عن انس رضی الله عنه۔

(حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں جنت کے دروازہ کو آؤں گا پھر اس کے کھولنے کا کہوں گا تو جنت کے خازن کہیں گے تو کون ہے میں کہوں گا کہ محمد (ﷺ) تو وہ خازن کہیں گے مجھے یہی حکم تھا کہ آپؐ سے پہلے کسی کے لئے یہ دروازہ نہ کھولوں (حم م) یہ روایت حضرت انسؓ سے ہے) اور یہ کتاب دو جلدوں میں ہے پہلی جلد کا اختتام حرف الحاء پر ہے اور اس کی آخری حدیث الحية فاسقة والعقرب فاسقة والغراب فاسق(ه)عن عائشة رضی الله تعالىٰ عنها

(سانپ فاسق ہے، بچھو فاسق ہے اور کوا بھی فاسق ہے (یعنی یہ چیزیں تکلیف دہ ہیں) اور جلد ثانی (دوم) حرف یاء پر ختم ہوتی ہے اور اس کی آخری حدیث اليوم الموعود يوم القيامة ويوم المشهود يوم عرفة والشاهد يوم الجمعة وماطلعت شمس ولاغربت على يوم افضل منه فيه ساعة لايوافقها عبد مسلم يدعوا الله بخير الا استجاب الله له ولا يستعيذمن شئى الا اعاذه الله منه (ت مق) عن ابی هريرة رضی الله عنه (کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ (قرآن مجید میں) الیوم الموعود سے قیامت کا دن اور یوم المشہود سے عرفہ (نو ذی الحجہ) اور شاہد سے جمعہ کا دن مراد ہے اور اس جمعہ سے کوئی دن بھی زیادہ افضل نہیں ہے اس میں ایک ایسی ساعت (کچھ وقت) ہے کہ اس میں کسی مسلمان کی دعائے خیر کرنا موافق ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ اسے قبول کریں گے اور نہ اس وقت میں کوئی مسلمان کسی چیز سے پناہ مانگے مگر اللہ تعالیٰ اس کو اس سے پناہ عطا فرماویں گے (ت مق) یہ روایت ابوھریرہؓ سے منقول ہے)

شروح وحواشی

جامع صغیر للسیوطی پر ایک شرح شیخ علی بن احمد بن محمد العزیزی الشافعی ۱۰۷۰ھ کی ہے جس کا نام "سراج المنیر" ہے اور وہ تین جلدوں میں ہے اس کا شروع الحمد لله الذى وفقنا للاشتغال بسنة رسوله وتبليغها من رغب فيها واجابته لمسئوله الخ اور اس پر ایک شرح علامہ مناوی کی ہے جس کا نام "فیض القدیر" ہے اور وہ چھ جلدوں میں ہے اور اس کا شروع الحمدلله الذى جعل الانسان هو الجامع الصغير فطوى فيه ما تضمنه العالم الاكبر الذى هو الجامع الكبير وشرف من شاء من نوعه القديم والحديث الخ . اسی طرح جامع صغیر للسیوطی کے حاشیہ پر امام مناوی کی کنوز الحقائق طبع ہوئی ہے اور وہ

بہت مفید کتاب ہے۔

علامہ چلپیؒ نے اس کے علاوہ شروح کا ذکر بھی کیا ہے مثلاً کوکب المنیر جو آپ کے ایک تلمیذ شیخ شمس الدین محمد بن العلقمی الشافعی المتوفی ۹۲۹ھ کی ہے اسی طرح شیخ شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد المتبولی الشافعی متوفی ۱۰۰۳ھ کی ہے جس کا نام "الاستدراک النضیر علی الجامع الصغیر" ہے جس کا شروع الحمد لله شارح صدور اهل السنة الخ ہے۔

ہاں صاحب کشف الظنون نے رموز (اشارات) تفصیل سے بیان کیے ہیں مثلاً (خ) بخاری (م) مسلم (ق) دونوں کے لئے (د) ابوداؤد (ت) ترمذی (ن) نسائی (ہ) ابن ماجہ (ع) ان چاروں کے لئے (حم) احمد فی مسندہ کے لئے (ک) حاکم فی المستدرک کے لئے (خد) بخاری کتاب الادب کے لئے (تخ) بخاری کا تاریخ میں (حب) لابن حبان فی صحیحہ (طب) طبرانی فی الکبیر کے لئے (طس) طبرانی فی الاوسط (طص) طبرانی للصغیر (ش) لابی شیبہ (عب) لعبد الرزاق فی الجامع (ع) ابو یعلی کے مسند کے لئے (قط) دارقطنی کے لئے (وغیرہ ذلک)

(کشف الظنون جدید ج ۱ ص ۵۶۰، جامع صغیر للسیوطی ص ۳)

(۲۴۹) الوفاء بما يجب لحضرة المصطفىٰ

یہ کتاب امام نور الدین ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن احمد بن علی بن عیسیٰ بن محمد الحسنی کی تصنیف ہے۔ آپؒ نزیل مدینہ منورہ اور اس کے عالم، مفتی، مدرس، اور مؤرخ تھے شافعی المذہب تھے۔ آپؒ نے قرآن مجید اور کئی کتابیں حفظ کی تھیں۔ آپؒ شرف الدین المناوی کے ساتھ کافی عرصہ تک رہے اور اس سے بہت کچھ پڑھا اور سنا یا اس نے آپؒ کو خرقہ تصوف بھی پہنایا یعنی خلافت عنایت کی اور بہت سی تصانیف بھی کیں جن میں سے "جواهر العقدين فى فضل الشرفين" اور اقتفاء الوفاء باخبار دار المصطفىٰ" لیکن وہ تکمیل سے پہلے جل گئی تھی۔

اسی طرح اس کا کتاب الروضۃ پر ایک حاشیہ بھی تھا جس کا نام "امنية المعتنين بروضة الطالبين" رکھا اس میں صرف باب الربا تک پہنچا اور اپنے فتاویٰ بھی جمع کیے اور وہ بہت مفید ثابت

ہوئے اور دوسری نفیس کتابیں جمع کی تھیں۔لیکن سب جل گئی تھیں۔آپؒ کی وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی۔
(شذرات الذهب ج۸ ص ۵۰، الرسالة المستطرفة ص ۱۶۴)

(۲۵۰) المواهب اللدنية بالمنح المحمدية

یہ کتاب حافظ شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبدالملک بن احمد بن محمد بن حسین بنؒ علی القسطلانی المصری الشافعی کی مشہور تصنیف ہے۔آپؒ فقیہ، المقری، المسند سے معروف تھے۔آپؒ نے قرآن مجید حفظ کیا اور سبعہ کی قرأت کیا کرتے۔شاطبیہ، جزریہ اور الوردیہ بھی یاد کی تھیں آپؒ الجامع العمری وغیرہ میں اتنا اچھا وعظ کرتے کہ آپ کی نظیر اس وقت نہیں تھی آپ کے پاس تعلیم و تعلم کے لئے جم غفیر کا اجتماع ہو جاتا، بہت کچھ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے لکھا۔آپؒ کی تصنیفات سے "العقود السنية فی شرح المقدمة الجزرية"، "تحفة السامع والقاری بختم صحیح البخاری" اور آپ کی اجل تصنیفات میں بخاری شریف کی بہت بہترین ملخص شرح دس اسفار (کتب) میں بڑی جامع ہے۔اسی طرح تصنیفات میں "المواهب اللدنية بالمنح المحمدية" بھی ہے وہ بڑی جلیل القدر اور کثیر النفع اور اپنے باب میں وہ بے نظیر کتاب ہے۔صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ مصنفؒ نے اس کو دس مقاصد میں مرتب کیا پھر ان کی تفصیل بیان کی اور وہ دو جلدوں میں موجود ہے اور اس پر ایک بہترین حاشیہ ابو الضیاء نور الدین علی بن علی الشبر املسی المتوفی ۱۰۸۷ھ کا ہے۔کشف الظنون میں ہے کہ وہ پانچ جلدیں ضخیم ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ چار جلدوں میں ہے نیز اس پر ملا علی قاری الحنفی اور احمد بن محمد الشوبری الشافعی المصری ۱۰۶۹ھ ابراهیم بن محمد المیمونی المصری الشافعی ۱۰۷۹ھ کے حواشی بھی موجود ہیں۔اور اس کی شرح شیخ محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی المصری المالکی نے آٹھ جلدوں میں کی ہے۔صاحب کشف الظنون نے مزید حواشی اور شروح کا ذکر بھی کیا ہے۔
(شذرات ج۸ ص ۱۲۱، الرسالة المستطرفة ص ۱۶۳، کشف الظنون جدید ج۲ ص ۱۸۹۶)

(۲۵۱) سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرة خیر العباد

یہ کتاب محدث شمس الدین محمد بن یوسف ابن علی الشامی الدمشقی الصالحی کی تصنیف ہے۔صاحب

شذرات الذهب لکھتے ہیں کہ آپؒ نزیل قاہرہ تھے اور سنت محمدیہ پر مضبوطی سے استقامت کرنے والوں میں تھے۔علامہ شعرانی فرماتے ہیں کہ آپؒ گفتگو کے بیٹھے بارعب صیام و قیام کے پابند اور ان کو کثرت سے کرنے والے تھے میں کچھ راتیں ان کے پاس ٹھہرا تو آپ رات کو بہت تھوڑی نیند کیا کرتے اور نیک عالم باعمل اور علوم کے ماہر تھے۔

کتاب کا درجہ وفضیلت

اور اس مشہور سیرت نبویہ کی تالیف تقریباً ہزار کتب سے انتخاب کرکے مکمل کی اور اس میں ایسا طور وطرز (نمونہ) اختیار کیا کہ اس سے پہلے کسی نے بھی اس کی طرف سبقت نہیں کی۔
علامہ ابو جعفر الکتانیؒ اپنے رسالۃ المستطرفہ میں لکھتے ہیں وهو نحو من اربع مجلدات ضخام او اكثر رائیت اجزاء منها وهی من احسن كتب المتأخرين فی السيرة النبوية وابسطها انتخبها من اكثر من ثلاث مائة كتاب وتحرى فيها الصواب واتى فيها بالعجب العجاب وقد زادت ابوابه على سبعمائة وختم كل باب بايضاح ما اشكل فيه مع بيان غرائب الالفاظ وضبط المشكل اھ (یہ چار یا اس سے بھی زیادہ جلدوں میں مرتب کی گئی ہے میں نے کچھ اجزاء اس کے دیکھے ہیں متاخرین کی سیرت نبویہ کے متعلق تصنیفات میں بہترین اور مبسوط ہے اس کو تین سو (۳۰۰) سے زائد کتب سے منتخب کیا ہے اور اس میں صحیح اور صواب اخذ کرنے میں خوب تدبر کیا اور اس میں عجیب وغریب اشیاء ذکر کیے ہیں اور اس کے ابواب سات سو (۷۰۰) سے بھی زیادہ ہوئے اور ہر باب کو اس کے اشکالات کی وضاحت بمعہ بیان الفاظ غریبہ اور ضبط مشکل کے ختم کیا ہے۔اسی مسودہ مصنفؒ وغیرھا سے آپؒ کے تلمیذ محمد بن محمد بن احمد المالکی نے اس کو مرتب کیا اور ۹۷۱ھ میں اس سے فراغت ہوئی۔
علامہ شمس الدین شامی کی تالیفات میں سے "الآيات العظيمة الباهرة فی معراج سيد اهل الدنيا والآخرة" آپؒ نے اس کو سترہ (۱۷) ابواب پر پہلے مرتب کیا پھر کچھ دوسرے مواد کے میسر ہونے پر اس کو اس کے ساتھ ملحق کرکے اس کا نام الفضل الفائق رکھا۔نیز اس کی تصنیفات میں "عقود الجمان فی مناقب ابی حنيفة النعمان" "الفوائد المجموعة فی بيان الاحاديث الموضوعة" الاتحاف بتمييز

"ماتبع فیه البیضاوی صاحب الکشاف" وغیرھا بھی ہیں۔ آپؒ علامہ سیوطی کے تلامیذ میں سے ہیں اور اپنی اس سیرت کی کتاب میں بہت دفعہ اس سے نقل بھی کرتے ہیں آپ ۹۴۲ھ میں فوت ہوئے۔

علامہ چلپیؒ نے کشف الظنون میں اس کی مدح میں وہی کچھ نقل کیا جو پہلے مذکور ہو چکا ہے البتہ آخر میں یہ لکھا کہ فانه لما فرغ اقتضب منه قصة المعراج فی کتاب تبیان الآیات العظیمة (کہ آپؒ جب اس ''سبل الھدیٰ'' سے فارغ ہوئے تو واقعہ معراج اس سے منتقل کر کے کتاب ''بیان الآیات العظیمة'' میں درج کر دیا۔

(کشف الظنون جدید ج۲ ص ۹۷۸، شذرات ج۸ ص ۲۵۰، الرسالة المستطرفة ص ۱۲۲)

(۲۵۲) تیسیر الوصول الی جامع الاصول

یہ کتاب شیخ عبدالرحمٰن بن علی المعروف بہ ابن الربیع الشیبانی الیمنی المتوفی ۹۴۴ھ کی تصنیف ہے۔

صاحب المعارف العلمیہ اس کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ صحاح ستہ کی تمام حدیثوں کو ایک ہی کتاب میں جمع کر دیا اور ہر ایک حدیث کے راوی اور مخرج کی بھی تصریح کی ہے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ کوئی حدیث صحاح کی کتنی اور کن کن کتابوں میں پائی جاتی ہے ابواب کو عام کتب حدیث کی طرح احکام فقہیہ کے موافق نہیں بلکہ حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیا ہے اس کتاب کا مأخذ شیخ ابن الاثیر جزری کی جامع الاصول (جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے) ہے۔ (لباب المعارف العلمیة ج ۱ ص ۷۱)

(۲۵۳) البدر المنیر فی غریب احادیث البشیر النذیر

یہ کتاب شیخ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی یا الشعراوی المصری الشافعی کی تصنیف ہے۔ علامہ شعرانیؒ نے اپنی کتب میں یہ ذکر کیا کہ آپؒ محمد بن الحنفیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ شیخ عبدالرؤف المناویؒ طبقات میں لکھتے ہیں۔ ھو شیخنا الامام العامل العابد الزاھد الفقیه المحدث الاصولی الصوفی المربی المسلک من ذریة محمد بن الحنفیة حفظ القرآن وعدة متون منھا المنھاج والالفیة، والتوضیح والتلخیص والشاطبیة وغیر ذلک۔

(یہ ہمارے شیخ، امام، عامل، عابد، زاہد، فقیہ، محدث، اصولی، صوفی اور محمد بن الحنفیہ کی اولاد سے ہیں

اپنے مسلک مشرب کے مربی ہیں آپؒ نے قرآن مجید اور بہت سے متون حفظ کیے جن میں کتاب ''المنھاج، الفیہ، توضیح، تلخیص اور شاطبیہ وغیرھا مشہور کتابیں ہیں) آپؒ کی وفات ۹۷۳ھ میں ہوئی۔ اور اسی طرح بہت سی تصنیفات بھی کیں جن میں ''مختصر الفتوحات، سنن البیھقی الکبری، مختصر تذکرة القرطبی، الجوھر المصون فی علوم الکتاب المصون، فرائد القلائد فی علم العقائد، البدر المنیر فی غریب احادیث البشیر النذیر، یہ زیادہ مشہور ہیں

تالیف کتاب

اس کتاب میں تقریباً دو ہزار تین سو (۲۳۰۰) احادیث ہیں اور یہ حروف معجم پر مرتب ہوئی ہے مصنفؒ نے اس کا انتخاب ''جوامع السیوطی'' سے المقاصد الحسنة'' اور الغماز علی اللماز'' جلال الدین المحصودی کے ساتھ کیا ہے اور آپؒ کی ایک اور کتاب ''مشارق الانوار القدسیة فی العھود المحمدیة'' بھی ہے

(شذرات الذھب ج۸ ص ۳۷۳، الرسالة المستطرفة ص ۱۵۲)

(۲۵۴) کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال

یہ مشہور کتاب شیخ علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی کی تصنیف ہے یہ بڑے نیک اور علماء عاملین میں سے تھے، ورع، تقویٰ اور کرامات متعددہ کثیرہ کے مالک تھے اور متعدد تصنیفات بھی کی ہیں، مکہ مکرمہ میں طویل عرصہ قیام پذیر رہے اور آپؒ کی وفات بھی ۹۷۵ میں وہیں ہوئی۔

وجہ تالیف کتاب

مصنفؒ اس کے شروع میں لکھتے ہیں کہ جب میں نے شیخ الاسلام علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی دونوں تالیفات ''الجامع الصغیر، زوائد جامع صغیر کو دیکھا کہ وہ اس کی جامع کبیر سے ملخص از قبیل اقوال کے ہیں اور وہ مرتب علی الحروف تھیں تو میں نے ان دونوں کے درمیان جمع کر کے ان کو ابواب فقہیہ پر مرتب کر کے اس کا نام ''منھج العمال فی سنن الاقوال'' رکھا پھر مجھے یہ خیال ہوا کہ میں قسم اقوال کے بقیہ کو بھی مبوب مرتب کرلوں تو بحمداللہ یہ کام بھی مکمل ہوا اور میں نے اس کا نام ''الاکمال

لمنهج العمال " رکھا پھر ان دو تالیفوں (منهج العمال فی سنن الاقوال ، الاکمال لمنهج العمال) کو میں نے اس طریقہ پر یکجا کر دیا کہ ایک تالیف کی کتاب کو دوسری تالیف کی کتاب کے بعد اور باب کو باب کے بعد نیز فصل کو فصل کے بعد اس طور وطرز پر کہ احادیث "الاکمال" کو منہج العمال کی احادیث سے علیحدہ کرنے والا تھا۔ اور اس سے میرا مقصد صرف یہی تھا کہ مؤلف نے یہ ذکر کیا ہے کہ وہ احادیث جو جامع صغیر اور جامع صغیر کے زوائد میں ہیں۔ وہ زیادہ صحیح مختصر اور تکرار سے خالی ہیں جیسے کہ یہ بات جامع صغیر کے دیباچہ سے معلوم کی جاسکتی ہے تو میری اس ترتیب کے بعد وہ ایک مکمل کتاب بن گئی اور میں نے اس کا نام "غاية العمال فی سنن الاقوال " رکھا۔ پھر مجھے یہ خیال آیا کہ قسم افعال کو بھی اسی طرح مبوب کردوں ۔ چنانچہ قسم افعال کو بھی سابقہ طریقہ پر ابواب میں تقسیم کر دیا اور میں نے احادیث اقوال وافعال کے درمیان بایں طریقہ جمع کر دی کہ پہلے منہج العمال کی احادیث کا ذکر کروں گا پھر احادیث "الاکمال" کا پھر قسم افعال کی احادیث کا حسب سابق ایک کتاب کو دوسری کتاب کے بعد ذکر کروں گا۔ چنانچہ بحمد للہ یہ ایک ایسی کتاب مرتب ہوئی کہ اس میں سابقہ مذکور سب کچھ ایسا واضح ہو گیا کہ اگر کوئی شخص قسم اقوال کو علیحدہ علیحدہ کرنا چاہے یا ان کو اجتماعی صورت میں تو اس کے لئے یہ معلوم کرنا ممکن اور آسان بنا دیا گیا۔ اور اسی مجموعہ کا نام کنز العمال فی سنن الاقوال " رکھا تو گویا جو شخص اس مرتب شدہ تالیف کے معلوم کرنے میں کامیاب ہوا تو وہ گویا کتاب "جمع الجوامع، مبوب بمعہ احادیث کثیرہ جو اس میں نہیں ہیں کے معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا کیونکہ اس کے مصنف ؒ نے جامع صغیر اور اس کے زوائد میں ایسی احادیث کا اضافہ کیا ہے جو جمع الجوامع میں نہیں تھے اور ہاں اب آئندہ صفحات میں مصنف ؒ کی جامع صغیر اس کے زوائد اور جامع کبیر کے دیباچوں کا تذکرہ کرتا ہوں تاکہ میں نہ مصنف ؒ کے الفاظ کا تارک اور نہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرنیوالا ہو جاؤں انشاء اللہ۔ علامہ چلپی ؒ لکھتے ہیں وهو مرتب من جمع الجوامع للسيوطی وقد مر فی الجيم فرغ مولفه علی بن حسام الدين الشهير بالهندی من تاليفه فی جمادی الاولیٰ سنة ۹۵۷ ھ سبع وخمسين وتسعمائة (یہ کتاب سیوطی کی جمع الجوامع سے مرتب شدہ ہے اور جمع الجوامع کا ذکر حرف جیم میں پہلے ہو چکا اس کے مصنف علی بن حسام الدین ھندی اس کی تالیف وترتیب سے جمادی الاولیٰ ۹۵۷ھ میں

فارغ ہوئے (کشف الظنون ج ۲ ص ۱۵۱۷، دیباچہ کتاب)

احقر الانام کہتا ہے کہ "کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال" کے متعلق علامہ چلپی ؒ نے جلد اول میں تقریباً وہی لکھا ہے جو مندرجہ بالا مقدمہ ؒ کی عبارت سے معلوم ہو چکا ہے۔ اور اسی پر اپنے اس مقالے کا اختتام کرتا ہوں۔

عرض حال

بندہ احقر الانام نے اس کی جمع وترتیب میں حتی الوسع کوشش کی ہے لیکن اس کے باوجود انسان خطاء ونسیان سے محفوظ نہیں اسلئے میری لغزشوں سے درگذر کرتے ہوئے اس کی غلطیوں کی اصلاح اور نشان دہی کی سعی فرماویں اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ اسی کو میرے لئے مصائب دنیا اور عذاب آخرت (قبر، حشر، دوزخ) سے نجات اور اسی کو میری فلاح کا ذریعہ اور جنت کو مع الاساتذہ والاقران والوالدین میرا دار المقام بنائیں گے آمین ۔ وماذلک علی الله بعزيز. اللهم افعل بنا ماانت اهله ولاتفعل بنا مانحن باهله وصلی الله تعالیٰ علی خير خلقه محمد و آله وصحبه واجمعين ۔

(عربی مقالہ سے فراغت ۱۷ رجب ۱۳۸۵، ترجمہ سے فراغت ۴ رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ)

مأخذ ومصادر

(۱) قرآن حکیم

(۲) فتح الباری للعلامۃ ابن حجرؒ

(۳) جامع بیان العلم لابن عبدالبر

(۴) علوم الحدیث لابن صلاحؒ

(۵) شرح الالفیۃ لزین الدین العراقی

(۶) تدریب الراوی للسیوطیؒ

(۷) توضیح الافکار لمحمد بن ابراھیم الیمانی

(۸) اصول السرخسی لابی بکر محمد بن احمد السرخسی

(۹) تاریخ بغداد للخطیب

(۱۰) لسان المیزان لابن حجر

(۱۱) معرفۃ علوم الحدیث للحاکم النیسابوری

(۱۲) تذکرۃ الحفاظ للذھبیؒ

(۱۳) الجواھر المضیۃ لعبدالقادر القرشی

(۱۴) الانتقاء لابی عمر ابن عبدالبر

(۱۵) اختصار علوم الحدیث لابن کثیر

(۱۶) شروط الائمہ الخمسۃ للحازمی (حافظ محمد بن موسیٰ)

(۱۷) معالم السنن للعلامۃ احمدبن محمد الخطابی

(۱۸) عارضۃ الاحوذی لابن العربیؒ المالکی

(۱۹) تزیین الممالک للعلامۃ السیوطی

(۲۰) مناقب الامام ابی حنیفۃ للذھبیؒ

(۲۱) الصحیح البخاری لمحمدبن اسماعیل البخاری

(۲۲) فتح الباقی علی شرح الالفیہ العراقی للشیخ زکریا

(۲۳) مفتاح السعادۃ لبطاش کبریٰ

(۲۴) مقدمہ فتح الباری للعلامہ ابن حجر

(۲۵) سنن الترمذی لابی عیسیٰ الترمذی

(۲۶) شروط الائمۃ الستۃ للمقدسی

(۲۷) تنویر الحوالک شرح مؤطا للسیوطیؒ

(۲۸) دیباج المذھب لابن فرحون المالکی

(۲۹) مناقب ابی حنیفۃ لصدر الائمۃ

(۳۰) جامع المسانید للخوارزمیؒ

(۳۱) سنن ابن ماجۃلابی عبداللّٰہ القزوینی

(۳۲) تھذیب التھذیب لشیخ الاسلام ابن حجرؒ

(۳۳) شذرات الذھب لعبد الحی بن العماد الحنبلی

(۳۴) کتاب التجرید للعلامۃ الزبیدی

(۳۵) زھر الربیٰ للعلامۃ السیوطیؒ

(۳۶) سنن ابی داؤدلسلیمان السجستانی

(۳۷) تعجیل المنفعۃ للشیخ الاسلام ابن حجرؒ

(۳۸) توجیہ النظر للعلامۃ الجزائری

(۳۹) باعث الحثیث لاحمد محمد شاکر

(۴۰) المصباح للسید قاسم الاندجانی

(۴۱) مقدمہ فتح الملھم للعلامۃ العثمانی

(۴۲) مسند الاما م الدارمیؒ

(۴۳) مفتاح السنۃ لعبد العزیز الخولی

(۴۴) کشف الظنون لحاجی خلیفہ کاتب چلپی

(۴۵) تعلیق الکوثری علی مناقب ابی حنیفة

(۴۶) الکواکب الدراری شرح صحیح البخاری للکرمانیؒ

(۴۷) معجم الادباء لیاقوت الحموی

(۴۸) تقریب التھذیب للحافظ ابن حجرؒ

(۴۹) دلیل الفالحین لمحمد بن علان الصدیقی

(۵۰) نیل الاوطار لمحمد بن علی الشوکانی

(۵۱) العبر للعلامة الذھبی

(۵۲) النکت الطریقة للعلامة الکوثری

(۵۳) عمدة القاری للعلامہ بدرالعینی

(۵۴) تجرید التمھید لابن عبدالبرؒ

(۵۵) میزان الکبری للشعرانی

(۵۶) نسیم الریاض لشھاب الدین الخفاجی

(۵۷) فوائد جامعہ لشاہ عبدالعزیز الدھلوی

(۵۸) منحة المعبود لاحمد عبدالرحمن البنا

(۵۹) شرح سنن ابن ماجة للسندھی

(۶۰) مقدمہ امانی الاحبار للشیخ یوسف الدھلوی

(۶۱) مقدمہ فیض الباری للعلامة العثمانی

(۶۲) معجم الصغیر للطبرانی

(۶۳) تبییض الصحیفة للعلامة السیوطی

(۶۴) مقدمہ شرح ثلاثیات للسفارینی

(۶۵) فتح الربانی فی ترتیب مسند الشیبانی

(۶۶) مقدمہ سنن ابی داؤد

(۶۷) ابن ماجۃ وعلم الحدیث للنعمانی

(۶۸) تعلیق الممجد لعبدالحی الکنوی

(۶۹) مقدمہ فیض الباری للعلامة البنوری

(۷۰) مسند ابی داؤد الطیالسی

(۷۱) مقدمہ صحیح ابن حبان لاحمد محمد شاکر

(۷۲) مقدمہ مسند الحمیدی لحبیب الرحمن الاعظمی

(۷۳) مؤطا للامام محمد الشیبانی

(۷۴) اشعة اللمعات للشیخ عبدالحق الدھلوی

(۷۵) الحاوی فی تاریخ الامام الطحاوی للکوثری

(۷۶) ماتمس الیہ الحاجة للعلامة عبدالرشید نعمانی

(۷۷) ظفر المحصلین باحوال المصنفین مولانا محمدحنیف گنگوھی

(۷۸) مقدمہ کتاب الآثار لابی الوفاء الافغانی

(۷۹) مناقب موفق

(۸۰) مناقب ابن حنبل لمحمد ابوزھرة المصری

(۸۱) بستان المحدثین لشاہ عبدالعزیز دھلوی

(۸۲) فھارس البخاری لرضوان محمد رضوان

(۸۳) مقدمہ بخاری لمولانا محمد ادریس کاندھلوی

(۸۴) مقدمہ شرح مسلم للامام النووی

(۸۵) معانی الاثار لابی جعفر احمد الطحاوی

(۸۶) البدایة لابن کثیر

(۸۷) مقدمہ کتاب الزھد لعبدالرحمن بن القاسم

(۸۸) مقدمہ مسند ابی عوانہ

(۸۹) نخب الافکار لبدر الدین العینی

(۹۰) مقدمہ امانی الاحبار للشیخ محمد یوسف دھلوی

(۹۱) سنن بیہقی لاحمد بن الحسین البیہقی

(۹۲) عمدۃ القاری لبدر الدین العینی

(۹۳)مقدمہ مشکل الآثار للامام الطحاوی

(۹۴) کتاب الاسماء والصفات لمحمد محی الدین الزینی

(۹۵) تجرید التمہید لابی عمر یوسف ابن عبدالبر

(۹۶) مقدمہ کتاب الاعتبار لابی بکر محمدبن موسی الحازمی

(۹۷) مقدمہ مستدرک لابی عبداللہ محمد الحاکم النیساپوری

(۹۸) مقدمہ جامع الاصول مجد الدین المبارک بن محمد الجزری

(۹۹)مقدمہ مسند موسی بن زکریا الحصفکی

(۱۰۰) الترغیب والترھیب لابی محمد عبدالعظیم المنذری

(۱۰۱) ریاض الصالحین للامام النووی

(۱۰۲) مظاہر حق جدید علامہ نواب محمد قطب الدین دھلوی

(۱۰۳) لباب المعارف العلمیۃ لمولانا عبدالرحیم کلاچوی

(۱۰۴) مسند خوارزمی لمحمد بن محمود خوارزمی

(۱۰۵) المنتظم لابن الجوزی

(۱۰۶) معارف السنن للعلامۃ البنوری

(۱۰۷) حقائق السنن علامہ مولانا عبدالحق صاحب حقانی

(۱۰۸) الامام الترمذی وتخریج کتاب الطھارۃ مولانا حبیب اللہ مختار

(۱۰۹) صحیح مسلم شریف

(۱۱۰) سنن نسائی شریف

(۱۱۱) خطبہ مشکوۃ المصابیح

(۱۱۲) زاد المعاد لابن قیم الجوزیۃ

(۱۱۳) البشیر والنذیر ترجمہ الترغیب والترھیب

(۱۱۴) مختلف شروح بخاری (تشریحات بخاری ، تسیر الباری اللامع الدراری وغیرھم)

(۱۱۵) مقدمہ کنز العمال

(۱۱۶) مقدمہ موارد الظمأن

(۱۱۷) مقدمہ ترغیب وترھیب لابن حجر

(۱۱۸) مقدمہ بلوغ المرام لابن حجر

(۱۱۹) مقدمہ المعتصر لقاضی ابو المحاسن الحنفی

(۱۲۰) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للھیثمی

(۱۲۱) مقدمہ تجرید الصریح

(۱۲۲) مقدمہ المقاصد الحسنۃ

(۱۲۳) مقدمہ خصائص الکبریٰ

(۱۲۴) مقدمہ الجامع الصغیر من حدیث البشیر والنذیر

(۱۲۵) الطبقات للمناوی

(۱۲۶) مقدمہ کتاب الالمام

(۱۲۷) مقدمہ کتاب المحرر

(۱۲۸) المنجد (لغات عربی)

(۱۲۹) تکملۃ فتح الملھم

(۱۳۰) مقدمہ شرح ترمذی

(۱۳۱) الثمار التکمیل للعلامۃ محمد موسی الروحانی البازی

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ کی

کم قیمت، خوبصورت، مستند اور دینی جذبہ پیدا کرنے والی کتابیں

قرآنیات

درسِ علم وعرفان ...... از : مولانا عبدالقیوم حقانی

درسِ علم وعرفان ایک مختصر علمی وادبی بلکہ روحانی وانقلابی اور اصلاحِ باطن میں مؤثر رسالہ میں ہے جس میں قارئین کو اس داخلی مدرسہ ایمان و یقین میں داخلہ کی دعوت ہے جب بھی چاہیں جس وقت بھی چاہیں گردن جھکالیں اور داخلی مدرسہ سے استفادہ کرلیں

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار + جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی ...... صفحات : 75

زُبدۃ القرآن ...... از : مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب

الامام حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا منفرد اندازِ تفسیر، دورۂ تفسیر پڑھاتے وقت سورۃ والضحیٰ سے آخرِ قرآن تک اور پہلے پارہ پر خصوصیت سے دو ماہ صرف کرتے تھے۔ حضرت لاہوریؒ کے ان درسی اور تفسیری افادات کو شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدظلہ نے محفوظ اور مرتب کر کے علمی ودینی اور درسِ تفسیر قرآن کے حلقوں کے لئے ایک عظیم سوغات تیار فرمائی۔ ۳۰۰ سے زائد صفحات، کمپیوٹر کمپوزنگ، شاندار طباعت، کمپیوٹرائزڈ ٹائٹل۔ صفحات :304

محرفِ قرآن (سرسید احمد خان اپنی تحریراتِ فاسدہ اور عقائدِ کاسدہ کے آئنہ میں) : رشحاتِ قلم : علامہ سید تصدق بخاری مدظلہ

باہتمام ونگرانی : مولانا عبدالقیوم حقانی ...... جس میں سرسید احمد خان کا ایجازی تعارف۔ سرسید احمد خان مذہب اسلام سے خارج ہے۔ سرسید بیت اللہ کی عظمت وبرکت کے منکر تھے جنات کی مخلوق ہونے کے سرسید منکر تھے ...... وغیرہ وغیرہ چونکا دینے والے مضامین پر مشتمل کتاب۔ ڈائی دار جلد، عمدہ چھپائی، مضبوط جلد۔ صفحات : 272

عجائب القرآن از ! مولانا امین الحق گستوئی ...... پیشِ لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی (زیرِ طبع)

کتاب اللہ، وحی اور اُس کے اقسام، معجزہ، سحر، معجزہ اور سحر کا فرق، کتاب اللہ اور کلام اللہ کا فرق، قرآنِ مجید کا علمی اعجاز، قرآن مجید کا عددی اعجاز، نبی الفاظ کی تحقیق، نبی الفاظ معلوم کرنے کے قواعد اور قرآن مجید کے اور بہت سے عجائب اس کتاب میں آپ ملاحظہ کریں گے۔

☆☆☆

حدیث، متعلقاتِ حدیث، سیرت واتباعِ سنت

حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ (جلد اول) :

افادات ! شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ...... ضبط وترتیب وتحشیہ : مولانا عبدالقیوم حقانی

حدیث کی جلیل القدر کتاب جامع ترمذی ن ... ... ور مدلل شرح، حضرت شیخ الحدیثؒ کی جامع ترمذی سے متعلق تقاریر وافادات درس کا

مجموعہ۔ ڈائی دار جلد۔ صفحات:536

توضیح السنن شرح آثار السنن للامام النیموی (دو جلد مکمل) از : مولانا عبدالقیوم حقانی

آثار السنن سے متعلق مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی تدریسی، تحقیقی، درسی افادات اور نادر تحقیقات کا عظیم الشان علمی سرمایہ، علم حدیث اور فقہ سے متعلق مباحث کا شاہکار، مسلک احناف کے قطعی دلائل اور دلنشین تشریح، معرکۃ الآراء مباحث پر مدلل اور مفصل مقدمہ اور تحقیقی تعلیقات اس پر مستزاد۔ کاغذ، کتابت، طباعت، جلد بندی اور کمپیوٹرائزڈ چار رنگہ ٹائٹل، ہر لحاظ سے معیاری اور شاندار، اساتذہ، طلباء اور مدارس کے لئے خاص رعایت۔ صفحات : 1376

شرح شمائل ترمذی (تین جلد مکمل) از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

حدیث کی جلیل القدر کتاب شمائل ترمذی کی سہل و دلنشین تشریح، سلجھی ہوئی سلیس تحریر، اکابر علماءِ دیوبند کے طرز پر تفصیلی درسی شرح، لغوی تحقیق اور مستند حوالہ جات، متعلقہ موضوع پر ٹھوس دلائل و تفصیل، رواۃِ حدیث کا مستند تذکرہ، متنازعہ مسائل پر تحقیق اور قولِ فیصل، معرکۃ الآراء مباحث پر جامع کلام، علماءِ دیوبند کے مسلک و مزاج کے عین مطابق، جمالِ محمد ﷺ کا محدثانہ منظر، نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے، روایانِ شمائل ترمذی کے تذکرہ کیلئے مستقل تیسری جلد، اردو زبان میں پہلی بار منصۂ شہود پر، جدید ایڈیشن میں تمام حوالہ جات اور عربی عبارات کا بھی اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ صفحات : 1608

جمالِ محمد ﷺ کا دلرُبا منظر ...... از : مولانا عبدالقیوم حقانی

محبوبِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوۂ جہاں آراء چہرۂ انور کی صباحت و ملاحت، جسمِ اطہر کی خوبصورتی، زلفوں، ناک، دھن، رخسار، کاندھوں، انگلیوں کے پوٹوں، دانتوں، جوڑوں، الغرض تمام اعضاء واندام کا تناسب و نورانیت، قد و قامت کا اعتدال، نگاہوں کا حسن و جمال، معتدل رفتار، خاندانی تفوق و امتیاز، محبوبیت اور ہیبت و جلال، مہر نبوت کا تعارف اور دلچسپ تفصیلات، شمائل ترمذی کی (۲۲) احادیث کی مفصل تشریح و توضیح کی روشنی میں جمالِ محمد ﷺ کا حسین ایمان افروز اور دلرُبا منظر...... صفحات : 206

روئے زیبا ﷺ کی تابانیاں ...... از : مولانا عبدالقیوم حقانی

محبوبِ دوعالم ﷺ کی زلفوں کا بیان، مقدار، اقسام، احکام، مانگ نکالنے، تیل لگانے، کنگھی کرنے کے مسنون طریقے، خضاب کے جواز و عدم جواز کی صورتیں اور شرعی حکم، سرمے کا معمول، اثمد کی فضیلت و برکات، لباس کے احکام و اقسام اور اعتدال، کفایت شعاری، آستین کی مقدار و حکمت، گریبان کا مسنون طریقہ، پاجامے، چادر اور تہبند کا ذکر، لباسِ فقر و فاخرہ میں فرق، گذرانِ اوقات، مجموعۂ فقر و غنا...... الغرض روئے زیبا کے موضوع پر شمائل ترمذی کے اڑتالیس (۴۸) احادیث کی مفصل توضیح و تشریح۔ صفحات : 156

ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضو افشانیاں ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

حضورِ اقدس ﷺ کے موزے، جوتے، انگوٹھی، تلوار، زرہ، خود، عمامہ و دستار، تہبند و ازار، نشست و برخاست، تکیہ، سہارا اور رفتار اور مختلف محبت بھری اداؤں پر مشتمل شمائل ترمذی کی ساٹھ (۶۰) احادیث کی عالمانہ محققانہ تشریح و توضیح۔ صفحات:210

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاپاشیاں ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

حضورِ اقدس ﷺ کے پسندیدہ کھانے، محبوب غذا، سالن و روٹی، پسندیدہ پھل، مرغوب مشروبات، کھانے پینے کے مسنون طریقے و آداب، دسترخوان، پیالے، روٹی، ضیافت و مہمان نوازی، بعض معجزات، کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھونے، آغاز میں بسملہ اور اختتام میں دعا اور

کلماتِ طیبات پر مشتمل شمائل ترمذی کے (۱۷۷) احادیث کی سلیس، جامع اور دلنشین تشریح و توضیح۔ صفحات :202

محبوبِ خدا ﷺ کی دلرُبا ادائیں ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

حضورِ اقدس ﷺ کا خوشبو کا استعمال، سراپائے معطر سے خوشبو کی مہک و عطر بیزیاں، اُمت کے لئے دستور العمل، پسینہ مبارک سے عمدہ ترین خوشبو، گفتگو، اندازِ بیان اور طرزِ تقریر، شیریں گفتار، بشاشت و تبسم، سرگیں آنکھیں، خندہ روئی و خوش طبعی، دل لگی، لطائف و ظرائف، مزاحِ نبوت یا علوم و معارف کا گنجینہ، ذوقِ شعر و ادب، محبوب مصرعے، پسندیدہ اشعار، رات کی قصہ گوئی، حدیثِ خرافہ، حدیثِ اُم زرع، گیارہ خواتین کی دلچسپ توصیفِ ازواج کی حیرت انگیز داستان، شمائل ترمذی کے (۳۶) احادیث کی عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ تشریح و توضیح، خوبصورت ٹائٹل مضبوط جلد بندی ...... صفحات : 197

محبوبِ خدا ﷺ کی عبادت و اعتدال ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

حضورِ اقدس ﷺ کے سونے کا معمول، اقسام و احکام، تبرک بالقرآن، دعائیں، نبیؐ کے خواب کی حقیقت، اوقاتِ خواب و اعتدال، مختلف احوال میں عبادت، ریاضت و مجاہدہ، قیامِ رمضان، صلوٰۃ اللیل، تہجد و نوافل، صلوٰۃ وتر، وظیفۂ زوجیت، سوکر اُٹھنے کے معمولات، صبح کی سنتیں، اشراق، چاشت، سورج گرہن، چاند گرہن کے وقت تضرع، انابت اور انکسار، گھر میں نوافل کا اہتمام، رمضان، شعبان، نفل، ایامِ بیض، صوم عاشورہ کے معمولات و فضیلت، صائم الدہر، قائم اللیل، قرأتِ قرآن، جہر، سر، ترجیع، تحسینِ صوت اور اعتدال، شمائلِ نبوی کے (۶۸) احادیث کا سلیس ترجمہ، آسان تشریح و توضیح ...... صفحات : 187

خصائلِ نبوی ﷺ کا دلآویز منظر ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

حضورِ اقدس ﷺ کے اخلاق و عادات، عفو و درگذر، رضا بالقضاء، خدام کی دلداری و خاطر داری، اکرامِ ضیف، وسعتِ اخلاق و سخاوت، بستر مبارک اور آرام فرمانے کا طریقہ، کھردرے بستر کو ترجیح، تواضع و عبدیت، لکڑیاں جمع کرنا، سادگی و فروتنی، ظاہری جمال کے ساتھ عظمت و جلال، تعلیم و تربیت کے اہداف، دربارِ نبوت علم و خدمت کا مرکز، درسگاہِ نبوی کے فضلاء، مجالسِ نبوت کے مختلف مناظر، ہاتھوں کی ملائمت، جود و عطا کے مراتب، مقامِ حیاء، حیاء کا اکمل نمونہ، معالجہ اور پچھنے لگوانا، ہدیہ لینا اور بہترین بدل دینا الغرض شمائلِ ترمذی کے سینتیس (۳۷) احادیث کی عالمانہ، محققانہ، سلیس اور عام فہم تشریح و توضیح کا حسین مرقع صفحات:166

شمائلِ نبوی ﷺ کا ایمان افروز مرقع ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

حضورِ اقدس ﷺ کے اسماءِ مبارکہ، پانچ صفاتی ناموں کی تشریح، اسم محمد و احمد کی توضیح، گذرِ اوقات کے احوال، الفقر فخری کے عملی نمونے، مدنی زندگی کے آخری لمحات، عمر مبارک میں قولِ راجح کی تعیین، وصالِ مبارک، تاریخِ وصال، موت کی شدت و نرمی، نزع میں استقلال، صحابہؓ غم سے نڈھال، غسل کا مرحلہ، مقامِ تدفین، یومِ تدفین کی روایات میں تطبیق، نمازِ جنازہ کی نوعیت و تفصیلات، مسئلہ خلافت و امیر کا انتخاب، ترکہ و وراثت، خواب میں زیارت و ملاقات، طالبانِ علومِ نبوت کے لئے وصیتیں، اتباعِ سنت کی تاکید، شمائلِ ترمذی کی سینتالیس (۴۷) احادیث کی تشریح و توضیح ...... صفحات : 153

مرویاتِ عائشہؓ و معاویہؓ ...... پیش لفظ : مولانا عبدالقیوم حقانی

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث کا منتخب مجموعہ، جسے ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے مدیر شہیر مولانا سعید الرحمٰن علویؒ نے ترتیب دیا ہے۔ جس میں فہم دین، اُمتِ مسلمہ کی فضیلت، انصار کی محبت،

فاروقِ اعظم کی شان، بیماری گناہوں کا کفارہ، سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال، سخاوتِ عثمانی، سمع وطاعت، سیدہ عائشہ کا مقام، دنیا کے بے ثباتی، حریت ومساوات، صحابہ معیارِ حق ہیں، مقامِ صحابہ، عدل وانصاف، تقدیر، اسوۂ نبوی، ہجرت، توبہ، یادِ الٰہی، لیلۃ القدر، مصنوعی بال، مقامِ صدیق اکبر، سونا، چاندی، ریشم کا استعمال، ہمسایہ کے حقوق، صلہ رحمی، زیارتِ قبور، حسنِ اخلاق، جاہلوں سے اعراض، تصاویر سے اجتناب، رفقاءِ کار، میل وملاقات، عیادت، نمازِ جنازہ، مسواک واعتکاف، یومِ عرفہ، عورتوں کا جہاد، غیبت، بے فائدہ قسمیں، خدمت ومحنت، یُسر وسہولت اور متعدد موضوعات سے متعلق احادیث کی آسان، سادہ، سلیس زبان میں تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔ القاسم اکیڈمی اسے پہلی مرتبہ کتابی شکل میں منظرِ عام پر لانے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ صفحات: 151

معجزاتِ سرورِ عالم ﷺ از! میجر فتح محمد...... پیشِ لفظ : مولانا عبدالقیوم حقانی

سرورِ عالم ﷺ کے معجزات کا عالمانہ، فاضلانہ، محققانہ، علم وادب اور عشق ومحبت سے معمور تحریر، مختصر مگر مؤثر اور انقلاب آفرین پیغام شاندار طباعت، کمپیوٹر کمپوزنگ، اور دیدہ زیب کمپیوٹرائزڈ ٹائٹل ...... ضخامت : 80 صفحات

فلسفۂ سیرت خاتم الانبیاء ...... رشحاتِ قلم : مولانا سید تصدق بخاری صاحب

سیرت پر اپنے طرز کی انوکھی، دلچسپ علمی وتحقیقی، تاریخی اور جامع کتاب، اربابِ علم وذوق کے لئے ایک عظیم نادر علمی تحفہ، شاندار طباعت، مضبوط جلد بندی اور دیدہ زیب کمپیوٹرائزڈ ٹائٹل۔ صفحات : 240

الادب الجاری فی ابیات صحیح البخاری......تصنیف : شیخ الحدیث مولانا لطافت الرحمٰن

، باہتمام ونگرانی : مولانا عبدالقیوم حقانی .... اس کتاب میں بخاری شریف کے اشعار کا اردو زبان میں ترجمہ تشریح بیان کی گئی ہے۔ اپنے موضوع پر جامع، عمیق اور عظیم کتاب ہے۔ اساتذۂ حدیث، طالبانِ علوم نبوت کے لئے انمول تحفہ ہے۔ مضبوط ڈائی دار جلد۔ صفحات : 157

المصنّفات فی الحدیث از : مولانا محمد زمان صاحب کلاچوی ... پیش لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

استاذ العلماء، حضرت العلامہ مولانا محمد زمان صاحب مدظلہ کی جلیل القدر عربی تالیف "الکتب [illegible] ہ فی الحدیث و اصنافہا و خصائصہا" کا اردو ترجمہ، اپنے موضوع پر جامع، نافع اور مفید ترین کتاب، تدوین وترتیب کے مرحلے میں یہ عظیم شاہکار مدوّنہ، مولانا عبدالقیوم حقانی کے مفصل مقدمہ وتعارف کے ساتھ، القاسم اکیڈمی پہلی دفعہ اردو زبان میں منظرِ عام پر لا رہی ہے۔ (زیرِ طبع)

تحریک ختم نبوت میں اکابر کا مجاہدانہ کردار ...... رشحاتِ قلم : مولانا عماد الدین محمود

پیش لفظ : مولانا عبدالقیوم حقانی .... ایک تاریخی، علمی، ادبی، محبت بھری شاندار تاریخی کاوش، پڑھتے جائیے اور سر دھنتے جائیے، ہر بار نورِ ایمان میں اضافہ ہوگا .... صفحات : 139

عشقِ رسولؐ کے ایمان افروز واقعات......از ! مولانا عماد الدین محمود...... پیش لفظ : مولانا عبدالقیوم حقانی

جس میں آپ عشاقِ رسول ﷺ، سلطان نور الدین زنگیؒ، غازی عبداللہ شہیدؒ، غازی علم دین شہیدؒ، غازی عبدالقیوم شہیدؒ، غازی میاں محمد شہیدؒ، حاجی مانک شہیدؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شورش کاشمیریؒ ...... اور دیگر عاشقانِ رسول ﷺ کے دلچسپ، ایمان افروز اور روح پرور واقعات ملاحظہ فرماویں گے۔ صفحات : 144

☆☆☆

فقہ واحکام اور حِکَم

ہدایہ اور صاحبِ ہدایہ ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

ہدایہ اور صاحبِ ہدایہ کا تذکرہ وسوانح، اقران واماثل، مرتبہ ومقام، خدمات وتصنیفات، کتاب ہدایہ کی خصوصیت وجامعیت، اسلوب بیان، فضل وامتیاز، اصطلاحات، رموز واشارات، احادیث ہدایہ کے متعلق مباحث اور بعض مسامحات، شروح وحواشی اور تعلیقات، اپنے موضوع پر دلچسپ، جامع، اساتذہ اور طلبہ کے لئے ایک نادر علمی تحفہ ...... صفحات : 74

اسلامی آدابِ زندگی ...... تحریر ! الحاج منصور الزمان صدیقی

پیش لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی .... محترم جناب الحاج محمد منصور الزمان صدیقی صاحب چیئر مین صدیقی ٹرسٹ کراچی کے ۵۲ رسالوں کا مجموعہ، قرآنی تعلیمات، احادیثِ نبوی، عبادات، معاملات، اعمال کے فضائل، بلندیٔ اخلاق وخصائل، محبت واطاعتِ رسولؐ، محرمات سے اجتناب، منہیات کی نشان دہی، فرقِ باطلہ کا تعاقب، ردِّ بدعات، دعوتِ سنت واتحادِ امت، خدمتِ انسانیت ...... الغرض زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کے ہدایات سے معمور، مہد سے لحد تک اہم ضروری مسائل واحکام، سلیس اور بامحاورہ زبان میں ایک مطالعاتی معلّم اور محسن کتاب، اپنے موضوعات کے تنوع، تفہیم وتسہیل، افادیت اور تعلیم وتربیت کے حوالے سے ایک لاجواب کتاب۔ ریگزین اور لیمینیشن دونوں جلدوں میں دستیاب ہے۔ صفحات : 938

فضائل ومسائلِ جمعہ .... از ! مولانا امین الحق گستوئی

جمعہ کے فضائل ومسائل پر فقہی مسائل کا استحصاء، فروعات وجزئیات تک کی تفصیل وتشریح، اپنے موضوع پر مکمل کتاب۔

صفحات : ۹۴

☆☆☆

سیاست ونظمِ ریاست

امامِ اعظم کا نظریۂ انقلاب وسیاست ......از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

سیاست کا مفہوم وتشریح، امامِ اعظمؒ کا سیاسی مسلک وکردار، ہمہ گیر انقلابی تحریک اور نصب العین، سیاست میں شرافت کے اصول اور جبر وظلم کے مقابلے میں استقامت وپامردی اور موجودہ دور میں سیاسی عمل کے راہنما اصول ... صفحات:64

اسلامی سیاست اور اس کے انقلابی خدوخال ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

سیاست کا مفہوم اور اس کے بنیادی خدوخال، مروّجہ سیاست کی اصلاح اور دینی سیاست اپنانے کی ضرورت، دینی وسیاسی جماعتوں کا کردار، قیادت کا انتخاب اور فرائض، نظامِ تعلیم، سیاست کی خشتِ اوّل مغربی جمہوریت بمقابلہ نظامِ شریعت، اسلام ایک پاکیزہ نظریہ سیاست اور انقلابی ضابطہ

اخلاق،فسطائی سیاست اور اس کا بدترین انجام، اسلام کا معاشی نظام، سودی نظام اور اس کی مضرتیں، فحاشی وعریانی کی یلغار، خوف وہراس کا تسلط جدید مگر اچھوتے انداز میں نمایاں کیا گیا ہے۔ کئی تحریکوں اور کئی شخصیتوں سے متعلق ایک تاریخی دستاویز، ایک انقلابی تحریر جو سیاست ادب، صحافت، تاریخ اور نئی نسل کو ولولہ تازہ بخشتی ہے۔ ہر لکھے پڑھے مسلمان اور غلبہ دین کی جدوجہد کرنے والے بہی خواہانِ ملت کے لئے اس کا مطالعہ روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔ عمدہ کتابت، شاندار طباعت، مضبوط جلد بندی۔ صفحات : 304 ....

اسلامی انقلاب اور اس کا فکری لائحہ عمل ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

اشتراکیت، سرمایہ داریت، فسطائیت اور لادین مغربی جمہوریت کے چھائے ہوئے گھپ اندھیروں میں اسلامی انقلاب کے خدوخال، نوجوانوں میں فکری الحاد اور ارتداد کی یلغار اور اس کے انسداد کا مناسب طریق کار، پرائیویٹ شریعت بل سے سرکاری شریعت بل تک کے مختلف کردار، پھر کیا ہوا؟ کیا ہوتا رہا؟ اور کس نے کیا رول ادا کیا؟ تاریخ کے سربستہ رازوں کا انکشاف، ملک کی سیاست کے ایک تاریخی دور پر رواں اور دلکش تبصرہ، تحریر میں بے ساختگی اور برجستگی کے علاوہ پُر زور انشاء کی تمام خصوصیات نمایاں ہیں۔ اس کا مطالعہ تحریک انقلابِ اسلامی کے تمام کارکنوں اور قومی سیاست کے ہر طالب علم کا فرض ہے۔ صفحات : 208

پیغام شہداء ...... پیش لفظ : مولانا عبدالقیوم حقانی

شہیدِ بالاکوٹ شاہ اسماعیل شہیدؒ کی فقر کی حقیقت پر خطاب، حکیم العصر مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی شب برات پر تحقیقی تجزیہ، شہید اسلام مولانا محمد عبداللہ شہیدؒ کی رسم و رواج پر، امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ کی عقیدۂ ختم نبوت اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پر، آگ اور شعلے، جانشینِ امیر عزیمت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی شہدائے بالاکوٹ پر، رفقائے پیغمبر ﷺ، مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کی عظمت صحابہؓ اور جانثارانِ پیغمبر ﷺ پر ایمان افروز اور سحر انگیز تقاریر کا حسین مرقع جس کو محمد اقبال مدنی نے مرتب کیا ہے، خوبصورت دیدہ زیب ٹائٹل، کمپیوٹر کمپوزنگ، عمدہ کاغذ اور بہترین چھپائی ...... صفحات : 256 ....

میرِ کاروان مولانا فضل الرحمٰن (دنیائے صحافت کی نظر میں)

ترتیب : حافظ محمد قاسم۔ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہٗ کے امریکہ کے فرعونوں کے خلاف اعلانِ جہاد، ایمان افروز، دلچسپ اور تاریخی حقائق۔ صفحات : 192 ....



عقائد، تصوف، سلوک اور اخلاقیات

صحبتے با اہل حق ...... ترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے اُن ارشادات و ملفوظات کا مجموعہ، جن میں عصر حاضر کے ذوق اور مزاج کے مطابق زندگی کی اصلاح کا پیغام، ایمان و یقین کی احسانی کیفیت پیدا کرنے کا وافر سامان اور حکایات و تمثیلات کے پیرائے میں تصوفِ اسلامی کا عطر اور علوم و معارف کا لب لباب آ گیا ہے۔ ڈائی دار جلد۔ صفحات : 408 ....

کشکولِ معرفت (مکمل) ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خلیفۂ اجل، معروف سکالر اور عظیم روحانی پیشوا، حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی نور اللہ

مرقدہٗ (اٹک) کے گرانقدر اور وقیع مکاتیب کا مجموعہ، جو پانچ، چھ سال تک مولانا عبدالقیوم حقانی کے نام لکھے جاتے رہے اور جن میں شریعت و طریقت، علم و عمل، دین و دنیا کی فلاح، مشکلات میں نجات کی راہ، مختلف اوقات کے مسنون وظائف، علم کے تقاضے، عمل کی برکات، دسیوں مفید کتابوں کا تعارف اور زندگی کے مختلف میدانوں میں کامیابی کے راستوں کی نشاندہی کی گئی ہے، جنہیں مولانا عبدالقیوم حقانی نے موزوں عنوانات، حُسنِ ترتیب اور مفید تحشیہ کے ساتھ مرتب کر لیا ہے۔ صفحات :457

اربابِ علم و کمال اور پیشۂ رزقِ حلال ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

دو رنگہ ٹائٹل اپنے موضوع پر اردو زبان میں سب سے پہلی منفرد اور لاجواب کتاب، ماہنامہ الحق اور پاکستان کے دینی جرائد کے علاوہ مرکزِ علم دارالعلوم دیوبند کے ماہنامہ ''دارالعلوم'' میں بھی بالاقساط شائع ہوتی رہی۔ موچیوں، کسانوں، چرواہوں، صنعتکاروں، کاریگروں، تاجروں، درزیوں، دھوبیوں، قصابوں، روغن سازوں، حلوائیوں، صیقل گروں، ریشم سازوں، لوہاروں، بڑھیوں، لکڑہاروں اور مزدوروں کے طبقہ اور پیشوں سے تعلق رکھنے والے علماء، فضلاء، مفسرین، مشائخ اور ائمہ اسلام کا تذکرہ و تعارف، مضبوط جلد بندی، لیمینیشن ٹائٹل، عمدہ طباعت، بہترین کاغذ۔ صفحات : 232 ....

ساعتے با اولیاء ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

جدید طرز کی ایک نئی اور اچھوتی تحریر سلفِ صالحین اور اولیاء اللہ کی مجالس اور بارگاہِ رُشد و ہدایت میں روحانی اور علمی و مطالعاتی حاضری کی دلچسپ تقریب، امام غزالیؒ، ابن الجوزیؒ، مجدد الفِ ثانیؒ، امام ابن تیمیہؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا محمد الیاسؒ، اور کئی دوسرے اولیاءِ کرام سے کسبِ فیض اور استفادۂ علم کا قریب ترین اور آسان راستہ۔ دو رنگہ ٹائٹل۔ صفحات:270........

تزکیۂ نفس مع اصلاحِ حال...... تالیف : صوفی محمد حسین صاحب ...... مقدمہ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

شکستہ دلوں کی تسکین اور سالکینِ طریقت و طالبینِ تزکیۂ نفس کے قلوب و نفوس کی تربیت اور عارفین کی نگاہ میں متاعِ دنیا کی بے وقعتی زندگی اور معاشرہ پر اثر، جس کو زبدۃ العارفین حضرت مولانا عبدالرحمٰن رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز صوفی محمد حسین نے سالکینِ راہِ حق کے لئے اکابر علمائے ربانیین کی تصنیفات و ملفوظات اور ارشادات میں سے انتخاب کر کے کتاب کی صورت میں جمع کیا ہے کہ ایمان والوں کے دلوں کو سرور حاصل ہو اور عشاق اولیاء اللہ کے قلوب منور ہوں اور جو لوگ تصوف کی راہ میں حیران و پریشان ہو کر مایوس ہو گئے ہوں، ان کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے اور ان کے تعطل کا ازالہ کرے۔ صفحات 480 ....

اکابر کی زاہدانہ زندگی ...... از ! مولانا حبیب اللہ مردانی ...... پیش لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

جس میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، رشیدِ وقت حضرت گنگوہیؒ، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مجاہدِ ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، قائدِ ملت مولانا مفتی محمودؒ اور حضرت شیخ القرآن مولانا محمد طاہر جیسے عظیم مفکرین کی زاہدانہ زندگی کے چند ایمان افروز لمحات کا تذکرہ۔ صفحات : 112 ....

دنیا کی حقیقت ......از ! مولانا طاہر محمد : پیش لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

آیاتِ مبارکہ، احادیثِ طیبہ، اقوالِ صحابہؓ، ملفوظاتِ اولیاء، مکتوبات، زہدِ دنیا کے بارے میں واقعات، دارِ فنا سے دارِ بقاء تک اور دنیا کی فنائیت کے

بارے میں عبرتناک اشعار اور ان جیسے دیگر لرزا دینے والے واقعات' خوبصورت ٹائٹل' عمدہ کاغذ۔ صفحات : ۲۲۰

اقوالِ سلف ...... تصنیف : مولانا قمر الزمان الہ آبادی

اقوال سلف تاریخ دعوت وعزیمت کا اچھوتا نمونہ، اصلاح انقلاب اُمت کی جانب کامیاب پیش رفت اور اکابر علماءِ دیوبند کے مسلک اعتدال کی امین ہے۔ صفحات : 326

الانصاف فی حدود الاختلاف ...... از ! مولانا سید [illegible]سن میاں

قرآنی آیات' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور حضرت شیخ الحدیث مولانا مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی تصانیف کے اقتباسات جس میں علماء' طلباء اور عام مسلمانوں کے درمیان تعلقات کی استواری' اسلامی اخوت اور رفع نزاع کی ضرورت واہمیت کو دلسوزی کے ساتھ سادہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ صفحات : 96

مولانا محمد زکریاؒ کے معمولاتِ رمضان ...... از ! مولانا نور الحسن ودیگر

جس میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے اپنے پیرومرشد اور دیگر اکابر کی معیت ورفاقت میں گذارے رمضانوں کی تفصیلات اور حرمین شریفین کی پرانوار فضاؤں میں گزرے ہوئے رمضانوں کا دل آویز تذکرہ' نیز سہارنپور میں اعتکاف کی ابتداء اور وہاں کے لیل ونہار کے مفصل احوال مذکور ہیں۔ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ سے لے کر رمضان ۱۴۰۱ھ تک کے اجمالی وتفصیلی حالات جمع کئے گئے ہیں۔ صفحات:131

حقانی وظائف ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

قرآن پاک کی آخری سورتوں کے فضائل وبرکات' نبوی معمولات کے مبارک ثمرات' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین وہدایات' عوارض وامراض' حادثات وخطرات اور ہمہ جہتی اندیشہ ہائے مضرات سے حفاظت اور عمل کرنے والوں کے لئے نبوی بشارات' ایک انمول حقانی روحانی تحفہ۔ صفحات : 32

معارف الکریم ...... پیش لفظ وترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

بزرگ عالم دین حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب فاضل دیوبند کے وقیع علمی' ادبی' تاریخی اور روحانی مضامین کا حسین گلدستہ' ہمہ جہتی موضوعات پر رہنمائی' علمی اور عملی زندگی کے مؤثر رہنما اُصول اور ہدایت کے سنگِ میل ...... (زیر طبع)

اکابر کی شام زندگی ...... رشحاتِ قلم ! مولانا عمادالدین محمود پیش لفظ : مولانا عبدالقیوم حقانی

منبر ومحراب، درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور تربیت ورہنمائی کے حوالے سے نمایاں خدمات انجام دینے والے اکابرؒ کی حیات مستعار کے آخری لمحات میں کہے ہوئے الفاظ اور سفر آخرت کے انتہائی مؤثر سبق آموز اور دلچسپ حالات وواقعات' ...... شاندار طباعت۔ ضخامت : 64 صفحات

☆☆☆

تذکرہ وسوانح' تاریخ اور سفرنامے

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات از ! مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

اردو کی سب سے پہلی اور کامیاب کاوش فکر ونظر' علم وعمل' تاریخ وتذکرہ' اخلاص وللّٰہیت' طہارت وتقویٰ' سیاست واجتماعیت' تبلیغ واشاعت دین'

تعلیم وتدریس غرض ہمہ جہت جامع' نفع بخش' کمپیوٹرائزڈ ٹائٹل' مضبوط جلد بندی اور شاندار طباعت' صفحات: 272

علماءِ احناف کے حیرت انگیز واقعات ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ کی سیرت وسوانح' تعلیم وتربیت، خداپرستی، شوق مطالعہ، تقو[illegible]، [illegible]نت، جوش جہاد، نادر تحقیقات، اسلامی ریاست کے خدوخال، عدل وانصاف کے ایمان آفریں نمونے، بیباک فیصلے اور اصلاح انقلاب امت کی گرانقدر مساعی پر مشتمل حیرت انگیز واقعات، کمپیوٹرائزڈ ٹائٹل۔ صفحات : 272 ...... قیمت : 99 روپے

عبداللہ بن مبارک کے حیرت انگیز واقعات ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی زندگی پر جامع اور مدلل کتاب۔ صفحات : 104

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ : تقدیم ! مولانا عبدالقیوم حقانی

مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، امتیازات' خصوصیات اور تجدیدی کارنامے شاندار طباعت، کمپیوٹر کمپوزنگ اور دیدہ زیب کمپیوٹرائزڈ ٹائٹل۔ صفحات : 80 ......

سوانحِ قائدِ ملت حضرت مولانا مفتی محمودؒ ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

تذکرہ وسوانح، سیرت واخلاق، تحصیل علم وتکمیل، درس وافادہ، ذوق علم اور شوق مطالعہ، علمی انہماک، زہد وتقویٰ، عشق رسول ﷺ و اہتمامِ سنت، تواضع وعبدیت، عزیمت وتوکل، بے نفسی وفنائیت، سیاسی بصیرت وعظمت، علمی ودینی اور سیاسی کارنامے، حکمت وبصیرت، لطائف وبذلہ سنجیاں، مرزائیت کا تعاقب ورد فرق باطلہ، اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد اور مساعی مسلسل، قید وبند کی صعوبتیں، الغرض ایک تاریخ، ایک تحریک اور ایک انقلاب کی داستان، مضبوط جلد بندی اور شاندار طباعت۔ صفحات: 320

سوانح مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

تذکرہ وسوانح، تحصیل علم وتکمیل، خدمت علم وتدریس دعوت وجہاد، شخصیت وکردار، اخلاص وللّٰہیت، صبر واستقامت فقر وایثار، خوش طبعی و لطائف، روحانی مقام اور اوراد ووظائف، فرق باطلہ کا تعاقب، قادیانیت، شرک وبدعت اور روافض کا رد، تحریک ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار، قومی وملی اور سیاسی خدمات اور سفر آخرت کی ایمان افروز داستان ...... شاندار طباعت، کمپیوٹر کمپوزنگ، مضبوط جلد بندی اور دیدہ زیب کمپیوٹرائز ٹائٹل ۔ صفحات : 227

جمالِ یوسف (تذکرہ وسوانح مولانا محمد یوسف بنوریؒ) از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کا تذکرہ وسوانح' تحصیل وتکمیل علم، فقر ودرویشی، عبدیت وانابت، عشق رسول ﷺ واتباع سنت، درس وتدریس حدیث، محدثانہ جلالت قدر، عظیم فقہی مقام، فضل وکمال، دینی وعلمی کارنامے، سیرت واخلاق، مجاہدانہ کردار، دعوت وتبلیغ، تصنیف وتالیف قادیانیت کا فاتحانہ تعاقب، اعلاء کلمۃ الحق کے لئے مساعی، جہاد' الغرض دلچسپ، جامع اور رُلا دینے اور عمل صالحہ کی انگیخت کرنے والے حیرت انگیز واقعات۔ صفحات : 304

اسیر مالٹا مولانا عزیر گلؒ ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

تحریک ریشمی رومال اور پس منظر، مولانا عزیر گل کی خاندانی نجابت اور شرافت، شیخ الہندؒ کی مشن کی تکمیل اور جہاد افغانستان، مکہ معظمہ میں گرفتاری،

حضور ﷺ کی زیارت، مولانا عزیر گل کی اہلیہ کا تذکرہ وغیرہ وغیرہ آپ اس کتاب میں پڑھیں گے۔ صفحات 48 ......

تذکرہ وسوانحِ مولانا محمد احمد صاحبؒ ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

ایک بندۂ خدا، درویشِ خدامست، فقرِ بوذرؓ وسلمانؓ کے وارث، رجوع ودعوتِ الی القرآن کے علمبردار، قرآن وسنت کی تعلیمات کے داعی اور اکابر علماءِ دیوبند کے مسلکِ اعتدال کے امین، تفسیر "درسِ قرآن" کے مؤلف الحاج حضرت مولانا محمد احمدؒ کا جامع سوانحی خاکہ، عشاق کے لئے بہترین تحفۂ عشق ومحبت ...... شاندار طباعت، عمدہ کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ، مضبوط جلد بندی اور دیدہ زیب کمپوٹرائز ٹائٹل۔

صفحات : 176 ....

سوانح شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

☆ عصرِ حاضر کے جلیل القدر عالم ☆ محدثِ کبیر ☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے حالاتِ زندگی، علمی وعملی کمالات، نمایاں صفات، اندازِ تعلیم وتربیت، دینی واصلاحی ☆ قومی وملی اور ملکی خدمات کا دلآویز اور ایمان افروز تذکرہ ......

صفحات : 320 ...

میرے حضرتؒ، میرے شیخؒ ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی حیاتِ طیبہ، علم وعمل، سیرت وکردار، صفات وکمالات، علمی، دینی، روحانی، تجدیدی، جہادی اور اصلاحی کارنامے، ذوقِ علم وشوقِ مطالعہ، سفرِ آخرت کے عبرت انگیز احوال، ایمان آفریں مجالس اور روح پرور ارشادات وافادات کا دلچسپ جامع اور حسین مرقع۔

صفحات260 ....

سوانح شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ...... از : مولانا عبدالقیوم حقانی

☆ سلسلۂ نسب' ابتدائی تعلیم' اساتذہ اور دلچسپ واقعات ☆ احترامِ اساتذہ' شیخ الہندؒ سے عشق ومحبت اور دورانِ اسارت خدمت ومصاحبت ☆ شیخ الہندؒ کا جانشین ☆ سیرت وکردار' اخلاص وللّٰہیت' جود وسخا' بے نیازی واستغناء اور جامعیت ☆ اندازِ تدریس' درسِ حدیث سے عشق وانہماک' طلبہ پر شفقت ومحبت' محدثانہ جلالتِ قدر اور بعض درسی افادات ☆ خوفِ خدا' تقویٰ' ایثار وتوکل' اعلیٰ اخلاقی اقدار' خدمتِ خلق اور مہمان نوازی ☆ انابت وعبادت' نماز سے محبت اور شوقِ تلاوت ☆ حضور اقدس ﷺ سے عشق ومحبت' اطاعت' اتباعِ سنت اور استقامت ☆ سادگی وبے نفسی' صبر وتحمل' عفو وکرم اور تواضع وخاکساری ☆ احسان وتصوف اور سلوک ومعرفت میں عظمتِ مقام' مرجعیت' محبوبیت اور فنائیت ☆ وعظ وخطابت' ارشادات وملفوظات اور ایمان افروز باتیں ☆ رویائے صالحہ اور کرامات ☆ ذوقِ شعر وادب اور پسندیدہ اشعار ☆ مکتوبات ☆ لطائف وظرائف ☆ حضرت مدنیؒ کا سفرِ آخرت ☆ خوانِ یغما ...... اور اس جیسے دیگر دلچسپ واقعات کا حسین مرقع ۔ صفحات : 272 ......

جمالِ انورؒ (تذکرہ وسوانح علامہ انور شاہ کشمیریؒ) تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

سلسلۂ نسب' ولادت' والدین' تحصیلِ علم' تعلیم وتربیت' تذکرۃ الاساتذہ' دارالعلوم دیوبند میں کسبِ فیض اور تدریس کا آغاز' کارِ علمی' تبحر' بے مثال حافظہ' ذوقِ مطالعہ اور حیرت انگیز مطالعاتی یادداشتیں' طالبانِ علومِ نبوت پر شفقت' تشجیع وتربیت' تسامح وعنایت' بے تکلفی وظرافت' محدثانہ جلالتِ قدر' تدریسی خصوصیات' تجدیدی کارنامے' محققانہ مباحث' مجتہدانہ افاضات' درسی معارف وافادات' تصنیف وتالیف اور تحقیق کے نادر نمونے وشہ پارے' ذوقِ شعر وادب' افادات' ملفوظات' رُخِ انور کی تابانیاں' حسنِ صورت وسیرت کا مرقع' دلبرانہ ادائیں و معصومیت' اتباعِ سنت کا اہتمام' خودداری واستغناء اور مخلوقِ خدا پر شفقت' سلوک وتصوف اور صفائے باطن کا اہتمام' احترام واطاعتِ اساتذہ' حضرت گنگوہیؒ سے عشق ومحبت' عبدیت وانابت' معاصی سے اجتناب اور نفرت' عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قادیانیت کا تعاقب' حضرت امام کشمیریؒ کا سفرِ آخرت' دو تاریخی دستاویزات :۱۔مقدمہ بہاولپور کی تفصیلی رپورٹ ۲۔علامہ رشید رضا کی آمد پر علماءِ دیوبند کے عقائد' مسلک ومنہج پر مفصل خطاب۔ صفحات : 298 ....

تذکرۃ المصنفین المعروف بہ تراجم العلماء : رُشحاتِ قلم ! ابوالقاسم مولانا مفتی محمد عثمان القاسمی

نقشِ اوّل ! مولانا عبدالقیوم حقانی .... باہتمام ونگرانی ! مولانا امداد اللہ قاسمی

کتب درسِ نظامی کے مصنفین ومؤلفین کا جامع تذکرہ' علماءِ صرف' علمائے نحو' علماءِ بلاغت' علماءِ کلام' علماءِ فقہ' علماءِ اصولِ فقہ' علماءِ فرائض' علماءِ فنِ مناظرہ' علماءِ منطق ومعقول' حواشی نگار وشارحین' علماءِ فلسفہ' علماءِ ہندسہ' علماءِ الجبرا' علماءِ تاریخ وجغرافیہ' علماءِ تجوید وقرأت' علماءِ لغت' جملہ فنون وعلوم کے ائمہ' ائمۂ طب وعلم الکیمیا...... بڑی سائز کے ۵۰۹ صفحات پر مشتمل علمی' ادبی اور تاریخی کتاب' اردو زبان میں اپنے موضوع پر سب سے پہلی کتاب۔ صفحات : 509

عکسِ جمیل ......از ! مولانا مفتی خالد محمود ...... باہتمام ونگرانی ! مولانا عبدالقیوم حقانی

تحصیل وتکمیلِ علم' قومی وملی خدمات' مجاہدانہ کارنامے' مساعی جمیلہ' ہمہ دم رواں تحریک اور مسلسل جد وجہد کی دلچسپ حیرت انگیز اور ایمان افروز داستان۔ صفحات : 188......

علامہ ابن تیمیہؒ اور اُن کے ہم عصر علماء ...... از ! مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی

ایک علمی وتحقیقی جائزہ .... صفحات : 169 ....

برگِ سبز ...... از ! حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی فاضل دیوبند

پیش لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھویؒ کے سانحۂ ارتحال پر حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی کی وقیع علمی' ادبی' تاریخی' اثر انگیز تحریر' مشاہدات وتاثرات اور روحانی اثرات کا دلچسپ مرقع۔ صفحات : ...... قیمت : (زیرِ طبع)

..............☆☆☆..............

مکتوبات' مواعظ وخطبات

مکتوباتِ افغانیؒ (حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانیؒ بنام مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی) ترتیب : مولانا عبدالقیوم حقانی

حضرت افغانیؒ کے مکتوباتِ قدسیہ کا وقیع مجموعہ' جن میں تصوف وسلوک' طریقت وراہِ معرفت' عبدیت وانابت' اہتمامِ سنت واستقامت' اصلاحِ ظاہر وباطن' شیخِ کامل سے استفادہ وافادہ' بے نفسی وفنائیت' اخلاصِ کامل وللّٰہیت' تفویض وتوکل' عشقِ رسولؐ ومحبت اور اکابر علماءِ دیوبند کے مسلکِ اعتدال کی اچھوتے انداز میں تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔ صفحات : 202

مکاتیب الکریم (مکاتیب مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی فاضلِ دیوبند) ترتیب وتبویب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

مکاتیب الکریم' بزرگ عالمِ دین' بقیۃ السلف حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچوی دامت برکاتہم' فاضلِ دیوبند کے مبارک ہاتھوں سے لکھے گئے علمی' ادبی' روحانی' سیاسی مکاتیب کا نادر شہ کار مجموعہ' تفسیر وحدیث' فقہ وتاریخ' تصوف واخلاق' علم وادب' تذکرہ و

تاریخ' حکایات ومشاہدایت' آپ بیتی وتجربات' اور اکابر علماءِ دیوبند کے واقعات ...... الغرض ۸۵ سالہ مسلسل متحرک عالمانہ ومجاہدانہ زندگی کے نشیب وفراز' علوم ومعارف اور تجربات کا نچوڑ' اپنے طرز کی پہلی انوکھی اور البیلی کتاب (زیرِ طبع)۔

خطباتِ حقانی .... مولانا عبدالقیوم حقانی

دین وشریعت، علم وعمل اور مختلف اہم عنوانات پر مولانا عبدالقیوم حقانی کے مؤثر خطبات اور ولولہ انگیز تقاریر کا مجموعہ۔ چار رنگہ خوبصورت ٹائٹل، عمدہ چھپائی اور مضبوط جلد بندی۔ صفحات: 333 قیمت: 120 روپے

بزمِ منور (آٹھ جلد) افادات : حضرت مولانا منور حسین سورتی ...... ترتیب: حافظ محمد قاسم

حضرت مولانا منور حسین سورتی کے عالمانہ، فاضلانہ، حکیمانہ اور داعیانہ خطبات کا حسین مرقع۔ مولانا نے اپنی تقاریر میں اپنے دل کا سوز اپنی فکر کا ساز بلکہ اپنا جگر نکال کر رکھ دیا ہے، جو ہر لحاظ سے بصیرت افروز اور ایمان پرور ہیں، جو موصوف کی علمی ودینی اور روحانی بصیرت، رائے کی اصابت، ان کی دعوت میں سچائی اور موعظت کا عمدہ مظہر دعوت وتبلیغ' نصح وخیر خواہی اور وعظ وخطابت کے تمام موضوعات پر ایک جامع کتاب' کوئی ایسا موضوع نہیں جو آپ کو مطلوب ہو اور کتاب میں نہ ہو' طلبہ' علماء اور مبلغین اسے پڑھ کر واعظ بنے' خطیب بنے' تاثیر وتفہیم میں لاجواب مواعظ کا گنجینہ ہیں۔ صفحات : 1328

☆☆☆

خصوصی اشاعتیں

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نمبر ...... ترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی سیرت وسوانح پر مشتمل ماہنامہ الحق کی خصوصی عظیم تاریخی دستاویز۔

صفحات : 1300

ماہنامہ القاسم کا ''فروغِ علم وجہاد نمبر'' : از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

ماہنامہ القاسم کی سب سے پہلی اشاعتِ خاص جامعہ ابوہریرہ میں اولین عظیم اجتماع کی روئیداد' افغان زعماء کے انٹرویوز' جہادی اہداف و مقاصد' طالبان دور کا خوبصورت تاریخی منظر۔ صفحات : 72

ماہناہ القاسم کا ''تحفظ دینی مدارس نمبر'' : از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

تحفظ دینی مدارس کے سلسلہ میں مولانا عبدالقیوم حقانی کے ایک سوالنامے کے جواب میں' مشاہیر اہلِ علم' زعماء اور رہبران ملت کے مفصل جوابات' مولانا عاشق الٰہی (مدینہ منورہ) مولانا سلیم اللہ خان' مولانا محمد تقی عثمانی' مولانا قاضی عبدالکریم کلاچی فاضل دیوبند' مولانا قاضی عبداللطیف سینیٹر' مولانا مجاہد الحسینی' مولانا سعید الرحمٰن دیروی اور مولانا عبدالقیوم حقانی کے وقیع' مدلل اور مفصل مقامات کا حسین گلدستہ۔ صفحات : 62

عالمانہ اور مجاہدانہ تقریریں ...... ترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

ماہنامہ القاسم کی خصوصی اشاعت جناح پارک پشاور میں تحفظ دینی مدارس کانفرنس کے موقع پر مختلف اکابر ومشائخ اور بزرگان دین او جمعیت کے اکابرین علماء، خطباء، مبلغین اور قائدین کے تقاریر کا حسین مرقع۔ صفحات : 48

ابوحنیفہ ہند مولانا مفتی کفایت اللہؒ نمبر ......ترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

بڑی سائز، مضبوط جلد ، الجمعیۃ '' دہلی'' کا ۲۳ر فروری ۱۹۵۳ء اور ۱۳ر مئی ۲۰۰۰ء میں شائع کردہ ''مفتی اعظم نمبر'' نئی ترتیب اور جدید اضافوں کے ساتھ۔ صفحات : 231

علامہ سید سلیمان ندویؒ نمبر ...... ترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

سوانح حیات، مولانا سید سلیمان ندوی، سید سلیمان ندویؒ کے دینی وعلمی خدمات، ایک ہمہ جہت عالم' ایک گراں مایہ شخصیت، اجمالی تذکرہ و سوانح، مولانا شبلیؒ کا جانشین، بعض اہم علمی کام، تصانیف کے تراجم، ایک عظیم انشاپرداز، انتخاب لاجواب، علامہ سید سلیمان ندویؒ کی تفسیری نکتہ سنجیاں، علم سیرت کا ایک روشن چراغ، حضرت کا سلوک وتصوف اور طریقہ تربیت، حکیم الامتؒ سے رجوع اور بیعت، سیرت سلیمانی کا عرفانی پہلو، سید سلیمان کا مسلکِ طریقت، چند حسین یادیں، ذوقِ شعر وادب، غزل الغزلات، عارفانہ کلام اور تصوف میں مقام، عشق رسول' نعتیہ کلام کی روشنی میں، سفرِ آخرت وغیرہ دلچسپ' حیرت انگیز اور ناقابل فراموش واقعات کا حسین گلدستہ' خوبصورت چار کلر ٹائٹل ،کمپیوٹر کمپوزنگ، عمدہ طباعت' بہترین کاغذ۔ صفحات : 451

ماہنامہ القاسم کی خصوصی اشاعت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نمبر ...... از! مولانا عبدالقیوم حقانی

علامہ شبیر احمد عثمانی کی سیرت وسوانح' جامعیت کردار' اوصاف وکمالات' علمی کارنامے' تفسیر عثمانی کی عظمت وافادیت' سیاسی' قومی وملی خدمات' تصنیف وتالیف اور افادات' ایک جامع تاریخی دستاویز۔ صفحات : 443

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نمبر ...... ترتیب : مولانا عبدالقیوم حقانی

عالم اسلام کے عظیم رہنما، بین الاقوامی شہرت کے حامل، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی سیرت وسوانح، اخلاق، اعمال، دعوت، تبلیغ، اتحاد اُمت کی مساعی اور تصنیف وتالیف کا جامع اور مفصل تذکرہ۔ ماہنامہ ''القاسم'' کی خصوصی اشاعت۔ صفحات : 600

ماہنامہ القاسم کی خصوصی اشاعت مولانا سید اسعد مدنیؒ نمبر ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی پُرعزم زندگی' لازوال جدوجہد' قومی وملی خدمات' قابلِ فخر کارنامے' لائق تحسین کردار' انفرادی اجتماعی ان گنت کارہائے نمایاں' سیرت واعمال کے ہمہ جہتی پہلوؤں پر مشتمل ''ایک پورے عہد کی ترجمان دستاویز'' معرکۃ الآرا تحریریں' گرانقدر مضامین' تفصیلی تجزیئے' تأثرات ومشاہدات' ملی وقومی خدمات فروغ اسلام کے لئے انتھک جدوجہد کی تاریخ' فرق باطلہ کا تعاقب اور مغربی سامراج کا مقابلہ' علمی مقام اور روحانی عظمت شان' خوبصورت سرورق' عمدہ طباعت' بہترین کاغذ' مضبوط جلد بندی۔ صفحات : ۵۱۳ .... قیمت : ۲۵۰ روپے

ماہنامہ القاسم کی خصوصی اشاعت ''حقانی تبصرے'' ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

فروغِ علم وادب' ذوقِ مطالعہ اور ترویجِ کتاب کی ایک ادنیٰ سی کوشش' قرآنیات' تفسیر وحدیث' فقہ واحکام' حِکَم ومصالح' سیرت' خاندانِ نبوت' تذکارِ صحابہؓ' تذکرہ وتاریخ' سوانح' درسی کتب' تعلیقات وشروحات' مضامین' مقالات ومکتوبات' مواعظ و خطبات' رسائل وجرائد' خصوصی اشاعتیں' ادبیات اور ردِّ فرقِ باطلہ اور دیگر اہم موضوعات پر 2006ء میں شائع ہونے والی کتابوں پر تبصرہ وتعارف' تیرہ (۱۳) ابواب پر مشتمل ...... اپنی نوعیت کی پہلی عظیم علمی دستاویز' رسائل وجرائد اور اسلامی صحافت کی دنیا میں پہلی منفرد کاوش ...... صفحات : 315

ادبیات

مشاہیر کی علمی اور مطالعاتی زندگی ...... ترتیب : مولانا عبدالقیوم حقانی

جناب مدیر ''الحق'' حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ کے سوالنامہ کے جواب میں برصغیر پاک وہند کے اکابر علماء، مشائخ، مصنفین مشاہیر اور دینی وعلمی زعماء کی گرانقدر اور وقیع علمی تحریریں، ایک نادر تاریخی شاہکار، علم ومطالعہ اور عمر بھر کے تجربات کا نچوڑ، اسلام کے وسیع اور عظیم کتب خانہ میں نافع اور مفید کتابوں کی نشاندہی، علمی اور مطالعاتی زندگی میں سہل مختصر مگر نافع راستہ کی توضیح، علماء، طلباء، وکلا اور علمی و مطالعاتی ذوق رکھنے والے تمام احباب کے لئے یکساں مفید۔ صفحات : 356

تحفۂ فکر وعمل ...... ترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

الحاج محمد منصور الزمان صدیقی کے وقیع فکر انگیز مکاتیب کا مجموعہ، جن میں فکر وعمل، تعلیم وتربیت، نظم وضبط حزم واحتیاط، خدمتِ خلق، قومی ملکی اور ملی اُمور میں منہج نبوی ﷺ اور صحیح خطوط پر کام کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ صفحات : 83

سُراغِ زندگی .... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

معلومات کا ذخیرہ، تجربوں کی تجوریاں، مطالعہ کی وسعتیں، مشاہدات کے خزانے، نظریات کی اُمنگیں، تصورات کی سانچے، خیالات و عزائم کی پختگیاں، مربیوں کا حلقہ، محسنوں کی جماعت، کتابوں کی صحبتیں، منتخب حضرات جن عالم، دانشور، سیاست دان، مدبر، مصنف، معلم، تاریخ ساز اور تاریخ دان...... الغرض ہر قسم کے لوگوں کا ساتھ رہے گا۔ صفحات : 160

☆☆☆

خواتینِ اسلام

آثارِ صالحہ ...... ترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

ایک پاکباز خاتون کی علمی ودینی، روحانی وعملی مساعی، ذوقِ علم، شوقِ مطالعہ، مخلصانہ عمل، طلب، تڑپ اور عشقِ سنّتِ رسول ﷺ، عبادت وانابت، زہد وتقویٰ، صبر وقناعت اور تشکر وامتنان کی کیفیات سے بھرپور داستانِ معرفت، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلفاء سے مکاتبت کے آئینہ میں۔ شاندار طباعت، عمدہ کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ، مضبوط جلد بندی اور دیدہ زیب کمپیوٹرائزڈ ٹائٹل ۔ صفحات : 236

ماں کی عظمت ...... پیشِ لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

جس میں ماں کی عظمت قرآن کریم کی روشنی میں، ماں کی عظمت احادیث مبارکہ کی روشنی میں، سخن ہائے زریں، ماں کا احترام، ماں کی خدمت، ماں کی محبت، عظیم مائیں، والدین سے زیادتی کا تلخ احساس، ماں کی نافرمانی کا انجام اور دیگر دلچسپ اور نصیحت آموز واقعات کا ذکر کیا گیا ہے جو بھٹکے ہوئے انسانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ تحریر ! مولانا جمیل احمد بالاکوٹی صاحب ...... خوبصورت چار رنگہ ٹائٹل اور مضبوط جلد بندی، شاندار کاغذ، عمدہ طباعت کے ساتھ منظر عام پر آ گیا ہے۔ خواہشمند حضرات القاسم اکیڈمی سے خط لکھ کر منگوا سکتے ہیں۔ صفحات : 234

نا شعار خواتین از ! مشتاق احمد ...... مقدمہ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

مسلمان زادیاں' چند نصائح' خاوند کے حقوق' ملفوظاتِ اولیاء' خواتین کیلئے اصلاح وتربیت کے اُصول' حیرت انگیز واقعات' اکابر کی مائیں'

ہمشیرہ گان' اور رفیقاتِ حیات کے زہد وتقویٰ' نکاح' جذبۂ خدمت' ایثار وقربانی' عورت جیسے ماں' بہن' بیوی اور بیٹی کی ایمان افروز اور حیرت انگیز واقعات' دیدہ زیب سرورق' عمدہ کاغذ' بہترین چھپائی اور گم بائنڈنگ جلد...... صفحات : 84

اماں جی مرحومہ ومغفورہ ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

مولانا عبدالقیوم حقانی کی سحر انگیز قلم سے ایک حیرت انگیز روح پرور اور ایمان افروز داستانِ عبرت جسے پڑھ کر پتھر دل نرم اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہے۔ ایک ایسی داستان' جو سبق آموزی میں سب کے لئے یکساں ہے۔ صفحات: 132

شاہِ کونین ﷺ کی شہزادیاں ......از ! مولانا محمد عبدالمعبود ...... باہتمام ونگرانی ! مولانا عبدالقیوم حقانی

''شاہِ کونین ﷺ کی شہزادیاں'' کا تعارف نام سے عیاں ہے۔ جس میں چار شہزادیاں ...... شہزادی رقیہؓ، شہزادی اُم کلثومؓ، شہزادی فاطمہؓ فضل وکمال اور باغِ فدک اور آلِ نبوی ﷺ کی حقیقت' اس وقت جس کتاب کا آپ کی نظر طواف کر رہی ہے یہ اسی انسانِ کامل شاہِ کونین باعث تخلیق کائنات کی صاحبزادیوں کے تذکرۂ خیر پر مشتمل ہے۔ تذکرہ کیا لکھا ہے پڑھتے جائیے اور آگے بڑھتے جائیے۔ روانی بھی ہے اور مصنف کی جانفشانی بھی سلاست بھی ہے اور حلاوت بھی، انداز فاضلانہ اور محققانہ ہے، جرح بھی ہے اور تعدیل بھی۔ صفحات: 492

خواتینِ اسلام کے حیرت انگیز واقعات ......از ! مولانا محمد اسرار تحسینی ...... پیش لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

خواتینِ اسلام کے زہد وتقویٰ اور ولایت وکرامت' عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ' عشقِ قرآن' مثالی بیویاں' تربیت اولاد' پردہ اور پاک دامنی' صبر واستقامت' راہِ خدا میں خرچ' توبہ اور عذاب کے حیرت انگیز اور عبرتناک' سبق آموز اور ایمان افروز واقعات کا حسین گلدستہ' ایک صالحہ خاتون کا وصیت نامہ' مولانا سعید احمد خان مدنیؒ کا ایمان افروز خطاب۔ صفحات : 112

☆☆☆

ردّ فرقِ باطلہ

دفاعِ امام ابوحنیفہؒ (اردو) ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی سیرت وسوانح، علمی وتحقیقی کارنامے، تدوینِ فقہ، قانونی کونسل کی سرگرمیاں، دلچسپ مناظرے، حجیت اجماع وقیاس پر اعتراضات کے جوابات، نظریہ انقلاب وسیاست، فقہ حنفی کی قانونی حیثیت وجامعیت اور تقلید واجتہاد کے علاوہ قدیم وجدید اہم موضوعات پر سیر حاصل تبصرے۔ کمپیوٹرائزڈ ٹائٹل، مضبوط جلد بندی اور شاندار طباعت۔ صفحات : 352

فتنۂ انکارِ حدیث ...... از ! مولانا محمد زمان صاحب ...... پیش لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف' مذموم مقاصد' واردات اور اعتراضات کے مکمل جوابات صفحات : ٦٨

صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام ...... ترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

اکیسویں صدی کی پہلی جنگ معرکہ صلیب وطالبان' جہادِ افغانستان، تحریک طالبان، ملا محمد عمر، اسامہ بن لادن، جہاد اور دہشت گردی، نظامِ شریعت سے مغرب کا بے جا خوف، دینی مدارس بالخصوص دارالعلوم حقانیہ، اسلام کے بارے میں مغرب کی لاعلمی اور غلط فہمیاں، امریکی اور مغربی دنیا کے عزائم اور مسلم امۃ پر جارحانہ یلغار، سقوط بغداد، مسئلہ فلسطین وکشمیر اور پاکستان کی ایٹمی صلاحیت جیسے اہم وحساس وقومی وبین الاقوامی موضوعات کے تناظر میں عالمی اور مغربی میڈیا سے مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ کا دوٹوک مکالمہ۔ صفحات: 520 ...... قیمت : 300 روپے

راہِ حق ...... از ! میجر فتح محمد

بعض فرقِ باطلہ' زائغین ومبتدعین کے باطل نظریات وعقائد اور رسم ورواج کا بھرپور مدلل تعاقب۔ (زیرِ طبع)



اردو' فارسی اور پشتو تراجم

بدر الصرف شرح ارشاد الصرف ...... از ! مولانا حسین احمد بھکروی

فن صرف کی بیسیوں کتب کا نچوڑ' اساتذہ کے صدری نکات کا مجموعہ' مقدمہ ارشاد الصرف کا بہترین حل' قوانین کی مکمل تشریح اور تفصیل' دیدہ زیب چار رنگہ سرِ ورق ...... صفحات : 102 ...... قیمت : 48روپے

دَ قرآن عجائب (پشتو) ......از ! مولانا امین الحق گستوئی ...... پیشِ لفظ ! مولانا عبد القیوم حقانی

کتاب اللہ' وحی اور اُس کے اقسام' معجزہ' سحر' معجزہ اور سحر کا فرق' کتاب اللہ اور کلام اللہ کا فرق' قرآن مجید کی علمی اعجاز' قرآن مجید کی عددی اعجاز' عجمی الفاظ کی تحقیق' عجمی الفاظ معلوم کرنے کے قواعد اور قرآن مجید ۔ اور بہت سے عجائب۔ صفحات :

دفاع امام ابوحنیفہؒ (پشتو) ...... از : مولانا عبد القیوم حقانی صفحات : 360

ہدایہ اور صاحب ہدایہ (پشتو) ...... از ! مولانا عبد القیوم حقانی صفحات : 112

روحانی سوغات (پشتو) ...... از ! سراج الاسلام سراجؔ

حضرت امام غزالیؒ کے ایک مشہور خط' "ایہا الولد" کا پشتو ترجمہ۔ عمدہ چھپائی۔ صفحات 64

زندگی سیاسی وانقلابی امام اعظم ابوحنیفہؒ (فارسی) از : مولانا عبد القیوم حقانی صفحات : 104

امام عظمؒ کے حیرت انگیز واقعات (پشتو) ...... از: مولانا عبد القیوم حقانی

صفحات : 167

واقعاتِ حیرت انگیز امام اعظمؒ (فارسی) از : مولانا عبد القیوم حقانی صفحات : 167

دَ علماءِ احناف حیرت انگیز واقعات (پشتو) ......از ! مولانا عبد القیوم حقانی

صفحات :

قصیدہ بردہ شریف (منظوم پشتو) ...... از ! سراج الاسلام سراجؔ صفحات

آداب المتعلمین (پشتو) ...... از ! سراج الاسلام سراجؔ صفحات :

تاریخ' حکایات ومشاہدات' آپ بیتی وتجربات' اور اکابر علماءِ دیوبند کے واقعات ...... الغرض ۸۵ سالہ مسلسل متحرک عالمانہ ومجاہدانہ زندگی کے نشیب وفراز' علوم ومعارف اور تجربات کا نچوڑ' اپنے طرز کی پہلی انوکھی اور البیلی کتاب (زیرِ طبع)۔

خطباتِ حقانی .... مولانا عبدالقیوم حقانی

دین وشریعت، علم وعمل اور مختلف اہم عنوانات پر مولانا عبدالقیوم حقانی کے مؤثر خطبات اور ولولہ انگیز تقاریر کا مجموعہ۔ چار رنگہ خوبصورت ٹائٹل، عمدہ چھپائی اور مضبوط جلد بندی۔ صفحات: 333 ...... قیمت: 120 روپے

بزمِ منور (آٹھ جلد) افادات : حضرت مولانا منور حسین سورتی ...... ترتیب: حافظ محمد قاسم

حضرت مولانا منور حسین سورتی کے عالمانہ، فاضلانہ، حکیمانہ اور داعیانہ خطبات کا حسین مرقع۔ مولانا نے اپنی تقاریر میں اپنے دل کا سوز اپنی فکر کا ساز بلکہ اپنا جگر نکال کر رکھ دیا ہے، جو ہر لحاظ سے بصیرت افروز اور ایمان پرور ہیں، جو موصوف کی علمی ودینی اور روحانی بصیرت، رائے کی اصابت، ان کی دعوت میں سچائی اور موعظت کا عمدہ مظہر دعوت وتبلیغ' نصح وخیر خواہی اور وعظ وخطابت کے تمام موضوعات پر ایک جامع کتاب' کوئی ایسا موضوع نہیں جو آپ کو مطلوب ہو اور کتاب میں نہ ہو' طلبہ' علماء اور مبلغین اسے پڑھ کر واعظ بنے' خطیب بنے' تاثیر وتفہیم میں لاجواب مواعظ کا گنجینہ ہیں۔ صفحات : 1328

.........☆☆☆.........

خصوصی اشاعتیں

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نمبر ...... ترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی سیرت وسوانح پر مشتمل ماہنامہ الحق کی خصوصی عظیم تاریخی دستاویز۔

صفحات : 1300

ماہنامہ القاسم کا "فروغِ علم وجہاد نمبر" : از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

ماہنامہ القاسم کی سب سے پہلی اشاعتِ خاص جامعہ ابوہریرہ میں اوّلین عظیم اجتماع کی روئیداد' افغان زعماء کے انٹرویوز' جہادی اہداف ومقاصد' طالبان دور کا خوبصورت تاریخی منظر۔ صفحات : 72

ماہناہ القاسم کا "تحفظ دینی مدارس نمبر" : از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

تحفظ دینی مدارس کے سلسلہ میں مولانا عبدالقیوم حقانی کے ایک سوالنامے کے جواب میں' مشاہیر اہلِ علم' زعماء اور رہبرانِ ملت کے مفصل جوابات' مولانا عاشق الٰہی (مدینہ منورہ) مولانا سلیم اللہ خان' مولانا محمد تقی عثمانی' مولانا قاضی عبدالکریم کلاچی فاضلِ دیوبند' مولانا قاضی عبداللطیف سینیٹر' مولانا مجاہد الحسینی' مولانا سعید الرحمن دیروی اور مولانا عبدالقیوم حقانی کے وقیع' مدلل اور مفصل مقامات کا حسین گلدستہ۔ صفحات : 62

عالمانہ اور مجاہدانہ تقریریں ...... ترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

ماہنامہ القاسم کی خصوصی اشاعت جناح پارک پشاور میں تحفظ دینی مدارس کانفرنس کے موقع پر مختلف اکابر ومشائخ اور بزرگانِ دین او جمعیت کے اکابرین علماء، خطباء، مبلغین اور قائدین کے تقاریر کا حسین مرقع۔ صفحات : 48

ابوحنیفہ ہند مولانا مفتی کفایت اللہؒ نمبر ...... ترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

بڑی سائز، مضبوط جلد ، الجمعیۃ "دہلی" کا ۲۳ فروری ۱۹۵۳ء اور ۱۳ مئی ۲۰۰۰ء میں شائع کردہ "مفتی اعظم نمبر" نئی ترتیب اور جدید اضافوں کے ساتھ۔ صفحات : 231

علامہ سید سلیمان ندویؒ نمبر ...... ترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

سوانح حیات، مولانا سید سلیمان ندوی، سید سلیمان ندویؒ کے دینی وعلمی خدمات، ایک ہمہ جہت عالم' ایک گراں مایہ شخصیت، اجمالی تذکرہ وسوانح، مولانا شبلیؒ کا جانشین، بعض اہم علمی کام، تصانیف کے تراجم، ایک عظیم انشاپرداز، انتخاب لاجواب، علامہ سید سلیمان ندویؒ کی تفسیری نکتہ سنجیاں، علم سیرت کا ایک روشن چراغ، حضرتؒ کا سلوک وتصوف اور طریقہ تربیت، حکیم الامتؒ سے رجوع اور بیعت، سیرت سلیمانی کا عرفانی پہلو، سید سلیمان کا مسلکِ طریقت، چند حسین یادیں، ذوقِ شعر وادب، غزل الغزلات، عارفانہ کلام اور تصوف میں مقام، عشق رسولؐ' نعتیہ کلام کی روشنی میں، سفر آخرت وغیرہ دلچسپ' حیرت انگیز اور ناقابل فراموش واقعات کا حسین گلدستہ' خوبصورت چارکلر ٹائٹل، کمپیوٹر کمپوزنگ، عمدہ طباعت، بہترین کاغذ۔ صفحات : 451

ماہنامہ القاسم کی خصوصی اشاعت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نمبر ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

علامہ شبیر احمد عثمانی کی سیرت وسوانح' جامعیت کردار' اوصاف وکمالات' علمی کارنامے' تفسیر عثمانی کی عظمت وافادیت' سیاسی' قومی وملی خدمات' تصنیف وتالیف اور افادات' ایک جامع تاریخی دستاویز۔ صفحات : 443

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نمبر ...... ترتیب : مولانا عبدالقیوم حقانی

عالم اسلام کے عظیم رہنما، بین الاقوامی شہرت کے حامل، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی سیرت وسوانح، اخلاق، اعمال، دعوت وتبلیغ، اتحادِ اُمت کی مساعی اور تصنیف وتالیف کا جامع اور مفصل تذکرہ۔ ماہنامہ "القاسم" کی خصوصی اشاعت۔ صفحات : 600

ماہنامہ القاسم کی خصوصی اشاعت مولانا سید اسعد مدنیؒ نمبر ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی پُر عزم زندگی' لازوال جدوجہد' قومی وملی خدمات' قابلِ فخر کارنامے' لائق تحسین کردار' انفرادی اجتماعی ان گنت کارہائے نمایاں' سیرت واعمال کے ہمہ جہتی پہلوؤں پر مشتمل' ایک پورے عہد کی ترجمان دستاویز' "معرکۃ الآرا تحریریں' گرانقدر مضامین' تفصیلی تجزیے' تاثرات ومشاہدات' ملی وقومی خدمات فروغِ اسلام کے لئے انتھک جدوجہد کی تاریخ' فرقِ باطلہ کا تعاقب اور مغربی سامراج کا مقابلہ' علمی مقام اور روحانی عظمت شان' خوبصورت سرورق' عمدہ طباعت' بہترین کاغذ' مضبوط جلد بندی۔ صفحات : ۵۱۳ ...... قیمت : ۲۵۰ روپے

ماہنامہ القاسم کی خصوصی اشاعت "حقانی تبصرے" ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

فروغِ علم وادب' ذوقِ مطالعہ اور ترویج کتاب کی ایک ادنیٰ سی کوشش' قرآنیات' تفسیر وحدیث' فقہ واحکام' حِکَم ومصالح' سیرت' خاندانِ نبوت' تذکارِ صحابہؓ' تذکرہ وتاریخ' سوانح' درسی کتب' تعلیقات وشروحات' مضامین' مقالات ومکتوبات' مواعظ وخطبات' رسائل وجرائد' خصوصی اشاعتیں' ادبیات اور ردّ فرقِ باطلہ اور دیگر اہم موضوعات پر 2006ء میں شائع ہونے والی کتابوں پر تبصرہ وتعارف' تیرہ (۱۳) ابواب پر مشتمل ...... اپنی نوعیت کی پہلی عظیم علمی دستاویز' رسائل وجرائد اور اسلامی صحافت کی دنیا میں پہلی منفرد کاوش ...... صفحات : 315

ادبیات

مشاہیر کی علمی اور مطالعاتی زندگی ...... ترتیب : مولانا عبدالقیوم حقانی

جناب مدیر ''الحق'' حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے سوالنامہ کے جواب میں برصغیر پاک و ہند کے اکابر علماء، مشائخ، مصنفین مشاہیر اور دینی و علمی زعماء کی گرانقدر اور وقیع علمی تحریریں، ایک نادر تاریخی شاہکار، علم و مطالعہ اور عمر بھر کے تجربات کا نچوڑ، اسلام کے وسیع اور عظیم کتب خانہ میں نافع اور مفید کتابوں کی نشاندہی، علمی اور مطالعاتی زندگی میں سہل، مختصر مگر نافع راستہ کی توضیح، علماء، طلباء، وکلا اور علمی و مطالعاتی ذوق رکھنے والے تمام احباب کے لئے یکساں مفید۔ صفحات : 356

تحفۂ فکر و عمل ...... ترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

الحاج محمد منصور الزمان صدیقی کے وقیع فکر انگیز مکاتیب کا مجموعہ، جن میں فکر و عمل، تعلیم و تربیت، نظم و ضبط حزم و احتیاط، خدمت خلق، قومی ملکی اور ملی اُمور میں منہج نبوی ﷺ اور صحیح خطوط پر کام کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ صفحات : 83

سُراغِ زندگی .... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

معلومات کا ذخیرہ، تجربوں کی تجوریاں، مطالعہ کی وسعتیں، مشاہدات کے خزانے، نظریات کی اُمنگیں، تصورات کی سانچے، خیالات و عزائم کی پختگیاں، مربیوں کا حلقہ، محسنوں کی جماعت، کتابوں کی صحبتیں، منتخب حضرات جن عالم، دانشور، سیاست دان، مدبر، مصنف، معلم، تاریخ ساز اور تاریخ دان...... الغرض سبھی قسم کے لوگوں کا ساتھ رہے گا۔ صفحات : 160

☆☆☆

خواتینِ اسلام

آثارِ صالحہ ...... ترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

ایک پاکباز خاتون کی علمی و دینی، روحانی و عملی مساعی، ذوقِ علم، شوقِ مطالعہ، مخلصانہ عمل، طلب، تڑپ اور عشق سُنّتِ رسول ﷺ، عبادت و انابت، زہد و تقویٰ، صبر و قناعت اور تشکر و امتنان کی کیفیات سے بھرپور داستانِ معرفت، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلفاء سے مکاتبت کے آئینہ میں۔ شاندار طباعت، عمدہ کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ، مضبوط جلد بندی اور دیدہ زیب کمپیوٹرائزڈ ٹائٹل۔ صفحات : 236

ماں کی عظمت ...... پیشِ لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

جس میں ماں کی عظمت قرآن کریم کی روشنی میں، ماں کی عظمت احادیث مبارکہ کی روشنی میں، سخن ہائے زریں، ماں کا احترام، ماں کی خدمت، ماں کی محبت، عظیم مائیں، والدین سے زیادتی کا تلخ احساس، ماں کی نافرمانی کا انجام اور دیگر دلچسپ اور نصیحت آموز واقعات کا ذکر کیا گیا ہے جو بھٹکے ہوئے انسانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ تحریر ! مولانا جمیل احمد بالاکوٹی صاحب...... خوبصورت چار رنگہ ٹائٹل اور مضبوط جلد بندی، شاندار کاغذ، عمدہ طباعت کے ساتھ منظر عام پر آ گیا ہے۔ خواہشمند حضرات القاسم اکیڈمی سے خط لکھ کر منگوا سکتے ہیں۔ صفحات: 234

ناشعار خواتین از ! مشتاق احمد ...... مقدمہ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

مسلمان زادیاں' چند نصائح' خاوند کے حقوق' ملفوظاتِ اولیاء' خواتین کیلئے اصلاح و تربیت کے اُصول' حیرت انگیز واقعات' اکابر کی مائیں' ہمشیرہ گان' اور رفیقاتِ حیات کے زہد و تقویٰ' نکاح' جذبۂ خدمت' ایثار و قربانی' عورت جیسے ماں' بہن' بیوی اور بیٹی کی ایمان افروز اور حیرت انگیز واقعات' دیدہ زیب سرورق' عمدہ کاغذ' بہترین چھپائی اور گم بائنڈنگ جلد...... صفحات : 84

اماں جی مرحومہ و مغفورہ ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

مولانا عبدالقیوم حقانی کی سحر انگیز قلم سے ایک حیرت انگیز' روح پرور اور ایمان افروز داستانِ عبرت جسے پڑھ کر پتھر دل نرم اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہے۔ ایک ایسی داستان' جو سبق آموزی میں سب کے لئے یکساں ہے۔ صفحات:132

شاہِ کونین ﷺ کی شہزادیاں...... از ! مولانا محمد عبدالمعبود ...... بہ اہتمام و نگرانی ! مولانا عبدالقیوم حقانی

''شاہِ کونین ﷺ کی شہزادیاں'' کا تعارف نام سے عیاں ہے۔ جس میں چار شہزادیاں ...... شہزادی رقیہؓ، شہزادی اُم کلثومؓ، شہزادی فاطمہؓ فضل و کمال اور باغ فدک اور آلِ نبوی ﷺ کی حقیقت' اس وقت جس کتاب کا آپ کی نظر طواف کر رہی ہے یہ اسی انسانِ کامل شاہِ کونین باعث تخلیق کائنات کی صاحبزادیوں کے تذکرۂ خیر پر مشتمل ہے۔ تذکرہ کیا لکھا ہے پڑھتے جائیے اور آگے بڑھتے جائیے۔ روانی بھی ہے اور مصنف کی جانفشانی بھی سلاست بھی ہے اور حلاوت بھی، انداز فاضلانہ اور محققانہ ہے، جرح بھی ہے اور تعدیل بھی۔ صفحات:492

خواتینِ اسلام کے حیرت انگیز واقعات...... از ! مولانا محمد اسرار تحسینی...... پیش لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

خواتینِ اسلام کے زہد و تقویٰ اور ولایت و کرامت' عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ' عشقِ قرآن' مثالی بیویاں' تربیت اولاد' پردہ اور پاک دامنی' صبر و استقامت' راہِ خدا میں خرچ' توبہ اور عذاب کے حیرت انگیز اور عبرتناک' سبق آموز اور ایمان افروز واقعات کا حسین گلدستہ' ایک صالحہ خاتون کا وصیت نامہ' مولانا سعید احمد خان مدنیؒ کا ایمان افروز خطاب۔ صفحات : 112

☆☆☆

ردّ فرقِ باطلہ

دفاعِ امام ابوحنیفہؒ (اردو) ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کی سیرت و سوانح، علمی و تحقیقی کارنامے، تدوینِ فقہ، قانونی کونسل کی سرگرمیاں، دلچسپ مناظرے، حجیت اجماع و قیاس پر اعتراضات کے جوابات، نظریہ انقلاب و سیاست، فقہ حنفی کی قانونی حیثیت و جامعیت اور تقلید و اجتہاد کے علاوہ قدیم و جدید اہم موضوعات پر سیر حاصل تبصرے۔ کمپیوٹرائزڈ ٹائٹل، مضبوط جلد بندی اور شاندار طباعت۔ صفحات : 352

فتنۂ انکارِ حدیث ...... از ! مولانا محمد زمان صاحب ...... پیش لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف' مذموم مقاصد' واردات اور اعتراضات کے مکمل جوابات صفحات : ٦٨

صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام ...... ترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

اکیسویں صدی کی پہلی جنگ معرکہ صلیب و طالبان' جہادِ افغانستان، تحریک طالبان، ملا محمد عمر، اسامہ بن لادن، جہاد اور دہشت گردی، نظام شریعت سے مغرب کا بے جا خوف، دینی مدارس بالخصوص دار العلوم حقانیہ، اسلام کے بارے میں مغرب کی لاعلمی اور غلط فہمیاں، امریکی اور مغربی دنیا کے عزائم اور مسلم امۃ پر جارحانہ یلغار، سقوطِ بغداد، مسئلہ فلسطین و کشمیر اور پاکستان کی ایٹمی صلاحیت جیسے اہم و حساس و قومی و بین الاقوامی موضوعات کے تناظر میں عالمی اور مغربی میڈیا سے مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا دوٹوک مکالمہ۔ صفحات:520...... قیمت : 300روپے

راہِ حق ...... از ! میجر فتح محمد

بعض فرقِ باطلہ، زائغین ومبتدعین کے باطل نظریات وعقائد اور رسم ورواج کا بھرپور مدلل تعاقب۔ (زیرطبع)



اردو فارسی اور پشتو تراجم

بدر الصرف شرح ارشاد الصرف ...... از ! مولانا حسین احمد بھکروی

فنِ صرف کی بیسیوں کتب کا نچوڑ، اساتذہ کے صدری نکات کا مجموعہ، مقدمہ ارشاد الصرف کا بہترین حل، قوانین کی مکمل تشریح اور تفصیل، دیدہ زیب چار رنگہ سرورق ...... صفحات : 102 ...... قیمت : 48 روپے

۔ دَ قرآن عجائب (پشتو) ......از ! مولانا امین الحق گستوئی ...... پیشِ لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

کتاب اللہ، وحی اور اُس کے اقسام، معجزہ، سحر، معجزہ اور سحر کا فرق، کتاب اللہ اور کلام اللہ کا فرق، قرآن مجید کی علمی اعجاز، قرآن مجید کی عددی اعجاز، عجمی الفاظ کی تحقیق، عجمی الفاظ معلوم کرنے کے قواعد اور قرآن مجید ۔ اور بہت سے عجائب۔ صفحات :

دفاعِ امام ابوحنیفہؒ (پشتو) ...... از : مولانا عبدالقیوم حقانی صفحات : 360

ہدایہ اور صاحب ہدایہ (پشتو) ...... از ! مولانا عبدالقیوم حقانی صفحات : 112

روحانی سوغات (پشتو) ...... از ! سراج الاسلام سراجؔ

حضرت امامِ غزالیؒ کے ایک مشہور خط ''ایھا الولد'' کا پشتو ترجمہ۔ عمدہ چھپائی۔ صفحات 64

زندگی سیاسی وانقلابی امام اعظم ابوحنیفہؒ (فارسی) از : مولانا عبدالقیوم حقانی صفحات : 104

امام عظمؒ کے حیرت انگیز واقعات (پشتو)...... از : مولانا عبدالقیوم حقانی

صفحات : 167

واقعاتِ حیرت انگیز امام اعظمؒ (فارسی) از : مولانا عبدالقیوم حقانی صفحات 167

دَ علماءِ احناف حیرت انگیز واقعات (پشتو) ......از ! مولانا عبدالقیوم حقانی

صفحات :

قصیدہ بردہ شریف (منظوم پشتو) ...... از ! سراج الاسلام سراجؔ صفحات :

آداب المتعلمین (پشتو) ...... از ! سراج الاسلام سراجؔ صفحات :